رجسٹرڈ نمبر ۱۷۶۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا رواہ الشیخان

اتشا لالآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداد و للحدیث کہ دال ست بر مندوبیت قدر سے از
فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خیرت و مکتوبات
خیرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و العقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک کہ کل آں از افادات مسلسلہ
حضرت مولانا اشرف علی صاحب طلہ است با وجل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ
محمد امداد اللہ ست لہٰذا صحیفہ مشہرست تبرکا بنام ایشاں نیز و ساد سہا الاشتات و از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل

عدد (۱) بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ ہجری جلد (۵)

حسب ادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

این صحیفہ کامدش امدادنام | یافت زامداد المطلع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

جو

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا (مدیر رسالہ)

اطلاع

الامداد نمبر ۱۲ جلد ۴ میں غلطی سے امداد الفتاوے کے سلسلہ کے صفحات نہیں لکھے گئے جو کہ ۱۵۱ سے ۱۸۰ تک ہیں ناظرین اپنے اپنے رسالہ کو صحیح فرمالیں ✦

اصلاح انقلاب متعلق رضاع

(سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد نمبر ۱ جلد ۳)

اس باب میں ناواقفی کے سبب متعدد کوتاہیاں اور مختلف غلطیاں کیجاتی ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ دودھ شریک بھائی بہن جب ہی ہوتے ہیں جبکہ ایک ہی زمانہ میں کسی عورت کا دودھ پئیں اور اگر ایک کے دودھ چھڑانے کے بعد دوسرا دودھ پیوے تو وہ دودھ شریک بھائی بہن نہیں ہوتے سو یہ بالکل غلط ہے بلکہ خواہ دونوں کے دودھ پینے کا زمانہ ایک ہو یا مختلف ہو دونوں حالتوں کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں حالتوں میں وہ دودھ شریک بھائی بہن ہوجاوینگے (رد قدر ایضا تبعًا فی اصلاح بعض الاغلاط المتعلقۃ بتحریم الحلال و تحلیل الحرام فی باب النکاح) منجملہ اُنکے ایک غلطی یہ ہے کہ حرمت رضاع کے ثبوت کے لئے کسی عمر کی قید نہیں سمجھتے حتیٰ کہ اگر غلطی سے کسی عورت کا دودھ آٹے میں جاگرا اور اُس آٹے کی روٹی خاوند نے کھالی تو سمجھتے ہیں کہ حرمت رضاع ثابت ہوگئی اور بی بی اُسپر حرام ہوگئی سو یہ بھی بالکل غلط ہے بلکہ جو زمانہ بچہ کے دودھ پینے کا شریعت نے مقرر کیا ہے یعنی دو سال جمہور کے نزدیک اور اڑھائی سال امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک (اور اکثر حنفیہ نے بھی فتویٰ پہلے ہی قول پر دیا ہے) اس زمانہ کے اندر دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور اسکے بعد نہیں ہوتی۔ پس صورت مذکورہ میں یہ بی بی اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی۔ البتہ خود عورت کا دودھ پینا بعد مدت رضاع کے ایک حرام فعل ہے مگر اُس سے رشتہ ثابت نہیں ہوگا۔ منجملہ اُنکے ایک غلطی اس غلطی کے مقابلہ میں یہ کیجاتی ہے کہ مدت رضاع کے اندر اگر اس مدت کی تکمیل کے قبل بچہ کا دودھ چھڑا دیا جاوے اور پھر کسی اتفاق سے یہ بچہ دودھ پی لے تو بعضے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اس صورت میں بھی حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی بلکہ یوں سمجھتے ہیں کہ خود یہ دودھ پلانا بھی حرام ہے سو دونوں باتیں غلط ہیں بلکہ اس صورت میں حرمت رضاع بھی ثابت ہوجاویگی (فی الدر المختار ولو بعد الفطام) اور دودھ پلانا بھی حلال ہوگا منجملہ اُنکے ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ حرمت رضاع کو عورت کے دودھ کے ساتھ خاص نہیں سمجھتے بلکہ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر میاں بی بی گاؤ وغیرہ کا دودھ بھی ایک دوسرے کا جھوٹا پی لے تو وہ بھائی بہن ہوجاتے ہیں سو یہ بھی بالکل لغو ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا (فی الدر المختار من ثدی آدمیۃ) منجملہ اُن کے

65

ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر بچہ دودھ پی کر فوراً قے کر ڈالے تو حرمت رضاع بھی زائل ہوجاتی ہے مجھکو اس غلطی عوام کی پہلے اطلاع نہ تھی مگر مجھ سے ایک واقعہ میں استفتار کیا گیا تو میری حرمت رضاع کے حکم بتلانے پر سائل نے یہ معارضہ کیا کہ صاحب اُس بچہ نے اول تو پیا تھا بہت قلیل اور پھر وہ بھی اُگل دیا تھا تو گویا وہ پینا باطل ہوگیا تو حکم بھی ثابت نہوگا اُسوقت معلوم ہوا کہ بعض کا یہ بھی خیال ہے سو خوب سمجھ لیا جاوے کہ اس باب میں قلیل و کثیر کا ایک حکم ہے اگر ایک قطرہ بھی حلق کے اندر چلا جاویگا تو حکم رضاع ثابت ہوجاویگا (فی الدر المختار وان قل) اسی طرح اگر حلق میں جانے کے بعد قے بھی ہوجاوے تب بھی حکم رضاع بدستور باقی رہیگا (وقد مر الیہ حیث مرت المسئلۃ الاولی من ہذا الباب) اور خواہ منہ کے راستہ سے جاوے یا ناک کے راستہ سے اور خواہ خالص دودھ جاوے یا کسی دوا یا پانی میں ملا ہوا جاوے اور ملنے کی صورت میں خواہ غالب ہو یا دوسری چیز کے ساتھ مساوی ہو سب کا ایک حکم ہے (کذا فی الدر المختار) یہ تو علمی غلطیاں تھیں اور اس باب میں بعض عملی کوتاہیاں بھی ہیں منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ بعضی عورتیں جس بچہ پر رحم آیا اُسکو دودھ پلا دیا۔ حالانکہ بلا اذن شوہر کسی کو پلانا مکروہ ہے۔ البتہ اگر بچہ کے ہلاک ہوجانے کا اندیشہ ہو وہ حالت اس سے مستثنیٰ ہے (کذا فی البحر من الخانیۃ شامی ج ۲ ص ۶۶۴) منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ اکثر مرد و عورت رضاع کے رشتہ سے باہم نسبی محارم کیطرح خلا ملا رکھتے ہیں جس سے بڑے بڑے فساد واقع ہوگئے ہیں فقہا نے یہی رنگ دیکھکر تصریح کی ہے کہ رضاعی بہن کے پاس تخلیہ میں بیٹھنا ناجائز ہے اسی طرح مصاہرت کے رشتہ میں گو وہ رشتہ حرمت ہی کا ہو جیسے جوان ساس یا سوتیلی ماں ان سب مواقع میں حسب فتویٰ علماء نامحرموں کا سا برتاؤ رکھنا چاہیے یعنی پورا اور گہرا پردہ کیا کریں منجملہ اُنکے ایک کوتاہی یہ ہے کہ رضاع کے باب میں یہ احتیاط کوئی نہیں کرتا کہ دودھ پلانے والی سے تحقیق کریں کہ اسنے کس کس کو دودھ پلایا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایسی ہی لڑکی سے اسکا رشتہ کر دیا جاتا ہے کہ اُسنے بھی اُس عورت کا دودھ پیا تھا اسی واسطے فقہا نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر واجب ہے کہ بلا ضرورت ہر بچہ کو دودھ نہ پلا دیا کریں اور جب پلاویں تو خوب یاد رکھیں اور خوب شہرت دیدیا کریں بلکہ احتیاطاً لکھ بھی لیا کریں اھ (شامی عن الفتح ص ۶۶۴ ج ۲) منجملہ اُنکے ایک کوتاہی جو اولاد کے آداب و حقوق کے متعلق ہے حرمت سے متعلق نہیں یہ ہے کہ ہر کس و ناکس کا دودھ بچہ کو پلا دیا جاتا ہے جس سے اُس کے اخلاق پر اثر پڑتا ہے مناسب ہے کسی صحیح المزاج سلیم الطبع عاقل صالح عورت کا دودھ

پلوایا کریں منجملہ اُنکے ایک غلطی یہ ہے کہ اکثر لوگ دودھ پلانے والی کا اگر وہ چھوٹی قوم سے ہو کچھ حق نہیں سمجھتے اور اُس کا کچھ احترام نہیں کرتے حالانکہ حدیث قولی ہے جسمیں غلام یا لونڈی اُسکی خدمت میں پیش کرنے کی ترغیب ہے اُس کا حق معلوم ہوتا ہے اور حدیث فعلی سے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضعہ کا اُنکے آنے کے وقت اکرام فرمایا اُس کا احترام ثابت ہوتا ہے منجملہ اُنکے ایک غلطی جو اسکے مقابل جانب میں ہے یہ ہے کہ بعضے آدمی اسکا اتنا بڑا حق سمجھتے ہیں کہ خود نسبی ماں کا حق بھی اُسکے ماں ہونے کے سبب اتنا نہیں سمجھتے جتنا دودھ پلانے کے سبب سمجھتے ہیں حتی کہ خود ماں بھی ۔ چنانچہ بعض مواقع پر یہ کہتی ہی کہ میں دودھ نہ بخشونگی اور مخاطب ڈرجاتا ہے بلکہ بعض کو اسی فکر میں مبتلا دیکھا گیا ہے کہ کیا کہیں ہماری ماں مرگئی اور ہم دودھ نہیں بخشوانے پائے سو یہ اصلاً و فرعاً ہر طرح باطل ہے اصلاً تو ظاہر ہے کہ ماں کا ہر حال میں حق منصوص ہی اور فرعاً اسلئے کہ دودھ پینا بچہ کے لئے کوئی گناہ تھوڑا ہی ہے جسکے ارتکاب کے بعد بخشوانے کی ضرورت ہو اور اگر گناہ ہی تو بچہ تو اُس وقت غیر مکلف تھا ماں البتہ مکلف تھی اُس کو پلانا بھی گناہ ہوگا ۔ وہ خود بھی گناہگار ہوئی کہ حرام چیز بچہ کو پلائی خود اُسکو اولاد سے معاف کرانا چاہیے ۔ غرض لغو بات ہے ۔ ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ اس دودھ پلانے کے سبب حضرت حلیمہ رض کا اتنا بڑا حق سمجھتے ہیں کہ بدوؤں کو اُنکی اولاد قرار دیکر اُنکے لئے لوٹ مار کو جو کہ فعل حرام ہی حلال سمجھتے ہیں بہت ہی سخت عقیدہ ہے ۔ جب خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے لیے کسی فعل ناجائز کی اجازت نہیں تو آپکی مرضعہ کی اولاد کا تو اُنکی نسبت بعید ہی تعلق ہے پھر سب بدوؤں کا اُنکی اولاد میں ہونا یہ بھی مہمل حکایت ہے فرع قابل توجہ اہل علم فقہا نے رضاع کی تفسیر میں آدمیۃ کی قید لگائی ہے اور اسکا محترز بہیمہ و رجل کو لکھا ہے مگر جنیہ سے اثباتاً یا نفیاً تعرض نہیں دیکھا گیا کہ آیا وہ اس باب میں مثل بہیمہ کے ہے جیسے نکاح کے باب میں یہی ہے کہ جنیہ سے انسان کا نکاح جائز نہیں یا مثل آدمی کے ہے کہ اگر کوئی لڑکا لڑکی کسی جنیہ کا دودھ پئیں تو وہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہوجاوینگے جبتک مسئلہ کی تحقیق ہو احوط موقع اشتباہ میں عملاً یہی ہوگا کہ حرمت رضاع کا فتوی دیا جاوے جیسے اڑھائی سال پر گو فتوی نہیں مگر احتیاط وہاں بھی یہی ہے کہ باوجود ممانعت کے اگر اُس مدت کے اندر رضاع واقع ہوا تو حرمت پر عمل کریں تنبیہ رضاع کے مسائل نہایت دقیق ہیں انمیں بدون محقق متیقظ عالم کے کسی نیم آموز کے قول کو معتبر نہ سمجھیں اور سوال کے سمجھنے اور سمجھانے میں بھی بہت ہی احتیاط

وہوشیاری وبیداری سے کام لیں - فقط

بعض مسائل مہمہ رضاع از بیان القرآن

مسئلہ - ماں اگر کسی وجہ سے معذور نہو تو اُسکے ذمہ دیانۃً یعنی عند اللہ واجب ہے کہ بچہ کو دودھ پلاوے جبکہ وہ منکوحہ ہو یا عدت میں ہو اور اُجرت لینا درست نہیں والوالدات یرضعن میں یہی مسئلہ ہے اور اگر طلاق کے بعد عدت گذر چکی تو اُسپر بلا اُجرت دودھ پلانا واجب نہیں چنانچہ دونوں صورتوں میں اجرت مانگنے کا حکم آگے آتا ہے اور والوالدات اگرچہ لفظاً اس دوسری صورت کو بھی عام ہے مگر اگلے جملہ وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن کے سبب سے یہ وجوب ارضاع مقید ہو گیا وجوب رزق وکسوت کے ساتھ اور وجوب رزق وکسوت دو حالت میں ہے نکاح میں اور عدت میں لہذا یہ وجوب ارضاع بھی نکاح اور عدت کی حالت میں ہوگا کذا فی فتح القدیر مسئلہ اگر ماں دودھ پلانے سے انکار کرے تو ہم یوں سمجھیں گے کہ غالباً معذور ہوگی اسلیئے اسپر جبر نہ کیا جاوے گا لا تضار والدۃ میں یہ مسئلہ بھی ہے البتہ اگر بچہ کسی کا دودھ نہیں لیتا نہ اوپر کا دودھ پیتا ہے تو ماں کو مجبور کیا جاوے گا لا مولود لہ میں یہ مسئلہ بھی داخل ہے مسئلہ ماں دودھ پلانا چاہتی ہے اور اُسکے دودھ میں کوئی خرابی بھی نہیں تو باپ کو جائز نہیں کہ اُسکو نہ پلانے دے اور دوسری انا کا دودھ پلواوے اور یہ مسئلہ بھی لا تضار والدۃ میں داخل ہے مسئلہ ماں دودھ پلانے پر رضامند ہے لیکن اُس کا دودھ بچہ کو مضر ہوگا باپ کو جائز ہے کہ اُسکو دودھ نہ پلانے دے اور کسی انا کا پلواوے وان اردتم ان تسترضعوا میں یہی مسئلہ ہے مسئلہ ماں دودھ پلانے کی اُجرت مانگتی ہے سو اگر ابھی شوہر کے نکاح میں ہے یا یہ کہ طلاق ہو گئی لیکن عدت نہیں گذری ان دونوں حالتوں میں اجرت لینا جائز نہیں بلکہ قضاءً بھی مجبور کیجاوے گی کہ دودھ پلاوے ولا مولود لہ بولدہ میں یہ مسئلہ داخل ہے مسئلہ اور اگر طلاق کے بعد عدت گذر گئی پھر اُجرت مانگتی ہے تو باپ کو اُجرت دینا پڑیگی مسئلہ اسی صورت میں یعنی جبکہ طلاق کے بعد عدت گذر جاوے اور وہ اُجرت مانگتی ہے اگر باپ دوسری انا سے اتنی ہی اُجرت پر پلوانا چاہے تب تو ماں مقدم ہے دوسری انا سے پلوانے کا حق نہیں ہے لا تضار والدۃ میں یہ مسئلہ بھی داخل ہے اور اگر دوسری انا اس ماں سے کم اجرت پر راضی ہے تو ماں کو یہ حق حاصل نہیں کہ خود پلاوے اور زیادہ اُجرت لے لا مولود لہ میں یہ مسئلہ بھی ہے البتہ اگر ماں درخواست کرے تو اتنا حق رکھتی ہے کہ اس انا کو اسکے پاس رکھا جاوے گا تاکہ بچہ سے جدائی نہو انتہت المسائل ؂

حال۔ اب یہ حال ہے کہ جب نماز میں آخر کی رکعت کے سجدہ میں ہوتا ہوں تو مجھے ہوش آگر خشوع ہوتا ہے اور میں اس سجدہ میں بہت ٹھیر ٹھیر کر تسبیح کہتا ہوں اور اس آواز سے کہ اپنے کان میں خوب صاف آواز جائے اور بہت گڑگڑا کر اور تعداد میں بھی زیادہ تسبیح کرتا ہوں اخیری سجدے میں تو اکثر ایسا ہوتا ہے اور دیگر سجود میں ایسا کم ہوتا ہے اور رکوع میں اور بھی کم اور قیام میں اور کم اور قعدہ میں نہیں ہوتا جب قیام میں یہ حال ہوتا ہے تو میرا جسم جو بالکل سیدھا کھڑا تھا ذرا سر اور گردن اور کمر آگے کو جھک کر خم ہو جاتے ہیں یعنی انحنا ہو جاتا ہے سیدھا کھڑا ہونا اُس وقت معیوب معلوم ہوتا ہے عاجزی سے جھک کر کھڑا ہونا پسند ہوتا ہے اور دعا مانگتے وقت بھی یہ حال اکثر ہوتا ہے۔

تحقیق۔ مگر بہت مبالغہ اس کوشش میں نہ کیجیے اُس سے گرانی پھر گرانی سے افسردگی یا اُلجھن ہو جاتی ہے۔

حال۔ بندہ اوراد کا برابر پابند ہے اور کلام مجید بھی بعد نماز تہجد اور ذکر کے ایک دو پارہ پڑھ لیتا ہوں۔ تکان وغیرہ کچھ نہیں ہوتا بعض دفعہ بدن میں سرور سا معلوم ہوتا ہے اور رُواں کھڑا ہو جاتا ہے اِن دو مہینے میں دو مرتبہ حضور کو خواب میں بھی دیکھا اور ایک دن ذکر کلمہ شریف میں چاند نظر آیا اور غائب ہو گیا میں ذکر کو توشہ آخرت سمجھتا ہوں اور ان چیزوں کو کچھ نہیں سمجھتا اور ذکر کے وقت میری یہ حالت ہوتی ہے جیسے مجرم بادشاہ کے سامنے شرمندہ ہوتا ہے حضرت والا دعا فرماویں۔

تحقیق۔ بہت دل خوش ہوا خوش ہو کر دعا کی۔ یہ دولت کسکو نصیب ہوتی ہے۔

حال۔ ذاکر کو مصلے سنت کی رعایت کرنی چاہیے دریں صورت کہ ذکر پیشتر سے کر رہا ہو یا نہیں۔

تحقیق۔ اگر مصلے مسجد میں فرض یا سنن مؤکدہ پڑھ رہا ہے تو ذاکر کو اسکی رعایت ضروری ہے اور اگر نوافل پڑھ رہا ہے تو رعایت ضروری نہیں۔

حال۔ الحمد للہ اب بیس ہزار اسم ذات اور تین پارہ قرآن مجید ہو جاتا ہے بعض روز ایسی حالت ہوتی ہے کہ شاید کسی مسلمان صادق الیقین کی نہ ہوتی ہو باجبر دا کراہ تمام اوراد و نماز تہجد ادا کیجاتی ہے بلکہ اکثر تاخیر ہو جاتی ہے اور کسی روز اسکے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارغ البالی سے فارغ البال کو یہ اطمینان و سرور نہ حاصل ہوگا۔ چونکہ حضور کے فیض و مطالعہ تربیۃ السالک سے اس امر کا تیقن ہو گیا ہے کہ حق تعالیٰ کی مصلحت ہے جسطرح چاہیں رکھیں لہٰذا پریشانی نہیں ہوتی ہاں یہ وسوسہ ہوتا ہے

کہ یہ قبض کہیں شومی اعمال سے ہوتا ہو اور مجھے سالکوں کے قبض و بسط کی فکر ہے اُس وقت سوا استغفار کے اور حضور کچھ نہیں سوجھتا۔ ذکر کے وقت خصوصاً اور عموماً ہمہ وقت حضور کی صورت مبارک کا خیال رہتا ہے اور کبھی نہیں زیادہ تر اُن اوقات میں رہتا ہے جن اوقات کو غلام بسط سے تعبیر کرتا ہے (اور جو کچھ ہو واللہ اعلم) امراض باطنیہ میں غلام بیحد مبتلا ہے مثل کبر اگر کوئی تعریف کرے تو اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر کچھ بُرائی کرے تو گراں گذرتا ہے اور کبھی دونوں باتوں پر غصہ معلوم ہوتا ہے اور حسد کے مرض میں بھی غلام مبتلا ہے۔ اے ماں باپ سے کہیں زیادہ شفقت کرنے والے طبیب (اور میری جان اور ماں باپ دونوں قربان ہوں) اس سرتاپا مریض کے لیئے دعا فرماویں جو اپنی حالت کا اظہار بسبب کم علمی و کم فہمی کے کما حقہ نہیں ادا کر سکتا ؎

وداع و وصل جداگانہ لذتے دارد   ہزار بار برو صد ہزار بار بیا

تحقیق۔ اگر ان تغیرات میں آپکے قصد و اختیار و قدرت کو کچھ دخل نہیں یعنی عمل اختیاری میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی اور معصیت کا اختیار سے صدور نہیں ہوتا تو ان تغیرات سے کچھ غم نہیں اور اگر اختیار کو بھی کچھ دخل ہے تو اُس کا تدارک آپکے ہاتھ میں ہے بس کیا کر سکتا ہوں اس نکتہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیے نفع عظیم ہوگا

خط یکے از اہل علم ذی منصب کہ با مجیب تعلق اخوت طریقت می دارند

س۔ ایک مرض روحانی میں مبتلا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہر وقت حدیث النفس میں مبتلا رہتا ہوں انواع و اقسام کے خیالات صحیحہ و فاسدہ دلمیں آیا کرتے ہیں کبھی حالات کا کبھی اپنے افکار کا لیکن غیر ضروری خیالات۔ اسکے ازالہ کی جو تدبیر ارشاد ہو حتی الامکان اسکی تعمیل کرنے میں کوشش کیجائے سکان پر قیام نہو تو کمی ضرور ہو جاوے مگر بظاہر ممکن نہیں ہے

ج۔ ہجوم حدیث النفس و وساوس کا گو کسی درجہ تک ہو اصلا مضر نہیں لہذا تدبیر کی کوئی شرعی ضرورت تو نہیں ہے البتہ چونکہ اس سے طبیعت کو پریشانی ہوتی ہے اس لیئے تدبیر مناسب ہے اور تدبیر اسکی مرکب ہے دو جزو سے اول یہ کہ اسکی طرف اصلا التفات نفرمایا جاوے شیطان موسوس کے مقابلہ میں توت سے کام لیا جاوے کہ اگر اس سے زیادہ بھی ہوگا تو ہم مغموم نہونگے دوسرا جزو یہ کہ کسی وقت بے شغل نہ رہا جاوے اور شغل ایسا ہو جس میں کسی قدر قوت فکریہ کا بھی صرف ہو مگر اسپر زیادہ بار نہو مثلاً سیر

انبیاء و اولیاء کا مطالعہ یا کسی شخص سے دینی چرچا افادۃً یا استفادۃً رکھنا اور جس وقت دلچسپی ہو درود شریف یا تہلیل کا شغل توجہ کے ساتھ رہنا مگر اس توجہ میں زیادہ مبالغہ نہو سرسری توجہ کافی و نافع ہے اگر ہفتہ عشرہ کے بعد اس تدبیر کے اثر سے اطلاع بخشی جاوے تو تسلی ہو۔

حال۔ ایک عرض یہ ہے کہ میری عمر کا باسٹھواں سال گذرتا ہے سہو اسقدر ہے کہ جو کچھ پڑھ لیتا ہوں بعد پڑھنے کے مطلق یاد نہیں رہتا اس سے نہایت افسوس ہے کہ اگر کچھ یاد رہے تو زیادہ فائدہ ہووے اگر کوئی دوا یا دعا ہووے تو یہ بندہ پروری ہوگی۔

تحقیق۔ یاد رہنے پر نفع موقوف نہیں جو آپ سمجھکر پڑھتے ہیں اس سے قلب میں ایک اثر ہو جاتا ہے مضمون کے بھولجانے کے بعد بھی وہ اثر باقی رہتا ہے اور وہی مقصود ہے اس لیئے بھولجانے سے غم نکریں

حال۔ جناب کی ہر تدبیر اور ہر تحقیق جو کہ میری نسبت جناب نے فرمائی ہے بالکل درست ہے میں نہایت ہی خبیث طبیعت کا آدمی ہوں خداوند کریم میری خبث سے اپنی تمام خلقت کو بچائے اور مجھے اس سے نجات دے۔ میری حالت بیحد خطرناک ہے خدا اپنے نبی صلعم کے واسطے سے میرے بداخلاق کی اصلاح فرمائے اور مجھکو نور ایمان سے اٹھائے میں اپنے نفس سے بیحد تنگ ہوں بجز بدی کے اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا ہوں بس اس مہینے کے ختم ہونے کے بعد حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گا۔

تحقیق۔ میرے پاس آنے سے گو تم ظاہر اسمجھتے ہو کہ علاج ہو گا مگر اسکو میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا اس سے علاج نہو گا۔ تمہارا نفس چونکہ چھوٹی جگہ علاج کو گوارا نہیں کرتا اسلیئے اپنے نزدیک بڑی جگہہ ڈھونڈتا ہے اور یہی عین مرض ہے تم کو حکیم صاحب خواجہ صاحب یعنی دونوں سے تذلل کے ساتھ علاج کرانا چاہیئے اسطرح سے کہ اپنے جتنے عیوب معلوم ہیں وہ بھی کہدو اور جتنے وہ سمجھیں ان میں تکذیب اور تاویل مت کرو اور ہر طرح سے اطاعت کرو جب یہ دونوں صاحب مجھکو لکھدیں کہ ہم ان کا علاج کر چکے تو کسر مٹانے کے لیئے یہاں آنا۔

حال۔ عرض یہ ہے فنا ہونیکا کیا طریقہ اور کون کون امور اس میں مدد دیتے ہیں کہ جس سے میں خودی کو بھول جاؤں۔

تحقیق۔ کیا واہیات سوال ہے۔ ایک شخص ایک طبیب کے زیر علاج ہے پھر پوچھتا ہے کہ صحت کا کیا طریقہ ہے وہ جو علاج کر رہا ہے صحت ہی کا طریقہ اختیار کر رہا ہے۔

۸۷

حال - مجھکو حضور عالی سے یہ امور عرض کرنیکی اس واسطے ضرورت پڑی - اوّل تمام خوبی ان دو امور میں ہے دوسرے چلنے سے قبل راستہ کا معلوم کرنا ضروری - تیسرے اگر خالی علم بھی ہوگا تو بھی فائدہ سے خالی نہیں تاکہ ہر کلم میں اس کا خیال رکھا جاوے -

تحقیق - میری مثال سے سب ضرورتوں کا جواب ہوگیا -

حال - مرحومین کے انتقال کا صدمہ اور یاد باوجود سعی بسیار کے بھی کم نہیں ہوتی - اوقات تنہائی نماز - تلاوت - ذکر یا بیکاری میں بہت کثرت ہوکر اکثر دل پر غالب آجاتی ہے جس سے آہ واہ کے علاوہ اشکباری تک نوبت پہونچتی ہے خیال ہوتا ہے کہ اسقدر شغف یا محویت شرعاً قابل مواخذہ نہو -

تحقیق - نہیں امر طبعی میں مواخذہ نہیں -

حال - کیونکہ یاد الٰہی کے اوقات کے وقت بھی اس کا غلبہ ہوجاتا ہے -

تحقیق - معذوری ہے -

حال - اس خیال اور یاد کو بالکل دور ہونے کے لیے بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ لاحول یا استغفار یا درود شریف پڑھی جائے - اور جناب الٰہی میں دعا کی جاوے کہ مجھے اس صدمہ سے نجات دیں مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال آجاتا ہے کہ مرحومین کو بھلانے کی کوشش کرنا کہیں خلاف مروت نہو - حقیقت سے آگاہی بخشی جاوے -

تحقیق - بھلانا خلاف مروت وہ ہے کہ جو یاد اُنکے لیے مفید ہے اُسکو بھلایا جاوے اور ظاہر ہے کہ اس سے اُن کو کیا فائدہ اور آپ کو ضرر - اسلیے بھلانے کی کوشش ضروری ہے البتہ اُن کو ایصال ثواب وغیرہ یہ نہ ترک کیا جاوے - یہ بھلانا ہے جو خلاف مروت ہے -

حال - آج میں نے ایک عجیب حسرتناک خواب دیکھا جسکے بعض حصہ سے بہت افسوس ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے اور انجام کیا ہوگا - گو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی ہونا ہی ہر حال میں بہتر ہے مگر اپنی نسبت تکلیف کا خیال کرکے رنج اور بیچینی پیدا ہوتی ہے حضور میرے لیے خاص طور سے دعا فرماویں خواب یہ ہے کہ مجھکو یہ معلوم ہوا کہ میں خانقاہ میں یا کسی ایسی جگہ پر ہوں کہ وہاں سارے ذاکرین اور حضور بھی موجود ہیں ہر شخص اپنی اپنی حاجت ضروری میں لگا ہوا ہے اور میں اپنے کھانے پینے کی تیاری میں ہوں اتنے میں کسی نے خبر دی کہ سب لوگوں کی ایک شخص کے ہاں دعوت ہے اور سب لوگ چلے گئے تم کیوں سامان کررہے ہو یہ سنکر میں نے کپڑے اور جوتے پہننے کا خیال کیا تو اسکے پہننے میں کچھ عرصہ لگا اور وہ

(باقی آئندہ)

منفصل چیزوں میں (یعنی ایک علوم ہیں کہ منفصل عن العالم الازلی ہیں اور دوسرے قلوب ہیں کہ منفصل عن الارواح ہیں) باہم ایک مناسبت اشتراک کی ہوئی جو مالوف ہونے کا سبب ہوا (کہ علوم اور قلوب باہم مالوف اور ایک موصوف اور ایک صفت ہوکر باہم مجتمع ہوگئے) اسلئے علوم (قلوب میں) حاصل ہوگئے اور عالم ربانی راسخ فی العلوم ہوگیا بعض کتب سماویہ میں اللہ تعالیٰ نے (بعض انبیا بنی اسرائیل پر) وحی فرمائی کہ اے بنی اسرائیل یوں مت کہو کہ علم آسمان میں ہے اسکو کون اُتار سکتا ہے نہ وہ اعماق زمین میں ہے کہ اُسکو کون اوپر لاسکتا ہے اور نہ وہ سمندر پار ہے کہ کون پار ہوکر اُسکو لاوے علم تو تمھارے قلوب میں پیدا ہوا ہے تم میرے سامنے روحانیین کے آداب اختیار کرو اور میرے ساتھ صدیقین کے اخلاق برتو میں اُس علم کو تمہارے قلوب سے ظاہر کردونگا۔ یہاں تک کہ وہ تم کو ڈھانپ لیگا اور تم کو احاطہ کرلیگا سو روحانیین کے آداب کا اختیار کرنا نفوس کا اُنکے مقتضائے جبلت سے ضبط کرنا ہے اور صریح علم کے واسطے سے ہر قول اور فعل میں اس کو روکنا ہے اور یہ اُسی سے بن پڑتا ہے جو علم رکھے اور قرب پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونیکا طریق اختیار کرے پس حق کے ساتھ حق کے لیئے اپنی حفاظت کرے خبر دی ہم کو ہمارے شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ نے بطور اجازت کے کہا اُنھوں نے خبر دی ہمکو ابومنصور بن خیرون نے بطور اجازت کے کہا انھوں نے خبر دی ہم کو ابو محمد حسن بن علی جوہری نے بطور اجازت کے کہا انھوں نے خبر دی ہم کو ابو عمر محمد بن عباس نے کہا انھوں نے خبر دی ہم کو ابو محمد یحییٰ بن صاعد نے کہا انھوں نے حدیث کی ہم سے حسین بن حسن مروزی نے کہا انھوں نے خبر دی ہم کو عبداللہ بن مبارک نے کہا انھوں نے خبر دی ہم کو اوزاعی نے حسان بن عطیہ سے کہا انھوں نے مجھکو یہ خبر پہونچی ہے کہ شداد بن اوس ایک منزل میں اُترے اور بولے ہمارے پاس دستارخوان لاؤ کہ ہم اُس سے تفریحؔ (شغل) کریں سو اُن سے یہ کلمہ بدنما سمجھا گیا (یعنی سننے والوں کو مستبعد معلوم ہوا کیونکہ یہ موہم ہے طعام کے غیر محتاج الیہ ہونے کو جو کہ بالکل ہی باطل ہے) وہ فرمانے لگے جب سے میں ایمان لایا ہوں میں نے کوئی کلمہ زبان سے نہیں کہا جسکو میں نے نکیلؔ نہ ڈالی ہو پھر باگ نہ دی ہو بجز اس کلمہ کے (جو آج منہ سے نکل گیا) سو تم اسکو مجھپر محفوظ مت کرنا (یعنی اسکو نقل کرکے سند مت پکڑنا) پس اس طرح سے ہوتا ہے اختیار کرنا آداب روحانیین کا (اور) انجیل میں لکھا ہے کہ غیر معلوم کا علم طلب مت کرو جبتک کہ معلوم پر عمل نکرلو

۴۵

عہ اصل اللفظ نعبث بہا وہذا اصلہ ۱۲ منہ عہ فی الاصل خطمہا ثم ازمہا اہ وہما استعارتان ۱۲ منہ

اور ایک خبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ بعض اوقات شیطان بواسطہ علم کے تم پر غالب
آجاتا ہے (یعنی باوجودیکہ علم فی نفسہ آلہ ہے شیطان کے مغلوب ہونیکا مگر وہی بعض اوقات بوجہ سوء
استعمال کے آلہ بنجاتا ہے شیطان کے غالب ہونے کا) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ہم پر بواسطہ علم کے کیسے
غالب آجاتا ہے آپ نے فرمایا وہ کہتا ہے کہ علم طلب کرتا رہ اور (ابھی) عمل نکر یہاں تک کہ (پورے طور سے) علم
حاصل کرے پس بندہ ہمیشہ علم میں قیل و قال کرتا ہوا اور عمل کو ٹالتا ہوا رہتا ہے یہاں تک کہ اسکو موت
آجاتی ہے اور عمل کی نوبت نہیں آتی اور ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ علم کثرت روایت سے نہیں ہے
علم تو خشیت سے ہے اور حضرت حسن نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی علم اور روایت والے کیطرف توجہ نہیں فرماتا
فہم اور درایت والے کیطرف توجہ فرماتا ہے (مراد علم اور روایت سے علم درسی ہے اور فہم و درایت سے
علم وہبی ہے) پس علوم وراثت (علوم وہبیہ) علم دراستہ (یعنی درسی) سے ملخص ہو کر نکالے جاتے
ہیں اور (اس استخراج میں) علوم دراستہ کی مثال شیر خالص کی سی ہے جو پینے والوں کے لیے آسانی سے
اُتر جانے والا ہے اور علوم وراثت کی مثال مسکہ کی سی ہے جو اس سے ملخص ہو کر نکالا جاتا ہے سو (اگرچہ یہ
ضرور ہے کہ) اگر دودھ نہوتا تو مسکہ بھی نہوتا (تو دودھ شرط اور موقوف علیہ ہے مسکہ کے لیے) لیکن
(اسی کے ساتھ یہ بھی یقینی ہے کہ) جو روغن کہ دودھ سے مطلوب ہے وہ مسکہ ہی ہے اور مائیت جو
دودھ میں ہے وہ ایک جسم ہے جسکے ساتھ روح دہنیت قائم ہے اور مائیت کے ذریعہ سے (اس دہنیت کا)
قیام ہے (پس جسطرح لبن میں دو مرتبے ہوتے ہیں ایک مائیت ایک دہنیت اسی طرح ان علوم دراست
میں دو مرتبے ہیں ایک ظاہری علوم کہ بمنزلہ مائیت کے ہیں جس کے ساتھ دُہن قائم ہے اور ایک باطنی
علوم کہ بمنزلہ دُہن کے ہیں کہ اُن کا تقوم اُن ہی ظاہری علوم سے ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ حقائق کتاب و
سنت کے کہ علوم وراثت ہیں قائم ہیں الفاظ کتاب و سنت کے ساتھ کہ علوم دراست ہیں آگے علوم
ظاہرہ کی مائیت لبن کے ساتھ تشبیہ دینے کی تائید ہے کہ) اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے اور ہم نے
ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا ہے اور اللہ تعالی نے یہ بھی فرمایا ہے۔ بھلا وہ جو شخص مردہ تھا پھر ہمنے
اسکو زندہ کر دیا مطلب یہ کہ جو شخص کفر کے سبب مُردہ تھا پھر ہمنے اُسکو اسلام کے ساتھ زندہ کر دیا
(پس مجموعہ آیتین سے معلوم ہوا کہ اسلام جو کہ ظاہری انقیاد ہے بعد انقیاد باطنی کے وہ سبب حیوۃ
ہونے میں بمنزلہ پانی کے ہے کہ دونوں کو سبب حیوۃ فرمایا ہے اور اس سے اُس تشبیہ کی تائید ظاہر ہے۔ آگی

اسی مضمون کی تفصیل مع مشابہت علوم وراثت کو زبد کے ساتھ فرماتے ہیں (پس اسلام سے حیات دنیا یہ قوام اول اور اصل اول ہے (جس طرح لبن باعتبار مائیت کے قوام اول و اصل اول دہن کی ہے) اور اسلام کے چند علوم ہیں۔ (جسطرح لبن کے دو جزو ہیں) اور وہ اصول اسلام کے علوم ہیں (جنمیں علوم دراست و علوم وراثت دونوں ہیں کہ مشابہ ہیں لبن کے دونوں جزو کے) اور (ہرچند کہ) باعتبار مجرد تصدیق کے اسلام بعد ایمان کے ہے (یعنی اگر ایمان حرف تصدیق کا نام لیا جاوے دوسرے مراتب کمال ایمان کا نام نہ رکھا جاوے جو کہ اسلام لانے سے مدتوں کے بعد میسر ہوتا ہے تو مجرد تصدیق کا نام ہونیکے اعتبار سے اسلام معتبر عند الشرع تحقق ایمان کے بعد ہوتا ہی کیونکہ اسلام سے پہلے قلب میں تصدیق آتی ہے اسکے بعد اقرار و انقیاد باللسان والجوارح معتبر ہے) لیکن بعد متصف باسلام ہوجانے کے پھر اس ایمان ہی کی بہت سی شاخیں ہیں (یعنی اسلام کے تحت میں جو علوم و فروع ہیں جب صحت اسلام کا حکم کردیا گیا اور وہ موقوف ہے تصدیق پر اور وہ حقیقت ہے ایمان کی تو وہ اسلام منفک نہ ہوا ایمان سے پس اس اسلام کی صحت کے بعد جو علوم فروع اسلام کے ہیں وہ سب فروع ایمان کے بھی ہیں) اور وہ فروع (ایمان کے مختلف) مراتب ہیں جیسے علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کیونکہ ان کا اطلاق کبھی (بطور لف و نشر مرتب کے) توحید و معرفت و مشاہدہ پر بھی آتا ہے (جیسا کہ ان الفاظ کے اور معانی بھی ہیں جیسا کہ باب شصت و دوم میں آویگا پس یہ تینوں مرتبے فروع ہوئیں ایماں کی) اور (پھر ان) فروع میں سے ہر فرع میں ایمان کے کچھ علوم ہیں (چونکہ علوم اسلام مشہور ہیں پس ان علوم مختلفہ کے دو عنوان ہوئے۔ ایک علوم اسلام دوسرا علوم ایمان) سو علوم اسلام تو علوم لسان ہیں اور علوم ایمان علوم قلوب ہیں (مطلب یہ کہ وہ علوم ہیں مختلف بعض انہیں علوم دراست ہیں اور اس اعتبار سے ان کا لقب علوم اسلام ہے اور بعض علوم وراثت ہیں اور اس اعتبار سے ان کا لقب علوم ایمان ہے) پھر (ان) علوم قلوب کے لیے ایک وصف خاص ہے (جو صرف خواص کو حاصل ہے) اور ایک وصف عام ہے (جو عوام کو بھی حاصل ہے) سو وصف عام تو علم الیقین (بتفسیر مذکور بالا یعنی توحید) ہے اور کبھی اسکی طرف نظر و استدلال سے بھی رسائی ہوجاتی ہے اور اسمیں علماء آخرت کے ساتھ علماء دنیا بھی شریک ہیں (چنانچہ ظاہر ہے اور اسی لیے اسکو وصف عام کہا) اور اسکا ایک وصف خاص ہے جسکے ساتھ صرف علماء آخرت ہی مخصوص ہیں اور وہ وہ جمعیت (خاصہ) ہے جو مومنین (کاملین) کے قلوب میں نازل کیگئی ہے تاکہ ان کو ایمان میں اور

۴۷

ترقی ہو جائے ایمان سابق کے ساتھ پس اس بنا پر اسم ایمان مجموعہ مراتب ثلثہ مذکورہ) کو اپنے وصف خاص سے تو شامل ہے اور ان کو اپنے وصف عام سے شامل نہیں (یعنی ایمان بولکر اگر مجموعہ مراتب مراد لیں تو باعتبار معنی خاص کے تو صحیح ہو جاویگا کیونکہ یہ مجموعہ تو صرف خواص ہی کو حاصل ہے اور باعتبار معنے عام کے صحیح نہوگا کیونکہ عوام کو یہ مجموعہ کب حاصل ہے) پس وصف خاص کے اعتبار سے تو یقین مع اپنے مراتب (ثلثہ) کے ایمان سے ہے اور وصف عام کے اعتبار سے یقین ایک امر زائد ہے علوم ایمان پر (کیونکہ جب ایمان بولکر معنے خاص مراد لیئے گئے تو وہ یقین کے مجموعی تینوں مرتبوں پر شامل ہوگیا اور جب ایمان بولکر معنے عام مراد لیئے گئے تو یقین کے بعض مراتب یعنی عین الیقین وحق الیقین اس معنی سے خارج اور اس معنے پر زائد ہوئے) اور (وجہ اسکی یہ ہے کہ اس تقدیر پر) مشاہدہ (جوکہ بعض کے نزدیک تفسیر ہے عین الیقین کی) یقین میں ایک وصف خاص ہے اور وہ عین الیقین ہے اور (پھر) عین الیقین میں ایک وصف خاص ہے اور وہ حق الیقین ہے (اور ظاہر ہے کہ ان دونوں کو معنی عام ایمان کے شامل نہیں اور اسی کو اوپر کہا تھا کہ وصف عام کے اعتبار سے یقین ایک امر زائد ہے ایمان پر۔ آگے ان تفاسیر عین الیقین وحق الیقین پر ایک تفریع ہے یعنی) پس حق الیقین اس صورت میں مشاہدہ سے فوق ہے (جیساکہ تفسیر گذشتہ بالا پر عین مشاہدہ تھا) اور (اس تفسیر پر) حق الیقین کا موطن اور مستقر صرف آخرت میں ہے اور دنیا میں محض اسکی ایک ادنیٰ سی جھلک اسکے اہل کو (نصیب) ہو جاتی ہے اور یہ حق الیقین علم باللہ کے اقسام موجودہ میں سے کمیاب ترین قسم ہے کیونکہ وہ محض ایک وجدان ہے (جسکی تحصیل غیر اختیاری ہے اس لیئے کمیاب ہوگی۔ آگے رجوع ہے ماسبق کیطرف یعنی جب اوپر ثابت ہو گیا کہ اسلام وایمان کے مختلف علوم ہیں جن میں بعضے علوم قلوب مخصوص بعلماء آخرت ہیں اور بعضے علوم لسان عام لعلماء الدنیا ہیں اور مقصود علوم لسان سے علوم قلوب ہیں) پس صوفیہ وزاہدین علماء کے علم کی نسبت (کہ علم قلب ہے) علماء دنیا کی علم کے ساتھ (کہ علم لسان ہے) جنھوں نے نظر واستدلال کے طریق سے یقین حاصل کیا ہے ایسے ہو گئے جیسے ہمنے علم وراثت و دراست کی نسبت کو بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کا علم تو بمنزلہ دودھ کے ہے (کہ وسیلہ مقصود ہے) کیونکہ وہ علم صرف یقین و ایمان کا وہی درجہ ہے جوکہ اساس (یعنی اصل اول) ہے (دین کامل کی جیسے بس اساس ہوتا ہی دین کا) اور صوفیہ کا جو علم حق تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہے یعنی مشاہدہ وعین الیقین وحق الیقین کے مراتب وہ بمنزلہ مسکہ کے ہے (جوکہ مقصود ہی)

(باقی آئندہ)

کہ اللہ تعالیٰ نفل کو قبول نہیں فرماتے یہاں تک کہ فرض ادا کیا جاوے اللہ تعالیٰ (ایسے شخصوں سے) فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کی مثال اُس بندۂ بد کی سی ہے جو ادائے دَین کے قبل ہدیہ کی ابتدا کرے اور اُنھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ سے دو خصلتوں کے سبب دور ہو گئی ایک یہ کہ وہ نوافل کے تو طالب ہوئے اور فرائض کو ضائع کیا اور دوسرے یہ کہ انھوں نے اعمال ظاہری جوارح سے تو کئے اور اپنے نفسوں پر انھوں نے اس کا مواخذہ نہ کیا کہ اُن میں صدق پیدا کریں اور (اس صدق سے) اُنکی خیر خواہی کریں اور اللہ تعالیٰ کسی عامل سے کسی عمل کے قبول کرنے کو بدُون صدق اور عمل بالحق کے منظور نہیں کرتا۔ اور نماز میں آنکھ کا کھولنا بہ نسبت آنکھ بند کرنے کے زیادہ بہتر ہے (بوجہ موافقت سنت کے) مگر یہ کہ نظر کے پریشان ہونے سے خیال منتشر ہونے لگے تو بغرض استعانت علی الخشوع کے آنکھ بند کرلے اور اگر نماز میں جماہی لے تو اپنے ہونٹوں کو بقدر امکان بند کرلے اور اپنے ذقن کو اپنے سینے سے نہ لگاوے اور نماز میں دوسرے شخص کے ساتھ مزاحمت نہ کرے (مثلاً کسی سے بہت بھڑ کر کھڑا ہو) کہا گیا ہے کہ جس سے مزاحمت کیجاوے وہ مزاحمت کرنے والے کی نماز کو ضائع کر دیتا ہے (یعنی اُس کا سبب ہو جاتا ہے) اور (اسی کی تائید میں) کہا گیا ہے کہ جو شخص صفِ اول کو اس اندیشے سے ترک کردے کہ صفِ اول پر تنگی کا سبب ہو جاویگا اور صفِ ثانی میں کھڑا ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ اُسکو مثل ثواب صفِ اول کے دیگا اور اُن کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جاویگا اور بعض نے کہا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نماز میں کھڑے ہوتے تو آپکے قلب کی حرکت ایک میل سے سُنائی دیتی تھی اور حضرت عائشہ رضہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ایک جوش کی آواز سُنائی دیتی تھی جیسے ہنڈیا کے جوش کی آواز ہوتی ہے یہاں تک کہ مدینے کے بعضے کوچوں میں بھی سُنائی دیتی تھی اور حضرت جنید رح سے پوچھا گیا نماز میں فرض کیا ہے اُنھوں نے (بجائے اسکے کہ اُسکے ارکان ظاہری بتلاتے جیسا غالباً مقصود سائل کا تھا بطور جواب علیٰ اسلوب الحکیم کے اُسکے ارکان باطنی بتلائے اور) کہا کہ علائق کا قطع کرنا اور خیالات کا مجتمع کرنا اور حق تعالیٰ کے روبرو (قالب اور قلوب کا) حاضر رہنا اور جس کا قول ہے تیرے دین میں سے کون چیز تجھکو عزیز ہوگی جبکہ تجھکو تیری نماز ہی بیقدر ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیا کے پاس وحی بھیجی تو ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز میں داخل ہوا کرو تو اپنے قلب سے تو مجھکو خشوع دیدیا کرو اور اپنے بدن سے خضوع (دیدیا کرو) اور اپنی آنکھ سے آنسو (دیدیا کرو) کیونکہ میں قریب ہوں۔ اور ابو الخیر اقطع نے کہا ہے کہ میں نے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو وصیت فرمایئے آپ نے
فرمایا ای ابو الخیر نماز کو پلہ باندھ لو کیونکہ میں نے اپنے رب سے وصیت کی درخواست کی تو اُس نے مجھکو نماز کی
وصیت کی اور مجھ سے فرمایا کہ سب سے زیادہ تمہارے قریب اُس حالت میں ہوتا ہوں جب تم نماز پڑھتے ہوتے ہو
اور ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ دو رکعتیں فکر کے ساتھ بہتر ہے رات بھر جاگنے سے (جسمیں فکر نہو) اور
کہا گیا ہے کہ محمد بن یوسف فرغانی نے حاتم اصم کو کھڑے ہوئے دیکھا کہ وعظ فرمارہے ہیں اُن سے کہا کہ
اے حاتم میں تم کو لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے دیکھتا ہوں سو کیا تم کو نماز پڑھنا اچھی طرح آتا ہے انھوں
نے کہا ہاں۔ کہا کس طرح پڑھتے ہو کہا کہ میں کھڑا ہوتا ہوں حکم کے موافق (جو اس آیت میں مذکور ہے
یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الخ اور یہ مغایر ہے قیام فی الصلوۃ کے) اور چلتا ہوں خوف
سے اور (نماز میں) داخل ہوتا ہوں ہیبت سے اور اللہ اکبر کہتا ہوں عظمت سے اور قرآن پڑھتا ہوں ترتیل
سے اور رکوع کرتا ہوں خشوع سے اور سجدہ کرتا ہوں تواضع سے اور تشہد میں بیٹھتا ہوں تتمیم صلوۃ کے ساتھ
اور سلام پھیرتا ہوں سنت کے موافق اور (اسکے بعد) اُس (نماز) کو اپنے رب کے سپرد کر دیتا ہوں اور اپنے
ایام عمر تک اسکی حفاظت کرتا ہوں (کہ کوئی عمل منقص اجر صلوۃ نہو جائے اور یا مراد نماز کی پابندی ہے)
اور (اسکے بارہ میں) بار بار اپنے نفس کو ملامت کرتا رہتا ہوں کہ تو نے نماز کا حق ادا نہیں کیا اور اندیشہ
کیا کرتا ہوں کہ وہ مجھسے مقبول نہو اور امید بھی کہتا ہوں کہ شاید مقبول ہو جائے اور میں بیم و امید کے
درمیان رہتا ہوں اور جسنے مجھکو نماز سکھلائی تھی اُسکی شکر گذاری کیا کرتا ہوں اور جو مجھ سے درخواست
کرتا ہے اُسکو سکھلا دیتا ہوں اور اپنے رب کی حمد کرتا ہوں کہ اُسنے مجھکو (اسکی) ہدایت کی۔ یہ سنکر محمد بن
یوسف بولے تم جیسا شخص بیشک واعظ ہونے کے لیئے لائق ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حالت نشہ میں تم
نماز کے پاس مت جاؤ (اسکی تفسیر میں) کہا گیا ہے کہ حب دنیا کے نشہ میں (مست ہو) اور
بعض نے کہا کہ فکر دنیا کے نشہ میں مست ہو) اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دو رکعت
پڑھے اور اپنے جی سے کچھ دنیا کی باتیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکے سب گذشتہ گناہ معاف فرما دیگا اور یہ بھی
فرمایا ہے کہ نماز (کی حقیقت) فروتنی اور تواضع اور تضرع اور (حق تعالیٰ کا) ندیم (یعنی جلیس) ہوتا ہے اور یہ کہ
(بعد فراغ) اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور کہے اللّٰھم اللّٰھم (یعنی دعا کرے) پس جو شخص ایسا نہ کرے تو وہ
نماز ناقص ہے اور یہ تحقیق وارد ہوا ہے کہ مومن جب نماز کیلیئے وضو کرتا ہے تو شیطان اُس سے ڈر کر اطراف

زمین میں اُس سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بادشاہ کے حضور میں جانے کے لئے تیار ہوا ہے پھر جب اللہ اکبر
کہتا ہے تو فرشتہ اُسکے قلب میں جھانک کر دیکھتا ہے سو جب اُسکے قلب میں اللہ تعالیٰ سے بڑا کچھ نہیں ہے
تو وہ کہتا ہے کہ تو نے سچ کہا ہے اللہ تعالیٰ تیرے قلب میں ایسا ہی ہے جیسا تو کہہ رہا ہے (یعنی سب سے
بڑا) اور اُسکے قلب سے ایک نور شعاع افگن ہوتا ہے جو ملکوت عرش سے ملحق ہو جاتا ہے اور اُس نور سے اُس کو
آسمان اور زمین کی مملکت مکشوف ہو جاتی ہے اور اُسکے لیے اُس نور کے ضمن میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں
اور جاہل غافل جب نماز کیطرف کھڑا ہوتا ہے تو اُسپر شیاطین اسطرح ہجوم کرتے ہیں جسطرح مکھیاں شہد کے
قطرہ پر ہجوم کرتی ہیں پھر جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکے قلب کو اندر سے دیکھتا ہے پھر جب
کوئی شے اُسکے قلب میں اُسکے نزدیک اللہ تعالیٰ سے بڑی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو نے
جھوٹ کہا ہے اللہ تعالیٰ تیرے قلب میں اسطرح سب سے بڑا نہیں ہے جس طرح تو کہہ رہا ہے پھر اُسکے قلب سے
ایک دھواں اُٹھتا ہے جو سقف آسمان تک ملحق ہوتا ہے اور اُسکے قلب کے لیے ملکوت سے حجاب ہو جاتا ہے
پھر وہ حجاب زیادہ غلیظ ہو جاتا ہے اور شیطان اُسکے قلب کو محیط ہو جاتا ہے اور اُسمیں برابر پھونکتا رہتا ہے اور
دم کرتا رہتا ہے اور اسکی طرف وسوسہ کرتا رہتا ہے اور ملمع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے
اور کچھ نہیں سمجھتا کہ اسمیں کیا تھا (یعنی غفلت میں نماز ختم کرتا ہے) اور خبر نہیں ہے کہ اگر شیاطین بنی آدم کے
قلوب کو گھیرے ہوئے نہ ہوتے تو وہ ملکوت آسمان کیطرف نظر کرتے ہوتے۔ اور جو قلوب صافی ہیں جنکی اصلاح
اُنکے قالب کے کمال اصلاح کے سبب ہو چکی ہے وہ (باعتبار خاصیت کے) سماوی ہو جاتے ہیں وہ اللہ اکبر کے
ساتھ ہی آسمان میں داخل ہو جاتے ہیں جسطرح سے کہ نماز میں داخل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کو شیاطین
کے تصرف سے محفوظ فرمایا ہے پس (اسی طرح اس) قلب سماوی تک بھی شیطان کو کوئی راہ نہیں ہے پس اس مقام پر
صرف وساوس نفسانیہ باقی رہجاتے ہیں (باقی تصرف شیاطین سے مامون ہو گیا) یہ وساوس آسمان کی پناہ
لینے سے منقطع نہیں ہوتے جسطرح سے کہ شیطان کا تصرف منقطع ہو گیا تھا (یہ تو کیفیت تھی قلوب بدن
کی) اور جو قلوب قرب میں مراد ہیں اُن کا تدریجاً قرب بڑھایا جاتا ہے اور تمام طبقات آسمان میں اُن کو
عروج ہوتا ہے اور طبقات سمٰوت میں سے ہر طبقہ میں کچھ کچھ ظلمت نفس پیچھے رہتی جاتی ہے اور اُسی قدر
وسوسہ میں قلت ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ شخص سب آسمانوں سے تجاوز کر جاتا ہے اور عرش کے سامنے

۷۴

لہ فی الاصل حشو ترجمتہ بالحاصل ۱۲ منہ

جا کھڑا ہوتا ہے پس اُسوقت نسا و نفس عرش کے اُس ذروۂ بلند سے بالکلیہ زائل ہوجاتے ہیں اور ظلمات نفس نور قلب میں اسطرح مندرج ہوجاتے ہیں جس طرح لیل و نہار کے اندر مندرج ہوجاتی ہے اور اسُ وقت آداب (نماز) کے حقوق علی وجہ الکمال ادا ہوتے ہیں اور ہم نے جتنا کچھ ادب صلوٰۃ ذکر کیا ہے یہ کثیر میں سے قلیل ہے اور نماز کی شان ہمارے بیان سے کہیں زیادہ بڑی ہے اور ہمارے ذکر سے کہیں زیادہ اکمل ہے اور بعض لوگوں نے (اس باب میں غلطی کی ہے اور (وہ غلطی یہ ہے کہ) اُنھوں نے یہ گمان کیا ہے کہ مقصود نماز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور جب ذکر حاصل ہوگیا پھر نماز کی کون حاجت ہے اور یہ لوگ ضلالت کی راہوں میں چلے ہیں اور باطل خیالات کیطرف مائل ہوگئے ہیں اور انھوں نے (شریعت کے) اعمال و احکام کو محو کردیا ہے اور حلال و حرام (کی پابندی) کو چھوڑ دیا ہے اور ایک اور قوم ہے جو اس باب میں ایسے طریق پر چلے ہیں جس نے اُن کو (صرف) نقصان حال کیطرف پہونچایا ہے چونکہ وہ ضلالت سے سالم ہیں کیونکہ اُنھوں نے فرائض کا تو اعتراف کیا اور فضیلت نوافل کا انکار کیا اور روح حال کی ادنی مقدار پر اُنھوں نے دھوکھا کھایا ہے اور فضل اعمال کو اُنھوں نے مہمل چھوڑ دیا ہے (مطلب یہ کہ اُن کو ایک حال ضعیف میسر ہوگیا وہ اُس کو فضل اعمال سے مستغنی سمجھ گئے) اور اُن کو یہ خبر نہوئی کہ جمیع ہیئات میں سے ہر ہیئت میں اور کل حرکات میں ہر حرکت میں اللہ تعالیٰ کے ایسے اسرار اور حکمتیں ہیں کہ وہ کسی ذکر میں بھی معلوم نہیں پس احوال اور اعمال (تشبیہاً) روح اور جسم ہیں (تو جسم کو کون غیر ضروری سمجھتا ہے) اور جب تک بندہ دار دنیا میں ہے اعمال سے اُس کا اعراض کرنا عین طغیان ہے پس اعمال تو احوال سے صاف ہوتے ہیں اور احوال اعمال سے نشو و نما پاتے ہیں

باب سی و نہم فضیلت صوم اور اسکے اثر کیا میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور صوم نصف صبر ہے اور کہا گیا ہے کہ ابن آدم کے اعمال میں کوئی ایسی چیز نہیں جو حقوق کی واپسی میں نہ چلی جانے بجز صوم کے کہ اسمیں بدلہ کو دخل نہوگا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرماویگا کہ یہ صوم خاص میری چیز ہے اسمیں سے کوئی شخص اپنا بدلا نہیں لے سکتا یہ ایک توجیہ ہے الصوم لی کی مطلب یہ کہ جب قیامت میں اہل حقوق کے حقوق (ظالموں) سے لے کر واپس دیئے جانے لگینگے اور چونکہ عین حق وہاں موجود ہوگا اسلیے اُسکے عوض اعمال حسنہ دیئے جاوینگے تو اس حساب سے روزہ خارج رہیگا باقی یہ حد اس معنی میں نص نہیں اس کا خلاف بھی محتمل ہے (باقی آئندہ)

۴۸

تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت بابت منتصف ۱۳۳۶ھ

مضمون اول۔ علاوہ پچاس حضرات مذکورین ضمیمہ تتمہ سادسہ کے ذیل کے اصحاب کو بیعت وتلقین کی اجازت دی گئی

(۵۱) مولوی نصرت علی موضع جوڑونیاں ڈاکخانہ اسنہرہ ضلع بستی

(۵۲) مولوی ابوالحسین صاحب جونپور ملاٹولہ۔

اطلاع متعلق مجازین۔ ان حضرات میں سے دو صاحبان کی وفات کی خبر پہونچی ایک مولوی محمد صاحب چاٹگامی مذکور نمبر (۲) تتمہ اولیٰ۔ دوسرے مولوی نور حسین صاحب مذکور نمبر (۲۲) تتمہ رابعہ پس انکی منہائی کے بعد بقیہ (۵۰) رہے آئندہ اسی عدد سے سلسلہ رہیگا۔ اسی طرح مضمون ثانی میں بعض تالیفات منہا کیجاویگی کما سیأتی

اطلاع ایضاً۔ میں نے مختلف اوقات میں جن صاحبوں کو بیعت لینے اور تعلیم وتلقین کی اجازت دی ہے ان میں سے بعض حضرات (اگرچہ وہ قلیل ہی ہیں) مجھ سے خط وکتابت اسقدر کم رکھتے ہیں کہ وہ انکے حالات موجودہ کے اندازہ کرنے کے لیئے کافی نہیں اور اجازت کی حالت کا ذکر اس کا حاصل حالاً دستی اور بنا بر مناسبت مآلاً توقع رسوخ ہی) متغیر ہوجانا کچھ مستبعد نہیں فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ بلکہ یہ احتمال بعد رسوخ ہوجانے کے بھی محال نہیں اگرچہ نادر بحکم معدوم ہی کیونکہ رسوخ واقعی کا جس میں تغیر عادۃً محال ہے علم قطعی کسکو ہوسکتا ہے اور ظن کی خود حقیقت جانب مخالف کے محتمل ہونیکو بتلا رہی ہے اسلیئے احتیاطاً سب مجازین کے متعلق بالخصوص مکاتبت نہ رکھنے والوں کے بارہ میں عرض عام ہے کہ ان سے رجوع کرنے میں محض میری اجازت پر اعتماد نہ رکھیں بلکہ جو علامات احقر نے تعلیم الدین میں صاحب کمال کی لکھی ہیں انپر منطبق کرکے عمل کریں میں اپنے بعد اس کا بار نہیں رکھنا چاہتا۔

مضمون ثانی بعض کتب ومواعظ جدیدۃ التالیف ترتیب سلسلہ سابقہ (۵۶۶) تربیۃ السالک حصہ ہفتم (۵۶۷) تتمہ سابعہ امداد الفتاوی (۵۶۸) حصہ سابعہ حوادث الفتاوی (۵۶۹) حصہ سابعہ ترجیح الراجح (۵۷۰) حصہ ہفتم مکتوبات خیرت (اور ملفوظات خیرت حصہ ہفتم کا نام یہاں اس لیئے نظر نہیں آویگا کہ مولوی احمد حسن صاحب کو فرصت نہونیکے سبب لکھ نہیں سکے اور دوسرے کے لکھے ہوئے اوراق نام ہوگئے ملاحظہ ہو حصہ اخیر حاشیہ مکتوبات خیرت حصہ پنجم مطبوعہ الامداد جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ صفحہ ۱۹) (۵۷۱) خلوۃ یوسف (۵۷۲) رسالہ سجادہ نشینی (۵۷۳) خود تتمہ سابعہ

مواعظ (۵۷۴) ایفاء العہد نزد خواجہ صاحب (۵۷۵) الاسوۃ الحسنۃ نزد خواجہ صاحب (۵۷۶) ابواب البیوت نزد مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی بصورت ملفوظات (۵۷۷) نشر الرحمۃ درمجلس (۵۷۸) مصلحۃ العالم نزد مولوی محمد عمر گنگوہی مگر تسوید تفصیلی سے عذر کرتے ہیں (۵۷۹) التمدن نزد خواجہ صاحب (۵۸۰) نظام الرشید نزد حکیم یوسف (۵۸۱) نیل البر نزد حکیم سعید کیرانوی (۵۸۲) شکر العطار نزد حکیم یوسف (۵۸۳) القربان بالقربان نزد خواجہ صاحب و حکیم یوسف صاحب (۵۸۴) اللوح المحفوظ نزد خواجہ صاحب و حکیم یوسف صاحب (۵۸۵) قران لسعدین نزد مولوی اسعد اللہ (۵۸۶) الجلاء عن البلاء نزد مولوی ظفر احمد

(مواعظ خیر الحدور فی السفر الثالث الی گورکھپور تا نمبر ۵۹۹)

(۵۸۷) جمال الجلال نزد حکیم صاحب (۵۸۸) العقوق فی الحقوق ایضاً (۵۸۹) طریق القلندر نزد خواجہ صاحب و حکیم صاحب (۵۹۰) دار السلام ایضاً (۵۹۱) کسار النسار (۵۹۲) الامتحان در امداد المجلس[ع] (۵۹۳) خیر الاثاث للاناث نزد حکیم یوسف (۵۹۴) خیر الکمال للرجال ایضاً (۵۹۵) ذکر الرسول ملقب بہ المربیع فی الربیع ایضاً (۵۹۶) فتح البرکات ایضاً (۵۹۷) العاقلات الغافلات ایضاً (۵۹۸) المحسنات ایضاً (۵۹۹) وصل الفرج فی فصل الخوارج نزد خواجہ صاحب (۶۰۰) اصلاح الزی درمجلس (۶۰۱) اصل العبادۃ (۶۰۲) اخراج الضغائن (۶۰۳) خطاب الاناث نزد خواجہ صاحب (۶۰۴) اتمام النعمۃ نزد خواجہ صاحب (۶۰۵) وعظ لقد ارسلنا رسلنا الی قوی عزیز درزنانہ نزد خواجہ صاحب (۶۰۶) حقیقۃ الاسلام ایضاً (۶۰۷) طریقۃ الاسلام نزد مولوی نصرت علی و اعتذر عن تبییضہ (۶۰۸) نصرت النطالبین ملفوظات نزد مولوی نصرت علی (۶۰۹) الیوم الجامع نزد حکیم یوسف (۶۱۰) اللیل الجامع (۶۱۱) ابطال الامانی نزد حکیم یوسف (۶۱۲) شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ درمجلس (۶۱۳) العشر بالقصم و الوحقہ یوم حصادہ

اطلاع ان تالیفات مذکورہ بالا میں سے کہ جن کا عدد بفضلہ تعالیٰ (۶۱۳) تک پہونچ گیا جو جو بوجہ ناتمام ہونے کے قابل انتفاع نہیں ہیں جنمیں دو تو رسالے ہیں جن کی نہ مقدار معتد بہ ہوئی اور نہ ظاہراً اُنکے اتمام کی توقع جن کا نمبر ذیل ہیں (۶۰۴) و (۶۱۴) ہے اور باقی مسودات اجمالیہ مواعظ کے ہیں منہا کر دیے گئے جنکی تفصیل میں بسبب اختصار کے مندرجہ ذیل اُنکے اُن نمبروں کے حوالہ پر مع قید عدد تتمہ اکتفا کیا گیا جنکی ترتیب کی تحقیق تتمہ رابعہ میں مذکور ہے انمیں سے اگر کسی کی تبییض یا اتمام

ع یہ بہائی مجلس خیر کی میرٹھ میں ایک شاخ ہے اسکا تذکرہ مع قواعد عنقریب جلد شائع کرنے کا اُسکے ارکان کا خیال ہے ۱۲ منہ

کی نوبت آگئی تالیفات جدیدہ میں درج کردی جاوینگی وھی ھٰذہٖ

تتمہ رابعہ (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۹)
(۱۴۷) (۱۴۸) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰)
(۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲)
(۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵)
(۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸)
(۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰)
(۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) تتمہ خامسہ (۴۲۲)
(۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۴۲) (۴۴۷) ضمیمہ تتمہ خامسہ
(۴۶۰) (۴۶۱) (۴۷۵) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۵) (۴۸۷) (۴۸۸)
(۴۸۹) (۴۹۰) تتمہ سادسہ (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶)
(۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷)
(۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴)
(۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) ضمیمہ تتمہ سادسہ (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳)
(۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳)
(۵۶۴) (۵۶۵) تتمہ سابعہ حاضرہ بر صفحات بالا (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸)
(۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰)
(۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰)
(۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۳)

اور چونکہ احیاء السنن کا کام شروع ہوتے ہی اور اسکے ترجمہ اطفاء الفتن کا کام شروع ہونے کے کچھ بعد دوسرے ہاتھوں میں دیدیا گیا اس لیئے یہ دونوں بھی منہا ہوگئے پس میزان کل ان منہا شدہ نمبروں کی (۱۸۶)

سہ مطبوعہ وعظ الخضوع ومستقلاً ۱۲ سہ باللفظ کمافی (۴۸۲) ایضاً من ضمیمۃ التتمۃ الخامسۃ ۱۲ سہ الامداد رجب ۱۳۳۵ھ للعہ الامداد ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ حہ الامداد جمادی الاخرے ۱۳۳۶ھ سہ الامداد شوال ۱۳۳۶ھ معہ بالفظ کمافی (۵۰۱) ایضاً من ضمیمۃ التتمۃ الخامسۃ ۱۲

ہے جس کے مجموعہ عدد تالیفات یعنی (۶۱۳) سے منہا ہونے سے باقی (۴۷۲) رہا۔ یعنی سوا چار سو سے قدرے زائد اب عدد تالیفات صالحہ للانتفاع کا یہی باقی رہا آئندہ اگر ان میں سے کسی کی تکمیل کی نوبت آویگی اُس کو تالیفات جدیدہ میں اسی عدد کے سلسلہ میں درج کیا جاویگا اور میرے سامنے مکمل نہو سکنے کی صورت میں انکے متعلق اور نیز اُن مسودات تفصیلیہ مواعظ یا ملفوظات کی نسبت جن پر میری نظر ثانی نہو سکے یہ امور قابل عرض ہیں (۱) جو مضمون میری طرف منسوب ہے وہ بدون میری نظر ثانی کے جسکی علامت جابجا میرا بنانا ہے بسبب احتمال غلطی نقل کے میری طرف منسوب نہ کیا جائے (۲) ایسے غیر مکمل مضامین کی تکمیل بشرط امکان مولوی احمد حسن صاحب و مولوی حبیب احمد صاحب و مولوی شبیر علی صاحب و مولوی ظفر احمد صاحب و مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب اور صرف صفائی ہوجانا ہیں خواجہ عزیز الحسن صاحب سے یا جسکو یہ منتخب کریں کرالی جاوے اور مسودات اجمالیہ کی اگر تسوید تفصیلی میں تکلف معلوم ہو تو ان کو بصورت ملفوظات ہی صاف کریں (۳) اور اس صورت میں اس مضمون کی نسبت اُس تکمیل کنندہ کی طرف کیجاوے اور تکمیل کنندہ کو ہر طرح کی اصلاح میں پورا اختیار ہے۔ (۴) یہ سب مسودات اجمالیہ کاتبوں کے پاس سے مجلس میں منگائے جارہے ہیں آئندہ مسودات بھی مجلس ہی میں رہیں گے۔ (۵) اجمالی مسودات قبل تسوید تفصیلی درج تالیفات نہ ہوا کرینگے۔

مضمون ثالث متعلق سلسلہ نسب (اس مضمون کے متعلق آئندہ لکھنے کا سلسلہ بند کیا جاتا ہے) ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات میں بذیل حرف (ط) فرخ شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ لکھا گیا تھا۔ رسالہ السلسلۃ الذہبیہ میں اُنکے متعلق کچھ اور مضمون نظر سے گذرا اُس کو بھی نقل کیا جاتا ہے وھو ھذا۔

یہ سلطان شہاب الدین علی جملہ اولیاء کاملین سے ہیں ان کا لقب فرخ شاہ ہے جو سلوک صوفیہ سے پہلے والی کابل رہے ہیں اور سلطنت غزنویہ کے زوال کے بعد آپ ہی کابل سے خروج کرکے کئی بار فوج کثیر کے ساتھ واسطے ترویج اسلام اور جہاد کفار اور توہین اصنام کے ہندوستان میں تشریف لائے ہیں اور پھر بامراد بہت سا غنیمت کا مال لیکر کابل کو مراجعت فرما ہوئے۔ آخر الامر ایسی عنایت الٰہی ہوئی کہ آپکی توجہ سلوک طریقہ علیہ حضرات چشتیہ کیطرف مصروف ہوئی اور اس طریقۂ عالیہ کے بزرگوں سے مستفید ہوکر

کمال کے درجہ کو پہونچے اور ایک عالم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب کامیاب ہوا ترک سلطنت اور قبول فقر کے بعد کوہستان کابل میں آپ نے سکونت اختیار کی اور تا مدت عمر وہاں ہی ہو کر فیض رسانی خلق میں مشغول ہوئے اور انتقال کے بعد وہاں ہی دفن ہوئے۔ چنانچہ آج تک وہ موضع درہ فرخ شاہ معروف و مشہور ہے اور قبر مبارک زیارتگاہ خاص و عام ہے اھ بتغییر لبعض الروابط **فائدہ** میں نے بعضے دوسرے فاروقیوں کے نسب نامے بھی منگائے اُن میں سے شاہ محمد حلیم صاحب ضلع اعظم گڈھ اور مولوی ابوبکر صاحب جونپوری کے سلسلہ نسب میں بھی یہ فرخ شاہ ہیں اور قاضی محمد مصطفےٰ صاحب متوطن منڈیاہو کے سلسلہ نسب میں یہ نہیں ہیں اُنھوں نے اپنے خط میں فاروقیاں مچھلی شہر و بہدی وغیرہ کے مورث اعلیٰ کا نام عبدالملک پران لکھا ہے۔

مضمون رابع آئندہ اس کا سلسلہ بھی مثل مضمون ثالث کے بند کیا جاتا ہے) (۱) دین محمد ادیب فیروز شاہی مقام گوٹھ فیروز شاہ تحصیل میہڑ ضلع لاڑکانہ سے لکھتے ہیں بندہ نے اس وقت زاد السعید اور نیل الشفا کا ترجمہ آپکی برکت اور دعا سے کیا ہے جزاء الاعمال سندھی بھی اب طبع ہو گیا ہے اور بہشتی زیور سندھی کا پہلا حصہ بھی طبع ہو گیا ہے دعا فرمائیں کہ باقی حصص کے طبع کا سامان بھی میسر ہو جاوے اور مولوی محمد وفائی بنی آبادی نے آپکے رسالہ صفائی معاملات کا ترجمہ سندھی میں کیا ہے مجھکو کاپی کردہ دکھایا تھا مگر اب تک طبع نہیں کیا گیا۔ اھ جزاء الاعمال و بہشتی زیور کا یہ ترجمہ وہی ہے جسکا ذکر تتمہ خامسہ تنبیہات کے مضمون خامس میں ہے (۲) ضمیمہ تتمہ خامسہ کے مضمون رابع میں اصلاح الرسوم کے جس سندھی ترجمہ کا ذکر ہے مترجم نے اطلاع دی کہ وہ چھپنے کے لیئے ایک مطبع میں دیا گیا۔ فقط

مضمون خامس اور یہ سب مضامین میں اہم ہے ضمیمہ تتمہ خامسہ تنبیہات کے مضمون ثانی میں بذیل نمبر (۴) ایک کتاب کا نام لکھا ہے تصحیح الاغلاط جسکی نسبت زیر تحریر لکھا ہے اب بفضلہ تعالیٰ اُس کا کام باقاعدہ جاری ہو گیا حقیقت اس کتاب کی یہ ہے کہ مجھکو اپنے فہم یا تحقیق پر وثوق تو کبھی ہوا نہیں مگر اسکے ساتھ ہی اپنے ساتھ اتنی بدگمانی بھی نہ تھی کہ از خود اپنی زلات و اغلاط کی تفتیش کا اہتمام کرتا۔ البتہ اگر کبھی اتفاقاً کسی نے کسی غلطی کی اطلاع دی بحمد اللہ فوراً رجوع کر لیا اور کسی نہ کسی موقع پر اُسکو شائع کر دیا چنانچہ میری تحریرات سے یہ بات ظاہر ہے خصوص امداد الفتاوی کے بعض حصص کے آخر میں ایک طویل فہرست بھی اُسکے ملحق ہے یہ ایک دور ہے پھر جب ان تنبیہات کی مقدار معتد بہا ہو گئی تو مصلحت معلوم ہوا کہ اس کا ایک متصل سلسلہ جاری

برکھا جاوے چنانچہ ترجیح الراجح کی یہی حقیقت ہے جس کا اس سنہ میں حصہ سابعہ جمع ہو رہا ہی اور یہ دوسرا دورہے پھر خیال ہوا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ ہر لغزش پر کوئی نہ کوئی متنبہ ہی کر دیا کرے تو اس صورت میں بہت سے زلات اصلاح سے رہجاویں گے اس لیے اس کا یہ اہتمام کیا گیا کہ اہل علم میں سے ایسے متدین و معتمد علماً و عملاً حضرات کو جو نہ میری رعایت کریں اور نہ خواہ مخواہ کا عناد کریں اپنی تمام مؤلفات پر نظر ثانی کرنے کے لیے منتخب کر کے ان کو یہ کام سپرد کر دیا گیا کہ ایسے مواقع میں پوری تحقیق اور آزادی سے کام لیکر ایسے زلات کی تصحیح فرماویں چنانچہ نہایت خوبی سے یہ کام ہو رہا ہی اور حقیقت اس کتاب کی یہی ہے اور یہ تیسرا دورہے۔ میری وصیت ہے کہ اگر میرے سامنے یہ کام مکمل نہو تو میرے بعد بھی اس کو جاری رکھیں اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی تکمیل و اشاعۃ کو سہل فرماویں آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین تتمہ سابعہ تمام ہوا

اطلاع چونکہ مضمون ثالث و رابع میں آئندہ انکے بند ہونے کی تصریح ہے اور مضمون ثانی کے اخیر میں سے آئندہ مسودات اجمالیہ کے درج تالیفات نہ ہونے کی تجویز ظاہر ہو چکی ہے اور مضمون اول میں کوئی بسط نہیں اور باقی کوئی مضمون مسلسل نہیں اسلیے ان تتمات کے سالانہ اشاعۃ کا سلسلہ بھی بند کیا جاتا ہی اگر کبھی کوئی مضمون اسکے مناسب کافی مقدار میں جمع ہو گیا بعنوان ضمیمہ اولے یا ثانیہ وغیرہ تتمہ سابعہ کے شائع کر دیا جایا کریگا اور اسی طرح تربیت و امداد الفتاوی و حوادث و ترجیح و مکتوبات خبرت و ملفوظات خبرت کے مضامین مستقبلہ کو ان کے حصص سابعہ ہی کے اجزا قرار دیا جاوے گا فقط

وانا الاحقر اشرفعلی عفی عنہ ج ۲ سنہ ۱۳۳۷ھ

اطلاعات ضروریہ متعلقہ شعب مختلفہ

(الف) **متعلق خانقاہ** (۱) تعلیم کیلیے بیعت شرط نہیں کسی مسلمان سے تعلیم سے عذر نہیں ہوگا اور نفع بھی بیعت پر موقوف نہیں (۲) ضروری چیز کام کرنا ہی اور اس کام میں اور ادسے زیادہ ضروری تقوی ہی (۳) جو کام نہیں کرتے ہیں ان کو اپنا متعلق نہیں سمجھتا اگرچہ وہ بیعت بھی ہو چکے ہوں (۴) جن صاحبوں کو تجربے سے یا میری اطلاع دہی سے ثابت ہو جاوے کہ ان کو مجھسے مناسبت نہیں انکو دوسری جگہ رجوع یا بیعت کرنا ضروری ہے نہ بیعت ہو جانیکی تیچ بھرتی اسمیں میری گرانی کا وسوسہ لادیں اگر مجکو سچا سمجھیں تو میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں بلکہ تاکید کرتا ہوں (ب) **متعلق مدرسہ** یہاں نہ چندہ کی تحریک ہی نہ رسید و اشاعۃ حساب کا ضابطہ ہے نہ اعلی درجہ کا تقاضا ہی نہ مصارف طلبہ کی ذمہ داری ہی محض متوکلین طالبین دین کیلیے ضروری واقفیت کا ایک مختصر سلسلہ ہے جس کو ترقی کرنا ہو یا توکل نہ ہو سکے دوسرے مدارس میں جاوے بعض طلبہ غلطی سے یہاں آکر پریشان ہوتے ہیں اس لیے اطلاع کر دی گئی

(ج) متعلق تصانیف (رسالہ) قبل اطلاع اجازت اخذ کی ہے کہیں موجود نہیں اور وہ پریشان ہوں (رسالہ) ابعد اطلاع واجازت بھی کسی معاوضہ کا انتظار کا بھی کسی کا بعض عذر فرق ہیں ...

(د) متعلق مطبع و امداد المطابع ...

چونکہ باوجود منہ صاف کر لینے کے پھر بھی سرخی پان کی تھوک میں صبح تک آتی رہتی ہے تو جو شخص پان کھانے والا تھوک کو باوجود صاف کر لینے منہ کے نگل جاوے گا روزہ نہیں ہوگا سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس پان کا قیاس ریشم کے مسئلہ پر کرنا صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہے تو تمام عمر کے روزوں کا اعادہ سحری کے پان کھانے والوں پر لازم ہوگا یا نہیں اگر یہ ہوگا تو جو لوگ تماکو کھانے کے عادی بوجہ امراض کے ہیں اُن کو سخت تکلیف ہوگی روزہ صحیح ہونے کی کوئی صورت ہو باوجود تھوک نگلجانے کے تو تحریر فرمایا جاوے

جواب - تاگا بٹنے والیکا مسئلہ تو مقید ہے حالت صوم کے ساتھ یعنی اُسنے روزہ کی حالت میں ایسا تاگا منہ میں تر کرکے بانٹا اور ریق میں اُس کا رنگ آگیا اور اُسکو کوئی نگل گیا اور یہاں پان حالت روزہ میں نہیں کھایا جاتا۔ پہلا کھایا ہوا ہوتا ہے جسکا اثر خود روزہ میں بھی باوجود سعی ازالہ کے رہتا ہے جو اختیار سے خارج ہے اور ایسے غیر اختیاری آثار مفسد صوم نہیں حتی کہ خود حالت صوم میں دخول غبار یا ذباب یا دخان فی الحلق کو اسی بنا پر عذر کہا ہے لعدم امکان التحرز عنہ اسی طرح کہا گیا ہے او بقی بلل فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق کطعم ادویۃ ومص اہلیلج الخ کذا فی الدر المختار

۱۵۵ **استفتا** - امداد الفتاوی جلد اول ص ۶۵ سطر ۱۶ میں جو مسئلہ دربارہ جواز جمعہ فی القریٰ باامر سلطان مذکور ہے اسمیں مجکو اشکال ہوا ہے - عبارت امداد الفتاوی یہ ہے س۔ در ملک افغانستان این قاعدہ است کہ بفرمایش امیر صاحب خلد اللہ تعالیٰ ملکہ بتحریک بعض علما در قری جمعہ قائم می کنند و برای چار یا پنج قریہ یک خطیب از طرف بادشاہ مقرر باشد فقط اذن بادشاہ را از اشتراط مغنی می پندارند- درین علاقہ اگر کدام یکجا بجمعہ حاضر نشود خطیب حسب ضابطہ انکار می کند گاہے نوبت بشکایت نزد حاکم ملک میرسد در صورت مذکورہ دو رکعت جمعہ از ظہر خلفت می شود یا نہ - وزنا غیر ازاں بعذر و حیلہ آثم خواہد شد یا نہ۔

الجواب - قال الشامی قال ابو القاسم ہذا بلا خلاف اذا اذن الوالی القاضی الی قولہ وصلوا فی القری لزمہم اداء الظہر وہذا اذا لم یتصل بہ حکم فان فی فتاوی الدیناری اذا بنی مسجدا بامر الامام فہو امر بالجمعۃ اتفاقا پس در صورت مسئولہ جمعہ صحیح ست لکن وقت تبدیل حکومت اذن امیر سابق غیر کافیست اذن امیر جدید شرط ست- قال الشامی لا ینبغی الا الیوم الاذن لعدم موت السلطان لا اذن بذالک لا اذا اذن بہ ایضا سلطان زماننا نصرہ اللہ صفحہ ۵۴۲ واللہ اعلم۔

اشکال اسمیں مجکو یہ ہے کہ جب از روئے فقہ بڑے شہروں میں بھی اذن بادشاہ جمعہ کے لئے شرط ہے

"تو اگر وہاں بادشاہ کسی عناد وغیرہ کے سبب اذن جمعہ کا نہ دیوی یا بادشاہ غیر مسلم ہو تو مسلمین آپس میں اتفاق کرکے ایک کو امام بنا کر جمعہ ادا کر لیویں۔ پس صورت مذکور امداد الفتاوی سے لازم آتا ہے کہ فقط بادشاہ کا امر برائے جمعہ ضروری ہی شہر ہو یا نہو۔ لہذا جب شہر میں بغیر اذن بادشاہ کے بھی اتفاق قوم سے جمعہ ہو جاتا ہے تو گانوں میں بھی بغیر اذن بادشاہ کے (کیونکہ اس وقت خصوص مسلم بادشاہ نہیں ہے) اگر قوم اتفاق کرکے جمعہ پڑھ لیں تو اسمیں جواز کی گنجائش ہی یا نہیں۔ کیونکہ فقہ میں اتفاق قوم کو اذن بادشاہ کے قائم مقام کیا گیا۔ تو جیسا اذن بادشاہ سے صورت مذکورہ میں گانوں میں جمعہ ہو جاتا ہے ایسا ہی آجکل اس زمانہ میں اتفاق قوم سے گانوں میں جمعہ ہونا چاہیے۔ بس یہی اشکال ہی جواب تحریر فرما کر اشکال دفع فرماویں فقط

الجواب عن الاشکال - اقامۃ جمعہ فی القری باذن السلطان کا مبنی یہ مسئلہ ہے کہ فصل مجتہد فیہ یعنی مسائل مختلف فیہا کے ساتھ جب امر سلطان یا قضائے قاضی ملاقی ہوتا ہے تو پھر مامور کو اس مسئلہ میں اپنے مجتہد کی تقلید ترک کر دینا واجب ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس امر میں جماعت مسلمین قائم مقام سلطان کے نہیں چنانچہ اگر جماعۃ مسلمین کسی مسئلہ میں ترک تقلید کا امر کریں وہاں ترک تقلید جائز نہیں ۔ ۱۵۷ اور نیابت جماعت کی مناب سلطان کے صرف امور انتظامیہ میں ہے سو چونکہ جمعہ کے لیے وجود سلطان کا مقصود اشرط نہیں صرف دفع نزاع فی التقدیم والتقدم ہے چنانچہ ہدایہ میں مصرح ہے اور یہ امر انتظامی ہے اسمیں جماعۃ قائم مقام امام کے ہو جاویگی پس ایک امر کا قیاس دوسرے پر مع الفارق ہے۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد یا علاوہ جامع مسجد کے اور کوئی مسجد یا علاوہ مسجد کے اور کسی جگہ شبینہ پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب - چند شرائط سے درست ہے مگر عادۃً یہ شرائط کم پائی جاتے ہیں (نمبر۱) ترتیل نہ چھوٹے (نمبر۲) تراویح میں پڑھیں (نمبر۳) جماعت کے وقت تخلف نہ کریں

سوال - کیا فرماتے ہیں علمار دین اس مسئلہ میں کہ عیدگاہ یا جامع مسجد یا اور کسی مسجد میں چندہ مانگنا یا اسکی ترغیب دینا اور سائلوں کو صدقات خیرات دینا کیسا ہے۔

الجواب - اگر شق صفوف نہو مرور بین یدی المصلے نہو تشویش علی المصلین نہو حاجت ضروریہ ہو تو درست ہے۔

سوال - چار زانو بیٹھنے میں نیند اگر آجائے تو وضو ٹوٹ جائیگا اور اس وضو سے ذکر یا نماز پڑہنی جائز ہوگی

الجواب - فی العالمگیریہ نواقض الوضوء وان نام متربعا لاینقض الوضوء اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں وضو نہ ٹوٹے گا۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسماۃ زینب نے اپنے انتقال سے ۱۲-۱۳ سال قبل اپنا مکان مسکونہ اور اسباب خانہ جو خالص اسکی ملکیت تھا بموجودگی و رضامندی اپنی دختر مسماۃ کلثوم مکان مذکور کو مع دیگر سامان اپنے لڑکے مسمی بکر کو بذریعہ وصیت نامہ منتقل کردیا۔ اب بعد انتقال مسماۃ زینب کے مسماۃ کلثوم اپنی شرعی حصہ مکان اپنے بھائی مسمی بکر سے طلب کرتی ہے از روئے شرع شریف بعد ایسی وصیت کے مسماۃ کلثوم کچہہ حصہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کسقدر

الجواب - یہ وصیت للوارث ہے جو بدون اجازت دوسرے ورثہ کے جائز نہیں اور دوسرے ورثہ کی اجازت وہ معتبر ہے جو بعد موت موصی کے ہو اور وقت وصیت کی اجازت معتبر نہیں لہذا یہ وصیت کالعدم ہے فی مجمع الانہر ولا تعتبر اجازۃ الورثۃ فی حال حیوۃ الموصی حتی کان لہم ان یرجعوا بعد موت الموصی ج ۲ صـ ۶۹۶ - اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب یہ وصیت نامہ شرعًا ہوا اور اگر محض عرفًا ہوا اور شرعًا کوئی دوسرا عقد ہو تو دوسرا حکم ہے اسلئے بہتر یہ ہے کہ اُس وصیت نامہ کی نقل دکھلا کر سوال کیا جاوے۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں - مدارس میں طلبہ غربا یتامیٰ کی خوراک و لباس وغیرہ کے علاوہ مہتمم مال زکوۃ کو امور ذیل میں صرف کرسکتا ہے یا نہیں - (۱) باورچی کی تنخواہ خوراک وغیرہ (۲) مدرسین و مہتمم وچندہ وصول کنندہ کی تنخواہ بقدر تعداد غربا و یتامیٰ یعنی مدرسہ میں غربا اور غیر غربا دونوں قسم کے طلبہ پڑہتے ہیں پس غرباء کے حصہ قدر مدرسین وغیرہ کی تنخواہیں میں زکوۃ صرف کی جائے یا نہیں - (۳) کرایہ مکان جسمیں طلبہ رہتے اور پڑہتے ہوں آیا طلبہ کے رہنے کے لئے کرایہ والے مکان میں مہتمم کسی ایسے شخص غیر کو رکھ سکتا ہے جسکو مصالح طلبہ میں کوئی دخل ہو (۴) اور پڑہنے کے لیئے کرایہ والی مکان میں غرباء و اغنیاء دونوں کا شریک ہونا درست ہے یا نہیں - (۵) بچوں کو اسباق الاشیاء سمجھا کر پڑھانے کیلئے اسکولوں میں کتابی شیر وغیرہ کی تصاویر رکھنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

۵۷

جواب: بجز سوال نمبر۱ کے کہ اسکے جواب میں تو تفصیل ذیل ہے باقی سب سوالوں کا مشترک جواب یہ ہے کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور وہ تفصیل یہ ہے کہ اگر صراحۃً یا دلالۃً معطین چندہ کیطرف سے اسکی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ اور اگر یہ کرایہ چندہ سے نہیں دیا جاتا بلکہ مال وقف سے دیا جاتا ہے تو اسمیں بھی تفصیل ہے کہ اگر واقف نے تصریحاً یا دلالۃً تعمیم کر دی ہے تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ اور عدم جواز کی صورت میں اگر شرکت جماعت کے سبب سے اغنیاء کو اس مکان میں بیٹھنا ضروری ہو تو اغنیاء کے حصہ کا کرایہ یا تو وہ اغنیاء خود ادا کریں یا کسی ایسی مد سے دیا جاوے کہ اسمیں تخصیص نہو واللہ اعلم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک عورت کا شوہر انتقال کر گیا اور اولاد نابالغ چھوڑ گیا شوہر کی کچھ جائداد غیر منقولہ ہے اور وہ غیر منقسم ہے اب اسکی زوجہ اس جائداد کی آمدنی سے کیا خیرات وصدقات کر سکتی ہے یا نہیں اور زوجہ وہی یتیم بچوں کی مربی اور متکفل ہے اگر وہ صدقہ خیرات نہیں کر سکتی ہے تو کوئی ایسی صورت بتلایئے کہ جس سے وہ عورت جائداد کے غیر منقسم ہونیکی حالت میں صدقہ خیرات کر سکے اور اپنے شوہر کی روح کو ثواب مالی پہونچا سکے اور (۲) یہ بھی بتلایئے کہ وہ عورت اپنے خرچ میں کسقدر آمدنی اس مال غیر منقسم میں سے لا سکتی ہے بینوا واجرکم علی اللہ عز وجل۔ ۵۸

جواب (۱) فرائض کی رو سے اس زوجہ کے اور اس شخص کی اولاد کے حصوں میں جو نسبت ہے اسکو دیکھکر جسقدر خیرات دے اسکو اپنا حصہ قرار دیکر اسی نسبت سے اور رقم جدا کر کے اسے اولاد کے لیئے بطور امانت کے محفوظ رکھدے بعد بلوغ انکو دیدے مثلاً زید متوفی کے صرف زوجہ اور دو بیٹے ہیں تو اگر آمدنی مشترک سے دو آنہ خرچ کرے تو چودہ آنہ ان دونوں بیٹوں کے لیے محفوظ رکھدے (۲) خاص اس عورت کا حصہ اگر اتنا ہو کہ اسکے سب اخراجات کے لیئے کافی ہو سکے تو اپنے حصہ کی قدر تک اسکو خرچ کرنے کا اختیار ہے اور اس صورت میں اگر اولاد کا حصہ ان کے ضروری اخراجات کے بعد کچھ بچتا ہو تو اس بچے ہوئے کو بطور امانت رکھے اور اگر عورت کا حصہ اسکے ضروری اخراجات کے لیئے کافی نہو تو اپنی اولاد کے حصہ سے بھی بقدر ضرورت مختصر ہے کہ اسکو بھی خرچ کر سکتی ہے۔

سوال۔ رسالہ الامداد ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کے صفحہ ۱۷ کے مضمون کو جو آنحضور نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے پیش کر کے ایک صاحب بہت معترض ہوئے کہ تم کہتے ہو کہ فن سبعہ قرأت کا سیکھنا فرض کفایہ ہے اور سب لوگوں کو کم وبیش ضرور سیکھنا چاہیئے تاکہ اس علم دین کے فقدان وانعدام کا گناہ سب

پر نہوں میں نے ان کو جواب دیئے مگر ان کے نزدیک جواب اس درجہ کا نہیں ہو کہ قابل اطمینان سمجھا جاوے احقر کو بھی اس مضمون کے دیکھنے سے ایک درجہ میں یہ شبہ ہوتا ہو کہ جب یہ علم دین ہی خاصکر قرآن پاک کا علم ہو جب عوام کی تشویش کے خیال سے اس کو ترک کیا جاویگا تو پھر یہ کیونکر قائم ورائج ہو سکتا ہے یہاں مجمع کثیر اہل علم کا ہو مگر بوجہ ناواقفی ہی استعجاب تو درکنار اکثر استہزاء وانکار ہی کیا جاتا ہے تو پھر کیونکر اسکی بقاء واجراء کا طریقہ اختیار کیا جائے مثلاً بعض مقام پر تشہد میں اشارہ سبابہ کو بہت برا سمجھتے ہیں تو انکی اصلاح کیجاتی ہو اور اسکو مسنون ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔ رہا اس جواب کے سوال میں جو خرابیاں ظاہر کیگئی ہیں بیشک وہ ضرور ضرور واجب الاصلاح ہیں نہ یہ کہ اسکی تعلیم وتعلم کا سلسلہ ہی مخذور قرار دیا جائے قریب قریب اُن معترض کے اعتراضوں کا یہی ماحصل ہو احقر اپنے کمال اطمینان قلبی کے لیئے یہ عریضہ ارسال کر رہا ہے۔

جواب۔ سائل کے کلام میں صریح مشورہ ہے اور جواب میں اُسکی تقریر بھی کیگئی ہے کہ اگر کوئی لکھا پڑھا آدمی حرف بھی اس کا اچھا ہو تو اُس کو سبعہ پڑھائی جاوے سبعہ اور تنگ خیال لوگوں کو فقط تجوید پڑھائی جاوے الخ اور یہی حال اکثر فروض کفایہ کا ہو مثلاً تبحر فی العلوم الشرعیہ کہ فرض کفایہ ہو لیکن اسکے ساتھ یہ حدیث بھی ہے کہ واضع العلم فی غیر اہلہ کمقلد الخنازیر اللؤلؤ والجواہر او کما قال اور مشاہدہ بھی ہے کہ بعض لوگ جو بد طینت ہیں اور وہ تحصیل علوم کر کے مقتدا بن گئے اُن سے کیا کیا مفاسد پیدا ہو گئے ہیں اور اُن مفاسد کا انسداد بجز اسکے کیا ہے کہ نااہلوں کو اس رتبہ پر نہ پہونچایا جاوے یا منصب قضا کہ احادیث میں اُسپر کسقدر وعیدیں آئی ہیں باوجودیکہ فرض کفایہ ہے وفی حدیث ابی داود مرفوعًا العرافۃ حق (ای واجب ولو علی الکفایہ) ولکن العرفاء فی النار (اذا کانوا غیر اہل لہا) اور جو لوگ اس فن کے آجکل مخالف ہیں وہ تو نفس فن ہی کو فضول بتلاتے ہیں ہر ایک کے لیے حتی کہ اہل فہم کے لیئے بھی اور ہر شعبہ کو حتی کہ تجوید کو بھی فشتان ما بینہما غرض منکرین مدعی نفی کلیہ کے ہیں اور اس جواب میں التزام کیا گیا ہے۔ وجزئیہ کا اور ظاہر ہے کہ جزئیہ مستلزم کلیہ کو نہیں ہوتا اور سبعہ کی فرضیت عامہ کا دعوی کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ خود ایک قراءت سے بھی تمام قرآن کا فرض عین نہیں ہونا ظاہر ہے۔

سوال۔ اکثر فلاسفۂ یونان وشیخ ابو علی وغیرہ فلاسفہ اسلام بعد الموت عذاب یا ثواب روحانی کے قائل ہیں مگر حضرت امام غزالیؒ کی بعض تصنیفات سے صاف طور سے عیاں ہے کہ پس مرگ عقاب یا ثواب

کا ترتب صرف روح پر ہوتا ہے حالانکہ عقاب و ثواب جسمانی ہونے پر صراحۃً نصوص قرآنیہ وصدہا احادیث نبویہ شاہد ہیں اندریں صورت امام صاحب علیہ الرحمۃ کے مقولات اور نصوص معروضہ میں تعارض واقع ہوتا ہے جسکی وجہ سے قلب پر غایت درجہ انقباض رہتا ہے خصوصاً کتاب مضنون علی غیر اہلہ مصنفہ امام صاحب ممدوح کی عبارت ذیل سے روح پر بھی عذاب ثواب ہونا محض وہمی سمجھا جاتا ہے فصل فی عذاب النفس اذا فارقت البدن حملت القوۃ الوہمیۃ معہا کما ذکرنا ہا و تتجرد عن البدن منزہۃ لیس یصحبہا شیٔ من الہیات البدنیۃ وہی عند الموت عالمۃ بمفارقتہا عن البدن و عن دار الدنیا متوہمۃ نفسہا الانسان المقبور الذی علی صورتہ کما کان فی الدنیا تتخیل و تتوہم بدنہا مقبورا و تتخیل الآلام الواصلۃ الیہا علی سبیل العقوبات الحسیۃ علی ما ورد بہ الشرائع الصادقۃ فہذا عذاب القبر وان کانت سعیدۃ تتخیلہ علی صورۃ ملائمۃ وفق ما کانت معتقدۃ من الجنۃ والانہار والحدائق والغلمان والولدان والحور العین والکاس من المعین فہذا ثواب القبر فلذلک قال النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران فالقبر الحقیقی وعذاب القبر و ثوابہا ذکرنا ہما ہذا ما نقل المولوی شبلی فی (الغزالی) فی مؤلفہ پس امام صاحب کے قول مذکور کی بمقابلہ نصوص قطعیہ کیا تاویل کیجاوے بلکہ امام صاحب کا قول مذکور اسلیئے بھی مخدوش ہے کہ مثلاً ملاحدہ یورپ کہ جن کو توہم عذاب و ثواب کا کسی وقت میں بھی نہیں ہوتا ہے یا وہ اجساد کہ بعد الممات مقبور نہیں کیئے جاتے ہیں بلکہ محروق کیئے جاتے ہیں انپر توہمات مذکورہ کا حرمان کیسے ہو سکتا ہے امید کہ جواب مدلل سے شفائے قلب مرحمت فرمائی جاوے۔

۶۰

الجواب ۔ فی احیاء العلوم کتاب الموت بیان عذاب القبر و سوال منکر نکیر بعد سرد روایات عذاب القبر ما نصہ فامثال ہذہ الاخبار لہا ظواہر صحیحۃ و اسرار خفیۃ ولکنہا عند ارباب البصائر واضحۃ فمن لم تنکشف لہ حقائقہا فلا ینبغی ان ینکر ظواہرہا بل اقل درجات الایمان التصدیق والتسلیم فان قلت فنحن نشاہد الکافر فی قبرہ مدۃ و نراقبہ ولا نشاہد شیئا فی ذلک فما وجہ التصدیق علی خلاف المشاہدۃ فاعلم ان لک ثلاث مقامات فی التصدیق بامثال ہذا احدہا و ہو الاظہر والاصح والاسلم ان تصدق بانہا موجودۃ وہی تلدغ المیت ولکنک لا تشاہد ذلک فان ہذہ العین لا تصلح لمشاہدۃ الامور الملکوتیۃ وکل ما لایتعلق بالآخرۃ فہو من عالم الملکوت فالحیات والعقارب التی تلدغ فی القبر لیست من جنس حیات عالمنا بل ہی جنس آخر و تدرک بحاسۃ اخری المقام الثانی ان تتذکر امر النائم وانہ قد یری فی نومہ

ہمارا تاکید جواب کے لیئے دوسرا خط بنام مولوی عبدالباری صاحب

بعالی جناب مولوی عبدالباری صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ایک عرصہ ہوا کہ ایک رجسٹرڈ لفافہ جس میں ۲/ کے ٹکٹ بغرض رجسٹرڈ جواب حاصل کرنے کو تھے خدمت عالی میں روانہ کرچکا ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ ابتک جواب نہیں ملا۔ براہ کرم مطلع فرمایا جاوے کہ جواب ملیگا یا نہیں اگر ملے گا تو مجھے کبتک انتظار کرنا چاہیئے اور اگر نہیں ملیگا تو اس کا سبب کیا ہے سُنا گیا ہے کہ جناب کے یہاں سے استفتا کا جواب دو پشتوں سے نہیں ملتا۔ مگر النظامیہ سے اس خبر کا دو وجہ سے غلط ہونا معلوم ہوتا ہے اول اسلیئے کہ اسکے مضامین میں جناب کے فتاوی کا بھی حصہ ہوتا ہے دوسرے اس لیئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نہ صرف مجتہد بلکہ مجتہد گر ہیں اور آپ وہ فقیہ و محدث نہیں ہیں جو محض عالم دین اور فقیہ ہو بلکہ آپکی شان اس سے بھی کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ ایسی حالت میں اس خبر کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی لیکن اگر یہ خبر صحیح ہے اور منصب افتا جناب کی شان عالی کے مناسب نہیں ہے تو میری بات کا جواب بحیثیت مفتی ہونے کے نہ دیا جاوے بلکہ جس حیثیت سے جناب مناسب سمجھیں اور جو شان جناب کے مناسب حال ہو اس حیثیت و شان سے دیا جاوے بہرحال جواب ضرور ملنا چاہیئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جناب مجھے بار بار رجسٹریوں کی زیرباری سے بچالیں گے اور جواب شافی سے معزز فرماویں گے والسلام۔

آپ کا نیازمند حبیب احمد از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر خانقاہ امدادیہ

(نوٹ) اسکے جواب میں مولوی عبدالباری صاحب نے تو سکوت ہی فرمایا مگر مولوی عبدالہادی صاحب نے حسب ذیل جواب دیا۔

جواب مولوی عبدالہادی صاحب متعلق بہ سوالات احقر مندرجہ خط اول

الجواب (۱) بہشتی زیور میں مسائل فقہ و شریعت ذکر کیئے گئے ہیں عوام امت علماء امت کے مقلد ہیں اسلیئے عوام امت کے لیئے بلاشبہ مفید ہے البتہ اسمیں غلطیاں بھی ہیں افراط و تفریط بھی ہے اور اس لحاظ سے اسمیں ضرر کا پہلو بھی موجود ہے پس نہ وہ مطلقاً مفید ہے اور نہ مطلقاً مضر (۲) چونکہ اسمیں ضرر کا پہلو بھی موجود ہے اس لیئے ہر اسلامی ریاست اس بات کی مجاز ہے کہ جس کتاب کو وہ اپنے مصالح ملکی یا مصالح شرعی و اعتقادی کی بنا پر اپنی رعایا کے لیئے مضر سمجھتی ہو اُسکے داخلے کی یا اشاعت کی یا طبع کی ممانعت کردی لیکن اس حکم ممانعت پر اس وقت تک کوئی حکم قائم نہیں کیا جاسکتا تاوقتیکہ بناء ممانعت اور اسکے

۸۵

جواز و عدم جواز کا حال نہ معلوم ہوا ہی اصل پر بہشتی زیور کو بھی قیاس کر لیجئے (۳) اگر یہ امور مراسم شرک سے ہیں تو ان کا ارتکاب حرام ہے ایسے رئیسوں کو سمجھانا چاہئے شریعت سے ناواقفیت کے باعث اکثر رسوم جہالت مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں خدا مسلمان رئیسوں اور امت محمدی صلعم کو نیک توفیق عطا کرے۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم (۴) مسلمانوں کو ایسی ریاستوں کے رئیسوں کو سمجھانا چاہیے علماء امت کو امر بالمعروف نہی عن المنکر کی خدمت انجام دینا چاہیے والنصح لکل مسلم ہر مسلمان کا وظیفہ ہے اور احیاء سنت و قلع بدعت علمائے امت کا فرض منصبی ہے۔ حررہ محمد یونس الانصاری الفرنگی محلی

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی الی رحمۃ ربہ الباری محمد عبد الہادی الانصاری سقاہ اللہ کاسا من معین عشقہ الساری۔

اسکے جواب میں احقر نے جواب مذکور پر تنقیحات قائم کرکے مولوی صاحب کی خدمت میں تیسرا خط ارسال کیا وہو ہذا

ہمارا تیسرا خط بنام مولوی عبد الباری صاحب متضمن بر تنقیحات بر جواب مولوی عبد الہادی

مکرم بندہ جناب مولوی عبد الباری صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مولوی عبد الہادی کی طرف سے جواب آیا مگر یہ دیکھکر افسوس ہوا کہ جناب سامی کی بے نیازی مرزا غالب کے معشوق کی بے نیازی پر فوقیت لے گئی کیونکہ وہ حال دل سن کر جواب میں کیا تو کہتا تھا۔ جناب سامی نے تو اتنا بھی نہ فرمایا اور اسطرح اڑا دیا گویا کہ سنا ہی نہیں ممکن ہے کہ اس کو گستاخی خیال فرمایا جاوے مگر میں اطمینان دلاتا ہوں کہ گستاخی نہیں مقصود ہے بلکہ محض اظہار حقیقت مقصود ہے مجھے امید ہے کہ جناب احقر کے جواب میں بے نیازی کو کام نفرماویں گے کیونکہ مجھے اصل مقصود جناب کی رای دریافت کرنا ہے اس تمہید کے بعد اصل مقصود معروض ہے سو گذارش ہے کہ براہ مہربانی مطلع فرمایا جاوے کہ جو جواب مولوی عبد الہادی صاحب نے دیا ہے اس سے جناب کو اتفاق ہے یا اختلاف۔ اگر اختلاف ہے تو احقر کے سوالات کا جناب کے نزدیک کیا جواب ہے اور اگر اتفاق ہے تو براہ مہربانی چند امور دریافت طلب کے جواب سے ممتاز فرمایا جاوے جناب کی آسانی کے لیئے میں اول اپنا سوال نقل کروں گا اس کے بعد مولوی عبد الہادی صاحب کا جواب اُسکے بعد اس جواب کے متعلق جو امور دریافت طلب ہیں لکھوں گا۔ ان پر غور فرما کر جواب سے ممتاز فرمایا جاوے

سوال اول احقر کا یہ تھا۔ بہشتی زیور مسلمانوں کے لیئے شرعاً و عقلاً مفید ہے یا مضر مدلل بیان فرمایا جاوے

جواب۔ مولوی عبدالہادی صاحب یہ ہے۔ بہشتی زیور میں مسائل فقہ و شریعت ذکر کیے گئے ہیں علوم امت علمائے امت کے مقلد ہیں اسلیئے عوام امت کیلیئے بلاشبہ مفید ہی البتہ اسمیں غلطیاں بھی ہیں۔ افراط و تفریط بھی ہے اور اس لحاظ سے اسمیں ضرر کا پہلو بھی موجود ہی پس نہ وہ مطلقاً مفید ہے اور نہ مطلقاً مضر اھ اسکے متعلق امور دریافت طلب یہ ہیں (۱) میں اسکا مطلب یہ سمجھا ہوں کہ واقع میں بہشتی زیور میں غلطیاں اور افراط و تفریط ہی اسلیئے وہ مضر ہی مگر چونکہ عوام امت علمائے امت کے مقلد ہیں اسلیئے عوام پر اسکا ضرر عائد نہوگا۔ بلکہ اس کا ضرر خود مؤلف پر عائد ہوگا جسنے ان کو غلط رستہ بتایا کیا یہ مطلب صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں تو صحیح مطلب کیا ہی (۲) جس قسم کے ضرر کا پہلو بہشتی زیور میں ہے اس قسم کا کتب فقہیہ و کلامیہ و تفسیریہ و حدیثیہ متعارفہ میں بھی ہی یا نہیں اگر نہیں تو وہ خصوصیت کیا ہی (۳) بہشتی زیور میں غلطیاں اور افراط و تفریط کسدرجہ کی ہی یعنی اگر کوئی شخص اسپر عمل کرے تو آیا کافر ہوگا یا فاسق یا تارک اولیٰ۔ یا اور کچھ اور جو علماء ان غلطیوں وغیرہ پر مطلع ہیں انکے ذمہ عوام کو ان سے مطلع کرنا کس حد تک ضروری ہی اور اگر وہ اس امر میں تسامح کریں تو شرعاً اس تسامح کا اثر کیا اثر پڑیگا آیا وہ ایسا کرنیسے فاسق ہونگے یا تارک اولیٰ یا اور کچھ

سوال دوم احقر کا یہ تھا بہر دو صورت اسکی اشاعت کو روکنے والوں اور اسلامی ریاستوں سے اُسکے داخلہ کی ممانعت کی درخواست کرنے والوں کا شرعاً کیا حکم ہے مدلل ارشاد ہو اھ

جواب۔ مولوی عبدالہادی صاحب یہ ہے چونکہ اسمیں ضرر کا پہلو بھی موجود ہے اسلیئے ہر اسلامی ریاست اس بات کی مجاز ہی کہ جس کتاب کو وہ اپنے مصالح ملکی یا مصالح شرعی اعتقادی کی بنا پر اپنی رعایا کے لئے مضر سمجھتی ہو اسکے داخلہ کی یا طبع کی ممانعت کر دے لیکن اس حکم ممانعت پر اسوقت تک کوئی حکم قائم نہیں کیا جاسکتا تاوقتیکہ بنا ممانعت اور اُسکے جواز و عدم جواز کا حال معلوم ہو اسی اصول پر بہشتی زیور کو بھی قیاس کر لیجیے اھ۔ اسکے متعلق امور دریافت طلب یہ ہیں (۱) کیا آپکے نزدیک بہشتی زیور میں ایسے امور موجود ہیں جنکی بنا پر سیاستہً یا شرعاً بہشتی زیور کو ممنوع الاشاعۃ قرار دیا جاسکے (۲) کیا یہ مجاز ہر والی ریاست کو ہی خواہ وہ علوم شرعیہ سے بالکل نابلد اور یہ بھی نہ جانتا ہو کہ مراسم تاجپوشی میں بہت سے مراسم شرک ہیں یا اسکو جو علوم شرعیہ سے واقف اور جائز و ناجائز حق و باطل میں تمیز کرنیوالا ہو اور اگر کوئی مدعی اسلام نیچری ریاست کتب حدیث وغیرہ کتب تفاسیر شروح حدیث کو مضر سمجھکر اسکی اشاعت کو روکدے تو کیا یہ جائز ہی اور شرعاً اسکو اسکا مجاز ہی علیٰ ہذا اگر کوئی والی ریاست غیر مقلد ہو تو کیا اسکو شرعاً مجاز ہی کہ وہ کتب فقہیہ کو اپنے حدود سے خارج کر دے

91

سوال سوم احقر کا یہ تھا جس ریاست میں ہندوانی مذکورہ ذیل رسمیں تاجپوشی کے زمانہ میں عمل میں لائی جاتی ہوں (3) رئیس کا دوسرے شخص کی انگلی کے خون سے اپنے ماتھے پر تلک لگوانا (ب) بیرونی عورتوں کا گیت گانا اور رسمیں ادا کرنا اور رئیس کی پیشانی پر چاول وغیرہ کا تلک لگانا (ج) مشعلوں کی تعظیم کے لیے اٹھنا الی غیر ذلک ایسی ریاست شرعاً اسلامی ریاست کہلا سکتی ہے یا نہیں اور ایسے رئیسوں کا شرعاً کیا حکم ہے۔

جواب مولوی عبد الہادی صاحب کا یہ ہے۔ اگر یہ امور مراسم شرک سے ہیں تو ان کا ارتکاب حرام ہے ایسے رئیسوں کو سمجھانا چاہیے۔ شریعت سے ناواقفیت کے باعث اکثر رسوم جہالت مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں خدا مسلمانوں اور امت محمدی کو نیک توفیق عطا کرے۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا۔ ربنا انک رؤف رحیم اسکے متعلق امور دریافت طلب یہ ہیں (۱) اگر یہ امور مراسم شرک سے ہیں احقر کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا ان میں یہ بھی احتمال ہے کہ بدعت حسنہ اور سنت سلف صالحین ہوں (۲) جو رئیس بہشتی زیور کو خلاف شریعت عقائد سلف صالحین سمجھنے پر قدرت رکھتا ہو کیا وہ ان امور کے خلاف اسلام ہونے کو نہیں جانتا۔ اور کیا ایسی حالت میں اسکی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اسکے جہل کے سبب یہ امور واقع ہوئے (۳) کیا حسن ظن ذی وجاہت اور والیان ریاست ہی کی نسبت مامور بہ ہے یا مؤلف بہشتی زیور کو بھی یہ عزت حاصل ہے (۴) الذین آمنوا کا مصداق وہی لوگ ہیں جو تقلید آبا یا جہل سے امور شرکیہ میں مبتلا ہیں یا مؤلف بہشتی زیور کو بھی اسکے مصداق ہونے کا شرف حاصل ہے (۵) زنار پہننے والے مسلمان کی نسبت کتب فقہیہ میں کیا لکھا ہے (۶) زنار اور تلک اور دیگر رسوم ہنود کے حکم میں شرعاً کچھ فرق ہے یا دونوں یکساں ہیں۔

سوال چہارم احقر کا یہ تھا مسلمانوں کو بالخصوص ان لوگوں کو جو بہشتی زیور کی مخالفت کرتے ہیں ایسی ریاست کے ساتھ بحکم شرع کیا برتاؤ کرنا چاہیے مدلل بیان فرمایا جاوے۔

جواب مولوی عبد الہادی صاحب کا یہ ہے۔ مسلمانوں کو ایسی ریاستوں کے رئیسوں کو سمجھانا چاہیے علماء امت کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی خدمت انجام دینی چاہیے والنصح لکل مسلم ہر مسلمان کا وظیفہ ہے اور احیاء سنت و قلع بدعت علماء امت کا فرض منصبی ہے اسکے متعلق امور دریافت طلب یہ ہیں۔ دربار پالن پور کی تاجپوشی کی حالت اخباروں میں شائع ہو چکی ہے پس کیا علماء فرنگی محل نے اپنے فرض منصبی کو انجام دیا ہے یا وہ انجام دینگے اور دربار پالن پور کے خلاف جلسہ کر کے ان کو حکم شرعی سے مطلع کرینگے فقط آخر

۸۸

میں گذارش ہے کہ اگر جناب جواب دیں تو مجیب صاحب سے اسکی تصحیح کراویں اور اگر یہ بھی بے نیازی ہی کو کام فرمایا جاوے تو اصل مجیب صاحب سے جواب دیں ممنون ہوں گا۔ چونکہ شرعی معاملہ ہے اس لیئے امید ہے کہ تصدیع مکرر معاف فرمائی جاویگی والسلام۔ آپکا نیازمند حبیب احمد از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

(نوٹ) ایک معتد بہ مدت گذرگئی اور جواب نہ آیا تو تقاضائے جواب خط ذیل رجسٹرڈ روانہ کیا گیا

(ہمارا چوتھا خط بنام مولوی عبدالباری صاحب تبقاضائے جواب خط نمبر ۳)

مکرم بندہ جناب مولوی عبدالباری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ تقریباً ایکماہ ہوگیا ہوگا کہ ایک خط جناب کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری ارسال کرچکا ہوں مگر جواب سے ہنوز محروم ہوں۔ پہلے خط کا جواب بھی تقریباً ایک ماہ ہی میں ملا تھا اور وہ بھی ۷۔ رکے خرچ کے بعد اور دوسرے خط پر بھی اتنا ہی صرف ہوچکا ہے اگر جناب کا مقصود یہ ہے کہ جواب مجھے گراں قیمت میں پڑے تو یہ بھی تحریر فرمادیجئے تاکہ میں ابتداً ہی ۷۔ ریا جو قیمت جناب تجویز فرماویں ادا کردیا کروں اور اگر مقصود یہ ہے کہ انتظار کی پوری کلفت برداشت کرنے کے بعد جواب ملے تو براہ مہربانی مجھے اس کلفت سے معافی دی جائے اگر خط وکتابت کی یہی رفتار رہی تو نہ معلوم میرے سوالات کا کب تصفیہ ہو۔ مکرمی میں نہیں سمجھتا کہ اس تاخیر کا کیا سبب ہے اول تو سوالات کچھ مشکل نہیں جن کے جوابات کے لیئے مشورہ یا کمیٹیوں یا تصفح کتب کی ضرورت ہو پھر اگر مشکل بھی ہوں تب بھی آپ لوگوں کے لیئے کچھ مشکل نہیں کیونکہ فرنگی محل کے تو لونڈی نہ صرف مجتہد بلکہ مجتہد گر ہیں۔ ان کے بزرگوں کا تو کہنا کیا ہے اور جب حالت یہ ہے تو میری سوالات کا جواب کیا مشکل ہے براہ کرم جواب جلد مرحمت فرمادیا کیجیئے تاکہ آپ ایک بار سے سبکدوش ہوجاوینگے اور میں کلفت انتظار سے بچ جاؤں گا۔ والسلام

حبیب احمد از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

(نوٹ) یہ خط بھی رجسٹرڈ گیا۔ مگر انکاری ہوکر واپس آیا۔ اور خط وکتابت کا یہ سلسلہ بھی ختم ہوگیا۔ اسکے بعد اب ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ امور ذیل پر غور فرمائیں (۱) ہمیں مولوی عبدالباری صاحب کو کسی ضرر کا اندیشہ نہیں مگر تاہم وہ اپنے خیالات کے اظہار سے شدید گریز کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اسکا منشا بجز اسکے کچھ نہیں کہ وہ طالب جاہ اور لیڈری میں ساعی ہیں اگر وہ اپنے اصلی خیالات کو ظاہر کردیں تو عامہ مسلمین سے انکو اس قبولیت کی توقع نہیں ہوسکتی جسکے وہ اب متوقع ہیں۔ اس لئے انہوں نے سکوت کو تکلم پر ترجیح دی سو اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہو اور واقعات سے نتائج پیدا کرنے میں ہم نے غلطی نہیں کی ہو تو یہ ایک خطرناک

پالیسی ہے خدا مسلمانوں کو اسکے شر سے محفوظ رکھے (۲) مولوی عبدالہادی صاحب نے جو جوابات دیئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گروہ بلاشبہ معاند اور جاہ پرست ہے اولاً اسلئے کہ انہوں نے جسقدر سختی سے خلیفۃ اللہ فی الارضین حضرت مولٰینا مولوی اشرفعلی صاحب فاضت انہار فیوضہم اور حضرت قطب العالم مولٰینا مولوی رشید احمد صاحب قدس سرہ وغیرہما من اکابر اولیاء اللہ کے مقابلہ میں کام لیا ہے (جیسا کہ ناظرین تنقیدات بہشتی زیور کارروائی جلسہ خانہ ساز و اصلاح طریقۂ مولود شریف مصنفہ سلامت اللہ فرنگی محلی و مقرظہ مولوی عبدالہادی صاحب و تقریظ سلامت اللہ فرنگی محلی تاریخ وہابیہ دیوبندیہ مصنفہ لعل خان مدراسی خلیفہ رئیس المبتدعین احمد رضا خان بریلوی پر مخفی نہیں) ریاست پالن پور کے مقابلہ میں اسیقدر نرمی سے کام لیا جیسا کہ ناظرین جواب مولوی عبدالہادی صاحب پر روشن ہے اسکی وجہ بجز اسکے کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ ریاست پالن پور ایک ریاست ہے جس سے ان کو مالی فائدہ پہنچتا ہے اور پہونچنے کی توقع ہے اور اکابر دیوبند کا عروج و قبولیت عامہ انکی نظر میں کھٹکتی ہے ثانیاً اسلئے کہ جو الفاظ بہشتی زیور کی نسبت ان رزولیشنوں میں استعمال کئے گئے تھے جو کہ جلسہ سازشی میں پاس ہوئے ہیں انمیں اور ان الفاظ کو جو جواب پر بحث میں استعمال کئے گئے ہیں کچھ بھی نسبت نہیں ناظرین مقابلہ کر کے دیکھ لیں ثالثاً جلسہ سازشی میں باتفاق رائے پاس ہوا تھا کہ نواب پالن پور نے بہت اچھا کیا جو بہشتی زیور کی اشاعت کو روک دیا اور دیگر اسلامی ریاستوں سے درخواست کی تھی کہ اسکو اپنے حدود ریاست میں داخل ہونے سے روک دیں لیکن اس خط میں کہا جاتا ہے چونکہ اسمیں (بہشتی زیور میں) ضرر کا پہلو بھی موجود ہے اسلئے ہر اسلامی ریاست اس بات کی مجاز ہے کہ جس کتاب کو وہ اپنے مصالح ملکی یا مصالح شرعی و اعتقادی کی بنا پر اپنی رعایا کیلئے مضر سمجھتی ہو اسکے داخلہ کی یا اشاعت کی یا طبع کی ممانعت کر دے لیکن اس ممانعت پر اس وقت تک کوئی حکم نہیں کیا جا سکتا تا وقتیکہ بنائے ممانعت اور اسکے جواز و عدم جواز کا حال نہ معلوم ہو اسی اصل پر بہشتی زیور کو بھی قیاس کر لیجئے اھ اسکا حاصل یہ ہے کہ ہمکو معلوم نہیں کہ ریاست پالن پور نے کس بنا پر بہشتی زیور کو ممنوع الاشاعت قرار دیا ہے اسلئے ہم حکم امتناعی کے جواز و عدم جواز کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے اب ان دونوں باتوں کو ملا کر دیکھئے اور ان لوگوں کی دیانت کا اندازہ کیجئے اسی کے ساتھ ہی ان جوابات کے جملوں کے آپس کے ارتباط کو بھی دیکھئے اور سمجھئے کہ ان پر ہیبت حق کا کسقدر غلبہ ہے اور وہ کسقدر بدحواس ہیں کہ عبارت بھی ٹھیک نہیں لکھ سکتے اسوقت ہم نمونہ کے طور پر صرف بعض تنبیہات پر اکتفا کرتے ہیں اور باقی نتائج کو منصف مزاج اور خوش فہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں وہ آپ سمجھ سکتے ہیں اور جو تنقیحات جواب مذکور پر ہم نے قائم کی ہیں ان سے انکو کافی مدد مل سکتی ہے ہاں اگر کسی وقت تفصیلی گفتگو کی ضرورت پڑی تو اسوقت تفصیلی گفتگو کیجاویگی۔ آخر میں ہم سلامت اللہ فرنگی محلی مدرس مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کی وہ ناپاک تحریریں ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو جاویگا کہ اس پارٹی کو حضرات اکابر دیوبند سے کسقدر حسد و عداوت ہے (۱) حضرت مجدد الملۃ والدین فاضت انہار فیوضہم نے طریقہ مولد تحریر فرمایا تھا سلامت اللہ مذکور اسکا

روکنا چاہتا ہے اور افساد کا نام اصلاح رکھکر اپنی کتاب کا نام اصلاح طریقۂ مولد شریف کہتا ہے اس کے دیباچہ کی عبارت یہ ہے۔ اما بعد آج کل عوام نے اپنے علماء کے وعظ ان کی متبرک مجالس اُنکی مفید صحبت سے فیضیاب ہونا کم کر دیا ہے اور خود علم دین سے واقفیت نہیں رکھتے ہیں اودھر علماء سوء اور گمراہ کرنے والے دھوکہ باز عوام کی جہالت سے فائدہ اٹھا کے بہکانے لگے ہیں سیدھی راہ اور سلف صالح کے طریقے سے لوگوں کو گمراہ کرنے لگے ہیں کبھی کثرت عبادت کو بدعت کہتے ہیں کبھی امور خیر کو خلاف سنت ٹھیراتے ہیں کبھی نماز جمعہ کو موقوف کراتے ہیں اگر احیاناً مسجد میں جماعت ثانیہ ہو تو اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ مقصود ان کا یہ ہے کہ لوگ اچھی باتیں چھوڑیں اور انکی پیروی کریں۔ گمراہ ہوں فکان عاقبتہما انہما خالدین فیہا کے مصداق ٹھیریں۔ بڑا کید ان کا یہ ہے کہ لوگوں کو وجوہ برکات سے محروم کرتے ہیں کبھی صاف صاف مولود شریف کو منع کرتے ہیں جہاں اس ظاہری روک ٹوک سے سمجھتے ہیں کہ ہمارا پردہ فاش ہو جائیگا بظاہر طریقہ مولود شریف بیان کرتے ہیں اور حقیقت میں بابرکت محفل کے روکنے کی فکر ہے جب یہ کید نظر سے گذرا اور لوگوں کو پھنستے ہوئے دیکھا غیرت ایمانی اور محبت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوش کھایا۔ طریقہ میلاد شریف جائز اور باعث برکت و اجر و ثواب کے بصورت اس رسالہ کے لکھا تاکہ عوام الناس کو آگاہی ہو جاوے کہ جو طریقہ سلف سے چلا آتا ہے وہ خلاف اور بدعت نہیں اور دھوکے بازوں کا قول قابل حجت نہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان امور کی توفیق دے جو باعث اللہ کی خوشنودی کے ہوں اور ان بے ادبیوں اور بے باکیوں سے محفوظ رکھے جو سبب اسکی ناراضگی کے ہوں۔ آمین یارب العالمین۔

(۲) لعل خاں مدراسی کوئی شخص ہے جو احمد رضا بریلوی کا {محمد سلامت اللہ فرنگی محل لکھنوی} خلیفہ ہے اس نے فضل رسول بدایونی کی سیف الجبار اور احمد رضا خاں کے افترات کا ملخص کر کے ایک کتاب لکھی جسکا نام تاریخ وہابیہ و دیوبندیہ رکھا اس کتاب پر انہی حضرت نے ایک تقریظ لکھی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں اما بعد آپکے رسالہ تاریخ وہابیہ دیوبندیہ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا۔ دیرینہ قصہ دھرایا ہے۔ بھولی ہوئی بات کو یاد دلایا ہے فرقہ مضالہ وہابیہ خواہ نجدیہ ہوں یا ہندیہ اُنکی ضلالت وبطالت اظہر من الشمس تھی خصوصاً اس وقت جبکہ دینی احکام اور شرائع اسلام سے اکثر حضرات واقف تھے۔ ہر بچہ بچہ انکے خیالات اور انکے عقائد فاسدہ و آرائے کاسدہ پر متنبہ ہو گیا تھا۔ لاکھ لاکھ ملمع سازی کی عیاری کی مگر کچھ نہ چلی اب بدقسمتی سے دین کے آگاہ کم رہ گئے اور گمراہ بہت ہو گئے۔ اس وجہ سے ضرورت تھی کہ جدید تنبیہہ کیجاوے اور ان کے مکائد اور خیالات مسلمانوں کو دکھلائے جاویں اُنکے ابتدا اور اساس سے دنیا متنبہ کیجاتی تاکہ اسوقت

بھی جنکو اللہ نے نور ایمان دیا ہے جن کو اسنے توفیق سے مسلمان کیا ہے وہ مامون و مصئون ہیں ان کے دام تزویر میں نہ آئینگے ان لوگوں نے اس وقت بڑا کید یہ کیا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے تعلق کو بظاہر قطع کرتے ہیں اسکو برا کہتے ہیں اسکی مخالفت زبانی ظاہر کرتے ہیں اور در پردہ اسکی تعلیم کی اشاعت ہے اسکی ایسی گمراہی وہی ضلالت ہے آپنے خوب کیا کہ اُسکے متعلق جو فتوی مولوی رشید احمد نے لکھا تھا شائع کر دیا۔ تاکہ سب جان لیں کہ انکے پیر طریقت مرشد حقیقت اس گمراہ مبتدع کے حق میں کیا کہتے ہیں۔ ان کو ادعا اس امر کا کہ یہ وہابیہ ہیں ذلیل کرنے کے لیئے کافی ہے ان کا کذب ان کا افترا ان کا تقیہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ اعمال ہیں اسکے ایسے ہیں اعتقاد ہیں اسکے ایسے ہیں اسکی خباثت سے راضی ہیں اُسکے افعال پر نفرت نہیں کرتے اور صریح اعمال باطلہ کی تاویلات رکیکہ کرتے ہیں اور پھر شکایت ہے کہ لوگ ہم کو وہابی کیوں کہتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ آنکھوں میں خاک ڈالیں الٹی پٹی پڑھائیں تاکہ لوگ انسے نہ بھاگیں اور یہ آسانی سے بہکائیں۔ اب اس فتوی کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان کے متعلق نسبت اس نجدی خاسر کی کیوں ہے رہا ان لوگوں کی بیعت حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی اسکی بھی قلعی کھلتی ہے جب مولوی اسمعیل کی بیعت کا حال لوگ دیکھتے ہیں کہ اس سے ان کا کیا مقصد تھا انہوں نے صابریت ہو یا نقشبندیت سبکو اڑایا ہے انکی سنیت و حنفیت دھوکے کی ٹٹی سے زیادہ نہیں ہے۔ اجمالاً اسقدر لکھنا کافی ہے کہ جو عقائد باطلہ اور خیالات عاطلہ کا پیرو ہے اگرچہ بظاہر دیندار ہو اس سے گریز ضرور ہے اس سے پرہیز لازمی ہے۔ اللہ تعالی آپکو اخلاص کی توفیق دے۔ اور آپکی نیت صالحہ کا ثمرہ عطا کرے۔

محمد سلامت اللہ از فرنگی محل لکھنو ۲۶ ذی قعدہ یوم دوشنبہ

مسلمانو تم نے دیکھا کہ اس پیرو سنت فضل رسول بدایونی و احمد رضا بریلوی نے اکابر اہل اللہ کی شان میں کسقدر سب و شتم کی ہے اور بے ایمانی بے انصافی بد یانتی کا کونسا دقیقہ ہے جو اس بدگو نے اٹھا رکھا ہے۔ اور وہ کونسا افترا ہے جو اس مفتری نے مخلصین اہل اللہ مطیعین للہ و رسولہ پر نہیں کیا یہ تو اسکی حالت ہے مگر مولوی عبد الباری ہیں کہ اس بدیانت کو علماء فرنگی محل کے زمرہ میں داخل کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیکر اس گمراہ کنندہ کے گندے خیالات کا تابع بنانا چاہتے ہیں اسکی خباثت سے راضی ہیں اُسکے افعال پر نفرت نہیں کرتے۔ اور مولوی عبد الہادی ہیں کہ اسکی خباثتوں پر تقریظ لکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ سراسر افساد رسالہ جس کا نام اس نے انما نحن مصلحون کے طور پر اصلاح طریقہ مولود شریف رکھا ہے

92

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں۔

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ ے کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔ امسال ے کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۷ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت عہ واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداراں رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم
رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

فیوض یزدانی

سات سو نو سے برس پہلے کا وہ زمانہ بھی یاد آنے کے قابل ہے جسمیں غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رح بغداد میں ممبر پر بیٹھکر وعظ فرماتے اور ان کے زود نویس خلیفہ حضرت عفیف الدین رح لفظ لفظ کو قلمبند کرتے جاتے تھے چنانچہ ۳ شوال ۵۴۵ھ یوم شنبہ سے لیکر ۲۹ رجب ۵۴۶ھ یوم جمعہ تک آپ کے ۶۲ وعظ مرتب ہوا اس تعداد میں مختلف مجالس کے وہ ملفوظات فرمائے جن کا ایک ایک جملہ قلزم توحید کا ذر فرید ہونیکے سبب صاحبدل مسلمان کیلئے جان سے زیادہ عزیز ہے چونکہ اس صحیفہ مبارکہ کے الفاظ و معانی دونوں کے سچے قدردان الامداد کے ناظرین ہی ہیں اس لئے وہ زیادہ مستحق ہیں کہ اس کے مطالعہ سے خلوت میں بہرہ یاب اور فیوضات قادریہ سے مالا مال ہوں۔

لہذا عرض ہے کہ غفلت نہ فرماویں ورنہ عنقریب اس کے نسخے ہدیہ ہو جائیں گے اور اسکے بعد جب کسی قیمت کو بھی نہ مل سکیگی تو افسوس ہوگا کہ کیسی نعمت سے محروم رہے۔ کتاب کا پورا حظ تو مطالعہ کے بعد معلوم ہوگا مگر اتنی بات اب بھی سمجھ سکتے ہو کہ آٹھ صدی کے بعد اگر پیران پیر کے جلسہ وعظ کی شرکت کا لطف تازہ ہو سکتا ہے تو صرف اسی کتاب سے ہو سکتا ہے پس اگر چاہو کہ خود بھی عمر بھر دینی فائدہ اٹھاؤ اور اسکو کتبخانہ میں چھوڑ کر اپنی نسل کے لئے بھی صدقہ جاریہ چھوڑ جاؤ جلدی کرو اور پتہ ذیل پر درخواست بھیجکر منگالو۔ بلا جلد کی قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ ہے۔

بہجۃ القلوب } تاج الفضلا حضرت شاہ محمد عبد الحق صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کے مکاتیب فارسیہ و عربیہ کا نہایت سلیس اردو ترجمہ قابل دید

قیمت (۹) رعایتی (۶)

زیارت حرمین } قطب العالم حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب مد ظلہم العالی کے خلیفہ ارشد جناب حاجی شیخ محمد معشوق علی صاحب حنفی القنوجی نے اپنا سفر نامہ حج جو نہایت سلیس با محاورہ اردو زبان میں لکھا ہے جسکو ہر مسلمان مرد و عورت بچہ پڑھکر سمجھ سکتے ہیں۔ ہر مسلمان کو اس کا دیکھنا باعث ازدیاد شوق زیارت حرمین شریفین کا ہے نہایت خوش خط کاغذ دبیز **قیمت** (۱۲) رعایتی ۸

ملنے کا پتہ :- دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رجسٹرڈ نمبر ل ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْماً

وقال النبی ﷺ... کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا او کما قال

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت علوم و امداداً للحدیث کہ دال است بر مندوبیت تجدد از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ ودائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الحدیثہ و تربیت السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات و خیرات مکتوبات و خیرات فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و العقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا **اشرف علی** صاحب مدظلہ است با وجود آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج شاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ مشیر ست تبرک بنام نامیش نیز و مسلوسبالاً اشتمال از تحقیقات بزرگان اہل فضل

جلد (۵)	بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳[illegible] ھجری	عدد (۲)

باہتمام ادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

شاد علی پریس تھانوی

ایں صحیفہ کامدرسہ امداد نام یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

جو

به برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا (مدیر رسالہ)

بس میں جلدی میں برہنہ پا و سر و بدن کہ ایک تار بھی بدن پر نہ تھا نکلکر جلدیا راستہ میں ایک شخص ملا جو مجھکو بلانے آرہا تھا اس نے میری طرف تعجب سے نگاہ کیا اور کہا کہ لوگ تمہارے منتظر بیٹھے ہیں میں ساتھ ہولیا جب مقام دعوت پر پہونچا تو وہ شخص کہنے لگا کہ حضرت اور ان کے ہمراہی اب کھانا کھارہے ہیں اب تم ٹھیر جاؤ اور لوگ بیٹھے ہیں ان کے ساتھ کھانا مگر ایک گھنٹہ کا عرصہ ہے اور جس حالت میں جارہا تھا مجھکو ذرا بھی شرم نہیں معلوم ہوتی تھی گو یہ معلوم ہوتا تھا کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ کیسے یہ ننگا چلا جارہا ہے اور شرماتا نہیں لیکن مجھکو پرواہ نہیں جب اس شخص نے ایک گھنٹہ کا عرصہ ظاہر کیا تو میں نے کہا کہ اچھا میں پھر آجاؤں گا اور یہ خیال ہوا کہ کہیں مولانا اس حالت میں دیکھکر ناخوش نہوں میں جلدی سے بھاگا اور قیام گاہ پر آکر پائجامہ پہننے لگا کہ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ حضرت زیادہ پریشان کن یہ بات ہی کہ میں نے حضور کے مجمع میں شریک ہوکر کھانے میں شرکت نہیں کی۔ جس سے عجیب موحش توہمات پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ایک قسم کی ایسی بیغیرتی ہوگئی کہ جس سے غیرت کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا حالانکہ اس حالت میں یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ اس کو بیغیرتی جانتے ہیں مگر اپنے پر اس کا اثر نہیں پیدا ہوا اسکی تعبیر کیا ہے حضور خاص طور پر توجہ فرمائیں حضور کی فیض برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کچھ امید ہے ؎

اولیا را ہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز آرندش ز راہ

آپکی ذات اقدس کے سایہ میں اللہ تعالیٰ مکارہ دنیوی و اخروی سے محفوظ رکھیں ؎

دور میں ساغر رہے گردش میں پیمانہ رہے میکشوں کے سر پہ یارب پیر میخانہ رہے

تحقیق۔ السلام علیکم لا الٰہ الا اللہ کس وہم میں مبتلا ہوگئے اول تو اپنے کو اس درجہ ہی کا کیوں سمجھا جاوے کہ ہمارا خواب خواب ہے۔ پھر اگر خواب بھی ہو تو غیر اختیاری ہے۔ غیر اختیاری سے کیا قلق۔ اگر قلق اس سبب سے ہے کہ یہ علامت ہے کسی بری حالت کی تو اس کا علاج یہ تو نہیں ہے کہ تعبیر معلوم کرنیکی کوشش کیجاوے کیونکہ اس سے تو جو محتمل تھا وہ اور مظنون ہوکر قلق بڑھادیگا۔ بلکہ اسکا علاج یہ ہے کہ دعا کیجیے کہ اے اللہ ہر بلا و فتنہ کو ٹالدے بس کافی ہے اور یہ تو بتلایئے اگر بدون خواب دیکھے کوئی فتنہ پیش آجاتا تو اس وقت اسکی کیا تدبیر کیجاتی وہی اب کیجیے پریشانی سے کیا فائدہ۔ اب تعبیر سنئے برہنگی اشارہ ہے تجرد عن التعلقات کیطرف اور کھانے میں شریک نہونا اشارہ ہے تاخر فی الرتبہ کیطرف اب فرمایئے۔ مگر احتیاطاً پھر بھی دعا و تعوذ

۴۹

مناسب ہے اور کیا وہ حدیث آپ بھول گئے کہ پریشان خواب دیکھکر کیا عمل کیا جاوے جس سے اُس کی مضرت دفع ہوجاتی ہے

حال۔ اسوقت کے تمام حالات ناگفتہ بہ ہیں خدا تعالیٰ عزوجل سے ایک رسمی اور ضابطہ کی محبت اور انس رہگیا ہے نہ ذوق ہے نہ شوق ہے نہ سوز و گداز ہے اگر کچھ خشیت ہے تو وہ بھی رسمی ہے دل کے ہلانے اور لرزانے والی نہیں معمولات درود وظائف مثل ایک خشک دماغ نمازی کی طرح پوری کرلیتا ہوں۔ ناغہ نہیں کرتا دن رات کف افسوس ملتا ہوں کہ کیا تھا کیا ہوگیا اصل یہ ہے کہ یہ حالت صرف ایک دن کی بے اعتدالی سے بدلگئی حضرت والا کہ جس وقت سفر میں تھے اور فتحپور میں تشریف فرما تھے فدوی کو بضرورت خاص دہلی جانیکا اتفاق ہوا اگرچہ دہلی میں بھی اپنے معمولات میں سے کبھی ناغہ نہیں کیا لیکن صرف ایکوقت بعد عشاء جو معمول کیا کرتا تھا بوجہ تکان و آمد و شد مردمان کے نہ کرسکا اُسی وقت سے طبیعت کی حالت بدلگئی سحر کو جو اُٹھا نہ وہ شوق تھا نہ وہ ذوق تھا طبیعت کھٹک گئی کہ خدا خیر کرے۔ چنانچہ آج تک اُسی رجعت قہقری میں مبتلا ہوں ہر چند چاہا کہ یہ خراب حالت حضرت اقدس کے گوش مبارک تک نہ پہونچے حضرت والا کو رنج ہوگا لیکن تابکے۔ مشیت ایزدی میں چارہ نہیں اس حالت سے زندگی سے دور اور موت کے قریب ہوگیا۔ نفس کی یہ حالت ہے کہ طرح طرح سے مکاریاں کرتا ہے قسم قسم کے شبہات پیش کرتا ہے کبھی تلاوت قرآن شریف میں (خاک بر سر من) خیالات لاطائل پیدا کرتا ہے حضرت اقدس اس وقت تو خاکسار کی وہ کیفیت ہے کہ جیسے کسی جذامی کو لباس فاخرہ پہنادیا جاوے ظاہر میں مسلمان ہوں اندرونی حالت کا خدا حافظ۔ اب فدوی مختصر اپنی حالت کہ جو رنگ طبیعت کا ہے عرض کرتا ہے فدوی کی طبیعت اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ جب تک تنہا رہے اور کوئی کام دنیاوی نہ کرے یہاں تک کہ معمولی خورد و نوش کی طرف بھی چنداں التفات نہو تو از حد شوق و ذوق محبت و انس ترقی کرتا جاتا ہے اور اگر کسی خفیف سے کام دنیاوی کی طرف توجہ کیجاوے تو پھر وہ جوش اور رنگ طبیعت کا نہیں رہتا اس امر کا صدہا مرتبہ تجربہ کرچکا ہوں اسی وجہ سے آج تک محروم ہوں نہ جائے رفتن نہ روئے ماندن وائے برحال اُس مسافر کے کہ جسکا ٹٹو (گھوڑا) بہت لاغر اور لنگڑا ہو اور مسافر سفر بھی بے وقت شروع کرے وا حسرتا اُس مسافر کو کب منزل مقصود پر پہونچنے کی امید رکھنی چاہیے زیادہ والسلام۔

تحقیق۔ السلام علیکم۔ حق تعالیٰ رحیم و حکیم ہیں جس شوق ذوق سوز و گداز کو آپ کمال سمجھتے ہیں نہ وہ کمال ہے اور جس خشکی اور سستی کو آپ نقصان سمجھتے ہیں نہ وہ نقصان ہے۔ اگر آپکو وہ کیفیات حاصل نہیں چونکہ

آپ اُن کو بڑی چیز سمجھتے ہیں ضرور عجب پیدا ہوتا خدا تعالیٰ نے عجب سے بچایا جو خدا تعالیٰ کی نعمت ہے اور اسپر شکر واجب نہ کہ بالعکس شکایت کی جاوے۔

آنکس کہ تو نگرت نمے گرداند　　او مصلحت تو از تو بہتر داند

اس مضمون میں یہ باطنی دولت بھی داخل ہے اور جس چیز کو آپ نقصان سمجھ رہے ہیں اگر یہ نہوتی تو آپ میں یہ انکسار نہ پیدا ہوتا جو بڑی نعمت ہے اور اسپر بھی شکر واجب۔ البتہ چونکہ اسمیں احتمال ناشکری کا بھی ہے اسی لیے اب اسکی حقیقت سمجھ لیجئے تاکہ اسپر بھی شکر کیجئے معلوم ہوتا ہے تربیۃ السالک کے مضمون کو آپ ذہن سے نکال دیتے ہیں کلیہ سمجھ لیجئے کہ جو افعال اختیاری ہیں اُن میں اللہ و رسول کے خلاف نہ کیا جاوے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں اُن کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے کام کیے جائیے آپ محروم نہیں ہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً بھی معلوم ہو جاویگا اب تقلیداً مان لیجئے۔

حال ایک التماس اور یہ ہے کہ جس کمرہ میں رہتا ہوں وہاں میرے بچے اور بی بی بھی رہتے ہیں اکثر ذکر کرتے وقت لڑکے حسب معمول پاخانہ پیشاب وغیرہ کے لیئے اُٹھتے یا روتے ہیں تو خیال بٹ جاتا ہے اور بہت برا معلوم ہوتا ہے دوسرا کوئی کمرہ خالی نہیں جس میں تنہائی کے ساتھ پڑھوں خیال ہوتا ہے کہ لڑکوں کا مخل ہونا کوئی خرابی تو نہیں ہے باہر کا کمرہ میرا بالکل تنہائی کا ہے مگر گھر میں لڑکے اکیلے رہیں گے اس خیال سے باہر نہیں جاتا اسکے بارہ میں جیسا ارشاد عالی ہو تعمیل بدل وجان کروں۔

تحقیق۔ بچوں اور بی بی ہی کے پاس رہیے گو طبیعت کو ناگوار ہو مگر اُن کے حقوق کی رعایت سے زیادہ نفع ہوگا۔

حال۔ عرض ہے کہ حضور کے ارشاد کے بموجب بندہ نے دیوبند جا کر حکیم حاجی عظیم الدین صاحب سے اپنی تندرستی کی کیفیت پوچھی انھوں نے دماغ کا کمزور ہونا اور خشکی کا رہنا بتلایا ہے اسکے علاج کی تدبیر کی ہے حضور بھی دعائے خیر فرماویں اور میرے قلب میں جو وساوس شیطانی آتے ہیں اور جو گناہ مجھ سے صادر ہوئے ہیں اُن کے دفعیہ اور معافی کی کیا تدبیر کروں۔ اس کا سخت اندیشہ ہے کہ بعد مرنے کے خرابی ہو میں چاہتا ہوں کہ قبل از موت حسن خاتمہ کے واسطے کچھ سعی کر لوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضور اللہ تعالیٰ کے واسطے اور پھر لکھتا ہوں کہ اللہ ہی کے واسطے میری بابت بذریعہ مکاشفہ کچھ دریافت فرماویں کہ مجھ گنہگار کی نجات کا ہے میں ہے اگر حضور کو منجانب اللہ کچھ القا ہووے تو براہ مہربانی مجھکو اطلاع دیویں میں انشاء اللہ تعالیٰ اُسمیں کوشش کرونگا۔

تحقیق۔ آپنے میری نسبت دو لفظ لکھے ہیں مکاشفہ اور القاریہ آپ کو کس دلیل سے ثابت ہوا کہ میں ان کے ساتھ موصوف ہوں افسوس اگر یہ ثابت بھی ہو جاوے کہ میں صاحب مکاشفہ ہوں تب بھی یہ سوال ہے کہ کیا وحی نے طریقہ نجات کا نہیں بتلایا یا اُسکے بتلانے پر نعوذ باللہ یقین نہیں اس مسئلہ کو بہت جلد سمجھ لو

حال۔ محویت و استغراق کی مفقودیت اب کم ہونے لگی تھی کہ سرپر سرکاری کاروبار کے فرائض کا بوجھ ہونے لگا فرصت کا وقت بالکل کم رہ گیا ہے کیا عرض کروں اپنی بد قسمتی۔

تحقیق۔ اس کلمہ میں خدا تعالیٰ پر الزام ہے کہ میں نے تو کوتاہی نہیں کی خدا تعالیٰ نے میرے لئے یہ نقصان تجویز فرمایا کیونکہ قسمت کے مالک وہی ہیں توبہ کیجئے۔

حال۔ کچھ دنوں سے وہ کیفیت عشقیہ اور وجد یہ کم ہو گئی ہے اس ہفتہ میں احقر کو زکام اور پھر پیچش سے بہت تکلیف رہی مگر اب بفضلہ اچھا ہوں۔ دو دن اخیر شب میں آنکھ لگ گئی ایکدن بعد نماز فجر معمول تسبیح تہلیل و تسبیح اسم ذات دو ضربی کو ادا کیا گیا آج الحمد للہ اپنے سب اوقات ٹھیک ہیں حضور والا بوقت ذکر اسم ذات یکضربی برابر ورد ہے۔ قابل دریافت یہ امر ہے کہ جہر کے ساتھ کرنے میں اور تنہائی میں بھی اکثر حق تعالیٰ شانہ کے کمالات اور جمال بے مثال کیطرف خیال رہتا ہے تو لام موٹا اور کبھی کبھی ہا ادا نہیں ہوتی اور ذکر خفی میں یہ نقصان نہیں ہوتا مگر حسن خیال اور کشش میں بہت ہی کمی ہوتی ہے اب جو جناب حضور فرماویں یا کبھی اسکو اور کبھی اس کو جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

تحقیق۔ مخارج و صفات و کیفیات کی طرف التفات نہ کیجئے جس طریق میں جمعیت و نشاط ہو وہی کیجئے کسی کیفیت کا کوئی خاص رنگ مقصود نہیں جس کا تبدل قابل اہتمام ہو یہ سب محبت کے الوان ہیں خواہ چناں باشد یا چنیں باشد۔ باقی دعائے خیر کرتا ہوں۔

حال۔ نماز میں حتی المقدور خشوع و خضوع کی بجد کوشش اور فکر کرتا ہوں صورۃً تو شاید نجاتی ہو مگر حقیقت کا کہیں پتہ نہیں چلتا بالآخر بزبان حال بکمال عجز و ندامت عرض کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ میری طاقت سے باہر ہے اور کامل نماز کی توفیق عنایت فرمائے۔

تحقیق۔ نماز کی تکمیل جس طرح حضور قلب سے ہوتی ہے ندم و نیاز سے بھی ویسا ہی تدارک نقصان ہو جاتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی عطا ہو جاویگا۔

(باقی آئندہ)

حیۃ تلدغہ وہو متألم بذلک وانت تری ظاہرہ ساکنا واذا کان العذاب من الم اللدغ فلا فرق بین حیۃ
تتخیل او تشاہد المقام الثالث انک تعلم ان الحیۃ بنفسہا لا تولم بل الذی یلقاک منہا وہو السم ثم السم لیس ہو
الالم بل عذابک فی الاثر الذی یحصل فیک من السم فلو حصل مثل ذلک الاثر من غیر سم لکان العذاب
قد توفر وہذہ الصفات المہلکات تنقلب موذیات ومولمات فی النفس عند الموت فتکون آلامہا کالام
لدغ الحیات من غیر وجود حیات آہ ملخصاً وفیہ کتاب قواعد العقائد عذاب القبر وہو ممکن فیجب التصدیق
بہ ولا یمنع من التصدیق بہ تفرق اجزاء المیت فی بطون السباع وحواصل الطیور فان المدرک لالم العذاب من
الحیوان اجزاء مخصوصۃ یقدر اللہ تعالیٰ علی اعادۃ الادراک الیہا۔ ان عبارات سے تصریحاً ثابت ہے کہ حضرت
امام رح عذاب قبر کے اسی طریق سے قائل ہیں جس طرح جمہور اہل اسلام اور تصریحاً اسی طریق کو اظہر اور اصح
اور اسلم تبلا رہے ہیں اور باقی طرق کو غیر اظہر اور غیر اصح اور غیر اسلم فرماتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے گو بالکل انکار سے
وہی طرق غنیمت ہیں جب یہ تمہید ہو چکا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ اگر ان کے کلام میں اس طریق اصح کے علاوہ
کوئی دوسرا طریق مذکور ہو جیسا سوال کی عبارت میں ہے تو تعارض سے تطابق مقدم ہوگا اور تطابق
میں محتمل کو صریح کی طرف راجع کیا جاتا ہے نہ کہ بالعکس پس عبارت مندرجہ سوال میں تاویل واجب ہوگی اور
یہ جب ہے کہ نقل صحیح اور تام ہو اور اگر صحیح نہ ہو گو یہ احتمال بعید ہے یا تام نہ ہو جیسا کہ احتمال قریب ہے تو صحیح نقل
واتمام نقل کی ضرورت ہے اسکے بعد شاید مستقل تاویل کی ضرورت نہ رہے اور اگر اسکو صحیح اور تمام بھی مان
لیا جاوے تب بھی تاویل اسکی بالکل ظاہر ہے وہ یہ کہ قوت وہمیہ سے مراد قوت اختراعیہ لغیر الواقعیات نہیں
بلکہ قوت مدرکہ للمعانی الجزئیۃ ہے جیسا کہ فلاسفہ کی اصطلاح ہے اور یہ ادراک سب کے لئے عام ہے معتقدین کے
لئے تو ظاہر اور منکرین کے لیئے اس عبارت سے ثابت ہے وہی (ای النفس مومنۃ کانت او کافرۃ)
عند الموت عالمۃ الی قولہ بتوہمہ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ موت کے وقت سبکو حقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔
گو حیات میں انکار کرتا ہو کما قال تعالیٰ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ علی احد
التفسیرین وہو ظاہر ومشاہد پس اس سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ مثلاً ملاحدہ یورپ الخ اور امام کا قول
اجزاء مخصوصۃ یقدر اللہ تعالیٰ الخ سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ وہ اجسام کہ بعد الممات الخ وجہ دفع یہ ہے کہ حرق
سے انعدام نہیں ہوتا استحالہ ہوتا ہے پس اجزاء باقی ہیں اور وہ اجزاء جہاں ہیں وہی انکی قبر ہے حقیقت
قبر کی محل وجود میت ہے۔

۱۶۱

سوال - بعض مواضع میں بعد دفن میت کے آلات کھودنے کے قبر کے سر سے پاؤں کی طرف ڈالتے ہیں اور ایک پشتو کے گمنام رسالہ دو ورقہ میں یہ حدیث لکھی ہے لقولہ علیہ السلام من رش الماء علی القبر من الراس الی الرجل والتی آلتہ حفر بہا القبر امنہ اللہ من عذاب القبر۔ صدہا کتب فقہ و حدیث و تفاسیر و سیر میں یہ حدیث تبد بر دیکھی گئی مگر کہیں پتہ نہ چلا بعض لوگ خزانۃ الروایۃ کی طرف نسبت کرتے ہیں جناب کی رائے کیا ہے یہ فعل درست ہے یا کہ بدعت سیئہ اور یہ حدیث کہیں نظر فیض اثر سے گذری ہے یا نہیں اسکو موضوع کہیں یا کیا بینوا توجروا (۲) جمیع کتب فقہ میں لکھا ہے کہ خطبہ نکاح نہیں بلکہ استنکاح ہے مگر ہدایہ مولانا عبدالحی چھاپ کی کتاب العدۃ قولہ ولا تخطب المعتدۃ کے نیچے بحوالہ عینی لکھا ہے الخطبۃ التزوج ونکاح المعتدات لا یجوز) اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے یہاں کے بعض بعض مولوی اسی عبارت سے خطبہ کو نکاح سمجھکر طرح طرح کے مباحث اور جدال برپا کر رہے ہیں اور بنت کے خطبہ کو نکاح جانکر اسکی والدہ کو حرام کہہ رہے ہیں جناب اسمیں کوئی کافی تحریر بحوالہ کتب عنایت فرمائیں یہ عبارت ساری کتب معتبرہ سے مخالف ہے۔

الجواب (۱) یہ حدیث کہیں نظر سے نہیں گذری جو اس سے احتجاج کرتے ہیں ان کے ذمہ اسکی سند ہے (۲) آپ اس عبارت کو خود دیکھکر پوری لکھیئے میرے پاس کتاب نہیں ہے اسلیئے عبارت معلوم نہیں کر سکا لیکن مطلب یہ ہے کہ خطبہ حکم تزوج میں ہے اور تزوج معتدہ کا جائز نہیں لہذا خطبہ اسکا جائز نہیں اور جو من کل الوجوہ اس کو نکاح کہتے ہیں ان سے پوچھیئے کہ نکاح کی تعریف کیا ہے اور آیا وہ خطبہ پر صادق ہے یا نہیں۔

۱۹۴

سوال - مشرقی بنگال میں اکثر منگل کے روز روزہ رکھکر جمعرات کو عید کی اب ہم لوگ جو پیر کو روزہ جو نہیں رکھا اور بدھ کو عید نہ کر کے جو روزہ رکھا اسمیں ہم سب گنہگار ہوئے یا کیا۔

جواب اگر پیر کے روز کی خبر معتبر طور سے آگئی تو ایک روزہ قضا کرنا ہوگا اور بدھ کے روزہ سے نہ تو گناہ ہوگا اور نہ پیر کے روزہ کے عوض محسوب ہوگا۔

سوال - صرف یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں یہ (لا) علامت ہو اس جگہہ وقف کرنا یا نہ کرنا حضرت رسالتمآب ﷺ وقف فرماتے تھے یہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے لیکن علماء و حفاظ گجرات وقف سے یہاں منع کرتے ہیں لہذا حضور سے دریافت کیا گیا ہے۔

جواب نہ کرنا اولیٰ ہے مگر جہاں منقول ہو وہاں کرنا اولیٰ ہے۔

سوال۔ ایک چھوٹا گاؤں ہے جسکو ہر شخص گاؤں کہتا ہے کوئی بھی شہر یا قصبہ نہیں کہتا ہے اسمیں تین مسجدیں ہیں اور اگر وہاں کے رہنے والے وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں تو وہاں جمعہ قائم کرنا بحسب روایت ذیل کے صحیح ہوگا یا نہیں درمختار میں ہے المصر وہو مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ الخ یا علاوہ اس تعریف کے کوئی اور قید بھی ہے تو بیان فرماویں تتمہ سوال قول البدیع صلا۶ میں ہے کہ یہ اختلاف عنوان ہے نہ معنون اور علامہ شامی نے تحت قول درمختار یہ لکھا ہے (قولہ مالا یسع الخ) ہذا یصدق علیٰ کثیر من قری۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری تعریفیں ان اکثر قری پر صادق نہیں آتیں تو اگر ما بین اس تعریف اور دوسری تعریفوں کے تباین نہیں ہے تو عموم وخصوص ضرور ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ اختلاف معنون بھی ہے نہ فقط عنوان اس کا تشفیہ فرماویں۔

الجواب ان تعریفات میں احتمال دونوں ہیں اختلاف عنوان و اختلاف معنون تو شامی یا طحطاوی کا اختلاف معنون سمجھنا دوسروں پر حجت نہیں کیونکہ یہ ایک توجیہ ہے فتویٰ اور حکم نہیں ہے پس وہ تطبیق کے قائل نہ ہونگے ہم تطبیق کے قائل ہیں رہا یہ کہ عدم قول بالتطبیق کے بعد اُن کا فتویٰ کیا ہے یہ الگ بات ہے اور بعد اللتیا والتی خلاصہ یہ ہے کہ احقر کی توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ مصر کی تعریف فقہا ءحنفیہ میں مختلف فیہ نہیں ہے سو اگر کسی مصنف و محشی کے نزدیک مختلف فیہ ہو تو ہم کو کیا مضر ہو ہم اُس مختلف فیہ میں بدلیل ایک کو ترجیح دیں گے

۱۶۳

سوال اور ثانیاً یہ کہ جب یہ سلطان اور والی متقلد امام ابوحنیفہ ہوں تو اُن کو اپنے امام کے مذہب کے خلاف کس مبنیٰ پر اذن اقامت جمعہ فی القریٰ کی گنجایش ہوگی۔ کما فی الدر المختار واما المقلد فلا ینفذ قضاءہ بخلاف مذہبہ اصلا کما فی القنیۃ قلت ولاسیما فی زماننا اور اگر خلاف مذہب امام رح کے یا شافعی مذہب وغیرہ ہونے کی وجہ سے اذن اقامت جمعہ فی القریٰ دیں تو مقلد حنفیہ کے لئے بھی یہی اذن صحت جمعہ فی القریٰ کا موجب ہوگا؟

جواب۔ یہ الگ بات ہے کہ خود سلطان وغیرہ کے لئے یہ فعل کس حالت میں کیسا ہے اس حکم کا حاصل تو صرف یہ ہے کہ اگر سلطان ایسا کرے تو اُس کا اثر کیا ہوگا سو اثر اُسکا صحت جمعہ ہے اور اس اثر کو قبول کرنا خود اتباع ہے مذہب حنفی کا گو وہ فعل سلطان کا مذہب کے موافق کسی خاص حالت میں نہو اور درمختار کی عبارت اسکے معارض نہیں کیونکہ مراد اس سے وہ مقلد ہے جسکو سلطان نے تولیت کے وقت قضا بخلاف مذہبہ سے منع کردیا صراحۃً یا دلالۃً ورنہ اگر سلطان اس کا اذن دیدے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور سلطان چونکہ کوئی والی نہیں ہوتا اُسکا اذن مطلقاً نافذ ہے

سوال ثالثاً یہ کہ وہ کون سے قریٰ ہیں جن میں اذن سے صحت جمعہ ہوتی ہے علی العموم خواہ دس بارہ گھر ہی ہوں یا انکی کوئی تخصیص ہے۔

جواب۔ صرف ایک تخصیص ہے یعنی وہ قریہ ایسا ہو جہاں کسی نہ کسی مجتہد کے نزدیک جمعہ صحیح ہوتا ہو اور یہ امر مذاہب اربعہ کی کتب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ مبنی اس فرع کا یہ اصل ہے کہ الحکم اذا لاقی فصلاً مجتہداً فیہ نفذ۔

سوال۔ ایک شخص نے ایک یتیم خانہ قائم کیا ہے اور وہ مسلمانوں سے زکوۃ صدقہ فطر چرم قربانی کا روپیہ لیکر ان یتیم بچوں کے واسطے کھانے کپڑے کا انتظام بطور خود کرتا ہے بچوں کے ہاتھ میں روپیہ پیسہ نہیں دیتا ہے اور نہ وہ روپیہ زکوۃ کا کسی اور کو دیکر حیلہ تملیک کرتا ہے دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ ایسا روپیہ کسی مستحق زکوۃ کو تملیک کرا کر یتیم بچوں کے واسطے خرچ کرنا چاہیے ورنہ زکوۃ دینے والوں کی ادا نہ ہوگی پس ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

جواب۔ تملیک ان سب رقموں میں شرط ہے خواہ روپیہ کی ہو یا روپیہ سے جو چیز خریدی جاوے اُس چیز کی ہو مثلاً اگر کپڑا دیدیا مگر اسمیں چند شرطیں ہیں اول یہ کہ اہل رقم کا اذن ہو اس خریداری کے لیے دوسرے یہ کہ وہ چیز قیمت میں اُس رقم کی برابر ہو۔ تیسری یہ کہ اُن بچوں کی ملک کیجاوے مثلاً اگر کھانا بٹھلا کر کھلادے تو ادا نہ ہوگی۔ نیز لکڑی وغیرہ کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا۔

سوال۔ نابالغ یتیم بچہ کو زکوۃ دینے سے ادا ہو جائیگی یا نہیں۔

جواب۔ ہو جاوے گی بشرطیکہ مصرف زکوۃ کا ہو۔

سوال۔ دہلی کی جوتی نوکدار کامدار جوکہ مرد پہنتے ہیں اگر اُس جوتی کی ایڑی بٹھا کر عورت پہنے تو جائز ہوگا یا نہیں۔

جواب۔ ہیں تو جائز سمجھتا ہوں۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک مسلمان والی ملک جسکی خصوصیات یہ ہیں کہ شراب پیتا ہے اور پی کر عالم بدمستی میں اپنے اعیان اور مصاحبین کی ہتک کرتا ہے چار سے زائد بیبیاں کر کے علی الاعلان شریعت اسلامیہ کی مخالفت کرتا ہے اُسکی مملکت میں شراب و زنا کے متعلق احکام شرعیہ جاری نہیں ہیں نہ مرافعات دیوانی و فوجداری میں مطابق شرع شریعت تصفیہ ہوتا ہے اور نیز ان عدالتوں کے حاکم دیندار

(باقی آئندہ)

۱۶۴

(سلسلہ کے لئے دیکھو ص ۶ جلد ۴ الامداد)

سوال - حضور عالی دریں روزگار عہدۂ قضا کہ عالمگیر ست مولویاں بخواہش تمام اختیار می کنند ایں عہدہ جائز است یا نہ و نیز گورنمنٹ قانون نافذ ساختہ کہ در ہر دلیل نکاح یا طلاق یک روپیہ فیس گرفتہ شود لیکن قاضیاں زائد از مقدار معین می گیرند و بعض قاضی می گویند کہ قانون سرکاری در حلت و حرمت شرع نیست چہ حلت و حرمت شرعی است نہ سرکاری نیز می گویند کہ ملایان در خواندن نکاح دو سہ روپیہ جبراً می گیرند و ایں باتفاق علما درست است و رجسٹری نکاح نیز از ہمیں قبیل است پس چرا جائز نخواہد شد امید کہ جواب مرحمت فرمایند بینوا توجروا۔

الجواب من مولانا محمد اسحاق

اجرت نکاح خوانی مثل اجرت دیگر امور مباحہ است نہ ایں استیجار علی الطاعات است و نہ استیجار علی المعصیت کہ ناجائز باشد پس اگر بتراضی طرفین اجرتے مقرر شود بشرطیکہ دراں جبر و اثر وجاہت وغیرہ نباشد جائز است لیکن نکاح خوانان طریقہ جبر و تعدی و تنادی اختیار نمود لہذا مفسدہا برپا می شوند و غریب رعایا بجاں می آیند لہذا احکام وقت نکاح خوانی را تحت ضابطہ آوردہ شخصیکہ بزعم ایشاں معتبر می دانند چند دیہات یا محلات متعلق می کنند کہ ساکنان آنجا خواہند کہ از ضابطگی فلاں فلاں کساں رستگاری می خواہند پس فلان شخص را طلبیدہ رجسٹری نکاح کنند و باضابطہ رسید وغیرہ گیرند کہ اگر نوبت بخصومت رسد یا واقعہ پیش آید پس بذریعہ بہی سرکاری اثباتش متعسر نباشد یا قاضی معتمد مددش کند و ہرگاہ مقصود رفاہ عام است و از عدم تحدید اجرت سلوک طریق جبر و تعدی ممکن بود لہذا فیس نکاح مقرر شدہ کہ عام رعایا آگاہ شدہ بسہولت بانجام دہی امر نکاح قادر شوند و تحدید فیس از روی فقہ نیز درست است چنانچہ در قسمت اموال فی الہدایہ ص ۳۹۴ کتاب القسمۃ وینبغی للقاضی ان ینصب قاسما یرزقہ من بیت المال لیقسم بین الناس بغیر اجر لان القسمۃ من جنس عمل القضاء من حیث یتم بہ قطع المنازعۃ فاشبہ رزق القاضی فان لم یفعل نصب قاسما یقسم بالاجر معناہ باجر علی المتقاسمین لان النفع لہم علی الخصوص ویقدر اجر مثلہ کیلا یتحکم بالزیادۃ الخ پس غرضے را کہ مد نظر داشتہ احداث ایں عہدہ شدہ یعنی از اثر وجاہت خویش قضاۃ اجرت زائد نگیرند بلکہ از یں ممنوع اند پس اگر قضاۃ زمانہ برخلاف آں روند پس علاوہ قلب موضوع و خلاف ورزی حکام مخالف روایت فقہی نیز ہست پس آنانکہ از فیس مقررہ زائد میگیرند اگر از طیب نفس اہل نکاح می دہند (وایں تقریبا مفقود)

۵۳

جائز شدن می توانند و اگر بغیر طیب نفس از اثر وجاہت خود زر از اجرت مقررہ زائدی گیرند ہمانا کہ رشوت ست
پس اگر ایں عہدہ قضا را کہ حسب قانون ایجادش شدہ قضاۃ زمانہ جائز می پندارند پس آثارش راکہ مترتب
بر آنست چرا منکر اند حالیکہ عہدہ وفیس ہر دو از قانون سرکاری مستفاد شدہ پس قانون در جواز ایں عہدہ
موثر باشد و در حکمش کہ ثمرہ آنست موثر نباشد چہ معنی دارد بہرحال قبول عہدہ قضا درست است و بر فیس معینہ
کہ یکروپیہ است زیادہ گرفتن بغیر طیب نفس رشوت است قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم
بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ واللہ اعلم۔

تصحیح از صاحب فتاوے

جواب صحیح است آری بعض اجزای جواب قابل توضیح ست قولہ ۱ فی الجواب اگر بتراضی طرفین الخ فی الحال
مشاہدست کہ عاقد ایں اجارہ بتقاضی ولی دختر می باشد و اجرت از زوج یا ولی او بجبر می دہانند
قولہ ۲ فی الجواب ساکنان آنجا اگر خواہند الخ فی الحال مشاہدست کہ اگر اہل معاملہ نخواہند تاہم قضاۃ یا
نائبان ایشان بر آناں جبر می کنند و درج رجسٹر کردہ فیس و اجرت می گیرند و ایں حرام ست و ہمچنیں اگر دیگری
نکاح خواند ہم می گیرند خواہ نائب او باشد یا اجنبی و ہمچنیں از نائب خود باوجود عدم عمل روپیہ می گیرد
محض بر بنائی انابت و ایں صریح رشوت ست قولہ ۳ فی الجواب از عدم تجدید اجرت سلوک طریق الخ
فی الحال ایں تجدید موجب تعدی شدہ کہ اگر اہل معاملہ بر آں بقدار راضی نباشند قضاۃ بجبر می گیرند و
مثل آں دیگر مفاسد نیز ہست پس اسلم واسد للباب ہمیں ست کہ نہ قبول ایں عہدہ منع کردہ شود۔

اشرف علی ۹ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

تمام شد حصہ سادسہ۔ حوادث الفتاوے۔

حصۂ سابعہ حوادث الفتاوی

از ۳۳ھ ۱۳۳۷ھ

ملاحظہ ہو تمہید حصۂ ثانیہ

سوال زید نے بوجہ شدۃ اضطراب مقلہ عین نکلوایا۔ اب مصنوعی مقلہ اُسکے مقام پر رکھوانا چاہتا ہے کیا یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں ہے سونے کی ناک بنوا لینے کی اجازت جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دی تھی مقلہ کو اسپر قیاس کیا جاسکتا ہے یا نہ۔ عمرو کہتا ہے ناک کے عضو میں (جسکی اجازت آنجناب نے دی تھی) قوت شامہ نہیں ہوتی اور مقلہ میں قوت باصرہ ہوتی ہے پس مقلہ کو اسپر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور مقلہ بنانا تصویر بنانے کے حکم میں ہے پس ناجائز ہے کیا عمرو کا قول صحیح تو نہیں ہے۔

الجواب۔ مجیب کا فتوی صحیح ہے اور محرم سے سوال کیا جاوے کہ کیا مقلہ پر حیوان ذی روح صادق آتا ہے نیز مقلہ میں جو بصارت حیوانی ہوتی ہے آیا صانع مقلہ کی وضع کی ہوئی ہے یا جو بصارت مودعہ حق مجی فی الدماغ ہے یہ مقلہ محض اُس کا طریق و محل ہے اول باطل ہے۔ اور ثانی پر آنکھ بنانا یعنی قدح بھی ناجائز ہوگا واللازم باطل فکذا الملزوم واللہ اعلم۔ نیز جو علت وعید تصویر کی آئی ہے کہ فقال احیوا ما خلقتم اسپر نظر کرکے جس عضو میں مصور حیات پیدا کرسکے اسپر وعید ہونا چاہیے اور انف میں ہونا چاہیے

سوال میں نے حصول معاش کے لیے ایک چھوٹی سی مشین آٹا پیسنے والی لگائی ہوئی ہے اسپر دو ملازم کام کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہیں اُن میں سے اگر کوئی یکلخت بغیر مجھے اطلاع دیئے نوکری چھوڑ دے تو مجھے ذیل کی تکالیف کا سامنا ہوتا ہے (۱) کچھ وقت کے لیے کام رک جاتا ہے (۲) سر دست آدمی تلاش کرنا پڑتا ہے (۳) جلدی اگر ملازم تلاش کرکے رکھا جائے تو گاہے گراں یا خلاف مرضی ملتا ہے (۴) آدمی ملازم اگر نہ ملے تو مجبورًا روزانہ مزدوری پر مزدور لگانا پڑتا ہے جو مقررہ ماہوار تنخواہ سے گراں پڑتا ہے (۵) چونکہ مزدور یا ملازم جدید کام سے ناواقف ہوتا ہے اسلیے مجھے خود اس کو سکھانے اور نیز کل کام کیطرف مزید غور رکھنے کی ایک عرصہ تک ضرورت رہتی ہے جس سے مجھے خود زیادہ تکلیف ہوتی ہے وغیرہ۔

الغرض ان واقعات کو دیکھکر میں اب جو ملازم نیا رکھتا ہوں تو اُس سے یہ یا اسطرح کا عہد کرلیتا ہوں کہ جب

تمہارا ارادہ یہ ملازمت چھوڑ دینے کا ہو تو اُس سے پندرہ دن پہلے مجھے اسکی بابت اطلاع دینا تاکہ میں اپنا اور انتظام کرلوں اور اگر تم یک لخت بغیر اطلاع دینے کے ہٹ گئے تو چونکہ اس سے میرا حرج ہوتا ہی اس لیئے یہ جرمانہ ایک روپیہ یا دو روپیہ (جو زبانی مقرر کرلیتا ہوں) اس یک لخت ہٹنے سے جو تکلیف اور حرج مجھے پہونچیگا اسکے عوض تم سے لوں گا جسکو ملازم تسلیم کری تو یہ مقررہ جرمانہ اس سے یعنی ملازم سے مجھے لینا جبکہ وہ اپنے عہدہ پر قائم نہ رہے یک لخت ہٹ جاوے جس سے مجھے تکلیف اور حرج پہونچے جائز ہے یا نہیں (**نوٹ**) ہر بار حرج کا اندازہ کہ اس ملازم کے یکلخت ہٹنے سے مجھے کسقدر حرج پہونچا ہی ایک نہایت دشوار امر ہے سب سے زیادہ مجھے مشکل وہ ہوتی ہے جو میں نے ۵ میں بیان کی اور ساتھ ہی بقیہ مشکلات بھی جو سابق عرض کروی گئیں تو اس حرج میں نظر عمیق کرنے کے بجای میں نے یہ آسان امر دیکھا کہ ایک تعداد جرمانہ کی مقرر کرکے آپس میں عہد کرلیں اور فریقین تسلیم کرلیں اگر یہ صورت جائز نہو تو اور جس طرح جائز ہو اُس سے مجھے مطلع فرماویں تاکہ اُسطرح عملدرآمد کرلوں۔

الجواب چونکہ تعزیر بالمال حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہی یہ اسلیئے بھی اور نیز اس فعل کا ما علیہ التعزیر ہونا بھی صریح نہیں اس لئے بھی یہ قواعد کی رو سے ناجائز اور رشوت ہے مگر ضرورت کے سبب ایک حیلہ سے اس میں ایک خاص طور پر گنجائش ہوسکتی ہے وہ یہ کہ فقہار نے دو مختلف صورتوں میں دو مختلف اجرتیں مقرر کرنے کو جائز لکھا ہے سو اگر یوں کہہ لیا جائے کہ اگر ٹھیک ٹھیک موافق معاہدہ کے کام کرتا رہا اور نوکری بھی اگر چھوڑی تو موافق معاہدہ کے چھوڑی تب تو تمہاری اجرت تمام ایام کی اس حساب سے ہوگی مثلاً دس روپیہ ماہوار اور اگر تم نے خلاف معاہدہ کیا تو اُس مہینہ کی یا اُس سے پہلے مہینہ کی اجرت آٹھ روپیہ ماہوار ہوگی تو حاصل وہی نکل آیا اور قواعد پر منطبق ہوگا۔ احتیاطاً دوسرے علماء سے بھی تحقیق فرما لیجئے

سوال۔ میں نے تین کاشتکار کو اراضی سے بیدخل کرنے کے لیئے نالش تیار کی کہ باضابطہ بیدخل کردیا جاوے ورنہ تو تین سال میں موروثی ہوجاتی ہے اور اس زمینداری میں چند شرکار بھی ہیں جب انمیں سے ایک کاشتکار کو خبر ہوئی تو اُس نے مجھے دس روپیہ نذرانہ دیئے ہیں کہ مجھکو بیدخل نہ کرو چنانچہ میں نے دس روپیہ لے لئے اور نالش نہیں کی اور یہ سوچ لیا ہے کہ اگر آئندہ اسپر نالش کروں گا تو اُسکا روپیہ واپس کردوں گا ورنہ نہیں اسمیں مجھے شبہ ہے کہ جائز ہی یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو ابھی واپس کردوں گا۔

الجواب۔ یہ ناجائز ہی مگر ایک تاویل سے جواز ہوسکتا ہے وہ یہ کہ اُس سے جو اُجرت زمین کی ٹھیری ہوئی

ابوابُ الطلاق وما یلحق بہ

ابواب احکام میں سے یہ باب بھی ایک وسیع باب ہے اس لیئے اسکی کوتاہیاں اور غلطیاں بھی اہتمام کے ساتھ ظاہر کرنے کے قابل ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک غلطی یہ ہے کہ اسکے ایقاع کے متعلق بہت افراط و تفریط ہو رہا ہے چنانچہ بعضے لوگ تو طلاق دینے کو اسقدر عار و عیب سمجھتے ہیں کہ خواہ کیسی ہی مصلحت و ضرورت ہو اور خواہ باہم زوجین میں کتنی ہی نااتفاقی ہو جس سے ایک یا دونوں حقوق زوجیہ کے ادا کرنے سے قاصر ہوں اور خواہ زوجہ میں کسی درجہ کی بددینی ہو جسکی اصلاح شوہر کی قدرت سے خارج ہو گئی ہو اور یہی اسباب ہیں مشروعیۃ طلاق کے (چنانچہ عورت کے موذی ہونے یا بالکلیہ تارک صلوٰۃ ہونے کی صورت میں فقہاء نے طلاق کو مستحب اور عورت کے حقوق ادا نہ ہو سکنے کی صورت میں واجب کہا ہے کما فی ردالمحتار) مگر پھر بھی خلاف وضع خاندانی ہونے کے خیال سے اس کو گوارا نہیں کرتے اور عمر بھر اپنی زندگی یا زوجہ کی زندگی تلخ کرتے ہیں اور اس ناگواری کا سبب اُس کا ابغض المباحات ہونا نہیں ہے کیونکہ ان مصالح و ضرورت کے وقت وہ مباح مطلق ہے بلا مبغوضیت کے اور جب اُس کا استحباب یا وجوب بعض صورتوں میں ثابت ہے اور استحباب و وجوب کا مبغوضیت کے ساتھ مجتمع ہونا محال ہے اور قرآن مجید میں نص ہے لاجناح علیکم ان طلقتم النساء الآیۃ اور حدیث رزین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا پھر اُن کے عرض کرنے پر طلاق نہیں دیا (کذا فی المشکوٰۃ) اسی طرح صحابہ سے بکثرت منقول ہے (کذا فی رد المحتار) تو پھر علی الاطلاق اسکو مبغوض کیسے کہہ سکتے ہیں بلکہ یہ مبغوضیت اسی صورت میں ہے جبکہ کوئی داعی معتد بہ نہو اس وقت بیشک مکروہ ہے (نقلہ فی الدر المختار عن الکمال) اور حلال ہونا مبغوضیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ حلال مکروہ کو بھی شامل ہے تو حلال کی تعبیر یہ ہو گی مالیس فعلہ بلازم الشامل للمباح والمندوب والواجب والمکروہ کما قالہ الشمنی (نقلہ فی ردالمحتار عن البحر) اور اس کو اس درجہ میں معیوب سمجھنے پر مفاسد عملیہ یہ متفرع ہوتے ہیں کہ ایسے لوگ اگر کبھی جوش غضب میں مغلوب ہو کر طلاق دیکر گذرتے ہیں تب بھی لحوق عار سے بچنے کے لیئے اُسکو دبانے کی کوشش کرتے ہیں اور خواہ شرعاً اُس کا تدارک ممکن ہو یا نہو مگر وہ اُس کا قصد کرتے ہیں چنانچہ اکثر باوجود تین طلاق واقع ہو جانے کے اُسکو چھپ

69

اپنے گھر بی بی بنا کر رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ چھوڑنے میں ذلت و بدنامی ہے اور افسوس ہو کہ بدکاری میں ذلت و بدنامی نہیں سمجھتے حالانکہ اسمیں طلاق دینے سے زیادہ ذلت و بدنامی ہے دنیا میں بھی اور آخرت کی رسوائی و عقوبت کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں نہ جس قدر ہوگی پھر ان میں جو بد دین و بیباک ہیں انکو تو حلال و حرام کی کچھ پرواہ ہی نہیں کھلم کھلا حرام کرتے ہیں پھر اگر عورت بھی ایسی ہی ہوتی تب تو خوشی بخوشی حرام کا کارخانہ قائم رہتا ہے اور اولاد حرام کی ہوتی چلی جاتی ہے اور اگر عورت خدا ترس ہوئی اور اس نے کچھ عذر و انکار کیا تو اُسپر ظلم کیا جاتا ہے اور دوہرے گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے زنا بھی اور ظلم بھی۔ مگر عورت پر واجب ہے کہ جسقدر قدرت ہو اُس سے بچے اور جب تک جان کا اندیشہ نہو اُس سے موافقت نہ کرے اور جو ذرا دین کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ اول تو تدارک کرنے کیلئے طرح طرح کی تدبیریں سوچتے ہیں خواہ چلیں یا نہ چلیں مثلاً کسی مجتہد جدید سے سُن لیا کہ تین طلاقیں ایک دم سے دینے سے ایک ہی طلاق ہوتا ہے جسمیں رجعت یا تجدید نکاح بلا حلالہ جائز ہے بس اسی قول کو لے لیا اور کہتے ہیں کہ آخر یہ بھی تو عالم ہیں ان کے قول پر بھی عمل جائز ہے حالانکہ اپنے محل پر ثابت ہوچکا ہے کہ یہ قول بالکل صحیح نہیں اور نہ اسپر عمل جائز ہے وانظر بالنقل فی رد المحتار عن الفتح فی اول کتاب الطلاق (ج ص ۶۸۵) یہ تو مدعیان علم کے حیلے ہیں اور جہلا اور بھی حیلا نہ باتیں نکال کر اہل فتوی سے مزاحمت کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ صاحب نیت تھوڑا ہی تھی طلاق دینے کی حالانکہ طلاق صریح میں نیت شرط ہی نہیں کوئی کہتا ہے کہ صاحب ویسے ہی غصہ میں نکل گیا تھا خوشی سے نہیں کہا حالانکہ طلاق کا غصہ میں بھی وقوع ہوجاتا ہے کوئی کہتا ہے کہ عورت کا کچھ قصور نہ تھا اس لیے طلاق نہ ہونا چاہیے حالانکہ اسمیں بھی طلاق واقع ہوجاتا ہے غایت ما فی الباب ایسی طلاق کو مکروہ کہینگے مگر وقوع میں کوئی شبہ نہیں اور جب سب تدبیروں میں ناکامی ہوتی ہے بس اخیر فیصلہ ان لوگوں کے یہاں یہ ہوتا ہے (اور بعض جگہہ خود عورتیں اسکی درخواست کرتی ہیں) کہ خیر میاں بی بی کیطرح نہ رہینگے مگر گھر ہی میں رکھلیجائے اور نان و نفقہ دیا جایا کرے تاکہ طلاق کا نام نہو اور دوسرے نکاح کی حاجت نہو کیونکہ اُس کو بھی عیب سمجھتے ہیں سو اس عمل میں اسطرح کے مفاسد ہیں مثلاً ایک مکان میں رہنے کی صورت میں کچھ بعید نہیں کہ کسی وقت خلوت ہو کہ اُس مکان میں بجز اُس مرد و عورت کے کوئی نہ رہے تو خلوت بالاجنبیہ لازم آتی ہے جو کہ حرام ہے پھر چونکہ ان مرد و عورت

میں ایک زمانہ تک بے تکلفی رہ چکی ہے اس لیئے دوسری اجنبیات کی نسبت اسمیں زیادہ احتمال ہے کہ
یہ دونوں کسی فتنہ میں مبتلا ہو جاویں نیز اپنی تیج بھرنے کے لیئے مرد کو تمام عمر کے لیئے نان ونفقہ کا
مقید کیا جاتا ہے اور عورت کو تمام عمر کے لیئے نکاح سے محبوس کیا جاتا ہے پہلا فعل گویا مباح کا ایجاب ہے
اور دوسرا فعل گویا مباح کی تحریم ہے اور دونوں میں عملاً اعتداء عن الحدود ہے جو کہ قصداً مذموم ہے اور
اسی عار سمجھنے کی فرع یہ ہے کہ بعض اوقات زوجہ سے شرعاً تمتع جائز نہیں رہتا مگر اس کو طلاق نہیں
دیا جاتا پس وہ نہ اسکے کام کی رہی نہ دوسرے کے کام کی۔ مثلاً یہ عورت زوج پر حرمت مصاہرۃ
کے سبب حرام ہو گئی اور حرمت مصاہرۃ سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا صرح الفقہاء بہ مگر تمتع بھی اس سے
درست نہیں رہتا۔ ایسی صورت میں بجز طلاق دینے کے کوئی صورت نہیں مگر اس عار کے سبب طلاق
نہیں دیتے پھر یا تو اس سے متمتع ہوتے رہتے ہیں اور یا اسکو معلقہ کر کے گھر میں ڈالے رکھتے ہیں یہ تو اہل افراط کی حالت ہے
بعض لوگ اسکے مقابلہ میں یہ تفریط کرتے ہیں کہ طلاق دینے سے ذرا نہیں رکتے انکے لیئے ادنی بہانا کافی
ہو جاتا ہے اور ذرا نہیں سوچتے حالانکہ بلا سبب قوی اسکی اجازت نہیں حدیث ابغض الحلال الی اللہ الطلاق
(رواہ ابو داؤد) اسی صورت میں ہے اور ایسی ہی طلاق سے اس آیت میں منع فرمایا ہے فان اطعنکم
فلا تبغوا علیہن سبیلا ای لا تطلبوا الفراق (فسرہ الشامی) اور ایسی طلاق بلا وجہ میں اتنے ممنوعات
کا ارتکاب ہے۔ حماقت وسفاہت رای وکفران نعمت نکاح وایذا رسانی بزوجہ وبخاندان زوجہ وبہ اولاد
زوجہ (کذا فی رد المحتار) اور زوجہ کو ذلیل اور بدنام کرنا علاوہ براں کیونکہ کوئی اسپر شبہ بدکاری کا کرے گا
کوئی بدخلقی کا کریگا تو دوسری جگہ اس کا نکاح مشکل ہوگا تو تمام عمر اسکی مصیبت میں گذریگی اس مقام
پر مجھکو ایک عبارت یاد آئی جو میرے ایک دوست نے میرے پاس اس مضمون کے متعلق لکھکر بھیجی تھی
اسکو نقل کرتا ہوں۔ فی فتح القدیر فمن الحاجۃ المبیحۃ ان یلقی الیہ عدم اشتہائہا بحیث یعجز او
یتضرر باکراہہ نفسہ علی جماعہا فہذا اذا وقع فان کان قادرا علی طول غیرہا مع استبقائہا
ورضیت باقامتہا فی عصمتہ بلا وطی او بلا قسم فیکرہ طلاقہ کما کان بین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وسودۃ وان لم یکن قادرا علی طولہا او لم ترض ہی بترک حقہا فہو مباح لان مقلب
القلوب رب العالمین اھ اسی تفریط کے قبیل سے ایک کوتاہی بعض عورتوں کیطرف سے یہ ہوتی
ہے کہ ادنی ادنی بات پر شوہر سے طلاق مانگتی ہیں اس بارہ میں حدیث میں سخت وعید آئی ہے چنانچہ

ارشاد فرمایا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت بدون کسی ضرورت شدیدہ کے اپنے شوہر سے طلاق کی درخواست کرے اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے (کذا فی المشکوٰۃ) اور جسطرح اپنے لئے طلاق مانگنا ممنوع ہے اسی طرح دوسری عورت کے لیئے طلاق کی درخواست کرنا مثلاً کسی ایسے مرد نے اس سے نکاح کی درخواست کی جس کے نکاح میں ایک عورت ہے اور یہ اُس سے یوں کہے کہ پہلی بی بی کو طلاق دیدو تب نکاح کرونگی اس سے بھی حدیث میں ممانعت آئی ہے اور اپنی قسمت پر راضی رہنے کا حکم آیا ہے اُس حدیث کے الفاظ اس وقت یاد نہیں ایسے الفاظ ہیں لاتسأل طلاق اختها لتکتفئ ما فی انائها)

ایک کوتاہی طلاق کے باب میں یہ شائع ہے کہ جب طلاق دیتے ہیں ایک دم سے تین ہی دیتے ہیں تین سے اسطرف رکتے ہی نہیں سو ایسا کرنا اول تو گناہ ہے کما فی الدر المختار وحرم لو بدعیا الی ان قال والبدعی ثلث متفرقة او ثنتان بمرة او مرتین فی طهر واحد لا رجعة فیه او واحدة فی طهر وطئت فیه او واحدة فی حیض موطوءة فی رد المحتار قوله ثلث متفرقة وكذا بكلمة واحدة بالاولی اھ اور علاوہ گناہ کے یہ دنیوی مصلحت کے بھی اسلیئے خلاف ہے کہ بعض اوقات بعد طلاق کے آدمی نادم ہوتا ہے تو اگر ایک طلاق دیا ہو تو اگر وہ رجعی ہے تب تو رجعت کرکے اُس کا تدارک کرسکتا ہے اور اگر بائنہ ہے تو گو رجعت نہیں ہوسکتی لیکن زوجہ کی رضامندی سے نکاح جدید تو ہوسکتا ہے بہر حال تدارک تو آسانی سے ممکن ہے ایک صورت میں محض ارادہ زوج سے ایک صورت میں ارادہ زوجین سے اور تین میں تو دونوں کے ارادہ سے بھی کوئی تدارک ممکن نہیں جب تک کہ تیسرا آدمی حلالہ کرنے والا نہ ہو پھر اس حلالہ کا تدارک ہونا بھی مشکوک ہے کیونکہ اگر حلالہ کرنے والے سے یہ شرط ٹھیرالی جاوے کہ صحبت کرکے اسکو طلاق دیدینا تب تو اس فعل سے حدیث میں دونوں پر لعنت آئی ہے محلل پر بھی اور محلل لہ پر بھی اور فقہاء نے بھی اسکو مکروہ تحریمی لکھا ہے کما فی الدر المختار اور پھر شرط کے بعد بھی طلاق دینا اُسی کے اختیار میں ہے زوجین کے اختیار سے خارج ہے اور اگر یہ شرط نہ ٹھیرائی تو اس صورت میں تدارک کا بعید تر ہونا اور بھی ظاہر ہے سو تین طلاق میں یہ خرابی ہے بلکہ بعض فقہاء نے تو واحدہ بائنہ کو بھی بدعی کہا ہے جو کہ حرام ہے کما فی رد المحتار فالواحدة البائنة بدعية فی ظاهر الرواية (ج ۲ ص ۶۵۴) کیونکہ جو مصلحت تھی توسیع عدد میں کہ

باقی آئندہ

جواب از مولانا

(سلسلہ کے لیے دیکھو الامداد نمبر ۶ جلد ۲)

مناسب ہے صرف نمبر ۱۲ میں ایک امر قابل تحقیق ہے وہ یہ کہ باب المزاح میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عجوزہ سے مزاح فرمایا تھا اور وہ جب پریشان ہوئی تو آپ نے اسی آیت سے اپنے مزاح کی تاویل فرمائی سو اسکی تطبیق کی کیا صورت ہوگی۔

خط دیگر اہل علم بالا

یہ حدیث اس وقت تک حسن یا صحیح سند سے نہیں ملی۔ رزین وغیرہ نے روایت کیا ہے اور برتقدیر صحت تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ سیاق کلام تو مقتضی ہے اس امر کو کہ مرجع حور ہیں مگر حوروں کے حکم میں نساء دنیا کو بھی بذریعہ وحی غیر متلو کے داخل فرما کر آیت پڑھ دی جیسا کہ آیت تطہیر میں سیاق کے اعتبار سے ازواج مطہرات مراد ہیں اور حدیث کی بناء پر حضرت فاطمہؓ وغیرہم کو بھی بعض محققین نے داخل کیا ہے اور حدیث مزاح کو ترمذی نے بھی حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً ان الفاظ سے روایت کیا ہے قال اتت عجوز النبی فقالت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یدخلنی الجنۃ فقال یا ام فلان ان الجنۃ لا تدخلہا عجوز قال فولت تبکی فقال اخبروہا انہا لا تدخلہا وہی عجوز ان اللہ تعالیٰ یقول انا انشاناہن انشاء فجعلناہن ابکارا اھ لیکن اسکی سند ضعیف ہے اور ضعیف کے ساتھ مرسل بھی ہے جسکے قبول میں اختلاف ہے اگرچہ سند صحیح بھی ہو پھر مرسل بھی حضرت حسن کی جو بحیثیت مرسل ہونے کے بھی مختلف الاعتماد ہے پس ترمذی کی یہ حدیث مرسل اور ضعیف الاسناد ہے۔

جواب از مولانا

سند کی تحقیق میں آپ پر اعتماد کرتا ہوں اس لیے اسکے متعلق کچھ نہیں کہتا البتہ جو وجہ تطبیق لکھی ہے وہ نہیں چلتی کیونکہ آپکی تلاوت جس طرز سے ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود یہ آیت ہی اپنے مدلول سے عام ہے ورنہ اسکو استدلال کیطرف رہی نہ فرمائی جاتی جب یہ وجہ تطبیق نہ چل سکی تو پھر حدیث کا باطل المتن ہونا لازم آتا ہے نہ ضعیف اور بطلان معنی خود علامات وضع سے ہے حالانکہ اسکو کسی نے موضوع نہیں کہا پس اسکی تفسیر کی حفاظت ضرور ہوئی اور اسکی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ آیت میں دو احتمال تھے ایک یہ کہ مرجع اور ضمیر کا مصداق ایک ہو دوسرے یہ کہ ضمیر عام ہو مرجع سے جسکو استخدام کہتے ہیں فی نفسہ

یہ دونوں احتمال تھے مگر حدیث سے احتمال اخیر کو ترجیح ہو گئی اور ترجیح احد المحتملین و تائید احد الشقین کیلئے حدیث ضعیف بھی کافی ہے۔

فصل ہشتم در تحقیق مغلوب یا غیر مغلوب شدن ذہب یعنی زرد نب ہولڈر

قلم کے متعلق کارخانہ کا جواب کہ اسمیں سونا بمقابلہ تانبے کے زیادہ ہی بالکل غلط معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے کہ یہاں میں نے چار بڑے صراف اور جوہری سے اسکی جانچ کرائی تو ان لوگوں نے کسوٹی پر لگا کر دیکھا کہ اسمیں سونے کا رنگ بالکل خفیف آیا ورنہ سیاہی آئی اور ان سب نے یہی تشخیص کیا کہ اسمیں سونا غالب یا برابر ہونا تو درکنار آٹھواں حصہ بھی نہیں ہے بلکہ بہت خفیف جزو اس میں سونے کا ہی تو ایسی صورت میں تو اسکے استعمال میں کوئی تردد یا ناجوازی باقی نہیں رہتی کارخانہ کا دعوی بلا دلیل معلوم ہوتا ہی اگر حضور والا کی رای میں مناسب ہو تو الامداد میں اس مسئلہ کو شائع فرما دیا جائے اس وجہ سے کہ بعض لوگوں کو ناکمل سوال کی بنا پر کہ جہاں خود سائل کو اس قلم میں سوائے سونے کے اور کسی دھات کے شامل ہونے کا علم بھی نہ تھا حضور نے ناجوازی کا فتوی دیا تھا۔

الجواب - میں نے تو پہلے ہی لکھا تھا کہ کارخانہ کے جواب میں یہ شبہ ہے کہ اپنی تجارت کی اس مصلحت سے لکھدیا ہو کہ یوں نہ سمجھا جائے کہ باوجود اسمیں سونا کم ہونے کے اتنی قیمت رکھدی ہے اور میرا پہلا فتوی بیان سائل پر تھا اب اسکے خلاف بظن غالب ثابت ہوا تو حکم بھی بدلجاویگا یعنی جواز کا حکم دیا جاوے گا۔

فصل نہم در تحقیق بعضے مقامات تفسیر

سوال - بیان القرآن ج ۲ ص ۵۳ س ۱۷-۱۸-۱۹ میں ہے اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے (میدان کوہ احد کیطرف) چلے (کہ وہاں پہونچکر) مسلمانوں کو (کفار سے) مقابلہ کرنے کے لیے (مناسب) مقامات پر جمارہے تھے الخ اور معالم و کشاف وغیرہ میں ہے۔ خرج یوم الجمعۃ بعد صلوۃ الجمعۃ واصبح بالشعب من احد پس اس روایت اور ترجمہ میں تعارض ظاہر ہے ہاں اگر غدو کے معنی مطلق ذہاب کے لیے جاویں تو تعارض اٹھ جاتا ہے مگر کسی نے یہاں غدو کے معنی مطلق ذہاب کے نہیں لیے ہیں کچھ عرصے کے بعد بھی شبہ تفسیر ابن جریر ج ۴ میں نظر پڑا اور اس کا جواب یہ پایا ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم وان کان خروجہ للقوم کان رواحا فلم یکن بتوئہ عند خروجہ بل کان

ذلک قبل خروجہ لقتال عدوہ کانت تبوئتہ قبل مناھضتہ عدوہ عند مشورتہ علی اصحابہ بالرای الذی رآہ لھم بیوم او یومین آہ باختصار اور اس جواب کو آثار سے ثابت کیا ہے پس اس توجیہ سے تعارض تو رفع ہو گیا مگر بیان القرآن میں قید (میدان کوہ احد کی طرف) منافی اس توجیہ کے ہے

الجواب اس باب میں روایات کا تتبع نہ کیا تھا۔ نظر کیجاویگی مگر جب آثار موجود ہیں اُن کے مقتضا کو ترجمہ کی عبارت پر ترجیح ہو گی لان المنقول اولی بالاتباع

فصل دہم در تحقیق انتقاض وضو برطوبت فرج بر تقدیر طہارت او

ایک لفافہ آیا جس میں میرے ایک جواب کی نقل اور دوسرا جواب اُسکے خلاف مرقوم تھا وہ ذیل میں ہے

سوال ۔ بعض عورتوں کو جو سفیدی اکثر وقت آتی رہتی ہے وہ پاک ہے یا ناپاک ہے اور اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔

الجواب ۔ فی الدر المختار رطوبۃ الفرج طاھرۃ خلافا لہما فی رد المحتار تحت قولہ رطوبۃ الفرج طاھرۃ ما نصہ ولذا نقل فی التاترخانیۃ ان رطوبۃ الولد عند الولادۃ طاھرۃ وکذا السخلۃ اذا خرجت من امہا وکذا البیضۃ فلا یتنجس بہا الثوب ولا الماء اذا وقعت فیہ لکن یکرہ التوضی بہ للاختلاف وکذا الانفحۃ ھو المختار الخ ج ا ص ۳۶۱ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب کا مذہب ہونیکے سبب بھی اور اس زمانہ میں ضرورت ہونے کے سبب بھی ترجیح اسی کو ہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔

سوال ۔ ما قولکم دام فضلکم فی رطوبۃ الفرج الداخل ھل ھی طاھرۃ ام لا وعلی الاول فلو خرجت من الداخل ھل ینتقض بہا الوضوء ام لا۔

الجواب ۔ رطوبۃ الفرج الداخل طاھرۃ عند الامام لکن ینتقض بہا الوضوء لو خرجت منہ فی الوقایۃ وناقضہ ای الوضوء ما خرج من السبیلین او من غیرہ ان کان نجسا فی شرح الوقایۃ قولہ ان کان نجسا متعلق بقولہ او من غیرہ فی عمدۃ الرعایۃ لا بقولہ ما خرج من السبیلین فان الخارج من السبیلین ناقض من غیر تقیید وفی البحر الرائق شرح کنز الدقائق تحت قولہ لا خروج دودۃ من جرح بعد کلام ان الدودۃ حیوان وھو طاھر فی الاصل والشیء الطاھر اذا خرج من السبیلین نقض الوضوء کالریح بخلاف غیر السبیلین کالدمع والعرق

وفی منیۃ المصلی وشرحہ الکبیری ان کانت ای المرأۃ احتشت ای الکرسف فی الفرج الخارج فابتل داخل الحشو انتقض وضوءہا سواء نفذ البلل الی خارج الحشو اولم ینفذ للتیقن بالخروج من الفرج الداخل وہو المعتبر فی الانتقاض لان الفرج الخارج بمنزلۃ القلفۃ فکما ینتقض بما یخرج من قصبۃ الذکر الی القلفۃ کذلک بما یخرج من الفرج الداخل الی الفرج الخارج وان لم یخرج من الخارج واما اذا احتشت فی الفرج الداخل فان نفذ البلل الی خارج ای الحشو انتقض الوضوء والا ای وان لم ینفذ الی خارج فلا ینتقض کما فی حشو الاحلیل الخ ومن ہہنا وضح الجواب واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

یہاں مولوی حبیب احمد صاحب نے میرے استفسار پر اُسکا یہ جواب لکھا

جناب والا کا فتویٰ عدم انتقاض رطوبۃ الفرج بر تقدیر طہارت رطوبۃ مذکورہ بالکل صحیح ہے اور مولوی محمد امین صاحب کا جواب صحیح نہیں ہے۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ جسطرح خروج من غیر السبیلین کی صورت میں انتقاض طہارت کیلئے نجاست خارج ضروری ہے یونہی خروج من غیر السبیلین کی صورت میں بھی ضروری ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ریح قبل غیر مفضاۃ کے غیر ناقض ہونیکے متعلق شرح ہدایہ میں لکھا ہے الذی عول علیہ قاضی خان وغیرہ ان الخلاف انما ہو فی الخارجۃ من قبل المفضاۃ والاختلاف فی عدم النقض فی غیرہا لانہا غیر منبعثۃ عن محل النجاسۃ کذا فی الہدایۃ وہو یشیر الی ان الریح نفسہا لیست بنجسۃ وانما ینجس لمرورہا علی محل النجاسۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خارج من السبیلین کے لئے بھی نجس ہونا ضروری ہے خواہ بنفسہ ہو کالبول والغائط یا بغیرہ ہو کالریح المستتبع للنجاسۃ وعلل صاحب مراقی الفلاح عدم الانتقاض بریح القبل بقولہ لانہ اختلاج لاریح وان کان ریحا فلا نجاسۃ فیہ وریح الدبر ناقضۃ لمرورہا بالنجاسۃ کذا فی السعایۃ اور سعایہ میں ہے علل فی البدائع کون الدودۃ ناقضۃ بالنجاسۃ لتولدہا من النجاسۃ وذکر الاسبیجابی ان فیہ طریقتین احدہما ما ذکرنا وثانیتہما ان الناقض ما علیہا واختارہ الزیلعی کذا فی السعایۃ یہ روایات نص ہیں اشتراط نجاست پر نیز سعایہ میں ہے ان کانت خارجۃ (ای الدودۃ) من قبل المرأۃ ففیہ اختلاف المشائخ فالذین قالوا بنقض الریح الخارجۃ من القبل قالوا بنقضہا ومن لم یقل بہ لم یقل بہ لخارجۃ من الذکر ناقضۃ کذا فی الذخیرۃ والخلاصۃ وفی التتارخانیۃ الدودۃ اذا خرجت من قبل المرأۃ

فعلی الاقاویل التی ذکرنا آہ سعایہ اس سے بھی ضرورت اشتراط ثابت ہے اور شرح منیہ میں ہے کذا الدود والحصاۃ
اذا خرج من احد ہذین الموضعین ای الدبر والقبل فعلیہ الوضوء لاستتباع الرطوبۃ وہی حدث فی السبیلین ان قلت
بخلاف الریح۔ اس سے بھی اشتراط ثابت ہے لانہ قال لاستتباع الرطوبۃ اذ لو ان کان الخروج مطلقاً ناقضا
لم یحتج الی التعلیل المذکور عنایہ میں ہے ان قلت الکلیۃ (ای ما خرج من السبیلین ناقض) منتقضۃ بالریح
الخارجۃ من الذکر والقبل فان الوضوء لا ینتقض بہ فی اصح الروایتین اجیب بانہ مخصوص من العموم لان الریح
لا تنبعث من الذکر وانما ہو اختلاج والقبل محل الوطی ولیس فیہ نجاسۃ تتنجس الریح بالمرور علیہا وہو فی نفسہ
طاہر عند المصنف انتہیٰ۔ ان تمام منقوضات سے ثابت ہے کہ سبیلین میں بھی غیر سبیلین کیطرح خروج نجس
شرط ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو بر تقدیر رطوبت فرج کے طاہر ہونے کے انتقاض وضو کوئی معنے نہیں
رکھتا رہی وہ روایت جو مولوی صاحب نے غنیہ سے پیش کی ہے سو اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ مبنی ہے
قول نجاست رطوبت پر کما یدل علیہ دلیلہ المذکور بقولہ لاستتباع رطوبۃ پس اس سے استدلال نہیں ہوسکتا اور
بحر الرائق کی جو عبارت ہے الشیٔ الطاہر اذا خرج من السبیلین نقض الوضوء کالریح اس عبارت میں طاہر سے
مراد طاہر لذاتہ نجس لغیرہ ہے نہ کہ طاہر مطلقاً۔ چنانچہ عبارات مذکورہ سے ظاہر ہے نیز درمختار میں ہے و خروج
غیر نجس مثل ریح اور شامی نے اسکے تحت میں لکھا ہے فانہا تنقض لانہا منبعثۃ عن محل النجاسۃ لا لان عینہا
نجسۃ لان الصحیح ان عینہا طاہرۃ یہ عبارات ہمارے بیان پر دلالت واضحہ رکھتی ہیں۔
رہی شرح وقایہ کی عبارت سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں نجس سے نجس لذاتہ کالبول والغائط مراد ہے
اور چونکہ اس صورت میں ریح خارج ہوتی تھی اسواسطے شارح نے کہا کہ ان کان نجسا او من غیرہ سے متعلق ہے
تاکہ اسمیں ریح داخل ہوجاوے جو کہ طاہر لذاتہ اور نجس لغیرہ ہوتی ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ شارح نے کہا ہے والروثۃ
النجس بفتح الجیم وہو عین النجاسۃ۔ نیز شارح نے لا دودۃ خرجت من جرح کی شرح میں لکھا ہے لانہا طاہرۃ
وما علیہا من النجاسۃ قلیلۃ غیر سائلۃ واما الخارجۃ من الدبر فتنقض لان خروج القلیل منہ ناقض اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ خروج طاہر من السبیلین ناقض نہیں ہے ورنہ ان کو چاہیے تھا کہ وہ لان خروج القلیل منہ ناقض
کے بجائے لان خروجہا ناقض مطلقاً کہتے کما لا یخفے علی من لہ ذوق سلیم ومعرفۃ باسالیب الکلام پس اس سے یہ
ثابت نہیں ہوتا کہ خروج طاہر بھی ناقض ہے بلکہ اسکے خلاف ثابت ہے وفی عمدۃ الرعایۃ ہم صاحب
الہدایۃ والمنیۃ والمحیط وغیرہم عدم نقضہا (ای الریح الخارجۃ من القبل) تعلیلا بانہ اختلاج لا ریح وان

۱۰۳

کانت ریحا فلا نجاسۃ اس عبارت سے بھی اشتراط نجاست ظاہر ہے اور مولوی عبدالحی صاحب نے جو عمدۃ الرعایۃ میں فرمایا ہے قولہ ان کان ای الخارج من غیر السبیلین فان الخارج من السبیلین ناقض من غیر تقیید اس کا مطلب یہ ہے کہ من غیر تقیید بہذا القید ای کونہ عین النجاسۃ اور مطلق تقیید کی نفی مقصود نہیں ہے۔

دلیل اسکی یہ ہے کہ انہوں نے شارح کے قول متعلق بقولہ او من غیرہ کے تحت میں لکھا ہے لا بقولہ ما خرج من السبیلین والا یلزم ان لا یکون ریح الدبر ناقضۃ لانہا لیست بنجسۃ بنفسہا اور وجہ دلالت یہ ہے کہ اگر ان کے نزدیک مصنف کا قول ان کان نجسا نجس بعینہ ولغیرہ دونوں کو شامل ہوتا باوجودیکہ وہ تصریح شارح کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے اسکو بفتح جیم ضبط کیا ہے اور اسکے معنی عین نجاست بتلائے ہیں تو اس سے بر تقدیر اسکے ما خرج من السبیلین کے متعلق ہونے کے ریح دبر کا غیر ناقض ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ گو وہ بنفسہ نجس نہیں ہے مگر لغیرہ نجس ہے وحینئذ یبطل قولہ الا یلزم ان لا یکون ریح الدبر ناقضۃ وایضا یبطل تعلیلہ بقولہ لانہا لیست بنجسۃ بنفسہا لان عدم کونہ نجسۃ بنفسہا لا یستلزم عدم نقضہ لجواز نقضہ بالنجاسۃ المکتسبۃ العرضیۃ اور اگر بالفرض شارح وقایہ یا صاحب بحر الرائق کا یہی مسلک ہو کہ خروج من السبیلین مطلقاً ناقض ہے تو یہ دیگر فقہاء پر حجت نہیں ہے جو کہ نجاست کی شرط لگاتے ہیں فلا اعتراض بقولہما فثبت المدعی باحسن وجہ وللہ الحمد تم الجواب الثالث اب ناظرین علماء سے اسکی تنقید کریں۔

فصل یازدہم در تحقیق صلوٰۃ بر جہاز ہوائی

میرا ایک فتویٰ اسکے متعلق رسالہ الامداد محرم ۱۳۳۵ھ میں صفحہ ۳۸ پر چھپا تھا اسکے متعلق ایک تحریر بشکل دو سوال وجواب آئی جو ذیل میں منقول ہے اسکے ایک حاشیہ میں جو بہذا ظہر سے شروع ہوا ہے میری ایک عبارت معنون بہ رفع اشتباہ پر اعتراض بھی تھا اسکا جواب مولوی حبیب احمد صاحب نے لکھکر مجھکو دکھلایا جو اس تحریر کے بعد منقول ہے۔

سوال بر ہوائی جہاز در حالت طیران او ویا وقوف او در ہوا سجدہ کردن یا نماز فرضی خواندن جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

جواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب قال العلامۃ القہستانی فی شرح مختصر الوقایۃ والسجود لغۃ ہو الخضوع وشرعا وضع الجبہۃ علی الارض وغیرہا انتہی وفی البحر شرح الکنز تحت قولہ وکرہ باحدہما وبکور عمامتہ من فصل اذا اراد الدخول فی الصلوۃ اثنائہا مابسطہ والاصل انہ کما تجوز السجدۃ علی الارض تجوز علی ما ہو بمعنی

الارض مما تجد جبهته حجمه وتستقر عليه وتفسيره جدان الحجم ان الساجد لوبالغ لا يتسفل راسه ابلغ من ذالک انتهى وفي الوقاية في آخر باب صفة الصلوة فان سجد على كور عمامته او فاضل ثوبه او شيئ يجد حجمه وتستقر عليه الجبهة جاز وان لم تستقر لا يجوز انتهى۔ فالمركب الهوائي ان كان مركبا من اشياء صلبة بحيث تستقر عليه الجبهة ولا تستفل بالتسفيل تجوز السجدة عليه والظاهر انه ملحق بالدابة كالسفينة السائرة والموقوفة بالشط الغير المستقرة على الارض فانها ملحقة بالدابة كما يستفاد من رد المحتار قبيل سجدة التلاوة فالصلوة المكتوبة على المركب الهوائي لا تجوز بدون العذر كما هو حكم الصلوة على الدابة والسفينة السائرة وهل يلزم التوجه الى القبلة ههنا كما في السفينة اولا كما في الدابة۔ والظاهر انه يلزم لان المركب الهوائي بمنزلة البيت كالسفينة فان لم يمكنه يمكث عن الصلوة الا اذا خاف فوت الوقت لما تقرر من ان قبلة العاجز جهة قدرته (وما من حادثة الا ولها ذكر في كتاب من الكتب المعتبرة اما بعينها او بذكر قاعدة كلية تشملها ۱۲) والله تعالى اعلم۔

سوال۔ بر ریل گاڑی نماز فرض خواندن در حالت سیر او بدون عذر جائز ست یا نہ۔ بینوا توجروا

جواب جائز ست قال فی رد المحتار شرح الدر المختار (من باب الوتر والنوافل) تحت قوله وان لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز لو واقفة الخ كذا قيده في شرح المنية ولم اره لغيره يعني اذا كانت العجلة على الارض ولم يكن شيئ منها على الدابة وانما لها حبل مثلا تجرها الدابة تصح الصلوة عليها لانها حينئذ كالسرير الموضوع على الارض ومقتضى هذا التعليل انها لو كانت سائرة في هذه الحالة لا تصح الصلوة عليها بلا عذر وفيه تامل لان جرها بالحبل وهي على الارض لا تخرج به عن كونه على الارض ويفيده عبارة التاتارخانية عن المحيط وهي لو صلى على العجلة ان كان طرفها على الدابة وهي تسير تجوز في حالة العذر لا في غيرها وان لم يكن طرفها على الدابة جاز وهي كالسرير انتهى فقوله وان لم يكن طرفها الخ يقيد بما قلنا لانه راجع الى اصل المسئلة وقد قيدها بقوله وهي تسير ولو كان الجواز مقيدا بعدم السير يقيده به فتامل انتهى اقول وكذا يفيد ما افادنا السيد قدس سره عن عبارة المحيط عبارة فتاوى قاضيخان وهي اما الصلوة على العجلة ان كان طرف العجلة على الدابة وهي تسير او لا تسير فهي صلوة على الدابة تجوز حالة العذر ولا تجوز في غيرها وان لم تكن طرف العجلة على الدابة جاز وهي بمنزلة الصلوة على السرير انتهى قبل باب صلوة المريض فلما جازت الصلوة على العجلة اذا لم يكن شيئ منها على الدابة وهي تسير او لا تسير بدون العذر وكانت بمنزلة السرير في الحالتين فبالطريق الاولى تجوز على المركب الدخاني الذي يجري على الارض حال كونه سائرا بدون العذر فظهر ان ما في غاية الاوطار ج اص ۳۴۳

١٠٥

تحت قولہ وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ (فی باب الوتر والنوافل)
علماء ہند مختلف ہیں کہ ریل گاڑی چلتے میں نماز فرض وواجب درست نہیں اور بعضے درست کہتے ہیں
الخ منشاؤہ عدم اطلاع الفریقین والمؤلف ایضاً علی ما حققہ السید العلامۃ تحت القول المذکور کما نقلنا ہذا
واعترض (فی باب الوتر والنوافل) مفتی المصر علی قول السید قدس سرہ وغیرہ ما لان جرہا الخ حیث قال
وہی وان لم تخرج بالجر بالحبل عن کونہا علی الارض الاان ہذا القید لابد منہ اذ بدونہ یفوت اتحاد مکان
الصلوۃ الذی ہو شرط لصحتہا الا بعذر الخ ولیقول العبد الضعیف ان ہذا منہ عجیب جدا فان مکان
الصلوۃ فیما نحن فیہ العجلۃ ولوح من الواحہا دون الارض التی تحتہا۔ الا تری ان الصلوۃ علی السفینۃ
السائرۃ جائزۃ واعتبار العذر ہہنا لانہا لما کانت علی الماء دون الارض فکانت کالدابۃ لالعدم اتحاد
مکان الصلوۃ فان الحکم فی السفینۃ المربوطۃ بالشط اذا کانت علی القرار من الماء ولم یکن شیٔ منہا مستقراً
علی الارض ایضاً کذالک (بہذا ظہر ان کون السفینۃ علی الماء والماء علی الارض مما لا ینتج نتیجۃ تفید حکماً من الاحکام
ان قیل قد تقرر ان بعض الائمۃ اذا صرح بقید وجب اتباعہ قلت ہذا اذا کان من اہل الترجیح وابن امیر الحاج
شارح المنیۃ لیس من اہل الترجیح (کذا فی الحموی شرح الاشباہ من الفن الثالث فی احکام الخنثی) بل
ہو من نقلۃ المذہب فکان علیہ عزو القید المذکور الی کتاب من الکتب المعتبرۃ ولعل الیہ اشار السید المحقق
بقولہ ولم ارہ لغیرہ بقی ہل یجب التوجہ الی القبلۃ وکلما دار المرکب الدخانی عنہا عند استفتاح الصلوۃ وفی
خلال الصلوۃ الظاہر نعم فان لم یمکنہ یمکث عن الصلوۃ الا اذا خاف فوت الوقت ہذا ما ظہر لی واللہ تعالی اعلم
وعلمہ احکم۔

الجواب من المولوی حبیب احمد

فی الدر المختار المربوطۃ بالشط کالشط فی الاصح اھ وقال فی رد المحتار قولہ المربوطۃ بالشط کالشط فلا تجوز
الصلوۃ فیہا قاعداً اتفاقاً وظاہر ما فی الہدایۃ وغیرہا الجواز قائماً مطلقاً ای استقرت علی الارض اولا وصرح
فی الایضاح بمنعہ فی الثانی حیث امکنہ الخروج الحاقاً لہا بالدابۃ۔ نہر۔ واختارہ فی المحیط والبدائع بحر۔ وعزاہ
فی الامداد ایضاً الی مجمع الروایات عن المصفی وجزم بہ فی نور الایضاح وعلی ہذا ینبغی ان لا تجوز الصلوۃ فیہا
مع امکان الخروج الی البر وہذہ المسئلۃ الناس عنہا غافلون۔ شرح المنیۃ اھ ص ۱۷۹ اس عبارت
معلوم ہوتا ہے کہ سفینہ کے مثل دابہ ہونے میں اختلاف ہے صاحب ہدایہ وغیرہ کے بیان سے ظاہر ہوتا

جو بین سے نکالا جاتا ہے پس فضیلت انسان کی علم کی فضیلت پر ہے اور استحکام اعمال کا بقدر حصہ علم کے ہے اور حدیث میں ہے کہ عالم کی فضیلت عابد پر مثل میری فضیلت کے ہے میری امت پر اور اسی علم (مذکور الفضیلت) میں بیع و شرا و طلاق و عتاق کی علم کیطرف اشارہ نہیں ہے صرف علم باللہ اور قوت یقین کیطرف اشارہ ہے اور کبھی کوئی شخص عارف باللہ صاحب یقین کامل ہوتا ہے اور اسکے پاس فرض کفایہ کا علم نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حقائق یقین و دقائق معرفت کو علماء تابعین سے زیادہ جانتے تھے اور بعض علماء تابعین میں وہ تھے جو علم فتویٰ واحکام میں بعض صحابہ سے بھی زیادہ مستعد تھے (چنانچہ) مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رض سے جب کوئی بات پوچھی جاتی تو فرما دیتے کہ سعید بن المسیب سے پوچھ لو۔ اور عبداللہ بن عباس فرمادیا کرتے تھے کہ جابر بن عبداللہ سے پوچھ لو (وہ ایسے ہیں کہ) اگر تمام اہل بصرہ انکے فتویٰ پر منزل کریں تو وہ سبکو کافی ہو جاوے اور انس بن مالک فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے دوست حسن سے پوچھ لو کہ انہوں نے یاد رکھا ہے اور ہم بھول گئے پس یہ حضرات لوگوں کو علم فتویٰ واحکام میں تو ان مذکورین کیطرف حوالہ کر دیتے تھے اور حقائق یقین اور حقائق معرفت اُن کو خود سکھلاتے تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات ان امور میں تابعین سے زیادہ مستقیم تھے وحی منزل کی طراوت ان سے ملاقی ہو چکی تھی اور علم وافر مجمل و مفصل (جسکی تفسیر عنقریب آتی ہے) ان کو محیط ہو چکا تھا پھر ان سے (مابعد کے لوگوں میں سے) ایک جماعت نے تو اس علم کے مجمل و مفصل (دونوں درجوں) کو اخذ کیا اور ایک جماعت نے اسکے مفصل (درجہ) کو حاصل کیا مجمل (درجہ) کو حاصل نہیں کیا اور مجمل (سے مراد) اصل علم (یعنی علم ضروری متعلق باحکام) ہے اور مفصل علم (سے مراد) وہ ہے جو بواسطہ طہارت قلوب اور قوت طبیعت اور کمال استعداد کے حاصل کیا گیا ہو (جو متعلق باصلاح باطن ہے) اور یہ (درجہ) خواص کے ساتھ خاص ہے (اور چونکہ یہ درجہ ایک حیثیت سے زیادہ مہتم بالشان ہے کہ ہر وقت کی ضرورت کا ہے اس لئے خیر القرون میں اس سے کوئی استغناء نہ کرتا تھا بخلاف دوسرے درجہ کے کہ اسمیں مراجعت الی العلماء بھی مغنی ہو سکتی ہے اس لئے کوئی اس کو اکتساب کرتا تھا اور کوئی نہ کرتا تھا اس لئے یہ قسم تو متحقق ہوئی کہ بعض نے مجمل کو حاصل نہیں کیا جیسا عنقریب مذکور ہوا اور یہ قسم متحقق نہیں ہوئی کہ صرف مجمل کو حاصل کیا ہو اور دونوں کے جامع بکثرت تھے اور منجملہ نصوص کاشفہ فضیلت علوم صوفیہ مثل دیگر نصوص مذکورہ سابقہ یہ آیتیں ہیں (حقتعالے

۴۹

نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو اپنے پروردگار کی سبیل کیطرف بلایئے حکمت کے
ساتھ اور موعظت حسنہ کے ساتھ اور ان سے گفتگو کیجئے ایسے طریقہ سے جو بہت اچھا ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ
نے کہ آپ کہدیجئے یہ ہے میرا طریقہ میں بصیرت پر ہوکر اللہ کیطرف بلاتا ہوں پس (جن راستوں کا ان دونوں
آیتوں میں ذکر ہے جن کو ایک جگہ سبیل رب اور دوسری جگہ سبیلی کہا گیا ہے) ان راستوں کے کچھ (مختلف)
چلنے والے ہیں اور (جن دعوتوں کا ان آیتوں میں ذکر ہے ایک جگہ ادع میں ایک جگہ ادعوا میں) ان دعوتوں
کے لئے کچھ (مختلف) قلوب قبول کرنے والے ہیں (یعنی کوئی چلنے والا اور قبول کرنے والا بد استعداد اور
کوئی خوش استعداد) سو اُن میں بعض وہ نفوس ہیں جو خودسر اور ٹھوس اور اپنی خشونت طبیعت اور جبلت
پر باقی ہیں پس ان کی نرمی تو آتش تخویف اور موعظت اور تحذیر سے ہے اور ان میں بعض وہ نفوس ہیں
جو پاک ہیں اور پاک طینت کے بنے ہیں اور (باوجود نفس ہونے کے) قلوب کے ساتھ موافقت رکھنے والے
ہیں اور ان سے قریب ہیں (یہ نفس کی دو قسمیں ہوئیں) پس جس شخص کا نفس اُسکے قلب پر غالب تھا
(اور قلب مغلوب) اُسکو تو موعظت سے بلایا اور جس شخص کا قلب اُسکے نفس پر غالب تھا (اور نفس مغلوب)
اُسکو حکمت کے ساتھ بلایا (یہ دونوں طریقے پہلی آیت میں تصریحاً اور دوسری آیت میں تلویحاً باطلاق
متعلق محذوف ادعوا مذکور ہیں) پس دعوت بالموعظت کی اجابت تو ابرار نے کی اور وہ دعوت ہے
بذریعہ ذکر جنت و نار کے اور دعوت بالحکمۃ کی اجابت مقربین نے کی اور وہ دعوت ہے بذریعہ اظہار
عطیات قرب صفائے معرفت و اشارہ توحید کے سو جب انہوں نے طہارات حقانیہ اور تعریفات ربانیہ
کو پایا تو انہوں نے اپنی ارواح و قلوب و نفوس سب سے (اس دعوت کی) اجابت کی (یعنی اسکو منظور کیا)
سو اقوال کی متابعت تو انکی اجابت ہے نفس سے اور اعمال کی متابعت انکی اجابت ہے قلب سے اور
احوال کے ساتھ متصف ہونا انکی اجابت ہے روح سے پس صوفیہ کی اجابت تو کل سے ہے (یعنی
روح سے بھی قلب سے بھی نفس سے بھی) اور غیر صوفیہ کی اجابت صرف بعض سے ہے (یعنی محض نفس سے
کہ وہ متابعت بالاقوال ہے) حضرت عمر رض نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ صہیب پر رحمت فرمائے (وہ ایسے
تھے کہ) اگر ان کو خدا تعالیٰ کا خوف بھی نہوتا تب بھی اُسکی نافرمانی نہ کرتے یعنی اگر اُنکے لئے دوزخ سے
ایک امان نامہ بھی لکھدیا جاتا تب بھی اُن کو حق تعالیٰ کی صرف شان عظیم کا پہچاننا ہی عبدیت کے حق وفا
کے اہتمام پر باعث ہوتا تاکہ جو حق عظمت پہچاننا ہے اُسکو وہ ادا کریں (اور اُس کا ادا ہونا یہی ہے

٥٠

کہ باوجود امن من العذاب بھی اطاعت کری) پس صوفیہ کا اجابت دعوت کرنا لذت اور رفع دشواری کے طریق پر ایسا ہے جیسا محب اپنے محبوب کی اجابت کرتا ہے ۔ اور غیر صوفیہ کا اجابت کرنا مشقت اور مجاہدہ کے طور پر ہے اور اس اجابت (باقسامہا المختلفۃ) کا اثر اوقات (مختلفہ) میں حقیقت استقامت وعبودیت کے اہتمام کرنے میں ظاہر ہوتا رہتا ہے (چنانچہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سو جس شخص نے دیا ہو اور پرہیز و ڈر کیا ہو اور طریقۂ نیک (یعنی دین اسلام) کی تصدیق کی ہو سو ہم عنقریب اُس کے لیے آسان صلہ (یعنی جنت) کو آسان (ومرتب) کر دینگے (اور دوسری آیت میں ان اعمال کے اضداد پر اس مآل کے ضد کو مرتب فرمایا ہے جس سے اجابت مختلفہ کے آثار مختلفہ کا ظہور ہو گیا) بعض نے (اس آیت کی تفسیر میں) کہا ہے کہ جس نے دیدیا ہو دونوں جہان کو اور اس دینے کو کچھ معتدبہ نہ سمجھا ہو اور پرہیز کیا ہو لغو اور سیئات سے اور طریقۂ نیک کی تصدیق کی ہو یعنی طلب قرب پر مستقیم رہا ہو بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رض کے بارہ میں ... ... نازل ہوئی ہے اور اس آیت میں ایک اور توجیہ بھی ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ دیا ہو یعنی بواسطہ مواظبت علی الاعمال کے (حق عبدیت معبود کیطرف ادا کیا ہو) اور پرہیز کیا ہو وساوس اور خطرات سے اور طریقہ نیک کی تصدیق کی ہو یعنی طریقہ باطن کو لازم پکڑا ہو بایں طور پر کہ حضور (قلب) کے گھاٹوں کو موت ہستی کی مزاحمت سے صاف رکھا ہو (پس طریق نیک طریق باطن ہوا اور اُسکی تصدیق تصدیق عملی ہوئی نہ کہ محض اعتقادی) پس عنقریب ہم اُسکے لئے آسان صلہ کو آسان کر دینگے یعنی ہم اسپر سہولت فی العمل اور عیش وانس کا دروازہ کشادہ کر دینگے (کہ یہ صلہ ہے اس اعطاء و تقویٰ و تصدیق کا عاجلاً کما قال تعالیٰ اتقوا اللہ الی قولہ یصلح لکم اعمالکم اور اسکا صلہ آجلاً جنت ہے پس دونوں توجیہوں میں تنافی نہیں ہے) اور جس شخص نے اعمال کے ساتھ بخل کیا (کہ صاحب حق کو اُس کا حق ادا نہ کیا) اور استغنا کیا یعنی احوال سے (بزعم خود) پُر ہو گیا (اور واقع میں اُن کی غلس تھا) اور طریقۂ نیک کی اُس نے تکذیب کی یعنی وہ[ع] اپنی بصیرت کے نفوذ سے ملکوت میں حرکت کرنے والا نہیں ہوا (مطلب یہ کہ اُسنے اپنے نفوذ بصیرت سے یہ کام نہیں لیا کہ اُسکے ذریعہ سے ملکوت میں حرکت کرتا مراد یہ کہ طریق باطن کیطرف توجہ کرتا یہ توجیہ تکذیب بالحسنیٰ کے مقابل ہے توجیہ تصدیق بالحسنیٰ مذکور عنقریب کی فی قولہ طریقہ باطن کو لازم پکڑا ہو الخ) پس ہم عنقریب اُسکے لئے دشوار جزا کو

ع اصل العبارۃ لم یکن فی الملکوت بنفوذ بصیرتہ بالجوال اھ فقول بالجوال خرم یکن بزیادۃ الباء للتاکید ۱۲ ۔

آسمان (ومرتب) کردینگے یعنی اُسپر آسانی اعمال کا دروازہ بند کردینگے (کہ یہ اثر ہے اُس بخل و استغناء و تکذیب بالحسنیٰ کا عاجلاً کہ اُسپر دشواری طاعات مرتب ہوگئی اور اس کا اثر آجلاً عقوبت ہے جس کا دشوار ہونا ظاہر ہے) بعض نے (اسکی تائید میں) کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ ضرر کا ارادہ کرتا ہے تو اُسپر عمل کا دروازہ بند کردیتا ہے اور اُسپر کسل کا دروازہ کشادہ کردیتا ہے غرض جب صوفیہ کے نفوس اور قلوب اور ارواح نے ظاہراً اور باطناً دعوت کی اجابت کی (جیسا آیت ادع الی سبیل ربک کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے) تو اُن کا حصہ علم و معرفت میں سے بہت وافر اور کامل ہوگا پس اُنکے اعمال بھی بہت پاک صاف اور افضل ہوں گے (کیونکہ اعمال کا نشو و نما علم و معرفت کی زیادت پر ہوتا ہے آگے اُسکی تائید ہے۔ حضرت معاذ رضی حضرت جبان کے ارشادات ہے کہ) ایک شخص حضرت معاذ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھکو دو شخصوں کی حالت سے خبر دیجئے۔ اُن میں سے ایک شخص تو عبادت میں بہت محنت کرتا ہے اُسکے اعمال کثیر ہیں اور ذنوب قلیل ہیں مگر وہ یقین کا ضعیف ہے کہ وقتاً فوقتاً اسکو شکوک آجاتے ہیں حضرت معاذ نے فرمایا کہ اُس کا یہ شک اُسکے عمل کو حبط کردیگا (اگر یہ شک درجۂ کفر تک ہے تب تو ذات عمل کو حبط کریگا اور اگر درجۂ ضعف ایمان تک ہے تو کمال عمل کو حبط کریگا) اُس شخص نے عرض کیا اب اُس شخص کی نسبت خبر دیجئے جسکے اعمال قلیل ہیں مگر یقین کا قوی ہے اور وہ اسی حالت میں کثیر الذنوب بھی ہے حضرت معاذ ساکت ہوگئے (شاید اُسکی فضیلت ظاہر کرنے میں احتمال ہوا ہو کہ لوگ قوت یقین کے بھروسہ معاصی پر جری ہوجاویں) اُس شخص نے کہا واللہ اگر اول شخص کے شک نے اُس کے اعمال نیکی کو حبط کیا ہے (جیسا کہ آپ نے فرمایا) تو ضرور اس (دوسرے) شخص کا یقین اسکے سب گناہوں کو حبط کردیگا (گو آپ نے اُسکو تصریحاً نہیں فرمایا مگر اول سے عادۃً یہ لازم آتا ہے کیونکہ ایک شے کا دوسری شے میں مؤثر ہونا عادۃً اسکو مستلزم ہے کہ اُس ایک شے کی ضد میں دوسری شے کی ضد میں ویسی ہی مؤثر ہو پس جب شک کا ایک اثر حسنات میں حبط ہے تو شک کی ضد یعنی یقین کا اثر حسنات کی ضد یعنی ذنوب میں حبطاً ہونا چاہیئے خواہ ایک حبط عاجلاً واقع ہوجاوے جیسا شک بدرجہ کفر سے حسنات فی الفور حبط ہوجاتے ہیں اور دوسرا حبط آجلاً واقع ہو جیسا یقین سے آخرت میں گو بعد عقوبت سہی سب معاصی مرتفع ہوجاوینگے) راوی کہتے ہیں کہ پس حضرت معاذ نے اُس شخص کا ہاتھ پکڑلیا اور (لوگوں سے) فرمایا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ فقیہ ہو

(باقی آئندہ)

52

اور خبر میں ہے کہ (حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ) روزہ خاص میرا ہے اور میں اُسکی جزا دوں گا۔ بعض نے کہا ہے کہ اُسکو اپنی طرف اسلیے منسوب فرمایا کہ اسمیں منجملہ اخلاق صمدیت کے ایک خلق ہے (یعنی استغناء عن الطعام والشراب اس وجہ کے اعتبار سے اسمیں تشبہ ہے حضرت صمدیت کے ساتھ) اور نیز اس لیے بھی (حق تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف منسوب فرمایا) کہ وہ از قبیل تروک اعمال مخفیہ ہے اسپر بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص مطلع نہیں ہوتا (یعنی دوسرے ارکان اسلام مثل نماز و زکوۃ و حج کے حقائق تو وجودیات ہیں کہ ان کی صورت محسوس ہے بخلاف اُن کے کہ حقیقت اُسکی عدمی ہے کہ اسمیں ترک ہے بعضی چیزوں کا جسکی وجہ سے اُسکی کوئی صورت محسوس نہیں مخفی ہوگیا اور اسلیے اسمیں خلوص زیادہ ہوگا اور خلوص کے اعمال کو خاص نسبت ہے حق تعالیٰ کے ساتھ) اور بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد السائحون کی تفسیر میں کہا ہے کہ روزہ دار مراد ہیں (گو معنی لغوی اُسکے سیر و سیاحت کرنے والے کے ہیں) کیونکہ ان روزہ داروں نے اپنی جوع و عطش کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کیطرف سیر کی ہے اور بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب کہا ہے کہ صائمین مراد ہیں کیونکہ صوم کے ناموں میں سے ایک نام صبر بھی ہے اور (اس بنا پر بغیر حساب کے یہ تفسیر ہوگی کہ) صائم کے لیے (ثواب) خوب بہایا جاویگا اور اُس کو بلا شمار دیا جاویگا (اور دوسروں کو قانون سے دیگا) اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں فلا تعلم نفس الی قولہ جزاء بما کانوا یعملون ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ ان کا یہ عمل (جسکی جزا اس آیت میں مذکور ہے) صوم تھا اور یحییٰ بن معاذ نے فرمایا ہے کہ جب مرید بسیار خواری میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اسپر فرشتے براہ ترحم روتے ہیں اور جو شخص کھانے کی حرص میں مبتلا ہوتا ہے وہ آتش شہوت سے سوختہ کیا جاتا ہے اور ابن آدم کے نفس میں شرکے ایکہزار اجزاء[ع] ہیں کہ وہ سب کے سب شیطان کے ہاتھ میں ہیں اور اُس ہاتھ کے ساتھ متعلق ہیں پس جب وہ اپنے شکم کو بھوکا رکھتا ہے اور اپنے حلق کو روک لیتا ہے اور اپنے نفس کی ریاضت کرتا ہے تو وہ تمام اجزاء خشک ہوجاتے ہیں اور وہ شخص آتش گرسنگی سے سوختہ ہوجاتا ہے اور شیطان اُسکے سایہ سے بھاگتا ہے اور جب وہ اپنے شکم کو سیر کرتا ہے اور اپنے حلق کو مرغوبات لذیذہ میں رہنے دیتا ہے تو اُسکے اعضاء تر و تازہ ہوجاتے ہیں اور شیطان اُسپر قابو پالیتا ہے اور شکم سیری نفس میں ایک نہر ہے

[ع] فی الاصل الف عضو ولما کان وجود العضو غیر مستبین فی النفس ترجمت بالجزء ۱۲ منہ

جسپر شیاطین آمد ورفت رکھتے ہیں اور گرسنگی روح میں ایک نہر ہے جسپر ملائکہ آمد ورفت رکھتے ہیں اور شیطان بھوکے سے بھاگتا ہے اگرچہ وہ سوتا ہی ہو پس جبکہ مشغول عبادت ہو اس وقت تو کیسے نہ بھاگے گا اور شیطان شکم سیر سے معانقہ کرتا ہے اگرچہ وہ مشغول عبادت ہی ہو پس جبکہ وہ سوتا ہو اس وقت تو کیسے معانقہ نہ کرے گا پس نفس جو طعام وشراب کا مطالبہ کرتا ہے مرید صادق کا قلب اس سے حق تعالیٰ کے سامنے فریاد کرتا ہے ایک شخص طیاسی کے پاس ایسے وقت پہونچا کہ وہ خشک روٹی جسکو پانی سے ترکر رکھا تھا نمک کی ڈبیوں عہ سے کھا رہے تھے اس شخص نے ان سے کہا کہ اسکی کیسی رغبت ہوتی ہوگی انھوں نے فرمایا میں اسکو اتنا چھوڑے رکھتا ہوں کہ مجھکو اسکی رغبت ہوجاتی ہے (مطلب یہ کہ جب بہت دنوں تک نہیں کھاتا تو اضطرار میں یہی مرغوب معلوم ہونے لگتا ہے) اور بعض کا قول ہے جو شخص اپنے کھانے اور پینے میں زیادتی کرتا ہے خواری اور ذلت اس کی طرف دنیا ہی میں آخرت کے قبل جلدی آجاتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ باب عظیم جس سے اللہ تعالیٰ کیطرف داخل ہوا جاتا ہے قطع غذا ہے اور بشر نے فرمایا ہے کہ گرسنگی قلب کا تصفیہ کرتی ہے اور خواہش نفسانی کو مردہ کرتی ہے اور باریک علوم کو پیدا کرتی ہے اور ذوالنون نے فرمایا ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے شکم سیر ہوکر کھایا ہو یا سیراب ہوکر پیا ہو اور اسکے بعد کوئی معصیت یا ارادہ معصیت نہ ہوا ہو اور قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم پر ایک ایک مہینہ اور آدھا آدھا مہینہ اس حالت میں گذر جاتا تھا کہ ہمارے گھر میں آگ آنے نہ پاتی تھی نہ چراغ کے لئے اور نہ اور کسی کام کے لئے۔ قاسم لکھتے ہیں کہ میں نے کہا سبحان اللہ پھر تم لوگ کس چیز سے زندہ رہتے تھے کہنے لگیں خرما اور پانی سے اور ہمارے کچھ پڑوسی انصار تھے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے انکے پاس کچھ دودھ کی اونٹنیاں تھیں سو بعض اوقات وہ ہماری کچھ مدد کردیتے تھے اور مروی ہے کہ حضرت حفصہ بنت عمر رض نے (بعد فتوحات وفراغ معاش کے) اپنے باپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اب رزق میں وسعت فرمادی ہے سو کیا خوب ہو اگر آپ اپنے (معمولی) طعام سے زیادہ طعام کھایا کریں اور اپنے (معمولی) کپڑوں سے زیادہ نرم کپڑے پہنا کریں انھوں نے فرمایا میں تمہاری جواب دہی تمہاری ہی ذات کے سپرد کرتا ہوں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ایسی باتیں اسکو چند بار فرمایا نہ تھیں یعنی آپکی معاشرت کی تفاصیل یاد دلائیں) وہ رونے لگیں۔ انھوں نے

عہ فی القاموس حرشة والشیٔ لم یتیم دقہ فہو حریش ۱۲ منہ

۵۰

فرمایا میں تم کو اطلاع دیتا ہوں واللہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپکی سختی کی زندگانی میں ضرور شریک ہوں گا شاید (اسکی بدولت) مجھکو آسایش کی زندگی (آخرت میں) میسر ہو اور بعض نے کہا کہ میں نے حضرت عمرؓ کے لیے کبھی آٹا نہیں چھانا جس میں اُنکی نافرمانی نہ کی ہو (یعنی اُنکے حکم کی مخالفت کرکے چھانا ہے وہ چھاننے سے منع فرماتے تھے) اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کبھی) تین دن (متواتر) گیہوں کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ آپ وفات فرما گئے اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ملکوت کا دروازہ ہمیشہ کھٹکھٹایا کرو وہ تمہارے لئے کھول دیا جاویگا لوگوں نے عرض کیا اسپر دوام کسطرح کریں اُنہوں نے فرمایا کہ بھوک سے اور پیاس سے اور پانی کو ترسنے سے اور کہا گیا ہے کہ ابلیس حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہوا اور اُسکے پاس بہت سے پھندے تھے اُنہوں نے پوچھا یہ کیا چیزیں ہیں اُسنے کہا کہ یہ شہوت ہیں جنکے ذریعہ سے میں ابن آدم پر قابو پالیتا ہوں اُنہوں نے فرمایا کیا تو نے میں میرے لئے کوئی شہوت پاتا ہے اُسنے کہا نہیں بجز اسکے کہ ایک شب آپنے پیٹ بھر لیا تھا سو میں نے تم کو نماز اور ذکر سے سست کر دیا تھا اُنہوں نے فرمایا تو پھر بالضرور میں کبھی پیٹ نہ بھروں گا ابلیس نے کہا تو پھر بالضرور میں کبھی کسیکی خیر خواہی نہ کروں گا (کہ اسوقت خیر خواہی میں آکر اپنے راز پر مطلع کر دیا جس کا تم نے انتظام کر لیا) اور شقیق نے فرمایا ہے کہ عبادت (حکماً) ایک پیشہ ہے (جسکی داد و ستد حق تعالیٰ کے ساتھ ہے) اسکی دوکان خلوت ہے اور اُسکے آلات بھوک ہے اور حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا جب معدہ پُر ہوتا ہے فکر سو جاتا ہے اور حکمت بیقید ہو جاتی ہے اور اعضا عبادت سے تقاعد کرتے ہیں اور حضرت حسن نے فرمایا ہے کہ (کھانے میں) دو سالن جمع مت کرو کہ یہ جمع کرنا طعام منافقین سے ہے (کہ یہ اسوقت اُنکی عادت تھی) اور بعض نے کہا ہے کہ میں ایسے زاہد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جسکے معدہ نے اقسام غذاؤں کو متغیر کیا ہو (یعنی کھایا ہو کہ کھانے کو تغیر لازم ہے) پس مرید کے لیئے یہ بات ناپسندیدہ ہے کہ چار دن سے زائد متواتر بے روزہ رہے کیونکہ نفس اس حالت میں عادت کیطرف مائل ہوتا ہے اور شہوت میں توسع کرتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ دنیا بس تیرا پیٹ ہے سو جسقدر پیٹ کے معاملہ میں تیرا زہد ہوگا اُسی قدر تیرا زہد دنیا میں ہوگا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی نے کوئی ظرف ایسا نہیں بھرا جو پیٹ سے زیادہ بُرا ہو۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اُسکی کمر کو سیدھا رکھیں (کہ چل پھر سکے نماز پڑھ سکے) اور اگر (اس سے زائد کی) بہت ہی ضرورت

ع۵ فی القاموس ظمی الی قولہ عطش والیہ اشتاق منہ ۱۲ ع۶ فی القاموس المعلاق اللسان فکل ما علق بہ شئی ۱۲ منہ

۵۱

ہو تو (معدہ کا) ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے کیجیے اور ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے۔ اور فتح موصلی نے فرمایا ہے کہ میں تیس مشائخ کی صحبت میں رہا ہر شیخ مجھکو جبکہ میں ان سے رخصت ہوا دو امر کی وصیت کرتے تھے۔ ایک تو عمر لڑکوں کی مخالطت کا ترک کرنا دوسرے کم کھانا۔

باب چہلم صوم و افطار کے بارہ میں صوفیہ کے احوال کا مختلف ہونا

مشائخ صوفیہ میں سے ایک جماعت سفر اور حضر میں علی الدوام روزہ پر مداومت کرتے تھے یہاں تک کہ خدا تعالےٰ سے جا ملے اور ابو عبد اللہ بن جابار نے پچاس سال سے اوپر روزہ رکھا ہے نہ سفر میں افطار کرتے تھے اور نہ حضر میں اُن کے اصحاب نے ایکروز ان پر بہت زور ڈالا اُنہوں نے افطار کر لیا تو اُس سے وہ کئی روز تک علیل رہے (گویا روزہ بمنزلہ امر طبعی کے ہو گیا تھا) سو مرید جب اپنے قلب کی درستی دوام صوم میں دیکھے تو اُسکو چاہیے کہ ہمیشہ روزہ رکھا کرے اور افطار[ع] کے لئے بھی کچھ گنجائش چھوڑدے کیونکہ یہ (گنجائش) اس شخص کے لئے اُسکے مقصود پر مناسب اعانت ہے (کہ اگر کبھی روزہ میں مشقت ہوئی تو افطار سے راحت لے لے گا۔ کہ پھر دوام آسان ہو) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسلسل روزہ رکھے اُس پر جہنم اسطرح تنگ کردی جاوےگی اور آپ نے (اسطرح کی تفسیر کے لئے) نوے کا عقد کرکے بتلایا یعنی اُسکے لئے جہنم میں ذرا بھی جگہ نہ ہوگی (جیسا کہ نوے[ع] کے عقد انامل میں بہ نسبت دوسرے بعض عشرات کے بہت کم فرجہ رہتا ہے کہ وہ مثل نہ رہنے کے ہے) اور ایک قوم نے (مشائخ میں سے) مسلسل روزہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے اور اس باب میں وہ حدیث وارد ہوئی ہے جسکو ابو قتادہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اُس شخص کی کیا کیفیت ہے جو مسلسل روزہ رکھے آپ نے فرمایا اُسنے نہ روزہ رکھا اور نہ افطار کیا اور بعض لوگوں نے اس مسلسل روزہ رکھنے کی (کہ جس سے ممانعت آئی ہے) یہ تاویل کی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ عیدین اور ایام تشریق میں بھی افطار نہ کرے سو یہ مکروہ (یعنی حرام) ہے اور جب ان ایام میں افطار کر لیا تو یہ وہ روزہ نہیں جسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکروہ فرمایا ہے۔ اور بعض مشائخ وہ ہوئے ہیں کہ ایکدن روزہ رکھتے اور ایکدن

ع اصل العبارۃ ھکذا فلیصم دائماً ویدع للافطار جانباً فھو عون حسن لہ علی ما یریدہ وقمنتہ کما فسرت فان لصق بقلب احد غیرہ فلیصلح ۱۲ منہ ع فی الاحیاث براے نود ستارخ سبابہ را بر باطن مفصل عقد دوم ابہام باید نہاد ۱۲ منہ

(باقی آیندہ)

اور جسکے دیباچہ کی ناپاک عبارت آپکے سامنے پیش ہو چکی ہے مولوی صاحب اسیر یوں تقریظ لکھتے ہیں
اما بعد اس فقیر حقیر نے کتاب منیف اصلاح طریقہ میلاد شریف من اولہ الی آخرہ دیکھی۔ اختصار و سلاست
کے ساتھ جیسی بحث مصنف عزیز از جان لیاقت نشان (صاحب) اخلاق مرضیہ مولوی سلامت اللہ
حفظہ اللہ و بلغہ الی غایۃ ما یتمناہ نے کی ہے۔ ثبوت استحسان کے لیے کافی اور مخالفین کے دفع شبہات
میں وافی ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اہل اسلام کو فائدہ بخشے اور سلف کے اتباع کی جس
میں سراسر خیر و برکت ہے توفیق دے اور فریب فرقہ مبتدعہ وہابیہ کے مامون و محفوظ رکھے اور مصنف
کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔ عشقہ الراجی شفاعۃ النبی القاری محمد عبد الہادی الانصاری
فرنگی محلی سقاہ اللہ کاساً من معین عشقہ الساوی۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اس پارٹی
کا ہر فرد خواہ وہ عبد الباری ہوں۔ یا عبد الہادی۔ عنایت اللہ ہوں یا صبغۃ اللہ یا برکت اللہ
یا کوئی اور۔ سب قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر اور ھآانتم اولاء
تحبونھم ولا یحبونکم کا مصداق ہیں ان کے رگ و ریشہ میں عداوت اہل حق کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی
ہے اور وہ ان الذین تروھم اخوانکم یشفی غلیل صدورھم ان تصرعوا کا پورا مصداق ہیں ان
میں سے جو خاموش ہے اسکی خاموشی نہایت گہری پالیسی پر مبنی ہے اور جو کہتا ہے کہ ہم مولوی اشرف علی
صاحب کو خیر اللاحقین بالمہرۃ السابقین جانتے ہیں اسکا قول بالکل ایسا ہے جیسا کہ منافقین کا
نشہد انک لرسول اللہ کہنا اور جو اصلاح کا مدعی ہو اس کا دعوی از قبیل انما نحن مصلحون ہے اور
جو کہتا ہے ایسے باتوں سے تعرض اہل حق کا شیوہ نہیں وہ مناظرۂ اظہار حق سے جان چراتا ہے اور
اپنی کمزوری کو چھپانا چاہتا ہے غرضکہ عداوت اہل اللہ میں سب متساوی الاقدام ہیں۔ صرف ظاہر
کرنا میں فرق ہے کوئی اپنی کم ظرفی پالیسی سے اپنی عداوت کو ظاہر کر دیتا ہے اور کوئی سکوت میں
مصلحت سمجھتا ہے کوئی حضرت مولانا کے اعتراف فضل میں۔ پس ہم مسلمانوں کو پھر متنبہ کرتے ہیں کہ
یہ لوگ گو علماء فرنگی محل سے نسبی تعلق رکھتے ہیں مگر نہ ان کا علم ان کا سا ہے نہ عمل ان کا سا نہ اخلاق
ان کے سے اس لیے ان کو علماء فرنگی محل میں سے نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ لوگ فضل رسول بدایونی
اور احمد رضا بریلوی کی ذریات ہیں۔ چنانچہ جو کید اضلال عوام کا احمد رضا اور اسکے اسلاف نے
اختیار کیا ہے وہی کید انھوں نے اختیار کیا ہے اور یہ لوگ بالکل اسیطرح ہیں جسطرح روافض اپنے کو

۹۳

محب اہل بیت اور اہل سنت کو دشمن اہل بیت کہتے ہیں مخلصین اہل امتہ و متبعین سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبین للہ ورسولہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اور اپنے کو محب رسول کہتے ہیں اور جسطرح روافض کا دعوی جھوٹا ہے یوں ہی ان کذابین مفترین علی اہل اللہ کا دعوی جھوٹا ہے ۔ یہ لوگ اپنی بدعات کو سلف صالح کے ذمہ لگاتے ہیں حالانکہ یہ احمق یہ بھی نہیں جانتے کہ سلف صلح جن کا اتباع مامور بہ ہے کون ہیں ہم مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ سلف صالح کا دامن ان جہلاء کی بدعات سے بالکل پاک ہے اگر کسی بدعتی میں ہمت ہو تو مرد میدان بنے اور اپنے دعاوی کا ذبہ کو ثابت کرے لیکن اگر ان میں ہمت ہوتی تو ہماری تحریرات کو النظامیہ میں شائع کرنے سے گریز کیوں کرتے اور ہمارے خطوط کے جواب سے کیوں جان چراتے الحاصل یہ لوگ علماء فرنگی محل نہیں ہیں بلکہ یہ انکے ایسے ہی اولاد ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کنعان اور علمائے فرنگی محل اس ننگ خاندان گروہ سے بہزار زبان تبری کرتے ہیں تفصیل کی تو گنجائش نہیں اجمالاً اسقدر لکھا جاتا ہے کہ سلامت اللہ مذکور مولوی اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گمراہ اور گمراہ کن وغیرہ وغیرہ کہتا ہے جیسا کہ اُس کی اس تقریظ سے ظاہر ہے جو اسنے تاریخ وہابیہ پر لکھی ہے جسکو ہم ابھی نقل کر چکے ہیں مگر خاتم علمائے فرنگی محل جناب مولوی عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوے میں ان کا نہایت ادب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اُن کو مولانا اسمعیل کہتے ہیں اُن کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ کہتے ہیں اُنکے اندر مجتہدیت کی قابلیت تامہ و استحقاق کامل تسلیم کرتے ہیں ۔ چنانچہ جب ایک مستفتی نے مولوی اسمعیل شہید رحمۃ اللہ کی عبارت سے حرمت ذکر شہادت حسین پر استدلال کیا تو مولوی عبدالحی صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ مکار تھا مخرب دین تھا گمراہ تھا گمراہ کن تھا اسکا لکھنا کیا حجت ہے بلکہ مولوی صاحب نے اپنے مدعا پر دوسری کتابوں سے استدلال کر کے فرمایا ۔ عبارت مولوی اسمعیل رحمہ اللہ کہ در سوال منقول ست ۔ بر ہمیں صورت محمول ست اھ دیکھو مجموعہ فتاوی جلد اول صفحہ ۶۵ ۔ نیز ایک مستفتی سوال کرتا ہے کہ مولوی اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد صاحب مجدد تھے یا نہیں ۔ اسکے جواب میں مولوی عبدالحی صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ مخرب دین تھے گمراہ کرنے والے تھے ۔ وہ مجدد کیسے ہو سکتے ہیں بلکہ یہ فرمایا ۔ مراد از درس ماتہ باتفاق محدثین آخر صد ست و علامات و شروط مجدد این ست کہ عالم باشد بعلوم ظاہرہ و باطنہ و نفع از تدریس و تالیف و تذکیر او شائع باشد و در احیاے سنن و محو بدعات سر گرم بود ۔ در آخر یک صدی و اول صدی

۹۴

دیگر، اشتہار علوم و شیوع انتفاع از و باشد پس اگر آخر صدی را نیافتہ یا دراں زمان انتفاع احیائے شریعت ازو حاصل نشدہ از مجددین خارج خواہد بود و در مورد حدیث داخل نخواہد شد۔ اسکے بعد رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ کی عبارت سے اس دعوی پر احتجاج کیا ہے اُسکے بعد کہا ہے۔ ازیں عبارت واضح شد کہ سید احمد بریلوی کہ ولادت شان در ۱۲۰۱ھ بود۔ و مریدشان مولانا اسمعیل وغیرہ در مصادیق حدیث داخل نیستند۔ چہ مجدد در اضرورا ست کہ آخر یکصدی و اول صدی دیگر بایں صفت باید کہ نفعش عام باشد و اشتہار تام و ایں حضرات را ایں در اثنای صدی سیزدہم حاصل گشتہ بعد چندے در گذشت صفحہ ۶۲ مجموعہ فتاوی جلد اول اس عبارت سے صاف صاف اور صریح طور پر ظاہر ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب ان حضرات کے اندر تمام شرائط مجددیت مجتمع پاتے ہیں۔ سوا ایک شرط یعنی آخر صدی اول و اول صدی ثانی میں ہونے کے۔ اور اثنای صدی سیزدہم میں ان کے نفع کو عام اور اُنکے اشتہار کو تام مانتے ہیں۔ اب ناظرین سلامت اللہ کی روش اور خاتم علماء فرنگی محل کی روش کو ملا کر دیکھیں اور انصاف سے کہیں کہ کیا سلامت اللہ علماء فرنگی محل کی اولاد میں ایسا ہی نہیں ہے جیسا حضرت نوح کی اولاد میں کنعان اور کیا اُسکے دیگر ہم خیال، و ہم مذہب و ہم مشرب اشخاص کی بالکل یہی حالت نہیں ہے پس ایسی حالت میں ان کا علماء فرنگی محل کی نسل سے ہونا کیا مفید ہوسکتا ہے۔ جبکہ کنعان کے لئے خاندان نبوت سے ہونا مفید نہ ہوا ؎

پسر نوح بابدان بہ نشست　　　خاندانِ نبوتش گم شد

اور یہ لوگ صرف اکابر دیوبند ہی پر سب و شتم و انکی ہی تفسیق و تکفیر نہیں کرتے بلکہ در پردہ مولوی عبدالحی صاحب وغیرہ کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرتے ہیں۔ لا اشتراک العلۃ۔ خدا اسلام و مسلمین کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

آخر میں ہم ناظرین کو اسطرف توجہ دلاتے ہیں کہ کارپردازان النظامیہ نے ہماری تحقیقات حقہ کی اشاعت سے گریز کی۔ اور یہ بیہودہ عذر کیا کہ ان میں سب و شتم ہے۔ اس لیئے ہم انکی اشاعت کو اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے۔ حالانکہ ہم اُنکی گندی و ناپاک تحریروں کو اسی طرح شائع کرتے ہیں جسطرح قرآن کریم میں مقالات کفار کی اشاعت کی گئی ہے اب آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ عذر ان کا کہاں تک صحیح ہے۔ صاحبو اصل بات یہ ہے کہ وہ بھی جانتے ہیں کہ حق غالب رہتا ہے اور

۹۵

اور اس لئے ان کو خطرہ تھا کہ اگر ہم مخالف تحریریں شائع کریں گے تو ہماری تلبیس کا قلع قمع ہوجاوے گا اس لئے انہوں نے انکی اشاعت سے انکار کردیا اور سب وشتم کا جھوٹا عذر پیش کیا۔ یہ تحریر اس بدطینت گروہ کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیئے کافی ہے۔ اس لئے ہم اسوقت اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور مزید تفصیل کو ضرورت پر موقوف رکھتے ہیں۔

تحقیق دہم ختم شد

اُصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ سے ۳ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کر کے عہ۹ کا ویلو ہوگا۔ امسال ۳ روپے ۱ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۷ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

شفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

فیوض یزدانی

سات سو نوے برس پہلے کا وہ زمانہ بھی یاد آنے کے قابل ہے جبمیں غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رح بغداد میں ممبر پر بیٹھکر وعظ فرماتے اور ان کے زود نویس خلیفہ حضرت عفیف الدین لفظ لفظ کو قلمبند کرتے جاتے تھے چنانچہ ۳ شوال ۵۴۵ھ یوم شنبہ سے لیکر ۲۹ رجب ۵۴۶ھ یوم جمعہ تک آپ کے ۶۲ وعظ مرتب ہوا اور اس تعداد میں مختلف مجالس کے وہ ملفوظات فرمائے جن کا ایک ایک جملہ قلزم توحید کا در فرید ہونے کے سبب صاحب دل مسلمان کیلئے جان سے زیادہ عزیز ہے چونکہ اس صحیفہ مبارکہ کے الفاظ و معانی دونوں کے سچے قدردان الامداد کے ناظرین ہی ہیں اس لئے وہ زیادہ مستحق ہیں کہ اس کے مطالعہ سے خلوت میں بہرہ یاب اور فیوضات قادریہ سے مالامال ہوں۔

لہذا عرض ہے کہ غفلت نہ فرماویں ورنہ عنقریب اس کے نسخے ہدیہ ہو جائیں گے اور اس کے بعد جب کسی قیمت کو بھی نہ مل سکیگی تو افسوس ہوگا کہ کیسی نعمت سے محروم رہے۔ کتاب کا پورا حظ تو مطالعہ کے بعد معلوم ہوگا مگر اتنی بات اب بھی سمجھ سکتے ہو کہ آٹھ صدی کے بعد اگر پیران پیر کے جلسہ وعظ کی شرکت کا لطف تازہ ہو سکتا ہے تو صرف اسی کتاب سے ہو سکتا ہے بس اگر چاہو کہ خود بھی عمر بھر دینی فائدہ اٹھاؤ اور اسکو کتبخانہ میں چھوڑکر اپنی نسل کے لئے بھی صدقہ جاریہ چھوڑ جاؤ جلدی کرو اور پتہ ذیل پر درخواست بھیجکر منگاؤ بلا جلد کی قیمت تین روپیہ (عـہ۳) آٹھ آنہ ہے۔

- بہشتی زیور مع ضمائم جدید ۱۰ حصے مجلد ۲ مع ...
- امداد المطابع ۱ حصہ مجلد تقری ... ۱
- ” ” ” ” بلا جلد ... ۳
- حسن العزیز مکمل سال اول ... ۳
- ” ” ” دوم ... ۳
- شمائل شریفہ مترجم بہ ترجمہ مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی (مولوی فاضل) مجلد ... لعہ
- اصلاح الخیال نیچریہ خیالات کی تردید ... ۳
- اصلاح الرسوم پیدائش سے وفات تک شادی و غمی وغیرہ کی تمام مروجہ رسموں کی مدلل تردید ... ۶
- تجوید القرآن نظم میں تجوید کے ضروری قواعد ... ۲
- طریقہ مولد شریف مروجہ مولد شریف کی اصلاح ... ۱

- دعوات عبدیت حصہ اول مشتملبر دس وعظ اور سوا سو ملفوظات ... عـہ
- ” ” حصہ سوئم ... ۱۱
- ” ” حصہ چہارم ... ۲
- ” ” حصہ پنجم ... ۱۴
- ” ” حصہ ششم ... ۵
- ” ” حصہ ہفتم پانچ وعظ ... ۱۲
- ہفت اختر مشتملبر چھ وعظ ... ۸
- وعظ اول الاعمال ... ۲
- ” آخر الاعمال ... ۳
- ” راحت القلوب ... ۳
- ” مفتاح الخیر ... ۱

رجسٹرڈ نمبر ال ۴۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

ربِّ زدنی علما

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انفعنا بما علمتنا وعلمنا ما ینفعنا

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علم و امداد للحدیث کہ دال ست بر ضرورت نفع آں

فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقب بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خیرت و مکتوبات خیرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و العقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ استفادہ آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست ملقب بہ صحیفہ شہریہ کہ تبرکاً نامش تجویز ساختہ الاستاذ تحقیقات نادرہ دیگر اہل فضل ست

جلد (۵)	۱۳۳۷ھ	بابت ماہ رمضان المبارک	عدد (۳)

باداره الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

لیتھو احمدی پریس تھانہ بھون

ایں صحیفہ کا مدرش امداد نام	یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں

تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا

(مدیر سلمہ)

اطلاع

الامداد بابت ماہ شعبان ۳۷ھ میں غلطی سے حوادث الفتاوی حصہ سابعہ کے سلسلہ کے صفحات ۵۵ و ۵۶ لکھے گئے ہیں بجائے اس کے ۱ و ۲ سے سلسلہ صفحات شروع کیا جاوے ۱۲

حال - میں حضرت سے بہت شرمندہ ہوں کہ اب خط بھی روانہ برابر نہیں کرسکتا۔

تحقیق - شرمندگی کی کیا بات ہے جب عذر ہے۔

حال - اسوقت میں حالت کیا لکھوں عجیب کشمکش میں ہوں میرے ذمہ تعلقات دنیاوی بہت زیادہ ہیں اپنی آمدنی بقدر ضرورت ملتی نہیں جسکی وجہ سے ہمیشہ ایک قسم کی پریشانی رہتی ہے دوسرا کوئی اور سمجھانیوالا نہیں سب اپنے خویش ہی ہیں ایسی حالت میں اگر اپنے بھائیوں سے علحدہ ہوجاؤں تو پریشانی تو کم ہوجاویگی لیکن جمیعت مانع ہے

تحقیق - میرے نزدیک تو کچھ جمیعت کے خلاف نہیں اسوقت خلط کے سبب خرچ اپنے قابو میں نہیں اور اسوقت جتنا چاہا خود صرف کیا جتنی وسعت دیکھی اوروں کی خدمت کی۔

حال - علاوہ اسکے کہ لوگ اسکو خلاف سمجھیں گے شرعاً بھی شاید منع ہو کیونکہ مجھسے دو بھائی بڑے ہیں اور دو چھوٹے بڑے تو شرعاً بھی باپ برابر سمجھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تحقیق - اگر کسی کا باپ بھی زندہ ہو تب بھی یہی اسلم ہے۔

حال - اور چھوٹے گویا بیٹے برابر ہوں گے اور ان دونوں کی کفالت واجب ہے وقت انکے حاجت مند ہونیکے

تحقیق - مگر کفالت کا طریق غیر اختیاری ہونے سے کلفت ہے اور اختیاری ہونے سے راحت۔

حال - اسی وجہ سے ایسا بھی ہوتا ہے کہ بروقت لفافہ بھی نہیں رہتا کہ جناب کے پاس خط لکھوں چونکہ مبارکپور مکان کی متصل ہے اکثر مہمانوں کی کثرت رہتی ہے جس سے اور بھی انتشار خیال و جمعیت و دقت رہتی ہے لہذا خیال ہو رہا ہے کہ اگر کچھ فاصلہ پر کوئی جگہ ملجائے تو اس جگہ کو چھوڑ دوں۔

تحقیق - خیر وہ تو جب ہوگی جب ہوگی جب تک یہ نہ ہو یوں کیجئے کہ مہمان کے آنے کے دن کھانا زیادہ نہ پکوائیے جتنا ہو سامنے رکھدیا اور صاف کہدیا کہ اس سے زیادہ وسعت نہیں اسی کو سب ملکر کھا لیجئے اس سے خود ہی سلسلہ کم ہوجائیگا۔

حال - وہاں کے لوگوں کو میری مفارقت ایک درجہ میں شاق ہوگی لیکن میں بڑی آفت سے نجات پاؤنگا۔

تحقیق - ہمنے تو صورت نکالی تھی۔

حال - نفس مہمان کا آنا گراں نہیں بلکہ اُن کے انتظام میں بڑی دقت ہوتی ہے یہاں کھانیکی کوئی

۵۳

دکان نہیں اب کسی نہ کسی کے مکان پر پکوانا ہوتا ہے جو نہایت بار معلوم ہوتا ہے چونکہ آنے والا اپنے خویش واقرباہی ہوتے ہیں اسلیئے اُن سے کچھ کہنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

تحقیق۔ جو میں نے لکھا ہے کچھ بھی مشکل نہیں اگر نفس میں کبر نہو۔

حال۔ جناب کے نزدیک یہاں چھوڑنے میں کیا مناسب ہے۔

تحقیق۔ اسوقت تو سمجھ میں نہیں آتا۔

حال۔ اسی کثرت تعلقات کی وجہ سے پابندی سے اپنا کام بھی نہیں کرسکتا۔

تحقیق۔ میرے مشورہ پر عمل کرنے سے یہ مانع مرتفع ہوجائیگا۔

حال۔ آخرت کا خیال ہر وقت دامنگیر رہتا ہے مگر تاہم جس طرح جی چاہتا ہے عمل نہیں ہوسکتا کبھی تو نہایت رغبت سے کام کرتا ہوں کبھی جی ہی نہیں چاہتا۔

تحقیق۔ اس کے طرف التفات نہ کیا جاوے۔

حال۔ اسوقت مندوبات میں تو کبھی نفس و عقل میں منازعت ہوکر عقل غالب آتی ہے کرلیتا ہوں اور کبھی بالکل جی نہیں چاہتا تو خیال کرتا ہوں جب دل نہیں چاہتا تو رغبت سے ادا ہوگا نہیں محض ظاہری طریقہ سے ادا کرونگا تو کیا کروں ایسے وقت کیا کروں۔

تحقیق۔ کرنا چاہیئے کہ یہ مجاہدہ ہے۔

حال۔ کبھی دل میں نہایت کشش الی اللہ پیدا ہوتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ کاش کوئی تعلق نہوتا مگر اسکی دعا نہیں کرتا پھر کسی تردد میں گرفتار ہوگیا سب برابر ہوگیا۔

تحقیق۔ یہ تلوینات سبکو پیش آتی ہیں غم نہ کریں عمل میں کوتاہی نہ کریں۔

حال۔ قلب کو فرصت ہی نہیں ملتی کہ الی اللہ خوب متوجہ ہو کثرت سے تو مدرسہ کا کام ہے پھر لوگوں کی آمد و رفت پھر بعض خویش اقارب کے لڑکے کی نگرانی پھر مکان کے ترددات آنا جانا ان لغویات میں تمام دن رات خراب ہوتا رہتا ہے کبھی خیال ہوتا ہے کہ شاید اس میں بھی ثواب ملے اللہ تعالیٰ اسی خدمت کی برکت سے نجات دیں یہ بھی دین ہے مگر بدمزہ طور سے اسکے متعلق کیا کروں۔

تحقیق۔ بس ۵ چونکہ برمیخت بہ بند دلستہ باش۔

حال۔ ذکر بعد الموت معمولاً ڈیڑھ ہزار بار اسم ذات کبھی جلد جلد جبراً باطمینان یا بعجلت کرلیتا ہوں

باقی تہجد اکثر قضا ہو جاتی ہے آنکھ کھلتی ہے مگر کسل وغیرہ سے اٹھا نہیں جاتا کیا کروں۔

تحقیق - بعد عشاء پڑھ لیا کریں۔

حال - قرآن شریف کی تلاوت مع مناجات مقبول کے کرتا ہوں کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے اسکے علاوہ درود شریف استغفار وغیرہ جب ہو سکا پڑھ لیتا ہوں۔

تحقیق - مضائقہ نہیں ہے۔

حال - بی بی سے تعلق ہے مگر ایسا ہے کہ وبال معلوم ہوتی ہے اکثر گھبراتا ہوں کہ بہت بڑا تعلق اور بھیڑ ہو گئی لیکن اسکے پاس جب رہتا ہوں تو محبت بھی بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے ایک دفع بیمار تھی بہت سخت تو اندر سے جی چاہتا تھا کہ مرجاتی تو نجات ملتی مگر قصداً اس خیال کو دفع کرتا تھا کہ گناہ نہو - خیر اچھی ہو گئی۔

تحقیق - ہاں ایسا خیال بھی نہ کیا جاوے بعض اوقات یہ خیال درجہ ہمت تک پہنچکر موثر ہو جاتا ہے تو ہو قریب قتل کا گناہ لازم آجاتا ہے۔

حال - وہ مجھکو بہت مانتی ہے چونکہ دیندار تمیز دار لکھی پڑھی عقلمند بھی ہے اس لئے کلفت زیادہ نہیں ہے ورنہ خدا جانے کیا ہوتا بہشتی زیور تبلیغ دین کل دیکھ چکی اور امیر فی الوسع عامل بھی ہے۔

تحقیق - بندہ خدا ایسی نعمت سے جسکو حدیث میں خیر المتاع فرمایا ہے گھبراتے ہیں۔

حال - اب کون کون کتاب اسکو دیجاوے۔

تحقیق - میری مواعظ جتنے ہو سکیں دکھلائے جاویں۔

حال - تلاوت نماز وغیرہ کی پابند ہے میں نے کہا تھا کہ مولانا مدظلہ سے مرید ہو گی کہا کہ ابھی ذرا اور اپنی حالت درست کروں تب اسکے متعلق اب کیا کروں۔

تحقیق - اُس کی رائے صحیح ہے قبول کریں۔

حال - اب تک وہ میکہ میں ہے اُسکے والد کچہری کا کام کرتے ہیں جسکی آمدنی میں ہر قسم کی رقم رہتی ہو گی اس کے کھانے میں کیا احتیاط ہو سکتی ہے اگر اُسکے کھانے کے اندازہ سے اُسکے گھر والوں کی خدمت کسی طرح سے یا اُسی کے ذریعہ سے کھانے کے انتظام میں داخل کرادوں تو جائز ہو سکتا ہے۔

تحقیق - اس سے کیا ہو سکتا ہے۔

حال۔ اس بات میں مجھے اکثر پریشانی ہے۔

تحقیق۔ اُس آمدنی کی مفصل کیفیت لکھنا چاہئے۔

حال۔ میرے مکان پر چونکہ شرعی محرم نہیں ہے اسلئے ابتک میکہ میں ہے ہاں جب میں رہونگا تو کوئی بات ہی نہیں۔

تحقیق۔ اپنے پاس کیوں نہیں بلا لیتے۔

حال۔ میں بہت چاہتا ہوں کہ ان تمام تعلقات سے کسی طرح سے نجات ملے جس سے یکسو ہو کر اطمینان میں رہوں۔ مگر ابتک کوئی صورت نظر نہیں آئی شاید میرے مقدر میں یہی ہے اور اللہ تعالےٰ کی مرضی اسی طرح رکھنے میں ہے۔

تحقیق۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔

حال۔ سب سے زیادہ گھبراہٹ مجھے اس بات کی ہے کہ مجھپر قرضہ بھی لوگوں کا ہوگیا ہے۔

تحقیق۔ کیوں کیا۔

حال۔ کتنا ہی چاہتا ہوں کہ اُس سے سبکدوش ہوں مگر کامیاب نہیں ہوتا۔

تحقیق۔ اگر تنخواہ سے ادا کی امید نہ ہو اثاث زاید و کتب زائدہ بیع کر دیجاویں۔

حال۔ خیال رہتا ہے کہ خدانخواستہ اگر ایسی حالت میں انتقال ہوگیا تو پھر کیا ہوگا خدا تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ تمام پریشانیوں سے اللہ تعالیٰ نجات بخشیں اور خاص اپنے کام میں مشغول رکھیں۔

تحقیق۔ دعا کرتا ہوں اور اُس کے ساتھ خوش تدبیری کی بھی دعا کرتا ہوں میرے خیال میں زیادہ حصہ پریشانی کا اپنا خریدا ہوا ہے۔

حال۔ کلام مجید پڑھتے وقت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سُن رہے ہیں اور کوئی کلمہ غلط پڑھا جاتا ہے اور دوبارہ صحیح ہو جاتا ہے تو یہ خیال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ کلمہ صحیح ہوا اور غلطی صحیح ہوئی ہے بتائیے کوئی حرج تو نہیں ہے کیونکہ سننے والا غلطی کو ضرور بتلاتا ہے اگر اسکو یاد ہے۔

تحقیق۔ کچھ حرج نہیں بشرطیکہ اس شخص کی طبیعت میں کسی وقت یہ بات پیدا ہو کہ غلطی بھی ادھر ہی سے ہوئی اگر ایسا احتمال ہو تو صحت کو اپنی سمجھ کی طرف منسوب کرنا بہتر ہے۔

حال۔ حضور فدوی کی حالت خراب ہوگئی کہ حضور کا نام مبارک زبان سے کیا بلکہ قلم تک سے نہیں

لکھ سکتا کیا کروں مجبور ہوں نہیں معلوم کیا سبب ہے یہانتک کہ شجرہ میں پڑھتا ہوں ع تھانوی مرشدی شمس الہدیٰ کے واسطے۔

تحقیق - گول بات ہے مفصل لکھنا چاہیئے آخر دل میں کیا آتا ہے۔ کیا کوئی ہاتھ پکڑتا ہے یا زبان کو روکتا ہے۔

(اس کے بعد یہ دوسرا خط آیا)

حال - گذارش یہ ہے کہ بسبب ادب کے دل گوارا نہیں کرتا۔

تحقیق - پھر برائی کیا ہوئی جسکی فکر میں پڑ گئے۔

حال - پھر یہ وسوسہ آتا ہے کہ دادا پیر سے لگا کر اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک کسی صاحب کے نام لینے میں کیوں ادب نہیں کرتے بلکہ فخر سمجھکر خوشی خوشی نام لیتے ہو اسوجہ سے حضور کو اطلاع دی

تحقیق - مشاہد اور غائب میں بعض آثار متفاوت ہوتے ہیں خصوص بعض طبائع کے اعتبار سے اسکا بھی کچھ حرج نہیں۔

حال - حسب ہدایت والا تبلیغ دین بیان اخلاق ذمیمہ کا مطالعہ کرتا ہے مگر وجداناً تکبر معلوم ہوتا ہے حالانکہ طلبا کا جوتہ اٹھا لیا کرتا ہوں ملنے والوں سے سلام میں ابتدا بھی کرتا ہوں خواہ ادنیٰ ہو یا خواہ اعلیٰ

تحقیق - پھر تکبر نہیں اور جو اثر وجداناً معلوم ہوتا ہے اُس کے مقتضا پر عمل نہ کرنے سے اُس کا بھی ازالہ ہو جاویگا اور جب تک زوال نہ ہو وہ قابل ملامت نہیں۔

حال - غصہ بھی بہت زیادہ پریشاں کئے رہتا ہے ہر چند کہ نفس کو کہتا ہوں کہ خدائے جل شانہ کی مشیت سے ایسا ہوا تو اُسپر غصہ کرتا ہے گویا اللہ جل شانہ پر اعتراض کرتا ہے کہ اپنی خواہش کی خلاف ہونے سے غصہ ہوتا ہے مگر کچھ فرق نہیں پاتا ہوں۔

تحقیق - بس یوں ہی سمجھاتے رہئے اور اس کے مقتضا پر عمل نہ کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ اُسکا بھی ازالہ ہو جائے گا۔

حال - پندرہ چودہ سال سے میرے گھر میں یہ حالت ہے کہ رات کو خواب میں ایک شخص آتا ہے کبھی عورت کبھی مرد کی شکل میں کبھی پیٹ ملتا ہے کبھی کبھی کچھ دکھلاتا ہے بچاسوں قسم سے طرح طرح کے کرشمے دکھلاتا ہے کبھی خود بخود ہنسنے کی آواز آتی ہے غرض کہ اسقدر تنگ کرتا ہے کہ سونا اور آرام کرنا دشوار ہے

پہلے تو کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا تھا۔ اب دو تین ماہ سے اسقدر زیادہ ہے کہ حالت بہت خراب رہتی ہے اپنے گھر والوں سے زائد تو میری پریشانی بڑھتی ہے نہ معلوم کس قدر روپیہ پیسہ اُس کے دفع کرنے میں صرف ہوا مگر دن دونا رات چوگنا کا معاملہ ہے۔ بہت روز سے خیال تھا کہ حضور کو اپنی خرابی کی حالت تحریر کروں مگر ڈر اسکا تھا کہ کہیں گنڈہ تعویذ والوں میں نہ شمار کیا جاؤں۔

تحقیق۔ تعویذ گنڈہ برا وہ ہے جو خلاف شرع ہو یا اُسپر تکیہ اور اعتماد ہو جاوے اور اگر منجملہ تدابیر عادیہ سمجھا جاوے اور شرع کی موافق ہو کچھ حرج نہیں۔

حال۔ آجکل جب بہت پریشانی ہوئی اور بڑی تکلیف دینے لگا تو حضور میں عرض کیا گیا حضور کی تجویز سے تشفی ہو جائیگی کہ یہ کیا بلا ہے اور اُس کے دفع کی کوئی تدبیر حضور ارشاد فرمائیں۔

تحقیق۔ میں عامل تو ہوں نہیں توکلاً علی اللہ ایک تعویذ بھیجے دیتا ہوں۔ اُسکے گلے میں ڈالدیجئے اور سوتے وقت قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس پڑھکر اُسپر دم کر دیا کریں اور وہ خود پڑھ لے تو اور بھی بہتر ہے۔

حال۔ عرض یہ ہے کہ اس خاکسار کو ایک ہفتہ سے یہ خیال ہوا ہے کہ خداوند کریم کا اسکو اپنے فضل و کرم سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی امت میں پیدا کرنے پر اور حضور والا کی خادمی نصیب کرنے پر ہر روز ایک دوگانہ شکریہ ادا کروں اور ایک سو درود شریف (ہر روز کے وظیفہ کے سوا) پڑھلوں اور ایک روپیہ ماہانہ چار طلبہ میں جو یہاں عربی پڑھتے ہیں دوں بندہ کا یہ خیال جائز ہے یا نہیں۔

تحقیق۔ جائز ہے مگر کسی پر ظاہر نہ کیجئے۔

حال۔ حاضر خدمت ہو کر جس مرض کے متعلق عرض کیا تھا اُس مرض کا تدارک غض البصر کا مطالعہ فرمایا تھا لیکن جب سے یہاں آیا صرف ایک مرتبہ اُس کا مطالعہ کیا گیا لیکن ایک ہی مرتبہ دیکھنے سے بفضلہ اتنا نفع ہوا کہ مرض گیا تو نہیں لیکن جانے کے قریب قریب ہو گیا۔ اب بفضلہ حضور کی دعا سے اتنا عادی ہو گیا ہوں کہ اگر تقاضا ہوا تو فوراً مغلوب کر لیتا ہوں تقاضا ضرور ہوتا ہے لیکن حضور کی دعا کی برکت سے غالب ہو جاتا ہوں حضور دعا کریں کہ یہ تقاضا بھی خداوند کریم رفع کر دیں۔

تحقیق۔ اسکا رفع اور ضعیف ہو جانا بھی اسی پر موقوف ہے کہ ایک مدت تک اسپر عمل نہو پھر دب جاتا ہے گو میلان پھر بھی رہے۔

۵۸

حال۔ ...... میں ایک لڑکی پڑھی لکھی ہوشیار ہے اُس کے یہاں خط وکتابت ہوئی اسکے بارے صاف انکار کیا کہ ...... کی عمر زیادہ ہے اور لڑکی کی عمر کم۔ اس درمیان میں ایک بندہ خدا نے غیر مشروع طریقہ سے کچھ حب کی تدبیر کر دی اب وہ عورت کہتی ہے کہ میں فلاں ہی سے عقد کرونگی گھر کے لوگ منع کرتے ہیں وہ اسی خیال میں غرق ہے کہتی ہے کہ عالم تو ملیں گے۔ اب مجھے اطلاع دی گئی کہ ایسا کیا گیا مجھے ناپسند ہوا کہ بلا اجازت ایسا کیوں کیا گیا کسی مسلمان کو خصوصًا ناقصات العقل کو پریشان کرنا کب مناسب ہے تقدیر کا حال معلوم نہیں ہوا اسکے متعلق یہ دریافت طلب ہے کہ ایسی تدبیر کرنا شرعًا کیسا ہے۔

تحقیق۔ درست نہیں۔

حال۔ اگر اس تدبیر سے عورت کو راضی کر لیا گیا تو شرعًا نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

تحقیق۔ درست ہوگا مگر قدرے توقف کے بعد کہ وہ عمل کا اثر جاتا رہے۔

حال۔ خیال باطلہ متعلق شہوت باکثرت ہوتے ہیں آج اس قسم شہوت کے گناہ میں مبتلا ہو گیا ہوں بعد فراغت جو پریشانی و پشیمانی طبیعت کو لاحق ہوئی میں ہی جانتا ہوں اُسی وقت توبہ با خلوص و دو رکعت توبہ ادا کی اور استغفار بکثرت کر رہا ہوں مگر چین نصیب نہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایمان سے خارج ہو گیا۔ حضرت التجا ہے کہ غلام کی دستگیری فرمائی جاوے ورنہ میں ہلاک ہو گیا باوجود وسعت ارض کے تنگ معلوم ہوتی ہے دل بے قرار ہے کوئی علاج ایسا فرمایئے جس سے تلافی ما سبق و زجر مابعد ہو جاوے بقیہ وہ حضور کی علاج بھی کرا رہا ہوں نیز دعا فرماویں کہ اللہ پاک نور ایمان عطا فرماوے اور گذشتہ گناہ معاف فرماوے۔

تحقیق۔ سبحان اللہ کیا خوش کن خط بھیجا ہے اختیاری مرض کا مجھ سے تدارک پوچھا جاتا ہے اور تدارک بھی تسلی کا۔ کیوں صاحب آگ میں خود ہاتھ دیکر کسی طبیب کو خط نہ لکھا کہ کوئی تدبیر سکون کی بتلاؤ۔ میرا جی نہیں چاہتا کہ ایک حرف بھی لکھوں۔

حال۔ کچھ دنوں سے وہ کیفیت غلبہ اور جوش وغیرہ کچھ نہیں رہا۔ مگر حضور والا کے طفیل سے یہ اب بھی ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق خاص جو پہلے نہیں پاتا تھا پاتا ہوں۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ تعالیٰ حالت محمود ہے جوش مقصود نہیں اسکا ثمرہ مقصود ہے جو بفضلہ تعالیٰ

حاصل ہے دعا کرتا ہوں۔

حال - میت کے واسطے دو رکعت نماز نفل کی نیت باندھکر بنام نماز ہول قبر پڑھکر دعا کیجاتی ہے کہ اس میت کو عذاب قبر سے نجات ہو اور ثواب اس نماز کا اسکی روح کو بھیجا جاتا ہے آیا اس نماز کی کوئی سند ہے یا نہیں اور اسکو پڑھنا چاہیئے یا نہیں پڑھنا چاہیئے اور اگر اس نماز کی کوئی سند ہے تو اسکے پڑھنے کا طریقہ کیا ہے۔

تحقیق - اس نماز کی کوئی اصل نہیں بلا اس نام و قید کے میت کیلیئے دعا کرنا یا جس عبادت بدنیہ و مالیہ کی توفیق ہو اُس کا ثواب پہنچانا یہ البتہ ثابت ہے۔

حال - الحمد للہ تعالیٰ تمام معمولات بدستور بلا تکلف جاری ہیں۔

تحقیق - الحمد للہ۔

حال - واقعی یہ حضرت والا کی توجہ و دعا کا ثمرہ ہے ورنہ احقر کسی قابل نہیں۔

تحقیق - یہ سمجھنا بھی علامات قابلیت سے ہے اس نعمت پر شکر کیجیے کہ عجب سے بچایا۔

حال - عصر سے عشا تک اکثر ایک خاص کیفیت اور محویت قائم رہتی ہے بوقت تہجد یہ بات نہیں رہتی حالانکہ اُس وقت بالکل تخلیہ رہتا ہے۔

تحقیق - طبائع کی خصوصیات جدا ہیں آپکی طبیعت اُسوقت زیادہ متاثر ہوتی ہے جسمیں فنا و زوال کی آمد ہے اور تہجد کا وقت گو تخلیہ کا ہے مگر وہ وقت ہے تعلقات کی آمد کا تو مآل کا اثر ہوتا ہے اور اگر حال کا اثر ہوتا تو امر بالعکس ہوتا۔

حال - گذارش یہ ہے کہ رات کو دو تین بجے آنکھ کھل کر پھر نیند آجاتی ہے جسکا رنج ہے کیا کروں۔

تحقیق - رنج کی کوئی بات نہیں تہجد اُسوقت پڑھ لیا اور جتنا ذکر ہو سکا باقی بعد نماز صبح کی کر لیا نفع میں کمی نہ ہوگی۔

حال - ذکر اللہ کے وقت جی چاہتا ہے خوب گریہ زاری ہو مگر نہیں ہوتا میری حالت پر افسوس۔

تحقیق - یہ افسوس بھی دل کا گریہ ہے جو نفع میں گریہ چشم سے کم نہیں۔

حال - چلتے پھرتے اللہ اللہ زیادہ یاد رہتا ہے پھر یاد کرتا ہوں تو استغفار پڑھتا ہوں۔

تحقیق - دونوں کا ایک ہی حاصل ہے۔

(باقی آئندہ)

شوہر کو اگر ندامت ہو تو تدارک اُسکے قبضہ میں ہو یہ مصلحت واحدہ بائنہ میں بھی فوت ہوتی ہے اس مصلحت کا اس عبارت میں ذکر ہے ومنہا شرعہ ثلثا لان النفس کذوبۃ ربما تظہر عدم الحاجۃ الیہا ثم یحصل الندم فشرع ثلثا لیجرب نفسہ اولاً وثانیاً اھ۔ (ردالمحتار عن فتح القدیر ج ۲ صفحہ ۶۳۵) اسی طرح طلاق دینے کے وقت اس کا لحاظ نہیں رہتا کہ یہ اسوقت حائضہ تو نہیں ہے یا اگر غیر حائضہ ہی تو اس طہر میں اس سے ہم بستری تو نہیں ہوئی حالانکہ حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جسمیں ہم بستری ہوگئی ہو طلاق دینا گناہ ہے اکما م عن الدالمختار) اور نفاس میں طلاق دینا بھی ایسا ہی ہے جیسے حیض میں طلاق دینا (شامی ج ۲ صفحہ ۶۹۰) ایک غلطی طلاق کے باب میں بعض جہلا میں یہ ہے کہ ہنسی میں یا غصہ میں بی بی کو طلاقن کہہ کے پکارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے طلاق نہیں ہوا حالانکہ اس سے بھی طلاق واقع ہو جاتا ہے۔

ایک غلطی یہ ہے کہ بعض لوگوں نے یہ مسئلہ سن لیا کہ اگر ایک طلاق دیکر رجوع کرلے تو نکاح بدستور قائم رہتا ہے تو اس مسئلہ کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی بار ایسی حرکت کرے ہمیشہ رجعت جائز ہے سو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے طلاق کی حد وہی تین ہے خواہ ایکبار میں یا دو بار میں یا تین بار میں اور خواہ درمیان میں رجعت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو پس اگر کسی نے ایک طلاق رجعی دیکر پھر رجعت کرلی یہ رجعت درست ہے کیونکہ ایک طلاق کے بعد ہوئی پھر اگر دوسرا طلاق رجعی دیکر پھر رجعت کرلی یہ رجعت بھی درست ہے کیونکہ یہ رجعت دو طلاق کے بعد ہوئی اور اسکو دو طلاق کے بعد اسلئے کہا جاویگا کہ اس دوسری طلاق کے ساتھ اُس پہلی طلاق کو بھی شمار کیا جاویگا اگرچہ رجعت ہو چکی تھی سو رجعت سے طلاق کا اثر جاتا رہا مگر طلاق کی ذات موجود ہے پھر اگر اُس نے تیسرا طلاق دیا اب رجعت درست نہیں کیونکہ حسب تقریر مذکور یہ تین طلاق کے بعد رجعت ہوئی اور تین طلاق کے بعد رجعت درست نہیں اسی طرح اگر ایک یا دو طلاق کے بعد رجعت نہ کی ہو اور عدت گذرنے سے وہ نکاح زائل ہو گیا ہو اور پھر دونوں نے راضی ہو کر باہم نکاح کرلیا ہو اور پھر اتفاق طلاق دینے کا ہو تو اس طلاق کے وقت پھر سابق طلاقوں کو جمع کیا جاویگا جب جمع ہو کر مجموعہ تین ہو جاویگا پھر رجعت جائز نہ رہے گی۔ البتہ صرف ایک صورت ہے پہلی طلاق کے کالعدم ہو جانے کی اور وہ صورت یہ ہے کہ اس شوہر کی طلاق کے بعد عدت گزار کر اُس عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کرلیا اور اس نے ہمبستری

کے بعد طلاق دیدیا یا ہمبستری کے بعد مرگیا اور پھر یہ شوہر اول کے نکاح میں آگئی اب البتہ پہلی طلاقوں کا کچھ اعتبار نہوگا یعنی یہ از سر نو تین طلاقوں کا مالک ہوجاویگا جس طرح اپنے نکاح اول میں تین طلاق کا مالک تھا مگر یہ امام صاحب کا قول ہے اور امام محمد رحہ نے اسمیں خلاف کیا ہے اور دونوں کی ترجیح میں علما نے اختلاف کیا ہے (الدر المختار ورد المحتار ج ۲ صفحہ ۹۶۳)

(**تنبیہ**) یہ دوبار تک رجعت طلاق رجعی میں ہے بائنہ میں نہیں تفصیل اسکی فقہ میں ہے اور بقدر ضرورت بہشتی زیور میں بھی ہے ملاحظہ کرلیا جاوے فقط۔

ایک عام غلطی باب طلاق میں یہ ہے کہ بعض اوقات منکوحہ دعویٰ کرتی ہے کہ شوہر نے مجھکو طلاق دیدیا ہے مگر کوئی گواہ پیش نہیں کرسکتی تنہائی میں طلاق دینا بیان کرتی ہے اس موقع میں لوگ دو قسم کی غلطیاں کرتے ہیں اکثر تو اس صورت میں طلاق واقع نہونے کا حکم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر بدون گواہوں کے عورت کے قول کا اعتبار کرلیا جایا کرے تو بس عورتیں تو خوب آزاد ہوجاوینگے ذرا شوہر سے ان بن ہوئی اور طلاق کا دعوی دہر مارا۔ اور بعضے عورت کی بیکسی پر ترحم کرکے اور قرائن عادیہ سے کام لیکر (کہ عورت بمقابلہ شوہر کے کب جھوٹ بولنے کی ہمت ہوتی ہے یا یہ کہ عورت شوہر سے جدا ہونے کو کب گوارا کرتی ہے اگر وہ طلاق نہ دیتا تو بھلا عورت کو ایسے دعوے کی کیا ضرورت تھی) طلاق واقع ہونیکا حکم کردیتے ہیں حالانکہ دونوں فریق کے استدلالات لچر ہیں فریق ثانی کا تو ظاہر ہے کہ اس کے خلاف کا کثرت سے مشاہدہ کیا جاتا ہے بہت عورتیں بیباک بھی ہوتی ہیں اور جھوٹ بھی بولتی ہیں اور شوہروں سے نفرت رکھنے والیاں بھی بہت ہیں اور فریق اول کا اس لئے کہ کوئی اس کے مقابلہ میں یوں کہہ سکتا ہے کہ اگر عورت کی علی الاطلاق تکذیب کردی جایا کرے تو جن صورتوں میں شوہر قصداً تنہائی میں اس لئے طلاق دی کہ دعویٰ کے وقت انکار کرسکوں اور عمر بھر اسکو پریشان کروں تو عورتیں سخت قید میں اور ظلم میں گرفتار ہوجاوینگے یہ تو معارضہ ہے اور اس فریق کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ تو اسوقت کیا جاسکتا ہے جبکہ ہم یہ حکم دیں کہ طلاق واقع ہوگیا سو اس حکم کے لئے بیشک گواہوں کی ضرورت ہے بدون گواہوں کے ایسا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن اگر یہ حکم نہ دیا جاوے کیونکہ غیب کی خبر تو اللہ تعالیٰ کو ہے بلکہ عورت کو یہ مسئلہ تبلایا جاوے کہ اگر واقعی اس نے تیرے سامنے طلاق دیا ہے تو تجھکو اس سے علحدہ رہنا چاہئے جس صورت میں رجعت ناجائز ہو اس سے ہمبستر نہونا

تواس حکم میں یہ شبہ واقع نہوگا غرض حکم بالطلاق اور چیز ہے اور حکم بصوبن النفس بشرط طلاق اور چیز ہے۔ ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ ویسے ہی بطور ہزل کے منہ سے لفظ طلاق نکالدیتے ہیں مگر اُن کا قصد طلاق دینے کا نہیں ہوتا تو بعضے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوتا۔ سو سمجھلینا چاہیے کہ اس صورت میں طلاق واقع ہوجائیگا کیونکہ تکلم تو بالقصد ہوا ہے گو اس کے ساتھ اُس کے معنی کے واقع ہونے کا قصد نہیں ہوا بلکہ اُس کے عدم وقوع کا قصد ہوا ہے سو یہ شریعت میں معتبر نہیں۔
بعضے لوگ اس غلطی میں ہیں کہ یوں سمجھے ہوئے ہیں کہ غصہ میں طلاق واقع نہیں ہوتا یہ بھی غلط مسئلہ ہے طلاق غصہ میں بھی ہوجاتا ہے۔ اور طلاق تو اکثر غصہ ہی میں دیا جاتا ہے۔ بعضے لوگ اس غلطی میں ہیں کہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی زبردستی سے کسی سے طلاق دلوادی تو طلاق واقع نہیں ہوتا۔ سو یہ بات بھی صحیح نہیں اکراہ میں بھی طلاق واقع ہوتا ہے گو اکراہ کرنے والے پر مواخذہ ہو جیسے کوئی زبردستی کسی کو کسی سے پٹوادے تو کیا اس ضرب کا اثر یعنی چوٹ نہ لگے گی اسی طرح تلفظ بالطلاق کا اثر وقوع طلاق ہے وہ بھی واقع ہوجاویگا۔ اسی طرح اگر منہ سے لفظ طلاق قصداً نہ کہے بلکہ ویسے ہی منہ سے بلا ارادہ نکل گیا یا کوئی شخص الفاظ طلاق کے معنی نہ جانتا تھا کچھ اور مطلب سمجھکر منہ سے کہدیا تو ان دونوں صورتوں میں قضاءً تو طلاق کا وقوع ہوگیا یعنی عورت کو جائز نہیں کہ اُس سے تعلق زوجیۃ کا رکھے بلکہ مرد کو بقدر قدرت روکے اور اگر روکنے پر قدرت نہ رہی بلکہ اندیشہ جان کے تلف ہونے کا یا ظلم شدید کا ہو جسکا تحمل نہ ہوسکے تو پھر اس عورت پر گناہ نہوگا لیکن اگر قضاءً عورت کو اس واقعہ کی اطلاع نہو تو مرد پر یہ واجب نہیں کہ اسکو اطلاع کرے بلکہ یہی سمجھے کہ طلاق واقع نہیں ہوا۔
ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ سمجھتے ہیں کہ بیقصور طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتا۔ یا بلا رضامندی عورت کے طلاق نہیں ہوتا سو یہ دونوں باتیں بھی غلط ہیں دونوں حالت میں طلاق ہوجاتا ہے گو بلاقصور ایسا کرنا سخت مذموم ہے بعضے لوگ سمجھتے ہیں کہ نشہ کی حالت میں مثل جنون کے غیر مکلف ہوجاتا ہے اُس حالت میں طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتا۔ سو یہ بھی غلط ہے اُس کا حکم جنون کا سا نہیں ہے البتہ اگر کسی حلال چیز کے کھانے سے ضعف مزاج کے سبب نشہ ہوگیا اُس نشہ کا حکم مثل جنون کے ہے کہ اُس حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہوگی بعض لوگ صرف طلاق ہی کو مزیل نکاح سمجھتے ہیں یعنی زوال نکاح کو صرف طلاق میں منحصر سمجھتے ہیں چنانچہ اسی بناء پر اگر کسی

کلمہ کفر صادر ہو جاوے تو تجدید ایمان کی تو ضرورت سمجھی جاتی ہے مگر تجدید نکاح ضرورت نہیں سمجھتے حالانکہ مرتد ہو جانا بھی سبب زوال نکاح ہے بعد تجدید ایمان کے تجدید نکاح بھی واجب ہے۔ ایک غلطی اسکے اسکے مقابل یہ ہے کہ بعض ایسے اسباب کو موجب حرمت یا مزیل نکاح سمجھتے ہیں جو واقع میں مزیل حلت نہیں جیسے عورت اپنے شوہر کو باپ یا بھائی کہدے تو اس سے نہ طلاق ہو نہ وہ اُسپر حرام ہو یعنی ظہار بھی نہیں ہوتا بلکہ اگر مرد بھی عورت کو یہ کہدے کہ تو میری ماں ہے یا بہن ہے تب بھی ایک لغو بات تو ہے لیکن اس کا اثر نکاح پر یا حلت پر کچھ بھی نہیں ہوا البتہ بعض الفاظ سے ظہار ہو جاتا ہے تو وہ خاص خاص الفاظ ہیں جو مع اپنے حکم کے کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ ایک غلطی اس کے مقابل یہ ہے کہ بعض اسباب طلاق کو اسباب طلاق نہیں سمجھتے بیان اُس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یا تو قسم کھالے کہ میں اپنی بی بی کے پاس کبھی نہ جاؤنگا یا یہ قسم کھالے کہ اتنے دنوں تک نہ جاؤنگا اور وہ مدت چار مہینہ یا چار مہینہ سے زائد ہو تو اُس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار مہینہ سے پہلے اُس نے قسم توڑدی اور بی بی کے پاس چلا گیا تب تو نکاح باقی رہا اور صرف کفارہ قسم کا دینا پڑیگا اور اگر چار مہینے تک اپنی قسم پر رہا تو چار مہینے گزرنے پر اُس عورت پر طلاق بائن واقع ہو گیا اسکو ایلا کہتے ہیں اور اگر وہ مدت چار مہینے سے کم ہے تو اُسمیں طلاق تو کسی حال میں واقع نہیں ہوتا صرف تفصیل یہ ہے کہ اگر قسم پوری کردی تو خیر اور اگر قسم توڑدی تو صرف کفارہ قسم کا دینا پڑیگا۔ بعضے لوگ اس غلطی میں ہیں کہ انھوں نے یہ مسئلہ سنا کہ اگر بجز باپ یا دادے کے کوئی اور ولی نابالغ عورت کا نکاح کردے تو گو اسوقت نکاح تو ہو جاتا ہے مگر بالغ ہو کر اسکو فسخ کرنا جائز ہے اور اسکو سنکر یہ سمجھے کہ صرف اُس عورت کا فسخ کر دینا کافی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس مسئلہ میں اول تو متعدد شرائط ہیں دوسرے ان شرائط کے بعد بھی فسخ بدون حکم قاضی یعنی حاکم مسلم کے نہیں ہو سکتا اور غیر مسلم عدالت کا فسخ یا تفریق کافی نہیں جب تک ایسا نہو وہ نکاح صحیح اور مکمل ہے۔ بعضے لوگ اس غلطی میں ہیں کہ نابالغ کی بی بی کو یا مجنون کی بی بی کو اُس نابالغ یا مجنون کا باپ طلاق دے سکتا ہے سو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ بجز شوہر کے یا شوہر جسکو اختیار دیدے یعنی وکیل بالطلاق کے اور کسی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں بعضے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کسی خط کے لفافہ پر مثلاً یہ لکھدیتے ہیں کہ اگر کوئی یہ خط کھولے تو اُسکی بی بی پر طلاق اور وہ لکھنے والے بھی اور بہت سے دیکھنے والے بھی یوں سمجھتے ہیں کہ جو کوئی کھولیگا اُسکی بی بی پر طلاق واقع ہو جاویگا

(باقی آئندہ)

متقی اور علوم دینیہ سے واقف تسلیم کیئے جاتے ہیں نیز بوجہ اس امر کے کہ زمانہ حال کی روش کے مطابق بعض مسلمانوں کی انجمنوں اور مدرسوں وغیرہ کو معتد بہ مالی امداد اس والی ملک نے دی ہو اور کوئی فعل اس کا ایسا نہیں جو دین اسلام کی حقیقی خدمت کہی جاسکے مگر ایک جماعت مسلمانوں کی جو کچھ ذاتی اغراض رکھتی ہو یا بعض قومی انجمنوں کیلئے مزید مالی امداد کی فکر میں ہے اس والی ملک کو جسکے اوصاف مذکور ہو چکے محی الملۃ والدین یا ناصر الملۃ والدین کا خطاب مسلمانان ہندوستان کی طرف سے دینا چاہتی ہے کیا اس جماعت کا یہ فعل قابل تحسین ہے اور لائق تائید بھی۔ اگر نہیں تو کیا اسکی مخالفت و مزاحمت مسلمانوں پر یا اسمیں سے بعض خاص لوگوں پر فرض ہے بینوا و توجروا۔

الجواب۔ فی الدر المختار ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اس سے حکم واقعہ کا معلوم ہوگیا یہ تو خطاب دینے والوں کے متعلق تحقیق ہے باقی اگر کوئی خطاب دے تو اسکی مزاحمت و مخالفت سے یہ بہتر ہے کہ تاویل کر کے ساکت رہے کہ خود اہل اسلام میں فتنہ و تشویش نہ ہو اور تاویل ظاہر ہے آخر ملت و دین کے کسی شعبہ کا تو احیاء و نصرت واقع ہے ہی۔ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

۱۶۵

سوال حضرت نے وعظ میں فرمایا تھا جسکا مطلب میں یہ سمجھا ہوں کہ کھال قربانی یا اس کے عوض دوسری چیز قابل استعمال بدلکر کام میں لاسکتے ہیں۔ مگر روپیہ یا ایسی چیز جیسا کہ تیل کہ جسکو خود استعمال نہیں کر سکتے بلکہ اسکو جلا کر روشنی سے نفع اٹھا سکتے ہیں یا روپیہ سے کوئی اور چیز خرید کر نفع اٹھا سکتے ہیں ایسے تبادلہ کا استعمال جائز نہیں بلکہ وہ تیل اور روپیہ خیرات کیا جاوے اسکے متعلق عرض ہے کہ اگر تیل سر میں لگایا جائے یا کسی چمڑے یا لکڑی کے دروازوں وغیرہ کے ملنے کے کام میں لایا جاوے تو یہ تبادلہ اور استعمال جائز ہوگا یا نہ فقط۔

جواب۔ نہیں کیونکہ یہ انتفاع اسکے بقا کی ساتھ نہیں ہے بلکہ وہ کھپ کر فنا ہوگیا۔

سوال۔ قربانی کے اصل چمڑہ خام سے چمڑہ پختہ کا تبادلہ برابر یا کچھ قیمت کا جزو خام کے ہمراہ شامل کر کے کر لینا جائز ہے یا نہیں اور ایسے تبادلہ کے وقت دونوں چمڑوں کی قیمت کا خیال تبادلہ کنندہ ضرور کیا کرتا ہے فقط سائل بالا۔

جواب۔ جائز ہے مگر پختہ کے ساتھ قیمت کا شامل ہونا جائز نہیں فقط

سوال۔ اس تبادلہ شدہ پختہ چمڑہ کو مثل ڈول موٹھی وغیرہ اپنے کام میں لانا جائز ہے یا نہ فقط سائل بالا

جواب۔ جائز ہے فقط۔

سوال۔ اور اگر وہ کسی وقت فروخت کیا جاوے تو کیا اسکی قیمت خیرات کرنا چاہیے فقط سائل بالا۔

جواب۔ ہاں خیرات کرنا چاہیے فقط

سوال۔ اگر فوت شدہ چند عزیزوں یا اہل بیت یا خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی کیجاوے تو اس کا کیا طریقہ ہے آیا مثل دیگر شرکا ہر ایک شخص کی طرف سے ایک ایک حصہ علیحدہ علیحدہ قربانی کیا جاوے یا ایک حصہ ہی میں چند کو شریک کر دے فقط۔ سائل بالا۔

جواب۔ ایک ہی میں سبکو ثواب بخش سکتے ہیں فقط۔ تاریخ بالا۔

سوال۔ متوفی کی طرف سے قربانی کرنے کا کیا مطلب ہے آیا اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کرکے اس متوفی کو ثواب پہنچا دے یا مثل دیگر شرکا زندہ کے اس کا نام حصہ پر قرار دیکر قربانی کرے فقط سائل بالا۔

جواب۔ دونوں طرح درست ہے فقط تاریخ بالا۔

سوال۔ اگر کسی متوفی کے ذمہ واجب قربانی رہی ہوئی ہو تو کیا اس ثواب رسانی سے ساقط ہو جائگی فقط سائل بالا۔

جواب۔ نہیں۔ فقط تاریخ بالا۔

سوال۔ یا ایک حصہ علیحدہ کرنے سے یا نہ فقط سائل بالا۔

جواب۔ نہیں جب تک وصیت نکی ہو فقط تاریخ بالا۔

سوال۔ قربانی اپنی طرف سے کرکے ثواب میت کو پہنچانے پر قربانی کرنے والے کو ثواب ملے گا یا میت کی طرف سے حصہ رکھکر قربانی کرنے کا بھی ثواب قربانی کنندہ کو ملے گا فقط سائل بالا۔

جواب۔ یہ آخرت کے متعلق ہے یہ مسئلہ نہیں اسکے تحقیق کے لئے قیاس و اجتہاد کافی نہیں نقل و روایت ہونا چاہیے اور وہ نظر سے نہیں گزری فقط تاریخ بالا۔

سوال۔ نابالغ بچوں کی جانب سے قربانی کرنا اُن کے باپ کے ذمہ واجب ہے یا نہ فقط سائل بالا۔

جواب۔ نہیں فقط تاریخ بالا۔

سوال۔ اگر واجب قربانی سے زائد کوئی شخص کرے کیا اللہ میاں اس سے راضی ہو جائینگے یا محض ثواب میں زیادتی ہوگی فقط سائل بالا۔

۱۲۶

جواب۔ ان دونوں میں مقابلہ ہی کیا ہے کیا ثواب کی زیادتی خدا تعالیٰ کی رضا نہیں ہے فقط تاریخ بالا
سوال۔ اگر کوئی شخص سودے میں خریدار کو بغرض ثواب کم قیمت پر مال دیدے مثلاً ۳۵ روپیہ کوڑی کا مال ۳۰ روپیہ میں دیدے تو کیا اس کمی قیمت پر ثواب ملیگا۔ یا قیمت پوری لیکر اور پھر اس میں سے کچھ معاف کردے اسپر ثواب ملے گا فقط سائل بالا۔

جواب

دونوں عمل موجب ثواب ہیں رعایت فی المعاملہ بھی اور ابراء و معافی بھی اور ہر ثواب جدا نوع ہے فقط تاریخ بالا۔

سوال

قربانی کا چمڑہ اگر شریک اپنے حصہ کے علاوہ دوسری شرکاء سے اُن کے حصہ خرید لے تو پھر وہ تمام چمڑہ خرید کنندہ شریک اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔

جواب

لاسکتا ہے۔

سوال

اگر ایک شریک دوسرے شرکاء سے کھال قربانی خرید کر خود فروخت کردے تو کل قیمت کھال خیرات کرنا ہوگی۔ یا کل قیمت اپنے مصرف میں لاسکیگا یا بقدر اس حصہ کے جو خریدا تھا اپنے مصرف میں لاسکے گا اور باقی خیرات کریگا اسکی اجازت وغیر اجازت کی تفصیل مطلوب ہے۔

جواب

ہاں یہی تیسری صورت ہے

سوال

اگر خام کھال قربانی کا تبادلہ پختہ چمڑہ غیر قربانی سے جائز ہو تو پختہ چمڑہ دیکر خام چمڑہ قربانی والا

۱۶۷

جس شخص کے پاس تبادلہ میں پہنچے گا وہ شخص اُس قربانی کے چمڑہ کو فروخت کرکے اُس کے دام اپنے مصرف میں لاسکتا ہے یا نہ۔

جواب

لاسکتا ہے۔

سوال

اصلاح الرسوم کے آخر صفحہ پر گائے بھینس کا بچہ حصہ پر دینے کے معاملہ کو حرام لکھا ہے اور اگر خدمت کنندہ کے وہ جانور ملکیت ہو جاوے تو وہ ملکیت خبیث اور اُس کی قربانی مردود لکھی ہے اب اسکے متعلق یہ سوال ہے کہ اگر وہ حصہ پر دیا ہوا جانور خدمت کنندہ کے پاس نہ رہے بلکہ اصل مالک خدمت کنندہ کا حصہ خود خرید لے۔ تو کیا پھر بھی وہ جانور ملک خبیث قرار دیا جاکر قابل قربانی نہ ہوگا۔

جواب

۱۶۸

اس صورت میں اس اخیر مشتری کے حق میں خبث نہ ہوگا نہ فعل کا نہ ملک کا۔

سوال

اور کیا بوقت خرید جانور منجملہ دیگر عیوب کے اُس حصہ وغیرہ کی جانچ خریدار پر واجب ہوگی۔

جواب

ہاں جہاں شبہ قوی ہو۔

تمام شد تتمۂ امداد الفتاوی

ہے اس اجرت میں اتنی زیادت کردی خواہ ایک ہی سال کے لیے۔

سوال ضلع میں غلہ کا نرخ پانچ سیر پونے پانچ سیر کا تھا اب اس کا نرخ منجانب گورنمنٹ چھ سیر سوا چھ سیر سنا جا رہا ہے۔ ہماری شریعت مقدسہ اس میں کیا حکم فرماتی ہے اس زیادتی کے ساتھ خرید جائے یا نہ خرید اجائے اگر نہ خریدا جائے تو انکی نیت میں تو غلہ خریدتے وقت یہی بات ہوتی ہے کہ گراں ہوگا تب بیچیں گے جو ارشاد عالی ہو تعمیل کیجائے۔

جواب فی الدر المختار ولا یسعر حاکم لا اذا تعدی الارباب عن القیمۃ تعدیا فاحشا فیسعر بمشورۃ اهل الرأی وقال مالک علی الوالی التسعیر عام الغلاء وفی الاختیار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتری فی رد المحتار قوله لا یحل للمشتری ای لا یحل له الشراء بما سعره الامام لان البائع فی معنے المکره کما ذکره الزیلعی اقول وفیه تامل لانه مثل ما قالوا فیمن صادره السلطان بمال ولم یعین بیع ماله فصار یبیع املاکه بنفسه ینفذ بیعه لانه غیر مکره علی البیع وهنا کذلک لان له ان لا یبیع اصلاً ولذا قال فی الهدایۃ ومن باع منهم بما قدره الامام صح لانه غیر مکره علی البیع اه لان الامام لم یامره بالبیع وانما امره ان لا یزید الثمن علی کذا او فرق ما بینهما فلیتامل اه ج ۵ ص ۳۹۴ وص ۳۹۵۔

اس مجموعی عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں جواز متردد فیہ ضرور ہے لیکن اخذ بالجواز میں گنجائش ہے اور اگر کوئی احتیاط کرے تو اسکی ہمت ہی خلاصہ یہ کہ فتوی جواز پر ہے وانا اختار شق الجواز لضعف ہمتی اور تقوی تحرز میں ہے۔ وبعض احبابی اختار شق التقوی لقوۃ ہمتہ۔ فقط

سوال رسائل ماہواری جو ارسال ہوا کرتے ہیں وہ اگر ڈاک میں ضائع ہو جاویں تو مشتری بائع سے دوبارہ طلب کر سکتا ہے یا نہیں شرعی حکم اس باب میں کیا ہے۔

جواب پورا شرح صدر تو ہے نہیں لیکن قواعد سے رجحان اسطرف ہے کہ دوبارہ طلب کر سکتا ہے لان الظاہر ان عمال البوسطۃ وکلاء للبائع لا للمشتری۔ فلیراجع الی العلماء الآخرین فقط

سوال ۔ زکوۃ میں نوٹ دینے سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں اسی طرح دوسری رقوم واجب التملیک مثل فدیہ صوم وصلوۃ وغیرہ۔

جواب چونکہ وہ مال نہیں محض سند مال ہے اسلئے نوٹ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی اور یہی حکم ہے

۳

دوسری رقوم واجب التملیک کا۔ بلکہ ان صورتوں سے زکوۃ وغیرہ ادا ہو جاتی ہے (الف) یا تو خود مسکین کو نقد دے یا کوئی چیز از قسم مال اتنی قیمت کی دے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک زکوۃ غیر جنس سے بھی ادا ہو جاتی ہے اور (ب) یا مسکین کو نوٹ دیا اور اس مسکین نے اسکو نقد یا کسی جنس کے بدلے فروخت کرکے اس نقد یا جنس پر قبضہ کر لیا اب قبضہ کے وقت زکوۃ وغیرہ ادا ہو گئی اور اگر یہ دونوں صورتیں نہوئیں مثلاً اس مسکین کے پاس سے وہ نوٹ ضایع ہو گیا یا اسنے اپنے قرض میں کسی کو دیدیا ان صورتوں میں زکوۃ ادا نہیں ہوئی۔

سوال ۲۔ اگر کسی مسکین کو زکوۃ وغیرہ میں نوٹ دیدیا اور اسنے اس کا نقد یا جنس لیکر قبضہ کر لیا مگر نوٹ لینے والے نے اس نوٹ پر بٹہ لیا مثلاً فی روپیہ ایک پیسہ اور اسی طرح اگر کسی مدرسہ میں دیا اور مہتمم نے اسکو نقد کر کے کسی مستحق طالب علم کو دیا اور نقد کرنے کے وقت اسی طرح بٹہ لگا تو آیا زکوۃ میں پورا روپیہ ادا ہوا یا پیسہ کم روپیہ اور اگر اپنے روبرو ایسا نہوا مگر معلوم ہے کہ جہاں نوٹ بھیجا ہے وہاں ایسا ہوا ہو گا تو احتیاط کی بات کیا ہے۔

جواب ۲۔ اس صورت میں پیسہ کم روپیہ ادا ہو گا ایک پیسہ مثلاً اس شخص کو اور زکوۃ میں کسی مسکین کو دینا چاہیے اسی طرح جب قرائن سے اپنے غیبت سے بٹہ لگنا معلوم ہو تب بھی فی روپیہ مثلاً ایک پیسہ اور بھی مسکین کو دیدے۔

سوال۔ گذارش یہ ہے کہ ہماری یہاں قصبہ راندیر میں بہت سے نوجوانوں کو کرکٹ یعنی گیند بلا کھیلنے کا بہت شوق ہے اور دن بدن اسکا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہے اور یہ کھیل اہل یورپ کا ایجاد کردہ ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ وسیع میدان میں تیس چالیس قدم یا کم زائد پر تین تین لکڑیاں گاڑکر ایک شخص لکڑیوں کے قریب کھڑا ہوتا ہے جو ایک لکڑی سے جسکو بیٹ کہتے ہیں دوسری جانب سے آنے والی گیند کو روکتا ہے اور کئی دوسرے اشخاص دوسری طریقہ سے اسکو روکنے کی کوشش کرتے ہیں غالباً جناب کو اسکی تفصیل بخوبی معلوم ہو گی اس وجہ سے زیادہ لکھنا فضول خیال کرکے اصل مطلب عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ آیا یہ کھیل لہو ولعب میں داخل ہے یا نہیں اور اس کا کھیلنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اکثر اشخاص بغرض تفریح و ورزش جسمانی کے خیال سے کھیلا کرتے ہیں نیز اسمیں کسی قسم کی مالی یا بدنی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں یہاں اس کھیل کی ایک انجمن ہے جسمیں شرکا چندہ دیتے ہیں اسکے ذریعہ سے اس کا ضروری سامان وغیرہ خریدا جاتا ہے اور نیز د

شہروں سے جو لوگ مہمان آیا کرتے ہیں اُنکی ضیافت بھی اسی مد سے ہوا کرتی ہے جواب سے ممنون فرمادیں۔

الجواب فی المشکوٰۃ قبیل باب آداب السفر عن علی رض قال کانت بید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوس عربیۃ فرأی رجلا بیدہ قوس فارسیۃ قال ما ھذہ وعلیکم بھذہ واشباھہا الحدیث رواہ ابن ماجۃ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بلاضرورت شدیدہ غیر مسلم قوموں کے آلات ورزش کا استعمال بھی مکروہ ہے اگرچہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں اور اعانت ہر فعل کی اس فعل کے حکم میں ہے۔

سوال ۔ زید کا ایک بکس موادع بالاجر کے ذریعہ سے آیا جسمیں سو روپیہ کا مال تھا مگر اُسمیں سے پچاس روپیہ کا مال راستہ میں چوری ہوگیا زید نے ہرچند کوشش کی کہ جو مال تلف ہوگیا ہے اُس کا معاوضہ ملجاوے مگر موادع بالاجر نے کچھ نہیں دیا اب تھوڑے عرصہ کے بعد زید کا ایک بکس مال کا جسمیں پچاس روپیہ کا مال تھا اسی موادع بالاجر کے پاس گم ہوگیا ہے اب موادع بالاجر نے اُس بکس گم شدہ کی فہرست طلب کی ہے اب زید اپنے پچاس روپیہ سابق کی اُسمیں اسطرح وصول کرسکتا ہے کہ بجائے پچاس روپیہ کے لکھدے کہ میرا مال اُسمیں سو روپیہ کا تھا تو موادع بالاجر دیدیگا یہ صورت جائز ہوگی۔

الجواب ۔ جائز ہے۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

سوال ۔ بنکنگ کا کاروبار جائز ہے یا نہیں کوئی آدمی اگر کوئی بھاری کاروبار یا چار باغیچہ کھولنا چاہے تو کسی کمپنی سے وہ بندوبست کرتا ہے جتنے خرچ کی سال بھر میں اُس کاروبار یا چار باغیچہ میں ضرورت ہوگی وہ کمپنی اُسے دیتی جائیگی لیکن جتنی چار کی سال بھر میں اس باغ میں آمدنی ہوگی وہ سب کی سب اس کمپنی کو بھیجنی ہوگی کمپنی مذکور اُس چار کو فروخت کرتی ہے جتنا اس کمپنی کا خرچ سال میں ہوتا ہے چار بیچکر وصول کرلیتی ہے اور کمپنی مذکور نے جو اصل روپیہ دیا تھا اُسکا سود بھی اُس سے لیتی ہے باقی روپیہ بچت رہجاتا ہے تو اُس باغیچہ والے کو بھیجدیتی ہے تو اس قسم کا بنکنگ کاروبار جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۔ اس سوال کا حاصل تو صرف اتنا ہے کہ کوئی شخص بڑی تجارت کرنا چاہتا ہے اور سرمایہ اُسکے پاس ہے نہیں اسلئے وہ کسی سے قرض سودی لیتا ہے اور اُس تجارت میں اسکو جتنی آمدنی ہوتی جاتی ہے وہ آمدنی اُس قرض خواہ کو دیتا رہتا ہے پھر آخیر میں حساب ہونے سے اُسکے پاس اگر اصل اور سود سے زائد کچھ رقم بیچ گئی وہ اُسکو واپس کردیتا ہے بس اصل سوال تو اتنا ہے اور اُس کا جواب ظاہر ہے کہ سودی قرض لینا حرام ہے باقی اس سوال میں جو مثال فرض کی گئی ہے اسمیں علاوہ اصل سوال کے

دو امر قابل تعرض ہیں ایک یہ کہ باغچہ جابر کا خریدنا جائز ہے یا نہیں سو یہ ایک مستقل مسئلہ ہے اگر اسکو مقصوداً پوچھا جاوے اور سوال میں پوری حقیقت معاملہ کی ظاہر کی جاوے تو اسکا جواب ممکن ہے دوسرا امر یہ کہ اس مال کو مقرض یعنی قرض خواہ بیچتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں سو اسمیں تفصیل یہ ہے کہ آیا مقرض کا بیچنا عقد کے اندر داخل اور شرط ہے یا اتفاقاً بلا جبر یکے بردیگرے ایسا اتفاق ہو جاتا ہے شق اول پر یہ معاملہ فاسد ہے اور شق ثانی میں جائز ہے۔

سوال سود لینے اور سود دینے دونوں کی سخت ممانعت آئی ہے مسئلہ ذیل میں مقابلہ کون صورت روزگار کی اعتبار سے اختیار کیجا سکتی ہے۔

ایک شخص مدرسہ میں کسی ریاست کے ملازم ہے والی ریاست نے ایک رقم کثیر سرکاری بنک میں جمع کردی کہ اسکے سود سے اس مدرسہ کے اخراجات چلتے ہیں گو دوسری مد سے امداد آجاوے مگر مستقل آمدنی سود والی ہو۔

ایک دوسرا مدرسہ دوسری ریاست کا ہے جسمیں کوئی خاص آمدنی وقف نہیں کی گئی اور تنخواہ ریاست کی سرکاری خزانہ سے دی جاتی ہے جسمیں محکمہ شراب کی بھی آمدنی شامل ہے لیکن آخر الذکر ریاست کے سکہ کا تبادلہ اگر سکہ انگریزی سے کرنا ضروری پڑے (مثلاً وطن کو روپیہ روانہ کرنا ہے اور وہ انگریزی علاقہ میں ہے) اور اسکو اپنی تنخواہ کا قلیل حصہ کٹوا دینا پڑے جسکو والی ریاست اسکو پنشن دیتے وقت مع کچھ اضافہ کے واپس کرے جسکی نسبت یقینی نہیں ہے کہ وہ بنک میں جمع کیا جاتا ہے یا تجارت میں لگایا جاتا ہے بدرجہ مجبوری اور روزگار نہ ہونیکی حالت میں کون صورت قابل اختیار ہے۔

الجواب - دوسری کتبہ اشرف علی۔

سوال - الامداد بابت ماہ صفر المظفر ۳۳۷ھ نوٹ کے متعلق ایک مضمون چھپا ہوا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوٹ مال نہیں ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔

نمبر ۱ - تو اب یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جسکے سوائے نوٹ کے کچھ نقد نہیں ہے اسکے اوپر سال گذرنے کے زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہئے۔

نمبر ۲ - اسی طریقہ سے یہ بھی خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر زکوٰۃ میں نقد روپیہ بذریعہ ڈاک روانہ کیا اور مرسل الیہ کو روپیہ کی عوض نوٹ ملے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی یا نہیں۔

حصہ ہفتم ترجیح الراجح از ۱۳۳۷ھ

(ملاحظہ ہو تمہید حصہ دوم ترجیح الراجح)

فصل اول در تحقیق مضمون تظلیل غمام

خط مولوی محمد اسحٰق بردوانی

الامداد ماہ ربیع الثانی ۳۶ھ صفحہ ۳۰ کے مضمون عدم نقل تظلیل الغمام کے متعلق عرض ہے سید احمد دحلان فی السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ میں صفحہ ۱۹۳ میں حدیث ہجرت کے اس جملہ کے تحت میں (حتی اصابت الشمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقبل ابوبکر رض حتی ظلل علیہ بردائہ الخ) لکھا ہے ولا یرد ان تظلل الغمام یغنی عن تظلل ابی بکر لان ذلک کان قبل البعثۃ ارھاصاً للنبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ینقل احد وقوع ذلک بعد البعثۃ۔ اھ اس سے حضرت والا کی اول زمانہ کی سمجھ کی تائید ہوتی ہے اور حدیث زکوان اگر ثابت بھی ہو تو ارہاص قبل النبوۃ پر محمول ہونا بظاہر چنداں مستبعد نہیں۔

الجواب۔ واقعی اسمیں یہ بھی ایک احتمال ہے اور دوسری توجیہ بھی جو کہ اس رسالہ میں مذکور ہے محتمل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ باوجود ابر ہونیکے بھی آپکا سایہ ظاہر نہ ہوتا ہو اور حر شمس محسوس ہوتا ہو جس سے توقی کے لئے تظلیل بو بکر رض کی حاجت ہوئی فقط۔

فصل دوم در تحقیق بعض مقامات الاقتصاد

(ایک صاحب علم کا خط رسالہ الاقتصاد کے جواب شبہ بستم کے متعلق جس میں نے اس شبہ کی جواب میں یہ لکھا تھا کہ غنیہ مجھکو نہیں ملی ان صاحب نے غنیہ دیکھکر جواب کے لئے ذیل کی تقریر لکھی ہے وھو ہذا)

جواب شبہ بستم

فرقہ حنفیہ مرجئہ حنفیہ سے مراد یہاں فرقہ مرجئہ میں سے ایسا گروہ ہے جو اپنی آپ کو بطریق افترا حنفیہ

امام ابوحنیفہ رحمہ سے منسوب کرتا تھا جیسا کہ شرح مواقف کی عبارت سے بھی ظاہر ہے ورنہ جناب امام ابوحنیفہ رحمہ صاحب کو تو جناب پیر صاحب رحمہ اپنی اسی کتاب شریف غنیۃ الطالبین میں امام تسلیم فرماتے ہیں اور اُن کا اجتہاد عوام کی نفع رسانی کے لئے بیان فرماتے ہیں جیسا کہ صفحہ ۱۷ پر غنیۃ الطالبین مطبع اسلامیہ لاہور فی باب الصلوٰۃ خطرہا عظیم وامرہا جسیم میں فرماتے ہیں کہ وقال الامام ابوحنیفۃ لا یقتل الخ سے ظاہر ہے ترجمہ اور فرمایا امام ابوحنیفہ رحمہ نے کہ وہ (یعنی تارک صلوٰۃ) نہ قتل کیا جاوے بلکہ قید کیا جاوے الخ اور نیز امام ابوحنیفہ رحمہ کے مقلدین فقہا پر اور اُن کے مختلف فیہ اجتہاد پر اپنے یعنی امام احمد حنبل رحمہ کے مذہب والوں اور امام شافعی رحمہ کے مذہب والوں کو انکار کرنے سے منع فرماتے ہیں کہ انکار نہ کیا جاوے اور اپنے مذہب کو اُن پر ترجیح نہیں دیتے گویا باہمی ایک سمجھتے ہیں (کما فی الحقیقت) جیسا کہ صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۰ پر فی باب امر بالمعروف فصل ۱۲ کی عبارت سے ظاہر ہے عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے واما اذا کان الشیٔ مما اختلف الفقہاء فیہ الخ ترجمہ لیکن جب ہووے وہ چیز (بیان امر وغیرہ) اُن چیزوں میں سے جن میں اختلاف کیا ہے فقہائے اور گنجائش ہے اُسمیں اجتہاد کو جیسے پینا عامی کا نبیذ کو تقلید کر کے ابوحنیفہ کی اور نکاح کرنا عورت کا بغیر اذن ولی کے جیسا کہ مشہور ہے اُن کی مذہب میں تو نہیں ہے کسی کو ان میں سے جو امام احمد رحمہ و امام شافعی رحمہ کے مذہب پر ہے اس کا (یعنی مذکورہ اجتہاد امام ابوحنیفہ رحمہ کا یا ایسا ہی اور مختلف فیہ مسائل کا) انکار کرنا کیونکہ امام احمد نے فرمایا ہے مروزی کی روایت میں نہیں ہے جائز فقیہ کو یہ کہ اٹھاوے لوگوں کو اپنی مذہب پر اور نہ سختی کرے اُن پر الخ ۱۲ نیز اگلے بیان سے اسکے اور زیادہ تصدیق ہوتی ہے کہ مرجبہ حنفیہ کے ساتھ ہی آگے آپ رحمہ تحریر فرماتے ہیں والمعاذیۃ جس سے فرقہ مرجبہ میں سے ایسا گروہ مراد ہے جو اپنے آپ کو بطریق افترا حضرت معاذ رضہ سے منسوب کرتا ہے (ایک وجہ تسمیہ مرجبہ کی جو جناب پیر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ لانہا زعمت الخ یعنی اُنھوں نے زعم کر لیا کہ تحقیق ایک تکلیف دئی گیوں سے جب کہی لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور کرلے بعد اسکے سب گناہ تو نہیں داخل ہوگا دوزخ میں ہرگز ۱۲ یہ حضرت معاذ رضہ کی روایت کی ہوئی اُسی حدیث سے استدلال بطریقہ غلط مرجبہ نے کیا ہے جو آپنے اپنے انتقال کے وقت اقرار شہادتین کی بابت بیان فرمائی تھی جس سے وجہ نسبت کرنے کی آپ کی طرف (یعنی حضرت معاذ رضہ کی طرف ظاہر ہے) ورنہ حضرت معاذ رضہ اصحاب آنسرور صلعم میں سے ہیں اور آپ کے اقتدا

(راست) بموجب حدیث شریف بایہم اقتدیتم اھتدیتم عین ہدایت ہے اور آپ کو مقتدی (راست) اہل سنت والجماعت۔ تو یہ واضح ہوگیا کہ جناب پیر صاحب ان ہر دو اصحاب کی اقتدا کرنیوالوں کو (نعوذ باللہ) مرجیہ نہیں شمار فرماتے بلکہ مرجیہ کے ایسے گروہ بیان فرماتے ہیں جو بطریق افتراء اپنے آپ کو ان حضرات کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنا نام مرجیہ حنفیہ مرجیہ معاذیہ قرار دیتے ہیں فقط

فصل سوم متعلق فصل ہفتم حصہ دوم ترجیح

خط

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد آداب تسلیمات کے عرض ہے الامداد ماہ ذی الحجہ ۳۶ھ میں تین اعتراض در تحقیق بعض مضامین خطب ماثورہ و تفسیر بیان القرآن بندہ کی نظر سے گذری جی چاہا کہ بندہ کے نزدیک جو حق ہے ظاہر کردوں لہٰذا باادب عرض ہے کہ بیان القرآن میں جو لکھا گیا ہے بہت صحیح ہے اور راجح ہے ترجیح الراجح میں اس کا خلاف ظن حقیر میں درج ہونا مناسب نہیں آئندہ مرضی حضور

جواب اعتراض اول

عبداللہ بن محمد العدوی راوی حدیث ابن ماجہ اگرچہ مطعون ہے مگر کنز العمال ج ۴ ص ۱۵۲ میں اسی حدیث کو برمز حق عن جابر نقل کیا ہے اور برمز عد۔ ق عن ام عبداللہ الدوسی اس لفظ سے روایت کیا ہے الجمعۃ واجبۃ علی کل قریۃ فیہا امام وان لم یکن الا اربعۃ اھ اور حافظ زین الدین عبدالرؤف المناوی شارح جامع صغیر نے اپنی کتاب جامع الازہر ص ۱۱۷ ج ۱ (قلمی) میں برمز طس عن ابی سعید الخدری اس لفظ سے روایت کیا ہے ان اللہ کتب علیکم الجمعۃ فی مقامی ھذا فی شہری ھذا فی عامی ھذا الی یوم القیامۃ من ترکہا من غیر عذر مع امام عادل او امام جائر فلا جمع اللہ شملہ ولا بورک لہ فی امرہ الا ولا صلوۃ لہ الا ولا حج لہ ولا زکوۃ لہ ولا صدقۃ لہ۔ ثم قال وفیہ موسی ابن عطیۃ الباہلی لم یترجم وبقیۃ رجالہ ثقات و قال العینی فی عمدۃ القاری ص ۲۶۰ ج ۳ والعجب من ھذا القائل انہ یستدل علی عدم اذن السلطان لاقامۃ الجمعۃ بالایماء ویترک مادل علی ذلک حدیث جابر اخرجہ ابن ماجۃ وفیہ من ترکہا

۳

فی حیاتی او بعد مماتی الخ ورواہ البزار ایضاً ورواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر مثلہ فان قلت فی سند ابن ماجۃ عبداللہ بن محمد العدوی وفی سند البزار علی ابن زید بن جدعان وکلاھما متکلم فیہ قلت اذا روی الحدیث من طرق ووجوہ مختلفۃ تحصل لہ قوۃ فلا یمنع من الاحتجاج ولاسیما اعتضد بحدیث ابن عمر اور صاحب فتح القدیر نے بھی حدیث ابن ماجہ کو معرض احتجاج میں پیش کیا ہے حیث قال رواہ ابن ماجۃ وغیرہ اقول فھذا الحدیث لہ اصل معتد بہ فیصح علیہ الاعتماد واللہ اعلم

جواب اعتراض دوم

خطب ماثورہ میں خطبہ نکاح سیدتنا سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی ذرا التفذ رہے اس حدیث انس رض اور خطبہ بلیغہ کو علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ ص۵ ج ۲ میں ابوالخیر قزوینی حاکمی اور ابن عساکر اور ابن شاذان سے نقل کیا ہے اور زرقانی نے ص۷ جلد ۲ میں کہا ہے ثم حدیث انس ھذا قال ابن العساکر غریب فیہ مجھول واقرہ الحافظ فی اللسان واشارۃ صاحب المیزان الی انہ کذب مردودۃ کیف ولہ شاھد عند النسائی باسناد صحیح عن ابن بریدۃ الخ واللہ اعلم۔

جواب اعتراض سویم

تفسیر بیان القرآن پر اعتراض ۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ بیان القرآن میں جو کچھ ارجاع ضمیر کے باب میں لکھا گیا ہے بالکل صحیح اور راجح ہے اس لئے کہ مرجع ضمیر انشانا ھن میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک فرش کی طرف اور یہ اختیار ابو عبیدہ کا ہے کما ذکرہ ابن حبان فی تفسیرہ اور دوسرا حور عین کی طرف کما اختارہ الزجاج وتبعہ السیوطی فی تفسیرہ وذکر لہ وجوھاً ثلثاً فی حادی الارواح بما لا یغنی ولا ینفع مگر دونوں اعتباروں سے تمیم ہی۔ نسبت فی الکشاف وفرش مرفوعۃ نضدت حتی ارتفعت او مرفوعۃ علی الاسرۃ وقیل ھی النساء لان المرأۃ یلقی اعنہا بالفراش مرفوعۃ علی الارائک قال اللہ تعالیٰ ھم وازواجھم فی ظلال علی الارائک متکئون

(باقی آیندہ)

اور حضرت لقمان نے جو اپنے بیٹے کو وصیتیں فرمائی ہیں اُن میں یہ بھی ہے کہ ای میرے بیٹے عمل کی استطاعت (کاملہ) بدون یقین نہیں ہوتی اور آدمی بقدر اپنے یقین کے عمل کرتا ہے اور کوئی عمل کرنے والا (عمل میں) کوتاہی نہیں کرتا جب تک کہ اُسکے یقین میں قصور نہیں ہوتا پس یقین سب علوم میں افضل ہے کیونکہ وہ زیادہ داعی الی العمل ہے اور جو چیز زیادہ داعی الی العمل ہوگی وہ زیادہ داعی الی العبودیۃ ہوگی اور جو چیز زیادہ داعی الی العبودیۃ ہوگی وہ زیادہ داعی ہوگی اہتمام حق ربوبیۃ کی طرف (غرض یقین ایسی چیز ہے) اور پورا حصہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقین اور علم (رکھنے) کا (حضرات) صوفیہ علماء زاہدین کو حاصل ہے پس اس سے اُن کی فضیلت اور اُن کے (اس) علم کی فضیلت ظاہر ہوگئی اس کے بعد میں ایک مسئلہ کی صورت قائم کرتا ہوں جس سے صاحب عبرت اُس عالم زاہد کا جو اپنے صفات نفس کی معرفت رکھتا ہو اُس کے غیر سے افضل ہونا صاف معلوم کر سکتا ہے (وہ مسئلہ یہ ہے کہ) ایک عالم (غیر صوفی) ایک مجلس میں داخل ہوا اور بیٹھ گیا اور اُس نے اپنے لئے ایک مجلس جسمیں وہ بیٹھے گا ایسی ممتاز تجویز کی جیسا اُس کے دل میں باعتبار رتبہ اور علم کے اپنا اعتقاد ہے (یعنی وہ اپنے کو رتبہ اور علم میں جس درجہ کا سمجھتا ہے اُسی درجہ کی بیٹھنے کی جگہ تجویز کر کے وہاں بیٹھا مثلاً صدر پر یا اُس کے قریب) پس (اسی اثناء میں) اُس کے ابناء جنس میں سے ایک آنے والا آیا اور اُس سے اوپر (کی مجلس) میں بیٹھ گیا پس (اس صورت میں) وہ عالم (سخت) منقبض ہوگا اور دنیا اُس کی نظر میں سیاہ ہو جاویگی اور اگر اُس کو کچھ قدرت ہوتی تو یہ اُس آنے والے پر ضرور حملہ کرتا پس یہ ایک عارضی مرض ہے جو اُس شخص کو پیش آیا اور اسکو یہ بھی خبر نہیں کہ یہ کوئی علت غامضہ ہے اور یہ ایسا مرض ہے جو محتاج معالجہ ہے اور نہ وہ اس مرض کی منشاء میں کچھ غور کرتا ہے اور اگر غور کرتا تو اُسکو معلوم ہو جاتا کہ یہ ایک نفس ہے جو اپنے جہل سے اُبھرا اور ظاہر ہوا ہے اور اُس نفس کا جہل بوجہ اُسکے کبر کے ہے اور اُس کا کبر بوجہ اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھنے کے ہے کیونکہ انسان کا یہ سمجھنا کہ میں دوسرے سے بڑا ہوں یہ کبر ہے اور اُس کا اس امر کو درجۂ فعل کی طرف ظہور میں لانا یہ تکبر ہے پس جب وہ منقبض ہوا تو یہ ایسا فعل ہوگیا جسکے سبب وہ تکبر کا مرتکب ہوگیا سو جو شخص صوفی عالم زاہد ہوگا وہ اپنے کو دوسرے مسلمانوں سے کسی چیز میں بھی ممتاز نہ بناویگا اور اپنے کو کسی ایسے رتبۂ امتیاز میں نہ سمجھے گا جسکے سبب وہ اپنے کو کسی مخصوص ممتاز مجلس کے ساتھ ممتاز کرے (ایس اول تو وہ ایسے امر سے منقبض ہی نہ ہوگا) اور اگر اُس کے لئے فرض بھی کر لیا جاوے کہ وہ اس قسم کے واقعہ میں مبتلا ہو جاوے اور (باقتضائے بشریت بوجہ اُس کے تصوف و زہد کے ناقص ہونیکے) یہ اُس دوسرے شخص کے

ہ فی الاصل ولو علم الخ والظنی انہ ولو تفکر علم الخ وعلیہ ترجمت و بدونہ لا یعنی للکلام ۱۲ منہ

۵۳

اس تقدم اور ترفع کے سبب منقبض بھی ہو جاوی تو (پھر بھی اسکو اُس غیر زاہد عالم سے یہ فرق ہوگا کہ) یہ (اس انقباض میں) نفس کو اور اُس کے ظہور کو دیکھے گا اور یہ سمجھے گا کہ یہ ایک بیماری ہے اور یہ بھی سمجھے گا کہ اگر نفس کی بات سننے میں اور اُس کے منقبض ہونے میں ڈھیلا پن اختیار کیا جاوی تو یہ اُس شخص کا حالی گناہ ہو جاویگا پس (یہ باتیں سمجھکر) وہ شخص فی الفور اپنے اس مرض کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کریگا اور حق تعالیٰ سے اپنے ظہور نفس کی شکایت کریگا اور (حق تعالیٰ کی طرف) اچھی طرح توجہ کریگا اور اس ظہور نفس کی جڑ قطع کردیگا اور نفس سے مستغنی ہوکر قلب کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کریگا پس اس شخص کا مرض نفس کو دیکھکر اسکے علاج کی تلاش میں مشغول ہونا اس شخص کو اس امر سے غافل کردیگا کہ وہ اُس شخص کے بارہ میں فکر کرے جو اس سے اوپر بیٹھ گیا ہے اور (بلکہ بعض اوقات یہ شخص اُس اوپر بیٹھنے والے کی طرف مزید تواضع وانکسار کی ساتھ متوجہ ہو جاویگا تاکہ گناہ موجودہ کا کفارہ ہو جاوے اور اس کے مرض موجودہ کا علاج ہو جاوے پس اس (امثال مفروض) سے ان دونوں شخصوں میں (کہ ایک زاہد ہے ایک غیر زاہد) فرق ظاہر ہو گیا پس جب عبرت حاصل کرنے والا عبرت حاصل کرے اور اپنی حالت کا جو کہ اس مقام میں ہوگی تفقد کرے تو وہ اپنے نفس کو عوام خلق اور طالبان مناصب دنیویہ کی طرح پائیگا سو کونسا فرق ہے اس شخص میں اور دوسرے لوگوں میں جنکو علم نہیں (پس اسی فرق کے لئے ضروری ہے علم وعمل باطن) اور اگر ہم کثرت سے ایسے مسائل کی صورتیں قائم کریں جو زاہدین کی فضیلت کو اور غیر زاہدین کی کمی کو واضح کردیں تو (کلام تطویل کے سبب موجب ملال ہو جاویگا (اسلئے ہمنے ایک ہی مثال پر اکتفا کیا) اور یہ صوفیہ کے ابتدائی علوم میں سے ہے۔ تو اُن کے علوم نفیسہ واحوال شریفہ کی نسبت تو تیرا کیا خیال ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ درستی کی توفیق دینے والا ہے۔

باب چہارم صوفیہ کے حالات کی شرح اور اُن کے طرق کے تعدد میں ہمکو خبر دی شیخ عالم ضیاء الدین ابو احمد عبد الوہاب بن علی نے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو الفتح عبد الملک بن ابو القاسم ہروی نے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو نصر عبد العزیز بن محمد تریاقی نے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو محمد عبد الجبار ابن محمد جراحی نے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو العباس محمد بن احمد محبوبی نے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی نے انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہمسے مسلمہ بن حاتم انصاری نے انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے اپنے باپ سے انھوں نے روایت کی علی بن زید سے انھوں نے سعید بن المسیب سے انھوں نے

۵۴

کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ مجھسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای بیٹا اگر تجھکو اسپر قدرت ہو کہ تجھپر ایسی حالتمیں صبح وشام گذرے کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کدورت نہو تو یہی کر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ای بیٹا اور یہ میرے طریقہ کی بات ہی اور جو شخص میرے طریقہ کو زندہ کریگا اُس نے (گویا) مجھکو زندہ کیا اور جس نے مجھکو زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا پس صوفیہ ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس طریقہ کو (کہ کدورت نہ رکھنا ہے) زندہ کیا ہے اور کینہ وکدورت سے سینہ کا صاف ہونا یہ ان (صوفیہ) کی وضع کا رکن (اعظم) ہے اور اس سے انکا جوہر پاکیزہ ہوا ہے اور ان کی فضیلت ظاہر ہوئی ہے اور یہ حضرات جو اس طریقہ کے زندہ کرنے پر قادر ہو گئے ہیں اور اس طریقہ کے حق واجب کا اہتمام کر سکے ہیں یہ صرف اُن کے زہد فی الدنیا اور اہل دنیا وطالبان دنیا کیلئے اُس دنیا کے ترک کر دینے کے سبب سے ہے کیونکہ منشا کینہ اور کدورت کا دنیا کی محبت اور رفعت اور جاہ عندالناس کی محبت ہے اور صوفیہ ان سب امور سے بے رغبت ہیں جیسا بعض نے کہا ہے کہ ہمارا یہ طریق صرف اُن لوگوں کے لائق ہی جنھوں نے اپنی ارواح سے مزبلوں کو صاف کر دیا ہے سو جب ان کے قلوب سے دنیا وجاہ کی محبت ساقط ہو گئی تو اُن پر صبح وشام ایسی ہی حالت پر گذری کہ اُن کے دلوں میں کسی کی طرف سے غبار نہیں پس قائل کا یہ قول کہ انھوں نے اپنی ارواح سے مزبلوں کو صاف کر دیا ہے یہ اس قائل کی طرف سے غایت تواضع کی طرف اشارہ ہی اور اس امر کی طرف اشارہ ہی کہ اپنے نفس کو کسی مسلمان کے مقابلہ میں بھی ممتاز نہیں دیکھتا بوجہ اسکے کہ وہ خود ہی اپنے نزدیک حقیر ہے اور اس وقت کدورت وکینہ کا دروازہ (بالکل) مسدود ہو جاتا ہے اور (ایکبار) یہ مضمون چل رہا تھا تو ہمارے ہمراہیوں میں سے بعض فقرا نے یہ کہا کہ میرے قلب میں یہ بات واقع ہوئی ہے کہ اس مقولہ کے کہ انھوں نے اپنی ارواح سے مزبلوں کو صاف کر دیا ہے یہ معنی ہیں کہ مزبلوں سے اشارہ ہی نفوس کی طرف کیونکہ وہ (نفس) مثل مزبلوں کے ہر پلید وناپاک چیز کا قرارگاہ ہے اور اُن کا صاف ہونا نور روح سے ہی جو کہ اُن (نفوس) تک پہونچتا ہے کیونکہ صوفیہ کی روحیں مقامات قرب میں ہیں (اور اسلئے منور ہیں) اور اُن کا نور (بوجہ مجاورت کے) نفوس تک پہونچتا ہے اور نفس تک روح کے نور پہونچنے سے نفس پاک ہوتا ہے اور اُس سے امر مذموم یعنی کینہ اور غبار اور حقد وحسد دور ہوتا ہے پس گویا وہ نفوس نور روح سے صاف کر دئے جاتے ہیں اور یہ مضمون (فی نفسہ) صحیح ہے اگرچہ قائل نے اپنے اُس قول سے یہ مراد نہیں لی (بلکہ مزابل سے مراد خود اوصاف ذمیمہ ہیں) اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے وصف میں فرمایا ہے اور اُن کے دلوں میں جو کچھ کدورت تھی وہ ہمنے

۵۵

نکالدی سب بھائی بھائی ہو کر تختوں کے اوپر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ابو حفص فرماتے ہیں ایسے قلوب میں کدورت کیسے رہ سکتی ہے جو اللہ کے تعلق سے باہم مؤتلف ہوگئے اور اُس کی محبت پر متفق ہو گئے اور اُسکی مودت پر مجتمع ہو گئے اور اُس کے ذکر پر مانوس ہو گئے بیشک یہ وہ قلوب ہیں جو وساوس نفوس سے اور ظلمات طبائع سے صاف ہیں بلکہ وہ نور توفیق سے سرمہ لگائے ہوئے ہیں پس باہم بھائی ہو گئے ہیں۔ سو (عام) خلائق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے قولاً وفعلاً وحالاً زندہ رکھنے کے اہتمام سے جو امر مانع ہے وہ اُن کے نفوس کی صفات (ذمیمہ) ہیں پس جب نفوس کے اوصاف بدل گئے تو حجاب مرتفع ہو گیا اور متابعت صحیح ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر شئے میں موافقت واقع ہو گئی اور اسوقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے (بھی بندہ کی ساتھ) محبت واجب ہو گئی (جیسا کہ) اللہ تعالیٰ نے (اسکا وعدہ) فرمایا ہے۔ آپ کہدیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا (اس ارشاد میں) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو پروردگار کی ساتھ بندہ کی محبت کرنے کی علامت ٹھیرائی ہے اور رسول صلعم کے حسن متابعت پر بندہ کی جزا اُسکی ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبّت کرنے کو قرار دیا ہے پس لوگوں میں جسکا حصہ متابعت رسول صلعم میں زیادہ ہوگا اُسی کا حصہ اللہ تعالیٰ کی محبت فرمانے میں زیادہ ہوگا اور تمام طوائف اسلام میں صوفیہ حسن متابعت پر (سب سے زیادہ) فائز ہوے ہیں کیونکہ اُنھوں نے آپ کے اقوال کا بھی اتباع کیا کہ اُن کو جس امر کا حکم فرمایا تھا اُس کا اہتمام کیا اور جس امر سے منع فرمایا تھا اُس سے باز رہے (جسکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور رسول جو (حکم وغیرہ) دیں تم اُسکو لو اور جس چیز سے تمکو روکیں رُک جاؤ پھر اُنھوں نے آپکا اپنے ان اعمال میں بھی اتباع کیا یعنی کوشش اور محنت کرنا عبادت میں اور تہجد پڑھنا اور نفل روزے اور نمازیں وغیر ذلک اور اس متابعت فی الاقوال والافعال کی برکت سے اُن کو آپ کے اخلاق کے ساتھ تخلق نصیب ہوا یعنی حیا اور حلم اور درگذر اور عفو اور رحم اور شفقت اور مدارات اور خیر خواہی اور تواضع اور (اسی طرح) اُن کو آپکے ان احوال سے حصہ ملا یعنی خشیت اور وقار اور ہیبت اور تعظیم اور رضا اور صبر اور زہد اور توکل پس یہ حضرات جمیع اقسام متابعت کے جامع ہوے اور انتہائی درجہ پر انھوں نے آپ کی سنت کا احیار کیا عبد الواحدؒ بن زید سے پوچھا گیا آپکی رائے میں صوفیہ کون لوگ ہیں انھوں نے فرمایا جو لوگ اپنی عقلوں سے فہم سنت پر قائم ہیں اور اپنے قلوب سے اُس سنت پر ثابت ہیں اور اپنے شر نفوس سے اپنے مالک کی پناہ لینے والے ہیں پس یہ لوگ صوفی ہیں

(باقی آئندہ)

۵۶

افطار کرتے اور (حدیث میں) وارد ہوا ہے کہ افضل صیام میرے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز افطار کرتے اور اسکو صالحین میں سے ایک جماعت نے پسند کیا ہے تاکہ حالت صبر اور حالت شکر کے درمیان میں رہے اور بعضے اہل طریق وہ ہوئے ہیں جو دو روز روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے یا ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن افطار کرتے اور بعضے وہ ہوئے ہیں جو پیر اور جمعرات و جمعہ کو روزہ رکھتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ سہل بن عبداللہ ہر پندرہ دن میں ایک بار کھاتے تھے اور رمضان میں صرف ایکبار کھاتے تھے اور افطار خالص پانی سے کرتے تھے بوجہ (موافقت) سنت کے اور حضرت جنید سے حکایت کیگئی ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور جسوقت اُن کے پاس اُن کے (طریقی) بھائی (مہمان) آتے تو اُن کی ساتھ افطار کرتے اور فرماتے کہ بھائیوں کا ساتھ دینے کی فضیلت روزہ کی فضیلت سے کم نہیں ہے مگر اتنی بات ہو کہ ایسا افطار علم (قواعد طریق) کا محتاج ہے کیونکہ اس افطار کا داعی کبھی حرص نفسانی ہوتی ہے نہ کہ موافقت (اخوان) کی نیت اور حرص نفس کے ہوتے ہوئے نیت کا محض موافقت (اخوان) کے لیے خالص کرنا دشوار ہے اور میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ مجھکو کئی سال ہو گئے ہیں کہ میں نے کوئی چیز ابتداءً اور استدعاءً نفس کی رغبت سے نہیں کھائی (یعنی یوں کھانا شروع ہونے کے بعد گو اُسمیں رغبت پیدا ہو گئی ہو مگر یہ نہیں ہوا کہ خود نفس نے اول استدعا کی ہو اور اسکی وجہ سے کھائی ہو) بلکہ میرے پاس کوئی چیز لائی جاتی ہے میں اُسکو اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت اور فعل سمجھتا ہوں اور حق کی موافقت اُس کے فعل میں کرتا ہوں (اور کھا لیتا ہوں) اور حضرت شیخ ممدوح نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ اُن کا ایک دن کھانے کو جی چاہا اور وہ شخص حاضر نہ تھا جسکا معمول تھا اُن کے پاس کھانا لانا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کوٹھری کا دروازہ کھولا جسمیں کھانا تھا اور میں نے ایک انار کھانے کے واسطے لیا پس ایک بلی آئی اور (میری) ایک مرغی کو جو کہ وہاں موجود تھی پکڑ لیا میں نے (دل میں) کہا کہ انار لینے کے بارہ میں جو میں نے تصرف کیا ہے اُسکی میری یہ سزا ہے اور میں نے شیخ ابو المسعود رحمۃ اللہ کو دیکھا کہ وہ دن میں کئی کئی مرتبہ کھاتے تھے جسوقت بھی کھانا حاضر کیا جاوے اُسمیں سے کچھ کھا لیتے اور یہ سمجھتے تھے کہ اُنکا یہ طعام کو تناول کر لینا حق تعالیٰ کی موافقت ہے کیونکہ ان کا حال ترک اختیار تھا اپنے کھانے میں اور پہننے میں اور اپنے تمام افعال میں اور ان کا حال فعل حق کے ساتھ وقوف

ص
فی الاکل وصل کی نہیں
والا فطار و فی حقوق
ولعلہ یعنی زیادہ الاجر
۱۲ منہ

کرتا تھا اور اس باب میں اُن کی ابتدائی حالت بھی ایسی تھی کہ ویسی حالت نادر ہوتی ہے یہانتک کہ منقول ہے کہ وہ کئی کئی روز بے کھائے رہتے تھے اور اُن کے حال کی نہ کسی کو خبر ہوتی تھی اور نہ وہ اپنے نفس کے لئے کچھ تصرف کرتے تھے اور نہ کسی شے کے تناول کا سبب بنتے تھے (مثلاً ایسے وقت کسی ایسی جگہ چلے جاویں جہاں احتمال کھلانے کا ہو) اور وہ ان کے پاس رزق پہونچانے میں حق تعالیٰ کے فعل کے منتظر رہتے تھے اور ایک مدت دراز تک ان کے حال کی کسی کی اطلاع نہیں ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا حال ظاہر فرمادیا اور ان کے لئے احباب اور تلامذہ کو کھڑا کر دیا اور وہ لوگ کھانوں میں تکلف کرکے ان کے پاس لاتے اور وہ اسمیں حق تعالیٰ کا فضل اور موافقت سمجھتے میں نے اُن کو یہ فرماتے بھی سنا کہ ہر روز مجھکو صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ سب سے زیادہ محبوب چیز مجھکو روزہ ہوتا ہے (یعنی ہر روز روزہ رکھنا چاہتا ہوں) اور حق تعالیٰ میرے روزہ کے محبوب سمجھنے کو اپنے فعل سے توڑ دیتا ہے (یعنی کچھ کھانے کو بھیجدیتا ہے) سو میں حق تعالیٰ کے اس فعل میں اسکی موافقت کرتا ہوں (یعنی روزہ نہیں رکھتا اور یا تو اسی احتمال سے صبح کو نیت پختہ نہ کرتے ہوں گے اور یا ان کے مذہب میں نفل روزہ کی قضا واجب نہوگی) اہل واسط میں سے بعض اہل صدق کی حکایت ہے کہ انھوں نے بہت برسوں تک روزہ رکھا اور ہر روز قبل غروب آفتاب کے افطار کر دیتے بجز رمضان کے اور ابو نصر سراج نے کہا ہے کہ اس فعل پر ایک قوم نے انکار کیا ہے بوجہ مخالفت علم (یعنی شرع) کے اگرچہ نفل ہی روزہ کیوں نہو (کیونکہ جو اتمام کو واجب نہیں کہتے وہ بھی اس عادت کو خلاف سنت اور ناپسند ضرور کہتے ہیں) اور دوسرے بعض نے اسکو مستحسن سمجھا ہے کیونکہ ایسا فعل کرنے والے کا مقصود اس سے ایک تو نفس کو سزا دینا ہے بھوک کی اور دوسرے یہ کہ روزہ سمجھنے سے متمتع نہو (کہ اسکو اتنا بھی حظ نہو) اور مجھکو اسمیں یہ (شبہ) واقع ہوا کہ اس شخص نے اگر یہ قصد کیا ہے کہ روزہ سمجھنے سے تمتع نہو تو روزہ سمجھنے سے متمتع ہونیکا عدم سمجھنے سے تو متمتع ہوگیا (اور اگر اس تمتع کی نفی بھی کیجاوے تو پھر اس نفی سے تمتع ہوگیا) اور اسمیں تو تسلسل ہوجاویگا (جو کہ محال ہے لہذا یہ توجیہ صحیح نہیں) اور موافقت شرع کے زیادہ لائق روزہ کو پورا کرنا ہے (چنانچہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اپنے اعمال باطل مت کرو لیکن (پھر یہ کہ ان بعض اہل صدق کے اس فعل کی کیا توجیہ ہوگی سو بات یہ ہے کہ) اہل صدق کی اُن کے افعال میں کچھ نیتیں ہوا کرتی ہیں اس لئے اُن سے معارضہ کرنا نہیں اور صدق بعینہ محمود ہے خواہ کسی طرح ہو اور صاحب صدق اپنے صدق کی پناہ میں ہے خواہ وہ

ف فی القاموس خفر یخفر اجار و منعہ و آمنہ کخفرہ و تخفرہ والاسم الخفرۃ بالضم والخفارۃ مثلثۃ ۱۲ منہ

۵۴

تصرف[1] کرے (مترجم کہتا ہے کہ یہ فعل شرع کے خلاف اسوقت ہے جبکہ روزہ کی نیت کی ہو ورنہ محض بھوکا رہنا جائز ہے اور غروب کے قبل کھالینا اسلیئے تھا کہ دیکھنے والے غیر روزہ دار کو روزہ دار نہ سمجھ لیں) اور بعض نے کہا ہے کہ جب تو صوفی کو نفل روزہ رکھتے دیکھے تو اسکو متہم سمجھ کیونکہ اس روزہ کی ساتھ کچھ دنیا بھی شامل ہو گئی ہے (خواہ ریا خواہ عجب کہ صوفی مبتدی ہنوز اس سے خالص نہیں ہوا) اور بعض نے کہا ہے کہ جب کوئی جماعت ایسی ہو کہ وہ اوضاع میں متفق ہوں اور اُن میں کوئی (مبتدی) مرید ہو تو (اول) اُسکو روزہ کی ترغیب[2] دیں پھر اگر وہ اُن کی موافقت[3] نکریں تو ان لوگوں کو چاہیئے کہ اس شخص کے افطار کا اہتمام کریں اور اسکے لئے بتکلف ایسا کریں (گو دل نہ چاہے) اور اُس کے حال کو اپنے حال پر محمول نہ کریں (کیونکہ کجا مبتدی کجا غیر مبتدی یہ تو اُس صورت میں ہے جب اُس جماعت میں کوئی شیخ نہو ویسے ہی باہمی مناسبت کے سبب جمع ہو گئے) اور اگر کوئی جماعت شیخ کے ساتھ ہو تو وہ لوگ اُس شیخ کے روزہ کی ساتھ روزہ رکھیں اور اُس کے افطار کے ساتھ افطار کریں بجز اُس شخص کے جسکو شیخ اسکے خلاف حکم دے اور منقول ہے کہ بعض اہل طریق نے ایک جوان کے سبب جو اُن کی صحبت میں رہتا تھا کئی سال تک روزہ رکھا تاکہ وہ جوان اُن کو دیکھے اور اُن کا طریقہ اختیار کرے اور اُن کے روزہ سے روزہ رکھے اور ابو الحسن مکی سے حکایت کیگئی ہے کہ وہ صوم دہر رکھتے تھے اور بصرہ میں مقیم تھے اور روٹی صرف شب جمعہ میں کھاتے تھے اور اُن کی غذا ہر مہینہ میں صرف چار دانق ہوتی تھی (ایک دانق سدس ہوتا ہے درہم کا اور درہم تقریباً چار آنہ چار پائی سکہ رائجہ سے ہوتا ہے پس چار دانق قریب تین آنہ کے ہوا اگر ایک مہینہ میں چار جمعہ ہوئے تو ایک دفعہ میں تین پیسے ہوئے پھر ہفتہ کے بعد اسیقدر) یہ اپنے ہاتھ سے پوست خرما کی رسی بناتے اور اُسکو فروخت کر دیتے (اُسی دام میں کھانے کا مذکورہ سامان کرتے) اور شیخ ابو الحسن بن سالم کہتے تھے کہ میں ابو الحسن مکی پر مامون نہیں ہوں مگر یہ کہ وہ افطار کریں او کھاویں اور غالباً ان شیخ ابن سالم نے اُن ابو الحسن مکی پر اس صوم دہر میں کسی شہوت خفیہ کا شبہ کیا ہے کیونکہ وہ لوگوں میں اصوم دہر کے ساتھ مشہور ہو گئے تھے (اسلیئے ابن سالم وجدان سے یہ سمجھے کہ اب وہ افطار کو بوسوسہ سقوط جاہ کے ناپسند کرتے ہیں)

[1] فی القاموس تقلب فی الامور تصرف فیہا کیف شاء ۱۲ منہ [2] فی الاصل بحیثونہ بصیغۃ الجمع و ترجمت لجملہ علی الانتشار لقرائنہ من قولہ ہیتموا و قولہ تیکلفوا و قولہ ولا یحملوا ۱۲ منہ۔

[3] فی الاصل فان لم یساعدوہ الخ والظاہر ان یکون فان لم یساعدہم لکن یمکن التوجیہ بان المساعدۃ من الجانبین فکنی بعدم مساعدتہم عن عدم مساعدتہ لہم وعلیہ ترجمت ۱۲ منہ۔

۵۵

اور بعض نے کہا ہو کہ کبھی کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص نہیں کرتا مگر وہ یہ چاہتا ہے کہ کسی کنوئیں میں رہے جو پہچانا نہ جائے (یعنی مشہور نہو تاکہ ایسے احتمال مذکور کے امثال سے محفوظ رہے) اور اپھر طعام کے تعلق مضمون ہو کہ) جو شخص حاجت سے زائد کھانا کھائیگا وہ حاجت سے زائد کلام بھی زبان سے نکالیگا۔ اور منقول ہے کہ ابوالحسن تمنیسی اپنے اصحاب کے ساتھ حرم میں سات روز رہو کہ کھانا نہیں کھایا ان کا کوئی ہمراہی استنجا کرنے باہر چلا گیا اور خربزہ کا ایک چھلکا دیکھا اُسکو لیکر کھالیا اُن کو کسی آدمی نے دیکھا اور اُن کے پیچھے ہولیا (اور ان لوگوں کا ٹھکانا معلوم کرکے چلا گیا) اور کچھ امداد[ف] کے طور پر لایا اور قوم کے سامنے رکھدیا شیخ نے فرمایا یہ جرم تم میں سے کس نے کیا ہے (کہ اس شخص کو اپنے حال کی اطلاع دی) اس شخص نے کہا کہ میں نے خربزہ کا چھلکا پایا تھا اور اُسکو کھالیا تھا باقی قصداً میں نے حال سے اطلاع نہیں دی) شیخ نے فرمایا تو ہی رہ اپنے جرم کی ساتھ بھی اور اپنی اس امداد کے ساتھ بھی (یعنی اسکو اُٹھا کر یہاں سے رخصت) اُس نے کہا میں اپنی جرم سے توبہ کرتا ہوں انھوں نے فرمایا کہ خیر توبہ کے بعد پھر کوئی بات نہیں۔ اور مشائخ ایام بیض کے روزہ کو مستحب سمجھتے تھے اور وہ ایام بیض تیرہویں اور چودھویں اور پندرہویں تاریخیں ہیں مروی ہو کہ آدم علیہ السلام جب زمین کی طرف اتارے گئے تو اُن کا بدن اثر معصیت سے سیاہ ہو گیا جب اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی تو اُن کو ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم دیا پس ہر روز کے روزہ کے ساتھ اُن کا ایک ایک ثلث بدن سفید ہوتا گیا یہانتک کہ صیام ایام بیض سے اُن کا تمام جسد سفید ہو گیا اور نیز مستحب کہتے ہیں شعبان نصف اول کے روزہ کو اور اس شعبان کے نصف اخیر کے افطار کو اور شعبان اور رمضان میں اتصال بھی کرے تب بھی کچھ حرج نہیں (یعنی پوری شعبان کا بھی روزہ رکھے) لیکن اگر پہلے سے) روزہ نہیں رکھا تھا تو پھر رمضان کے ایک دو روز قبل نہ رکھے (کہ حدیث میں نہی آئی ہے) اور بعض مشائخ پورے رجب کے روزہ کو بوجہ کراہت مشابہت رمضان کے مکروہ کہتے ہیں اور نیز عشرہ ذی الحجہ اور عشرہ محرم کا روزہ مستحب ہے اور اشہر حرم میں سے جمعرات وجمعہ وہفتہ کا روزہ مستحب ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے جو شخص کسی حرام مہینے میں سے تین دن کا روزہ رکھے جمعرات اور جمعہ اور ہفتہ تو وہ دوزخ سے سات سو برس کے فاصلہ پر دور ہو جاویگا ✣

ف فی القاموس الرفق ما استعین بہ ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

تحقیق (۱۱)

النظامیہ بابت نومبر ۱۹۱۶ء میں بہشتی زیور کی جلاء کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کی تمہیدی عبارت یہ ہے بہشتی زیور کے متعلق جو جلسہ حضرات علماء فرنگی محل کا ہوا تھا اُسمیں میں بھی شریک تھا مجھے بعض اخبارات کی تحریروں سے یہ اندازہ ہوا کہ عوام تو عوام خواص بھی بہشتی زیور کے اُن امور پر مطلع نہیں ہیں جو بہشتی زیور کو پایۂ اعتبار سے گراتی ہیں میرا دعویٰ ہے کہ بہشتی زیور میں مسائل و عقائد کا ایک حصہ ضرور اس حیثیت کا نہیں ہے کہ قابل عمل بن سکے اور کچھ حصہ ایسا بھی ہے کہ جو عورتوں اور خاصکر اُنمیں سے دوشیزہ لڑکیوں کے پڑہانیکے ناقابل ہے بلکہ آپ کو بہت سے ایسے مسائل ملیں گے کہ جن کا کمسن لڑکیوں کو پڑہانا نازیبا ہے اور اگر ہم چند باتوں میں اپنی دعوے کو ثابت کر دیں تو غالباً جناب مولوی اشرف علی صاحب خود بھی اپنی کتاب کو تفسیر سورۂ یوسف۔ مراۃ العروس۔ بنات النعش۔ اخبار شہر کے۔ کی طرح ان کتب میں درج فرماویں کہ جنکے دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے۔

۹۷

تنقید

قبل اسکے کہ ہم اس مضمون پر تنقید کریں ہمکو یہ بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب نے اچھے رسالہ کا نام بہشتی زیور کی جلاء رکھا ہے جس میں زیور اور جلاء کی تناسب کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ لیکن انھوں نے غلطی اسمیں یہ کی ہے کہ جلاء سے زیور کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اُس سے اسکی آب و تاب بڑھتی ہے اور اسکی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے حالانکہ معترض کا مقصود یہ نہیں ہے پس اس سے معترض صاحب کی قابلیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس قابلیت کے شخص ہیں۔ مگر ہم اس نام سے نیک فال لیتے ہیں اور حق تعالیٰ سے امید کرتے ہیں کہ وہ معترض کے رسالہ کو بہشتی زیور کی آب و تاب اور اسکے قدر و قیمت میں اضافہ کا ذریعہ بنا کر اسکو مزید مقبولیت عطا فرماویگا۔ اسکے بعد ہم اس مضمون پر تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں چند امور بحث طلب ہیں۔

(۱) انھوں نے کہا ہے۔ بہشتی زیور کے متعلق جو جلسہ حضرات علماء فرنگی محل کا ہوا تھا اسمیں میں بھی شریک تھا اھ اولاً یہ وہ فقرہ ہے جسکو فرنگی محل کے عالم مدرسہ نظامیہ کے افسر مدرس اور اسکے مجتہد نے

۱.

بجائے بسم اللہ اور حمد کی لکھا ہے شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ چونکہ اس رسالہ کا مقصد لوگوں کو تعلیم دین سے محروم کرنا ہے اس لیئے وہ تسمیہ و تحمید کا مستحق نہیں ہے ثانیا معلوم نہیں کہ یہ جملہ کس غرض سے استعمال کیا گیا ہے شاید یہ مطلب ہو کہ لوگو میں عالم فرنگی محل ہوں اسلیئے میری بات مانو۔ مگر یہ غلط ہے معترض صاحب ہرگز عالم فرنگی محل نہیں ہیں علمار فرنگی محل اسوقت کتم عدم میں مستور ہیں اور اسوقت جسقدر علمار فرنگی محل ہونے کے مدعی ہیں اُن میں ایک بھی عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے ہم اس مدعی کی تفصیل صفحات گذشتہ میں کر چکے ہیں۔ ثالثاً معترض نے چند متحد الاغراض اشخاص کی خانہ ساز جلسہ کو علمار فرنگی محل کا جلسہ کہا ہے مگر یہ غلط ہے کما مر فی الصفحات السابقہ۔

(۲) انھوں نے لکھا ہے مجھے بعض اخبارات کی تحریروں سے یہ اندازہ ہوا کہ عوام تو عوام خواص بھی بہشتی زیور کے ان امور پر مطلع نہیں ہیں جو بہشتی زیور کو پایۂ اعتبار سے گراتے ہیں آہ آپکا یہ بیان بالکل صحیح ہے اور واقعی بات یہ ہے کہ بجز ان لوگوں کے جن کی حسد و عناد نے نظر بندی کر رکھی ہے اور اس لئے اُن کو معدومات موجود نظر آتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ ان کو اشیار علی غیر ماہی علیہ دکھائی دیتی ہیں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسکو بہشتی زیور میں وہ امور نظر آتے ہوں جو اسکو پایۂ اعتبار سے گراتے ہیں۔ مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کا یہ اندازہ بعض اخبارات کی تحریروں پر کیوں موقوف رہا کیا اس سے پیشتر ان کو اسکی مقبولیت عامہ شاملہ للخواص والعوام کی اطلاع نہ تھی یہاں ہمیں ایک دلچسپ اور مناسب حال معترض حکایت یاد آتی ہے

(**حکایت**) محرم کے زمانہ میں ایک شاعر شہر حلب میں آیا وہاں آکر اُس نے دیکھا کہ شہر میں ماتم برپا ہے یہ دیکھکر اس نے کسی سے پوچھا کہ یہاں کون مرگیا ہے ذرا اُسکے مختصر حالات بتلادو تاکہ میں اسکا مرثیہ لکھکر کچھ رقم وصول کروں اُس نے جواب دیا کہ تو کوئی دشمن اہل بیت معلوم ہوتا ہے تجھے خبر نہیں کہ یہ جناب امام حسین علیہ السلام کا ماتم ہے جنکو یزید نے شہید کر دیا تھا اس پر شاعر نے ایک نہایت لطیف جواب دیا جسکو مولانا روم قدس سرہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

گفت آرے لیک کو دور یزید ‖ کے بدست ایں غم چہ دیر اینجا رسید

چشم کوران آں خسارت را بدید ‖ گوش کراں آں حکایت راشنید

خفتہ بودستید تا اکنوں شما ‖ کہ کنوں جامہ دریدید از عزا

پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں ‖ زاں کہ بدمرگیست ایں خواب گراں

۹۸

پس ہمارے معترض صاحب کی حالت بھی بالکل شیعوں کے مناسب ہے کیونکہ بہشتی زیور کی
مقبولیت عامہ ایسی نہیں تھی جو کہ معترض پر مخفی رہ سکتی - ایسی حالت میں انکا ایک عرصہ دراز کے
بعد بہشتی زیور کی تردید لکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ شیعوں کا سیکڑوں برس کے بعد ماتم کرنا لہذا ہم
اُن سے کہتے ہیں ؎

کہ کنوں جامہ درید ید از عزا	خفتہ بود ستید تا اکنوں شما

(۳) معترض صاحب کہتے ہیں کہ میرا دعویٰ ہے کہ بہشتی زیور میں مسائل وعقائد کا ایک حصہ ضرور
اس حیثیت کا نہیں ہے کہ قابل عمل بن سکے اور کچھ حصہ ایسا بھی ہے کہ جو عورتوں اور خاصکر اُن میں سے
دوشیزہ لڑکیوں کے پڑھانے کے نا قابل ہے بلکہ آپ کو بہت سے ایسے مسائل ملیں گے کہ جنکا کمسن لڑکیونکو
پڑھانا نازیبا ہے اھ یہ دعویٰ ایک ایسا دعویٰ ہے جسکے ثابت کرنے کی آپ کے ایڈیٹر صاحب بھی کوشش
کرچکے ہیں لیکن آپکو صفحات گذشتہ سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اُن کو اس دعوی میں کسقدر رسوائی کا سامنا
ہوا ہے اب آپ دعویٰ کرتے ہیں آپ بھی ثابت کرکے دیکھ لیجیے -

۹۹

(۴) معترض صاحب کہتے ہیں اگر ہم چند باتوں میں اپنے دعوے کو ثابت کردیں تو غالباً جناب مولوی
اشرف علی صاحب خود ہی اپنی کتاب کو تفسیر سورہ یوسف مرآۃ العروس بنات النعش اخبار شہر کے
کی طرح ان کتب میں درج فرماویں کہ جنکے دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے اھ بیشک اگر آپ بہشتی زیور کو
ایسا ثابت کردینگے جیسے تفسیر سورہ یوسف مرآۃ العروس وغیرہ تو غالباً نہیں بلکہ ضرور مولانا اس کو
ان کتابوں میں درج فرمادینگے جن کی دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے لیکن یہ شرطیہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی
کہے ان کان زید حمارا کان ناھقا کیونکہ گو شرطیہ مذکور صادق ہے مگر اس کا مقدم محال ہے -

تحقیق (۱۲)

نیز النظامیہ مذکور الصدر میں بذیل تمہید مذکور لکھا ہے - یہ لحاظ رہے کہ میرا روئے سخن ان دریدہ
دہنوں کی جانب نہیں ہے جنکا شیوہ محض سب وشتم ہے - یا وہ حضرات جنکے جواب کی بنا محض ذاتیات
پر حملہ ہوتی ہے جنکو یہ بھی معلوم نہیں کہ مراہق لفظ صحیح ہے یا مراحق طہر متخلل ہے یا طہر متحلل ملا جیون
شاہجہان کے بھی استاد تھے یا صرف عالمگیر کے جو ملا جیون کی بات کو عالمگیر کی بات سے کم حیثیت

سمجھتے ہیں علماء دہلی و علماء فرنگی محل سے مقابلہ کی روایت وضع فرماتے ہیں۔ اس قسم کے جواب اگر ہونگے تو اس کے جواب الجواب کے واسطے علامۂ عصر مولانا احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہٗ کافی ہیں۔ ہم صاف کہے دیتے ہیں کہ ہم اپنے اکابر کے طرز پر اس قسم کی باتوں کا جواب خاموشی سے دیں گے۔ آھ۔

تنقید

قبل اس کے کہ ہم اس مضمون پر تنقید کریں ہم یہ بتلائے دیتے ہیں کہ ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کون حضرات ہیں جن پر معترض صاحب اسقدر غضبناک ہیں کہ اپنے غصہ کے جوش میں انھوں نے اپنی اس تہذیب کو بھی بالائے طاق رکھدیا جسکے وہ یا اُن کے ہواخواہ مدعی ہیں اور ذاتیات پر حملے شروع کردئے جسکو وہ مذموم جانتے ہیں۔ اور نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس غیظ و غضب کا سبب کیا ہے اس لئے ہماری تحریر کو ان حضرات کی حمایت پر محمول نہ کیا جائے بلکہ ہم جو کچھ لکھیں گے وہ ایک مستقل اور جداگانہ کلام ہوگا۔ اس گذارش کے بعد ہم معترض صاحب کے مضمون پر تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مضمون میں چند خدشے ہیں۔

(۱) وہ خود دریدہ دہنی سے کام لیتے ہیں لیکن اگر اُن کے مقابلہ میں جواباً کوئی اس سے کام لے تو خفا ہوتے ہیں نہیں معلوم کہ یہ مسئلہ ان مجتہد صاحب نے کس دلیل شرعی سے استنباط کیا ہے۔

(۲) نیز وہ خود ذاتیات پر حملے کرتے ہیں لیکن اگر ان کا مقابل اُن کے جواب میں ایسا کرے تو ناراض ہوتے ہیں معلوم نہیں کہ کون سے اصل شرعی اسکا ماخذ ہے۔ ہم اپنے دونوں دعووں کے ثبوت میں معترض کی اس عبارت کو پیش کرتے ہیں جو کہ ہمارے ایک مکرم نے ہمکو النظامیہ بابت ماہ فروری ۱۹۱۸ء سے نقل کرکے بھیجی ہے (وھی ھذہ)

گو اس کے (یعنی ازالہ غلط فہمی دربارہ واقعہ خواب کے) ہمکو مولانا کی ذات سے امید بہت کم ہے جیسا کہ میرٹھ کی ایک مطبوعہ تحریر سے جسکے کچھ جملوں کی نقل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں ظاہر ہوتا ہے (اس کے بعد عبارت موعودہ نقل کی ہے اُس کے بعد لکھا ہے) تاہم حکیم الامۃ کے خود ساختہ خطاب کی وجہ سے جرأت ہوتی ہے کہ شاید مریضان ملت پر کچھ رحم آجاوے۔ اور ایسے بڑے امر میں اس سے کم وقت صرف کیا جاوے

(باقی آئندہ)

مسلمان ضرور توجہ کریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً - اما بعد مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے - کہ ہمارے پاس ایک مراسلہ بغرض اشاعت آیا ہے جسکو ہم بلفظہا شائع کرتے ہیں - اُسکے متعلق مختصراً لکھا جاتا ہے - کہ ہمکو طاہر سیف الدین کے تفصیلی خیالات کا علم نہیں ہے - مگر جہانتک ہمکو ضوء نور الحق المبین کی عبارات منقولہ مراسلہ ہذا کے دیکھنے سے معلوم ہوا - وہ یہ ہے کہ طاہر سیف الدین اور اُس کے جماعت مذہب تشیع کے بہت سے فرقوں میں کا ایک خاص فرقہ ہے - اور اس فرقہ میں اور شیعہ امامیہ میں اس امر میں تو اتفاق ہے - کہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کا اقرار فرض ہے - اور جو کوئی ان میں سے کسی ایک کو بھی امام مفترض الطاعۃ نہ مانے گا - خواہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہو یا نہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتا اور کبھی جنت میں نہیں جا سکتا - بلکہ ضال و مضل ہے اور ابد الآباد کے لئے دوزخ میں رہے گا (چنانچہ اسی اصول کی بنا پر شیعہ امامیہ اثنا عشریہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص خلفاء راشدین و امہات المومنین مثل عائشہ صدیقہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کو نعوذ باللہ کافر و منافق اور ابد الآباد کیلئے دوزخ میں رہنے والے وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں - کبرت کلمۃ تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا) مگر ان دونوں فرقوں میں یہ اختلاف ہے - کہ عام شیعہ ائمہ کے بعد کسی کو مفترض الطاعۃ نہیں جانتے اور اسکی اطاعت کو مثل اطاعت ائمہ واجب نہیں مانتے - برخلاف طاہر سیف الدین اور اسکی جماعت کے کہ وہ ائمہ کے سوا نائبین ائمہ کو بھی مفترض الطاعۃ مانتے اور ان کے نہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں پس اصل مسئلہ تکفیر اہل اسلام میں دونوں گروہ متفق ہیں - کیونکہ اتنی بات دونوں فرقے مانتے ہیں کہ جو شخص ائمہ کو نہ مانے کافر ہے - مگر اسکی تفصیل میں تھوڑا سا اختلاف ہے - وہ یہ کہ طاہر سیف الدین

کا گروہ نائبین ائمہ کو بھی مثل ائمہ مفترض الطاعۃ کہتا ہے اور فرقہ شیعہ امامیہ اسکا انکار کرتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ دراصل شیعہ اور طاہر سیف الدین کا گروہ دو نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک ہی جڑ کی دو شاخیں۔ اور ایک ہی چشمہ سے سیراب ہونے والے ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا۔ تو اب سمجھنا چاہیے کہ مسئلہ افتراض اقرار امامت ائمہ جسکی بنا پر فرقہ شیعہ (خواہ وہ گروہ طاہر سیف الدین ہو یا شیعہ امامیہ) جماہیر اہل اسلام مثل امہات المؤمنین و جمہور صحابہ و تابعین و تبع تابعین و محدثین و ائمہ مجتہدین و علماء و جملہ اہل اسلام کی تکفیر کرتا ہے۔ اسلام میں اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔ نہ یہ قانون خدا کا ہے نہ رسول کا نہ حضرت علی کا نہ امام حسن کا اور نہ امام حسین کا اور نہ کسی اور امام کا۔ بلکہ یہ اصول ایک یہودی جماعت کا نکالا ہوا ہے جسکا مقصود اسلام میں رخنہ اندازی اور اسکی شان و شوکت کا مٹانا تھا۔ (چنانچہ رجال ابوعمرو کشی[ع] جو کہ مذہب تشیع کی ایک معتبر کتاب ہے۔ اس سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے اور علماء اسلام نے اسپر زبردست بحثیں کی ہیں) اور چونکہ طاہر سیف الدین اور گروہ شیعہ دونوں اس اصول کو مانتے اور اس کی اشاعت کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ قرآن کریم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور دیگر جملہ اہل اسلام کے اعتبار کو صدمہ پہنچا کر منافقین یہود کی تائید اور مذہب اسلام کی بیخ کنی کرتے ہیں۔ بنابریں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ بطور مدافعت اور بغرض حفاظت دین الٰہی نہ بقصد دل آزاری و جنگ و جدل اس باطل اصول کے حامیوں کے (خواہ وہ طاہر سیف الدین ہوں یا شیعہ امامیہ) ان دھوکوں سے لوگوں کو مطلع کریں جو کہ یہ لوگ مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کیلئے عمل میں لاتے ہیں۔ اور اپنے وعظوں اور رسالوں میں ان باطل اصولوں کی خوب قلعی کھولیں جو کہ جماعت منافقین نے تخریب اسلام کے لئے بنائے ہیں۔ تاکہ وہ مسلمان جو بسبب ناواقفیت کے اپنا دین برباد کر لیتے ہیں گمراہی سے محفوظ رہیں۔ اور اسمیں امکانی کوشش سے کام لیں۔ اور ہرگز غفلت نہ کریں۔ خوب یاد رکھو کہ جس طرح طاہر سیف الدین کے فتنہ سے لوگوں کو بچانا ضروری ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ شیعوں کے فتنہ سے بچانا ضرور ہے مراسلہ ہذا میں بہت بڑی غلطی جس سے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یہ کی گئی ہے۔ کہ شیعوں کو اسلامی فرقہ تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ انمیں اور طاہر سیف الدین میں کچھ فرق نہیں۔ کیونکہ طاہر سیف الدین نے اگر مسلمانوں کو ایک رسالہ میں کافر کہا ہے تو شیعہ سیکڑوں کتابوں میں ان کو کافر کہتے ہیں۔ اور طاہر سیف الدین نے اگر ایک رسالہ شائع کیا ہے

[ع] رجال کشی کی اصل عبارت مع ترجمہ کتاب حقیقت التشیع معروف بہ کسوٹی کی کسوٹی میں درج ہے جن لوگوں کو وہ عبارت دیکھنا ہو یا مذہب تشیع کی تفصیلی حقیقت معلوم کرنی ہو رسالہ مذکور کو دفتر الامداد تھانہ بھون سے طلب کریں قیمت ۴ر محصولڈاک بذمہ خریدار - ۱۳

تو شیعہ اس قسم کے سیکڑوں رسالہ چھاپتے اور شائع کرتے ہیں۔ نیز طاہر سیف الدین نے اگرچہ مسلمانوں کا نام لیکر اُن کو گمراہ وغیرہ کہا ہے۔ تو شیعہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و خلفاء راشدین و امہات المومنین کو ہر روز کافر و منافق کہتے ہیں۔ اور طاہر سیف الدین کی قلیل جماعت اگر دس پانچ مسلمانوں کو گمراہ کر سکتی ہے۔ تو شیعوں کے کروڑوں افراد لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ایں مراسلہ میں طاہر سیف الدین کے مظالم کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلانا۔ اور شیعوں کو اسلامی فرقہ کہکر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

ہمارا مقصود یہ نہیں ہے۔ کہ ہم صاحب مراسلہ کی نیک نیتی پر اعتراض کریں۔ کیونکہ ہم اُن کے دردِ دینی کے تہ دل سے قدر کرتے ہیں۔ اور خدای تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو حمایت حق کی مزید توفیق عطا فرماوے۔ بلکہ ہمارا مقصد صرف اس قدر ہے۔ کہ غالباً اُن کو شیعوں کے حالات کا علم نہیں ہے۔ اس لئے ان کی تحریر میں یہ نقص موجود ہے ورنہ ہمکو امید ہے کہ اگر اُن کو شیعوں کے حالات کا صحیح علم ہو جاوے۔ تو جس حمیت دینی سے وہ طاہر سیف الدین کے مقابلہ میں کام لیتے ہیں اُسی حمیت سے وہ شیعوں کے مقابلہ میں کام لیں گے۔ کیونکہ وہ دونوں ایک ہیں۔ اور ان میں جسقدر اختلاف ہے۔ اس کا مسلمانوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق باہمی نزاع سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اس فتنہ کو تحریر اور تقریر اروکنے کی کوشش کریں۔ جو طاہر سیف الدین اور فرقہ شیعہ اسلام میں برپا کر رہا ہے۔ اور اپنے ظاہری دعویٰ اسلام سے مسلمانوں کو دھوکا دیکر ان کو اطاعت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نکالنا۔ اور منافقین یہود کے حلقہ بگوشی میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ حفظ اللہ المسلمین من شرہم۔ یہ گفتگو تو مذہبی پہلو سے تھی۔ رہا قانونی پہلو اسکے متعلق ہم کچھ نہیں لکھنا چاہتے۔ کیونکہ یہ کام قانون داں اصحاب کا ہے۔ اور ہم کو قانون کے متعلق واقفیت نہیں ہے۔ لیکن اتنا کہدینا ضروری ہے کہ مسلمانوں کے لئے اس فتنہ کا ہر جائز تدبیر سے روکنا ضروری ہے۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضے آمین یا رب العالمین

نقل مراسلہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ

اخواننا المسلمین ایدکم اللہ تعالیٰ

تسلیم - گذارش یہ ہے کہ یہ بات مسلم و متفق علیہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے پہلے تمام عالم شرک و کفر کی تاریکی میں پڑا تھا - اسلام نے آتے ہی کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے نور سے کفر و شرک کی تمام تاریکیوں کو کافور کر کے عالم کو منور کر دیا -

کلمہ طیبہ - دین اسلام کی بنیاد مستحکم ہے - قرآن مجید اور نبی اکرم کی احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ جس نے بخلوص دل و حقانیت سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو وہ داخل جنت ہوگا - اور بلا قیل و قال وہ مسلمان ہے - اور کلمہ طیبہ بالاجماع باری تعالیٰ شانہٗ کی توحید کا مستحکم اساس ہے - بارگاہ ایزدی تک پہنچنے کے لیے شاہراہ اور دین اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ ہے - اس باب میں کسی فرقہ کو کسی قسم کا اختلاف و اعتراض نہیں ہے کیا سنی اور کیا شیعہ دونوں فریق اس بارے میں متفق ہیں -

برادران ایمانی و اخلاء روحانی

بمفاد آیہ کریمہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ان دنوں قیامت کی بات ہے کہ جس کلمہ طیبہ نے اپنی روحانی طاقت و تجلی کے ذریعہ سے عالم کے مختلف اقوام (۳۳) کروڑ نفوس کو شرک و کفر کے عمیق گڑھے سے نکال کر توحید کی بلندی پر لا بٹھایا اور اُن کے دلوں سے شرک و کفر کی تاریکیوں کو دور کر کے روشن کر دیا توحید کا بول بالا اور عالم میں دین اسلام کا اُجالا کر دیا -

آہ - آہ آج سنا جاتا ہے کہ وہی کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کے کہنے والوں

قبول نہیں کیا جاویگا اور وہ اُن کے منہ پر مارا جائے گا جس کلمہ طیبہ کی شان میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے بخلوص دل کلمہ طیبہ کہا وہ داخل جنت ہوگا۔ فی الواقع قیامت کی بات ہے کہ اگر ایسی پوری آزادی اور دین اسلام اور مسلمین کی علمی ترقی کے زمانے میں کلمہ طیبہ کے قائل مسلمانوں پر بلا سبب حملہ کیا جائے اور حامیان دین اسلام چپ چاپ سنا کریں۔ اور اپنے علم کو ایسے وقت میں ظاہر نہ کریں۔ اللھم ادین الاسلام والمسلمین بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین

اب برادران اسلامی بات یہ ہے کہ شیخ ابو طاہر سیف الدین نے ۱۳۳۵ھ میں ایک عربی رسالہ موسوم بہ **ضوء نور الحق المبین** برٹش انڈیا پریس بمبئی میں پانچ ہزار نقل طبع کرا کے شائع کیا ہے۔ اور ہندوستان کے مختلف بلاد میں اپنے عاملوں کو ایک ایک نسخہ بھیجکر حکم کیا کہ عشرہ کی مجالس میں بر سر منبر سب کو پڑھکر مثل آسمانی کتاب کے سناؤ اور برابر سمجھاؤ۔ سب عاملوں نے حسب الحکم تعمیل کی۔ اور واضح رہے کہ ان دنوں دوسرے نمبر پریسیڈنسی پولس مجسٹریٹ کے اجلاس میں ایک مقدمہ دائر ہے جس کے ضمن میں یہ رسالہ پیش ہو کر مع مضمون ذیل داخل دفتر ہو چکا ہے۔

رسالہ ہذا کے صفحہ ۶ کی آٹھویں سطر سے صفحہ ۷ کی چھٹی سطر تک یعنی ۱۵ سطروں میں مصنف رسالہ طاہر سیف الدین نے اپنی تعریف کی ہے **وھو ھذا**۔

اما بعد فانی عبد آل محمد ن الموالی الغر ائمۃ المومنین المفلحین وممولکھم المعتمد علی امداد ھم وتائید ھم فی کل حین۔ المبتھل الی ولی دمالک امرہ وصاحب عصرہ الوارث مجد ابائہ الطیبین فی التماس النصر العزیز والفتح المبین۔ ابو محمد طاہر سیف الدین نجل داعی امام المستقلین سابع الاسبوع السابع من الدعاۃ المطلقین علم الاعلام المفردین المقدس فی اعلی غرفات المخلدین۔ مولانا برھان الھدی والدین۔ اسعی لاثار دعاۃ قبلی ھداہ مقتفیا۔ وبھداھم مقتدیا ادعو الی ما دعوا من الحق۔ واسلک ما سلکوا من سبل الصدق۔ ادعوکم الی توحید رب العالمین۔ والی اتباع اولیاءہ ائمۃ الھدی الغر المیامین ودعاتھم الاماجد الاکرمین وانا لکم ناصح امین۔ ادعو الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین۔ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین۔

ترجمہ

اما بعد پس تحقیق کہ میں نجات پانے والے مومنین کے آقاؤں کا بندہ و مملوک ہر وقت آل محمد کی امداد و تائید پر بھروسہ و اعتماد رکھنے والا النصر عزیز اور فتح مبین کی طلب میں اپنے آقا و مالک امام صاحب العصر جو اپنے آبائے کرام کی بزرگی کے وارث ہیں اُن کی طرف دعا و زاری کرنے والا۔ ابو محمد طاہر سیف الدین ابن داعی امام المستقلین سابع الاسبوع السابع من الدعاۃ المطلقین علم الاعلام المفردین المقدس فی اعلیٰ غرفات المخلدین مولانا محمد برہان الہدیٰ والدین۔ ہوں میں اپنے سے پہلے کے دعاۃ واہداۃ کی پیروی کرتا ہوا اُن کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتا ہوں اور اُن کی رہنمائی کی اقتدا کرتا ہوا جس دین حق کی طرف اُن بزرگوں نے دعوۃ کی ہے میں بھی دعوۃ کرتا ہوں اور جس راہ صدق کے وہ سالک تھے میں بھی اسی راہ کا سالک ہوں۔ میں تمکو پروردگار عالم کی توحید کی طرف اور اُس کے اولیا ائمہ ہدیٰ اور اُن کے دعاۃ کرام کی پیروی و اطاعۃ کی طرف بلاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں بصیرۃ کے ساتھ میں تمکو خدا کی طرف بلاتا ہوں اور میرے اتباع سبحان اللہ اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔ بیشک میری نماز۔ اور میرا زہد۔ اور میرا جینا۔ میرا مرنا خدائی پروردگار کے لئے ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور اُسی کا مجھکو حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمان ہوں۔

ایضاً رسالۂ ہذا کے

صفحہ ۳۳ کی چھٹی سطر سے صفحہ ۳۴ کی پہلی سطر تک بارہ سطروں کی عبارت اور ترجمہ مندرجۂ ذیل ہے

وهو هذا

(معشر المومنين) واخواني المحسنين الموفين بعهد الله وايمانهم والموتين كتابهم بايمانهم اعلموا احسن الله توفيقكم وسدد على الهدى طريقكم۔ ان اول المعارف في الدين توحيد رب العلمين۔ وانه منتهى طاعة العابدين وغاية خشية المتقين۔ وعبادة ملائكة المقربين۔ وانه هو الذي دعى اليه كل قائم من الانام ودعاه كل فرقة من فرق الاسلام ولا نعلم احدًا يقول بغير التوحيد مقالا ينحلته او معتقد اسره وعلانيته وهم بشرائطه غير موفين ولحقوقه غير مؤدين فلا يغني توحيدهم

عنهم فتیلا۔ ولا یهدی لذلك غیر طائفة اهل الحق سبیلا۔ وذالك ان توحید العبد للمعبود لا یکون الا بمعرفة ما بینه وبینه من الحدود۔

مسطورہ بالا عبارت میں طاہر سیف الدین نے اپنے اتباع بھروں کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ

اے ایمان والوں کی جماعت میرے برادر دینی تم کو معلوم ہو کہ دین کی پہلی معرفت پروردگار عالم کی توحید ہے۔ اور بتحقیق وہ عبادت گذاروں کی طاعت کا منتہی اور پرہیزگاروں کے خوف وخشیة کا انتہا اور ملائکہ مقربین کی عبادت ہے۔ اور توحید ہی کی طرف ہر قائم نے دعوت کی ہے۔ اور اُسی توحید کا ہر فرقہ اسلام نے دعویٰ کیا ہے ہر شخص توحید کا قائل ہے اور اُس کے ظاہر وباطن کا معتقد ہے۔ حالانکہ وہ توحید کے شرائط کو پوری نہیں کرتے اور نہ توحید کے حقوق کی بجاآوری کرتے ہیں اس لئے اُن کی توحید ذرہ بھر اُن کو کام نہ آئے گی۔ توحید کا راستہ صرف ایک ہی جماعت اہل الحق کو ملا ہے (یعنی بھرے)

فالمسلمون الذین یشهدون بکلمة الاخلاص وهم کافة اهل الجماعة والسنة وکلمة الاخلاص هی التی قال فیها رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم انه من قالها مخلصا دخل الجنة وهی لا تقبل منهم وترد علیهم لانهم لم یعرفوا الا بالرسول وحده

مذکورہ بالا عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت کلمہ اخلاص کی شہادت دینے والے مسلمانوں کا کلمہ اخلاص اُن سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ وہ کلمہ اُن پر واپس کیا جاوےگا۔ (اور اُن کے اوپر مارا جائے گا) جس کلمہ طیبہ کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے باعث دخول جنت فرمایا ہے۔ طاہر سیف الدین کا یہ کہنا کہ فرقہ اسلام کے کسی فرقہ کی توحید کام نہ آئے گی۔ یہ قول مستلزم شرک ہے۔ یہ قول کہہ کر طاہر سیف الدین نے تمام مسلمانوں کو مشرک بنا دیا۔ اور اہل سنت والجماعت کا کلمہ طیبہ قابل قبول نہیں بلکہ اُن کے منہ کے اوپر مارا جائے گا۔ اس قول سے یہ مطلب نکلا کہ تمام مسلمان فی الحقیقة مسلمان نہیں بلکہ سنی ہونے کی وجہ سے وہ مردود الشہادہ ہیں یعنی سبکے سب کافر ہیں دوزخی ہیں

مشہور ہے کہ اسلام کے دو بڑے فریق ہیں سنی اور شیعہ۔ طاہر سیف الدین نے مذکورہ بالا عبارت سے اہل سنت والجماعت کو صراحتہ مشرک وکافر وجہنمی بنا دیا۔ وجہ یہ کہ اہل سنت والجماعت

اس مضمون کیلئے دیکھو بیان نمبر ۱۲ ایڈیٹر

کی نہ توحید اُن کو کام آے گی۔ اور نہ کلمہ طیبہ اُن کا قبول ہوگا۔ سو جسکی توحید برابر نہیں وہ مشرک ہے۔ اور جس کا کلمہ طیبہ قبول نہیں وہ کافر ہے۔ اور مشرک و کافر کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اب رہے شیعہ برادران وہ بھی اس حملہ سے نہیں بچے

طاہر سیف الدین کی تصنیف **ضوء نور الحق المبین** کے صفحہ ۳۵ کی پہلی سطر سے بارہویں سطر کی عبارت تک ملاحظہ ہو۔ **وھو ھذا**۔

فقول ان الحبل الذی امرکم اللہ الی الاعتصام بہ احد طرفیہ بایدیکم ھو اخوکم واقل عبید امامکم الذی یدعوکم الیہ ویھدیکم والطرف الاخر الذی بید اللہ ھو منتہی حد ودعالم النفس وھو رسول ربکم المؤید بروح القدس الحال من عالم الدین محل الشمس وان امام زمانکم محلہ من الدین محل الرسول فھو فی وقتہ منتہی حد ودعالم الطبیعۃ ومطرح اشعۃ عالم العقول فمن زعم ان معرفتہ لنبیہ او وصی نبیہ او امام زمانہ تکفیہ دون معرفۃ داعی او انہ ضل عن قصد السبیل وباء بالعذاب الوبیل وکانت شہادتہ للہ غیر مقبولۃ لان اسبابہ بجمیع الحدود غیر موصولۃ۔

مذکورہ بالا عبارت میں طاہر سیف الدین رقمطراز ہیں کہ جس حبل سے تمسک کی تمکو خدا نے رغبت دلائی ہے۔ اُس حبل کا ایک طرف (سرا) جو تمھارے ہاتھ میں ہے وہ سرا میں تمھارا بھائی اور تمھارے امام کی جس کی طرف وہ تمکو دعوت کرتا ہے اُس امام کا کمترین بندہ اور دوسرا سرا جو خدا کے ہاتھ میں ہے وہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور امام وقت کہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قایم مقام ہیں اور امام وقت اُس حبل کا ایک سرا ہے تو دوسرا سرا میں ہوں۔ اب جو کوئی (کیا سنّی یا شیعہ) یہ خیال کرے کہ نبی اکرمؐ کی معرفت یا وصی حضرت علیؑ یا امام وقت کی معرفت داعی وقت کی معرفت کے سوا کافی ہے۔ تو وہ شخص سیدھے راستہ سے بھٹک گیا گمراہ ہوا اور دردناک عذاب کا مستحق ہوا۔ اور اُس نے جو خدا کی وحدانیت کی شہادت دی تھی قبول نہوگی۔ کیونکہ اُس کا سلسلہ تمام حدود سے متصل نہیں ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خصوصاً شیعہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام وقت کی معرفت و طاعت کرے اور میری طاعت نکرے مجھکو داعی وقت اپنا تسلیم نکرے تو وہ گمراہ ہے اور دردناک عذاب کا مستحق ہے کیونکہ اُس کا سلسلہ مجھسے

وابستہ نہیں ہے۔

اظہر من الشمس یہ بات روشن ہے کہ طاہر سیف الدین کے حلقۂ اثر میں صرف بھرے ہیں کہ جو جان و مال سے اُن پر فدا ہیں۔

اور سنی و شیعہ دونوں فریق طاہر سیف الدین کو نہ اپنا پیر نہ داعی اور ہادی و مجتہد جانتے ہیں طاہر سیف الدین کے مذکورۂ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں فریق سنی اور شیعہ مشرک ہیں بدیں وجہ کہ ان کی توحید ٹھیک نہ ہونے سے ان کو کچھ کام نہ آئے گی۔ دونوں فریق راہ راست سے گمراہ ہیں۔ دونوں فریق دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔ خدا کی وحدانیت کی شہادۃ ان کی مردود ہے۔ کیونکہ ان دونوں فریق کا سلسلہ طاہر سیف الدین سے وابستہ نہیں ہے۔

رسالہ ہذا کے صفحہ ۱۶۳ سے صفحہ ۱۶۸ تک کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔ **وھو ھذا**۔

فمن وسواس خناس وسوس فی صدور الناس فضل واضل کثیرا من الناس (یعنی جعفر النہروانی النہروانی قرین ابلیس الواقع بہ عن رحمۃ اللہ الابلاس) حتی رجعوا القہقری ونا صبوا سادات الوری ارادان یستفزکم من الارض ویعیم کم بالالحاد و الرفض او قد ینوا بذین النصب لاولیاء اللہ والبغض و مسکرو لک الشیطان و موالیکم بنصب و عذاب فاعاذکم اللہ بسعیہم من فتنۃ نخی الدین رحمۃ منہ و ذکری لاولی الالباب ومن مدع لاوہ و ھو منہ خلی منکر النص الجلی مباہت للعیان متعلق بدعوی بلا برھان (یعنی عبد اللہ سلیمان المتبدل الکفر بالایمان) بباطل للناس لفقہ وکتاب نص اختلقہ واختلقہ بعد سنین کان فیہا المولی من المذعنین یکاتبہ بما یکاتب بمثلہ العبد موالیہ المحسنین وقد قال اللہ تعالی فیہ وفی امثالہ ومن احسن من اللہ قیلا فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا عصمکم اللہ بارشادھم من شجرۃ وردھ کیدھ فی نحرہ فخرج منہا مذؤما مدحورا۔ وقیل لہ اذھب فمن تبعک منہم فان جہنم جزاؤکم جزاء موفورا۔ واخر مثلہ قام بدعوی زورا ثما بعد ما قام بولاۃ بحق الطاعۃ ملازما (یعنی رئیس الفرقۃ العلیلۃ المریض القلب العلیل الحائر فی وادی الہلاک الضلیل ثم رجع لما بناہ ھادما و عما جناہ تائبا نادما ثم ارتد یسعی

فی وادی غیه هائما یضل الناس ویکذب علے مولاه مفتریا ظالما۔ فکان قول الله جل
ذکره علیه دلیلا ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن الله
لیغفر لهم ولا لیهدیهم سبیلا۔ حماکم الله بهدایتهم من فتنته الصماء وان غویت بدشرذمة
عمیاء صماء ومن مغتاظ وجم۔ نبغ بمقالة واهیة ونجم۔ وعلی مولاه بمن ساعده علی
باطله هجم۔ کف الله بموالیکم ایدیهم عنکم وایدیکم عنهم۔ ثم اظفرکم علیهم ومکنکم
منهم وهدی بموعظتهم الحسنة وقولهم السدید الی الطیب من القول وهدوا الی
صراط الحمید (یعنی المحجوبین العائدین باسرهم الی حرم الدین فی زمن الداعی مولانا
زین الدین علم الهداة المهتدین) ومن رجل افتری علی الله کذبا وقال اوحی الی
ولم یوح الیه شیئ وزعم ان له اتصالا بالامام علیه صلوات الله الحی (یعنی المجدوع
الشیطان الذی تزی للناس فی زی العلماء فی زی) وخلط کل حسن من القول وسیئ حتی
فتن به رهط من العلماء الراشدین الی ان تبین الرشد من الغی محی الله ایة اللیل و
جعل اٰیت النهار من داعیه المؤید مبصرة وکان الله ملیا بان یؤیده وینصره و
هتک ستر الرجل فرهنه الذین کانوا له مستجیبین ورجعوا الی مولاهم تائبین وهم
من هفوتهم منیبین۔ ثم ذکر رجلا من اهل الهند ادعی فی عصر اخر دعاة الیمن مولانا
محمد بن الداعی الحسن ان له اتصالا بصاحب العصر سلام الله علیه بوساطة جنی یرسله
الیه فاغتر به بعض الناس وسلموا الیه النذور والصلات والاخماس وزعم انه یوصلها
الی الامام علیه السلام وهو به طمع حطام الدنیا فی مهاویه افتری من اعطاء مثاویه
ما ظهرت به مساویه فاعتنی بابطال فریته الداعی یوسف منصوص الداعی محمد کما
امره مولاه الاوحد فتبین فی الناس افترائه وامرهم باطراحه ورفضه والبراءة
حتی تاب الرجل واناب ودخل ساجدا الباب فامتحنه بامتحانات فصبر فتلافی
الداعی یوسف کسره باخذ العهد علیه وجبر الی ان قال قس فغیر بدع ایضا ما حدث
فی زماننا هذا القائل المدعی ما لیس له بحق والمتقول کل قول مختلق (یعنی شیطان عصرنا
المدعی الذی ادعی من الدین ومرق) ینتسب الی مجد بعض الدعاة العظام والجدود

الفضلاء الکرام رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ما برء اللہ منہ وجہہ منہ وان طولب بدلیل الی بلا عالیل والاضالیل او تعلق بقول علیل فایاکم وان تصغوا الی مقالۃ حشوها بطالۃ ونشوها من غی وضلالۃ فارجل ممن عرفتم حال ابیہ وحالہ قال اللہ تعالیٰ ما اجل اجلالہ یاایہا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ وان الذین اتبعوہ منا فما یتبع اکثرہم الا ظنا وعن کسب یرجع ذو دین وتقویٰ لا یخدع بظاہر حالہ اذا تحقق باطن حالہ ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون واخوانہم یمدونہم فی الغی ثم لا یقصرون۔

واضح رہے کہ طاہر سیف الدین کے رسالہ ضوء نور الحق المبین کی مذکورہ بالا عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تمام فرق اسلام خصوصاً اہل سنت والجماعت مشرک وکافر ہیں۔ دوزخی ہیں اور دردناک عذاب کے مستحق ہیں کیونکہ اہل سنت والجماعت کی توحید اُن کو کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ انھوں نے شرائط توحید کی پوری نہیں کی اور نہ توحید کے حقوق کی بجاآوری کی۔ اسی طرح کلمہ طیبہ کے نہ قبول ہونے کی وجہ سے توحید ورسالت دونوں سے یہ خالی ہیں۔ لہٰذا یہ محض مشرک وکافر ٹھہرے کیونکہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ توحید ورسالت کے دو جزو سے مرکب ہے۔

توحید کا سلسلہ طاہر سیف الدین نے اس طرح بتایا ہے کہ بندہ پہلے خدا کی معرفت کرے اور رسول مقبول اور وصی حضرت علیؑ اور امام وقت کی معرفت کرے اور میری اطاعت ومعرفت کرے تو وہ فی الحقیقت توحید کرنے والا جنتی ہے

اور جس نے خدا کی وحدانیت اور رسول مقبولؐ کی رسالت اور حضرت علیؑ کی ولایت اور ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم کی ولایت کا اقرار کیا اور مجھکو داعی الوقت نائب العصر اپنا نہ جانا اور مانا تو اُسکی توحید اور رسالت وولایت کا اقرار اُسکو ذرہ بھر کام نہ آئیگا۔ وہ توحید ورسالت وولایت کی گٹھری باندھ کر بالائے طاق رکھ دے سب فرق اسلام کیا سُنّی اور کیا شیعہ دونوں مردود الشہادۃ ہونے کی وجہ سے مشرک وکافر ہیں۔ کیونکہ میں صاحب العصر کا ہمرتبہ ہوں اور رسول مقبول کا ہمسر اور خدا کے عرش پر خدا کے ساتھ برابر کا بیٹھنے والا ہوں۔ خدا کی وحدانیت کی شہادت میری طاعت بغیر نامقبول اور مردود ہے۔ فرق اسلام کے تمام پیر ومرشد اور ائمہ معصومین جو کہ میرے سلسلہ سے الگ ہوکر میری مخالفت کریں

نیا مذہب قائم کرکے میری طاعت سے لوگوں کو بھٹکا رہے ہیں وہ سب فی الواقع گمراہ ہیں اُن میں سے

(۱) پہلے جعفر جو بوہرہ شیعہ تھے پھر سُنّی ہو کر ۱۲ لاکھ کو گمراہ کیا وہ وسواس خناس - گمراہ گمراہ کرنیوالا شیطان مصاحب ابلیس - اور قرین (وہم پیالہ وہم نوالہ) رحمت خدا سے ناامید شیطان - دشمن آل محمد - فتنہ پرداز ہے -

واضح رہے کہ مذکور الصدر بزرگ پہلے شیعہ بوہرہ تھے - بعد میں اہل السنت والجماعت کا طریقہ اختیار کرکے ۱۲ لاکھ النفس کو اپنے حلقۂ اثر میں لائے - جو آج کل شہر پاٹن - کرمی - احمد آباد - سورت بھروچ - گودرہ - دوحد - پنچ محال - ناسک - احمد نگر - پونہ بمبئی - اور اُس کے اطراف واکناف کے بلاد وقصری فری میں پھیلے ہوئی ہیں - یہ سب سُنّی المذہب ہیں ان بزرگ کا مزار مقدس احمد آباد گجرات میں ہے -

(۲) دوسرا - مدعی - عدو اللہ - کافر - وہ اور اُس کے اتباع جہنمی - راندۂ بارگاہ خدا شیطان سلیمان ہے -

واضح رہے کہ یہ بزرگ سلیمان بن حسن سلیمانی بوہرہ کے داعی ہیں - اُن کے اتباع بمبئی - بڑودہ حیدرآباد دکن - یمن - میں کثرت سے آباد ہیں - ان کے سرآوردگان حضرات جسٹس مرحوم بدرالدین طیب جی صاحب - جناب حیدری صاحب - ہرہائنس بیگم صاحبہ زنجیرہ - علی اکبر صاحب اور حسین بدرالدین صاحبان وغیرہم ہیں -

(۳) تیسرا فرقہ علویہ کا بانی - بیمار دل - وادی ہلاکت وضلالت میں سرگرداں وپریشان - مفتری - ظالم - جھوٹا - کافر - فتنہ پرداز - اندھی اور بہری جماعت کا سردار (علی ابن ابراہیم)

(۴) چوتھا - ایک مرد مفتری - کذاب - مدعی وحی - مدعی اتصال امامی - ننگا شیطان کہ جو عالم کے بھیس میں لوگوں کو نظر آیا اور بڑے بڑے علماء راشدین کو فتنہ میں ڈالا (ہبۃ اللہ العالم)

(۵) پانچواں - ہمارے وقت کا مدعی - کذاب - شیطان وقت - مرتد - مارق - فاسق - عبدالحسین کو جو ۲۷ سال پہلے محمد برہان الدین طاہر سیف الدین کے والد کے عصر میں بوہرہ جماعت سے الگ ہوکر اپنے اتباع کے لئے ناگپور کے قریب منہدی باغ نامی مقام پر مسکن بنایا اور ایک نیا فرقہ قایم کیا اُنکے اتباع - بمبئی - ناگپور - اوجین - کبروچ میں رہتے ہیں - الغرض مذکورہ اشخاص اصحاب ابلیس ہیں اور اُن کے

اتباع سب کے سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ سبب یہ ہے کہ میری اطاعت سے سب کے سب منحرف ہیں اگرچہ وہ توحید و رسالت و ولایت کے قائل کیوں نہ ہوں۔

عرض و فریاد

اب ہم سب کلمہ گویان محمد صلے اللہ علیہ وسلم توسل محمد و آل پاک و اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اسلامی ریاست (کیا سنی کیا شیعہ) کے تمام سلاطین و ملوک و اُمرا و نوابان و وزرا و والی کاران دول اسلامیہ کی خدمات عالیہ میں عرض پرداز ہیں کہ کلمہ طیبہ اور اسلام و مسلمین کی حفاظت و حمایت کے لئے دینی غیرت سے کام لیکر اور خسروانہ توجہ مبذول فرماکر والی ہند سرکار عالیہ وقار حضور والا اسرائے بالقابہ کی حضرت میں۔ دل شکن۔ دل آزار۔ مخل اتحاد و اتفاق فتنہ و بغاوت کی جڑ و بنیاد و مفسدانہ حملہ اور باغیانہ چوٹ کہ جو طاہر سیف الدین شیخ البواہر نے تمام مسلمان سنی و شیعہ پر کی ہے اسکی شکایت رفع کریں اور حضور والا اسرائے صاحب بالقابہ سے اس باغیانہ و مفسدانہ حملہ کی چارہ جوئی کریں تاکہ طاہر سیف الدین اور ان کے فدائیان اپن بدعقیدہ سے توبہ کریں اور کلمہ گویان محمد کا چہرۂ اسلامی طاہر سیف الدین کی تلبیسات و شبہات کے بدنما دھبے سے صاف و شفاف ہوجائے۔ اسی طرح ہر ریاست و سلطنت اسلامیہ اپنی اپنی سلطنت کے آئین و قانون کے موافق اس باغیانہ حملہ کے بذریعہ عدالت داد دیں۔

اسی طرح علمار شریعت و مفتیان ملت بیضا اور علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کے مصداق حضرات مجتہدین کرام و نوابان ائمہ معصومین عظام کی حضرت مطہرہ میں گذارش ہے کہ بمفاد حدیث شریف اذا ظہرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ اپنا اپنا علم ظاہر فرماکر اس بدعت شنیعہ کے مٹانے میں ایکسا دنی دقیقہ بھی فروگذاشت نہ کریں۔ کیونکہ طاہر سیف الدین نے سبب وجہ مذکورہ بالا ہادیان اسلام کو سب و شتم کرکے برے القاب سے یاد کیا ہے۔ اور اُن کے اتباع اور اُن کو کافر و مشرک و دوزخی ٹھہرایا ہے۔ لہذا طاہر سیف الدین کے مقالہ داھیہ باطلہ کی بدلائل تردید فرماکر مسلموں کے دلوں سے طاہر سیف الدین کے شبہات کو دور کریں اور طاہر اور

ان کے اتباع سے توبہ کرائیں۔ اگر توبہ نہ کریں تو بمفاد آیۂ کریمہ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ فتویٰ جاری کر کے تمام مسلمین کو اطلاع فرمائیں۔

اسی طرح بنگال۔ الہ آباد۔ پنجاب۔ برما۔ مدراس۔ بمبئی و ناگپور۔ وغیرہ گورنمنٹ سرکار کے کونسل کے ارباب آرا صائبہ و تدابیر صالحہ آنریبل ممبران صاحبان کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ یہ معززین بھی اپنی اپنی سرکار کی کونسل میں استفسار کریں کہ شیخ ابوالاہر طاہر سیف الدین نے جو ساڑھے چھ کروڑ سُنّی مسلمان اور ڈھائی کروڑ شیعہ مسلمان کے عقاید کی توہین بلا سبب کر کے دل آزاری کا ایسا جرم کیا ہے کہ جس سے صلح و آشتی اتحاد و اتفاق میں خلل آنے کا سخت خوف ہے۔ اس خطرہ اور ہولناک واقع کے دفع کے لئے اور آیندہ پھر کبھی طاہر سیف الدین اور اُن کے اتباع ایسا گناہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں کیا انتظام کیا اور اس کے انسداد کے لئے کونسی تدبیر سوچی ہے اور کس پہلو سے اس نائرہ بغاوت کی اطفا کا کیا ارادہ کیا ہے تاکہ (۹) کروڑ مسلمان کی تسکین خاطر خواہ ہو جائے اور امن ہندوستان میں بال برابر خلل نہ آنے پائے۔

اسی طرح ہر ریاست و سلطنت کے ممبران صاحبان پر واجب ہے کہ اپنی اپنی سرکار میں عرض کر کے اتحاد و اتفاق کی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے کوشش کریں اور یہ شر جو ان دنوں طاہر سیف الدین کی تصنیف کی وجہ سے پھیلا ہوا ہے ایک سر رفع ہو جائے اور ہر جگہ ہر ریاست میں اتحاد و اتفاق بنا رہے۔

اور اے برادران اسلامی جس طرح ہادیان برحق کو جنکو طاہر سیف الدین نے بُرے القاب سے یاد کر کے دوزخی بنایا ہے وہ سب بارگاہ مجیب الدعوات میں طاہر سیف الدین کے دل شکن دل آزار الفاظ کے شاکی ہیں۔ اسی طرح ہم سب ملکر اپنے بادشاہ عادل کرم گستر کی سرکار میں طاہر سیف الدین کے باغیانہ و مفسدانہ حملہ کی چارہ جوئی کریں کہ جس حملہ نے ہمکو مشرک و کافر دوزخی اور مستحق عذاب شدید ٹھیرایا ہے۔ تاکہ گورنمنٹ عالیہ اس کا انسداد کرے اور طاہر سے قانونی طور پر انتقام لے اور دینی اصول کے مطابق توبہ کرائے۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ خود سرکار عالی اور دیگر حکام سلطنت اور ارباب عقل و فلسفہ اور ہر عقل و تمیز والا شخص یہی چاہتا ہے کہ رعیت کا ہر فرد بشر امن و اطمینان - صلح و صلاح اتحاد و اتفاق سے زندگی بسر کرے - خصوصًا اخیر کے ساڑھے چار برس کے واقعہ جنگ کے سبب صلح پسند قوم بین الاقوام کے اصلاح اور اتحاد و اتفاق کو خاص اپنا مدعا سمجھیں اور اب بھی فرض عین جانکر اسی آرزو میں سرگرم ہے کہ عالم کے تمام اقوام میں صلح و صلاح قائم ہو جائے ہر قوم اطمینان اور سکون سے اوقات بسر کرے -

سو ایسے وقت اور ایسی حالت میں بلاوجہ بلا ضرورت اس مُلّا نے غرور و تکبر کے نشہ میں چکنور ہو کر اپنی علمیۃ جتانے کے گھمنڈ میں کتاب ضوء نور الحق المبین کے وسیع ناپدان کے ذریعہ سے اپنے خیالات فاسدہ اور حسد و کینہ کو ظاہر کر دیا -

اسقدر لکھنے کے بعد یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ تمام

برادران اسلامی کو معلوم ہو جائے کہ بلاد گجرات کے تمام مسلمانوں نے بڑے بڑے شہروں میں دس سے چالیس ہزار کی مقدار جمع ہو کر باہم مشورہ کرکے فوجداری دفعہ (۹۶) دفعہ (۱۵۳) دفعہ (۷۱) اور دفعہ (۵۰۵) سی کے مطابق سرکار عالی سے چارہ جوئی کی ہے - اِس باب میں کہ ضوء نور الحق المبین تصنیف طاہر سیف الدین کو ضبط کرکے دریا بُرد کر دے تاکہ یہ کتاب اور اُس کا مضمون نابود ہو جائے اور مصنف کو اُن کے کئے کی سزا ملے -

اسی طرح ہندوستان کے بڑے بڑے شہر اور چھوٹی چھوٹی بستیوں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ دین اسلام کی توہین اور مسلمین کی تفضیح کو گوارا نہ کریں اور اُس کے انسداد کے لئے شہر شہر اور گاؤں گاؤں کے مسلمان ذکور و اناث کو جمع کرکے مجمع عام میں باہم مشورہ کرکے شہر کے حاکم کے ذریعہ سے اپنے افسر اعلیٰ کی سرکار میں مسطورۂ بالا ضوء نور الحق المبین کی عبارت کو پیش کرکے فوجداری دفعہ (۹۶) کے مطابق چارہ جوئی کریں اور رسالہ ہذا میں طاہر سیف الدین نے جو تمام سُنّی و شیعہ کے دینی اصول اور عقائد

کی توہین کر کے شیعہ اور سنی اہل کلمہ گویوں کی تکفیر کی اور دل آزاری اور اُن کے
جذبات مشتعل کر دیئے ہیں اور ایک دوسری قوم میں ایجاد
وفتنہ وفساد برپا ہونے کا یہ ایک ذریعہ بنا دیا ہے
اُس کے لیئے فوجداری دفعہ (۱۵۳) (الف) اور
(۵۰۵) سی کے موافق طاہر سیف الدین
مقدمہ دائر کریں۔ تاکہ تمام عالم
کے ۲۳ کروڑ مسلمان
سنی اور
چھ کروڑ
مسلمان شیعہ کو عادل و منصف گورنمنٹ کی سرکار سے اُن کی مظلومیت
اور توہین کی داد ملے۔

المشتہر

ولی محمد اسمٰعیل سُریاوہ ساکن ریاست جوناگڈھ
کاٹھیاواڑ

(مطبع امداد المطابع تھانہ بھون میں باہتمام منشی رفیق احمد چھپا)

ضروری اطلاع

ہمنے کلام مجید مع ترجمہ و تفسیر حضرت مولانا مدظلہم العالی کا اشتہار دیا تھا - اور اپنے یہاں پیشگی قیمت کی فہرست کھولی تھی جسکی بنا پر بہت سی قیمتیں پیشگی وصول ہوگئیں تھیں - مگر چونکہ مشیت حق سبحانہ مشیت عبد پر غالب ہے - اس لئے جو کچھ ہم چاہتے تھے - کہ وقت موعود پر قرآن شریف خریداروں کی خدمت میں پہنچادیں - وہ نہ ہوسکا - اور جو حق سبحانہ چاہتے تھے یعنی تاخیر از وقت معہود وہ ہوا - اور گو یہ تاخیر اس لئے غیر اختیاری تھی - کہ کاغذ کی گرانی ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی تھی - اور اس کا مقتضے یہ تھا - کہ ہمارے خریدار ہمارے ساتھ پہلے سے زائد ہمدردی کرتے - اور خریداروں کی تعداد میں اضافہ کی کوشش کرکے گرانی کی سخت رکاوٹ کو دور کرتے اور اس طرح اعانت کار خیر کا ثواب حاصل کرتے - مگر بجائے ہمدردی کے بعض خریدار اس غیر اختیاری تاخیر کو مطبع کی بددیانتی پر محمول کرکے دو قسم کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں - ایک بدگمانی دوسرے ناحق دل آزاری مسلم کیونکہ وہ اپنی تحریرات میں درشتی اور سب و شتم سے کام لیتے ہیں جس سے قلب کو سخت تکلیف ہوتی ہے پس بنظر خیر خواہی جملہ خریداران کو اطلاع دیجاتی ہے کہ مطبع کا مقصود ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ کسی کی رقم مارلے - اور لوگوں کو ضرر پہونچائے بلکہ اس کا مقصود سراسر مسلمانوں کو حتی الامکان دینی و دنیوی نفع پہنچانا ہے - اور تاخیر جسقدر بھی ہوئی ہے یا خدانخواستہ آئندہ ہو - تو اُس کا منشا مطبع کی بدنیتی نہیں بلکہ اسکا بڑا سبب ایک غیر اختیاری امر ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ جسوقت طبع کلام مجید کا کام شروع کیا گیا ہے - اسوقت کل مصارف طبع کا تخمینہ چھ ہزار تھا - اور اب کاغذ کی گرانی کے سبب صرف کاغذ کے تخمینہ میں سولہ ہزار کا اضافہ ہوگیا ہے - اور اس کا لازمی نتیجہ تاخیر ہے اب جو حضرات ہم پر اعتماد کریں - اور ہمارے بیان کو صحیح سمجھیں جسکے غلط سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں - وہ اپنی رقم مطبع میں جمع رکھیں - اور دوسرے خریدار مہیا کرکے گرانی کاغذ کی نقصان کی تلافی فرماویں - تاکہ وہ کلام مجید جسکے لئے مسلمان چشم براہ ہیں - اور نہایت بے صبری کے ساتھ اسکے طبع کا انتظار کررہے ہیں - جلد سے جلد طبع ہوکر اپنے خریداروں کے دلوں اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرے - اور اس طرح ان کوشش کرنے والے حضرات کو علاوہ حصول مقصود کے اجر آخرت کا ایک بہت بڑا حصہ ملے - اور جن حضرات کا اطمینان نہیں ہے - وہ حضرات اپنی رقم واپس لے لیں - درخواست واپسی پر ان کی رقم ان کے پاس پہنچ جائیگی - لیکن اگر انکے درخواست کی فوراً تعمیل نہو سکے - تو گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ ان کو صبر کے ساتھ تھوڑا سا انتظار کرنا چاہیے کیونکہ بعض مجبوریوں کے سبب قدرے تاخیر ہوجانا - ایک ایسا امر ہے - جس سے بچنا ہمارے امکان سے باہر ہے - نیز جو حضرات واپسی رقم کی درخواست کریں انکو مناسب ہے کہ درخواست مہذب ہو - کیونکہ سب و شتم کا نتیجہ بجز ناحق آزاری کے اور کچھ نہیں - آخری صفائی کے ساتھ یہ بھی ظاہر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ قرآن شریف کے طبع کا کام جاری ہے - متن کلام اللہ پورا کتابت میں آچکا ہے - کتابت تفسیر سولہ پارہ تک ہوچکی ہے اور آگے ہورہی ہے - نو پارہ طبع ہوکر مکمل ہوچکے ہیں - اور تکمیل کے لئے امکانی کوشش کیجارہی ہے - یہ ہے موجودہ حالت - اسکو دیکھکر خریدار واپسی و عدم واپسی رقم کے متعلق اپنے لئے بہتر رائے قائم کرسکتے ہیں - اور بہتر ہو کہ وہ (بجائے اسکے واپسی رقوم کی درخواست کرکے طبع کلام مجید میں ایک اور روڑا اٹکائیں) مزید خریدار مہیا فرماکر اسکے جلدی طبع ہونے میں اعانت فرماویں - اسوقت جو صاحب پیشگی قیمت ادا کریں گے ان سے ۱۲ عے قیمت لیجائیگی یہ رقم گو قیمت سابق سے زیادہ ہے مگر موجودہ گرانی کے لحاظ سے پھر بھی کم ہے -

(المشتہر - رفیق احمد مالک مطبع و مدیر رسالہ تھانہ بھون)

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑہ جائیگا۔ قیمت سالانہ ؎ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ ؎ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وپلو کا اضافہ کرکے ؎ کا وی پلو ہوگا۔ امسال ؎ کا وی پلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدائی یعنی رجب ۱۳۳۷ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں جماعت انتخاب التالیفات مقیم خانقاہ تھانہ بھون ہمیشہ مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم
رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

ص دلیل اس عقد کے جز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۳۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ بعنوان مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ا ۔ ۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا رواہ الشیخان

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و للحدیث کہ دال ست بر مندوبیت قلّے
فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ وتربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت فی مکتوبات
خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از
افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است باز جل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا
الحاج الشاہ امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ حسب تبرک نام نامیش نیز د سابعہا افتتاح گرد از تحقیقات دائرہ مکمل افضل ست

عدد (۳) | بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۳۷ھ ہجری | جلد (۵)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

	این صحیفہ کا مدیش امداد نام		یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۳۷

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

نمبر	مضامین	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	امداد الفتاوی	فقہ	حضرت مولانا اشرف علی صاحب	۳
۲	تربیۃ السالک	سلوک یا طب روحانی	″ ″ مدظلہم العالی	۱۱
۳	معارف العوارف جلد اولی	تصوف	″ ″ ″	۱۹
۴	″ ″ جلد دوم	تصوف	″ ″ ″	۲۳
۵	اصلاح انقلاب	فقہ	″ ″ ″	۲۷
۶	ترجیح الراجح	فقہ	″ ″ ″	۳۱
۷	تحقیقات المفیدہ	فقہ	مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی	۳۵

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں

تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔ (مدیر رسالہ)

تتمۂ رابعہ امداد الفتاویٰ ۱۳۳۷ھ

(ملاحظہ ہو تمہید تتمہ ثانیہ)

سوال

کیا تحقیق ہے علما کی اس باب میں کہ آذان ثانی جمعہ کا فعل جو عند المنبر یا بین یدی الخطیب لکھا ہے آیا مراد اس سے مطلق قرب ہے خواہ بالمعنی المتبادر یا عام اُس سے اور خواہ مع المحاذاۃ یا عام اُس سے افیدونا دمتم مفیدین۔

الجواب

اکثر کتب کی عبارت تو محتمل وجہین کو ہے مگر جامع الرموز کی عبارت صریح ہے قرب متبادر و محاذاۃ میں وھی ھذا بین یدیہ ای بین الجہتین المسامتتین لیمین المنبر او الامام و یسارہ قریبا منہ و وسطہما بالسکون فیشمل ما اذا اذن فی زاویۃ قائمۃ او حادۃ او منفرجۃ حادثۃ من خطین خارجین من ہاتین الجہتین اھ قلت تحدث القائمۃ اذا کان المؤذن حذاء وسط المنبر (بالحرکۃ) و المنفرجۃ و الحادۃ اذا کان فی غیر حذائہ و صورتہما ھکذا۔ و قلت دلیل ذلک کلہ التوارث

منبر	منبر
موذن	موذن

سوال

ایک شخص ایک مانوگرام بنانا چاہتا ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مہر کے جو نقشے درجے میں ایک آیۃ قرآنیہ لکھی ہوئی ہے اسکے اوپر کے تین درجوں میں انگریزی میں اخبار روزانہ صحیفہ

DAILY NEZ PAPER
SAHTEA
HYDERABAD

حیدرآباد دکن درج ہیں اس میں کوئی امر آیۃ قرآنیہ کی توہین کا تو نہیں ہے اگر ہے تو کس آیۃ یا حدیث کی بنا پر ہے اگر انگریزی کے عوض چینی جاپانی یا اطالوی زبان میں خاص اُن کے حروف میں کوئی عبارت

لکھکر نیچے آیۃ قرآنیہ لکھی جاوے تو اُس میں کوئی مضائقہ ہے یا نہیں۔ دوسرا امر یہ ہے کہ اس مانوگرام کو اخبار کے بیرونی طبلیق اور دوسری خط وکتابت کے لفافہ جات پر چھپوایا جاسکتا ہے یا نہیں اسلئے کہ طبلیق اور لفافہ جات مثل ملفوفہ کے حفاظت سے نہیں رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو چاک کرکے ردی میں پھینکا جاتا ہے ایسے صورت میں اگر لفافہ جات طبلیق وغیرہ پر اسے چھپوایا جاے تو کیا کوئی حرج شرعی لازم آتا ہے اگر آتا ہے تو کس آیۃ یا حدیث کی بنا پر

الجواب

فی الدر المختار بساط او غیرہ کتب علیہ الملک للہ یکرہ بسطہ واستعمالہ لا تعلیقہ للزینۃ الی قولہ قلت وظاہرہ انتفاء الکراھۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ علق اولا وزین بہ اولا وھل ما یکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذلک یحرر فی رد المحتار قولہ قلت وظاہرہ الخ کذا یوجد فی بعض النسخ ای ظاہر قولہ لا تعلیقہ للزینۃ قولہ یحرر اقول فی فتح القدیر وتکرہ کتابۃ القرآن واسماء اللہ تعالی علی الدراھم والمحاریب والجدران وما یفرش اھ ج ا ص ۱۸۴ اس روایت میں دلالت ہے اس مانوگرام کی کراہۃ پر اور ظاہر ہے کہ آیت لکھنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے جسکو مبیح محظور کہا جائے۔

سوال

ہمارے یہاں جتنے سینے والے ہیں سب نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ جو کوئی شاگرد کرے اُس شاگرد سے دس ؏ روپیہ کی مٹھائی لیکر سب سینے والوں کو تقسیم کرے چاہے وہ خوشی سے دے یا ناراضی سے دے مگر ضرور لینا چاہیے یہ روپیہ لینا جایز ہے یا نہیں۔

الجواب

اس طرح جایز نہیں البتہ اگر یہ ٹھیر جاوے کہ اتنے روز تک اور اتنے وقت تک سکھلانے کی اجرت ہم دس روپیہ یا دس روپیہ کی چیزیں لیں گے اس طرح جایز ہے پھر اتنے دنوں سکھلانا پڑیگا مگر پھر یہ روپیہ یا چیز اس شخص کی ملک ہوگی تقسیم کرنا واجب نہیں بلکہ چونکہ دوسروں کا مانگنا ظلم ہے اور تقسیم اس ظلم کی اعانت ہے اسلئے تقسیم کے جواز میں بھی شبہ ہے۔

سوال

(۳) تبلیغ الدین کے صفحہ نمبر ۵۵ کی (خرابی چہارم) میں ہو کہ اکثر ظالم وفاسق کی مدح کیجاتی ہے اور وہ

اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے تو فاسق کو خوش کرنے والا مداح بھی عاصی ونافرمان ہوا۔ حدیث میں آیا ہے کہ فاسق کی تعریف سے حق تعالیٰ کا عرش کانپ اُٹھتا ہے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فاسق کی بقاء عمر کا دعاگو بھی فاسق ہے الخ سو اب ارشاد فرماویں کہ اس توجیہ سے کیا فاسق کا معالج بھی فاسق ہوگا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ کافر سے محبت ناجایز ہے اور رحمت وہمدردی جایز ہے۔ پس مدح کا منشا چونکہ محبت ہے اسی طرح حسن کے نزدیک دعا کا منشا بھی۔ اسلئے اُس سے منع کیا جاویگا اور معالجہ کا منشا رحمت ہے اس لئے جایز ہے فقط۔

سوال

قرآن شریف میں جو خداوند کریم نے فرمایا ہے والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم۔ یعنی اس آیت شریف سے اہل کتاب کی عورتوں محصنہ سے نکاح جایز ہے حالانکہ اہل کتاب کا شرک جیسے ابن اللہ کہنا وغیرہ اور غلو فی البدعات شرکیہ ثابت ہو چکی تھی۔ باوجود اہل کتاب کے ان خرابیوں کے پھر بھی ان کی عورتوں سے نکاح جایز رکھا گیا۔ تو اب بھی ان کتابیہ عورتوں سے نکاح جایز ہوگا یا نہیں اسوقت تو اور بھی یہ لوگ خراب ہو گئے ہیں۔ جب ان سے نکاح جایز ہوا مرزائی عورتوں اور رافضی اور بدعتی جو شرک کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں اُن کی عورتوں سے بدرجہ اولیٰ جایز ہونا چاہئے حالانکہ فقہا ان سے نکاح کو منع کرتے ہیں بوجہ خارج الاسلام ہونے کے۔ امید ہے کہ جناب والا لوجہ اللہ جواب شافی عنایت فرماویں کیونکہ میں کئی روز سے اس شبہ میں مبتلا ہوں شفاء العی السوال فقط

جواب

شریعت میں مقرر ہے کہ کافر اصلی اور کافر مرتد کے احکام اور پھر کافر اصلی میں اہل کتاب یعنی معتقدین کتاب سماوی (نہ کہ عامل بکتاب سماوی) اور غیر اہل کتاب کے احکام مختلف ہیں اس مقدمہ سے سب شبہات رفع ہو گئے یعنی اہل کتاب کا جو شرک منقول ہے وہ مانع نکاح کتابیہ نہیں ہوا اور مرزائیوں وغیرہم پر جب کفر کا فتویٰ ہوگا اُس سے وہ مرتد قرار پائیں گے فحصل الفرق بینہما۔ اور اُس شرک سے اہل کتاب گو عامل بکتاب نہ رہیں گے مگر معتقدین کتاب تو ہیں۔ البتہ جو باوجود اُس قوم میں سے ہونے کے کسی کتاب سماوی

کے اعتقاد کا التزام نہ رکھیں جیسے آج کل بعض کی حالت ہوگئی ہے اُس کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔

سوال

زید ایک پابند شرع آدمی ہے اسکے خصیتین بڑھ گئی ہیں اور متعدد مرتبہ تجربہ ہوا ہے کہ ڈاکٹر سے نشتر دلوانے سے اچھا ہوجاتا ہے مگر چونکہ علاج کرانا خود فی نفسہ ضروری نہیں ہے اور ستر عورت فرض۔ علاوہ ازیں ڈاکٹری دوا کی نجاست وغیر نجاست کا علم نہیں ہے۔ اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ نشتر کے بعد کئی روز تک بے حس و حرکت پڑا رہنا ہوگا جس سے نماز و جماعت کا ترک ہوگا۔ تو ایسی حالت میں زید اگر نشتر دلادے تو شرعاً مواخذہ ہے یا نہیں اور خصیتین کے جسامت تدریجاً ترقی پذیر ہے۔ زید ایسی حالت میں علاج کرادے یا متوکلاً علی اللہ چھوڑ دیوے اس مسئلہ کی ضرورت پیش آئی ہے فقط۔

جواب

مقصود اس تقریر سے اگر یہ ہے کہ خود اس حکم کے ثابت ہونے ہی میں شبہ ہو اور اس خدشہ کو امارت اُس کے عدم ثبوت کی قرار دی ہے تب تو جواب اس کا کتب فقہ میں مصرح ہونے سے ظاہر ہے۔ اور اگر باوجود تسلیم نقل کے خود اس منقول کے صحیح ہونے پر اس کے خلاف دلیل ہونے کا شبہ کرنا ہے تو یہ سوال مستدل پر ہوسکتا ہے اور مقلد من حیث المقلد مستدل نہیں پس اُس پر یہ سوال کرنا اسکو خلاف منصب پر مجبور کرنا ہے وہ اگر استدلال کرتا ہے اسمیں متبرع ہوتا ہے اور متبرع پر مابہ التبرع لازم نہیں لیکن باوجود عدم لزوم کے تبرعاً عرض ہے کہ ستر عورت بیشک فرض ہے مگر جمیع احوال میں نہیں بلکہ اُن میں سے ضرورت کی حالت مستثنیٰ ہے اور یہ ضرورت شرعیہ نہیں یعنی التاثیم بترکہ بلکہ طبعی و عادی ہے جس کا شریعت مقدسہ نے مکلفین کے ضعف کے سبب اعتبار کیا ہے۔ اور طبعی و عادی ہونا اُس کا یعنی موقوف علیہ للصحۃ عادۃً غالبۃ ہونا ظاہر ہے پس اس طرح سے ضرورت من حیث العادۃ و عدم ضرورت من حیث الشرع میں کچھ تنافی نہیں۔ اور متاخرین نے تداوی بالحرام کو بھی جایز کہدیا ہے اور اسپر عمل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ البتہ یہ بات کہ اشارہ سے بھی نماز نہ پڑھ سکے گا اسکو اہل فتویٰ سے تحقیق کر لیجئے۔ قواعد سے تو یہ عذر اسمیں بھی مؤثر ہوگا فقط۔

سوال

اراضی عشری و خراجی منحصر دارالاسلام ہے یا غیر دارالاسلام میں بھی عشری و خراجی ہے۔

جواب۔ فی رد المحتار باب الرکاز تحت قول در المختار فی ارض خراجیۃ او عشریۃ اھ نحو شا

طویل مانصہ ثم رأیت عین ماقلتہ فی شرح الشیخ اسمٰعیل حیث قال ویحتمل ان یکون احترازا عما وجد فی دار الحرب فان ارضہا لیست ارض خراج او عشر الخ ج ۲ ص ۴۲ مصریہ سنہ ۱۲۹۴ھ

سوال

خادم کو بوقت مطالعہ تفسیر بیان القرآن ایک شبہ واقع ہوا ہے جسکے دفع کے لئے ملتجی ہوں امید کہ دفع فرماکر تشفی بخشی جاوے وھی ھذہ - ج ۷ ص ۱۰۵ س ۸ تو اس آیت میں عام لوگوں کو خطاب ہے اھ - اور معالم میں ہے وروی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس (رضی اللہ عنہ) قال غزونا مع معاویۃ نحو الروم فمررنا بالکہف الذی فیہ اصحاب الکہف فقال معاویۃ رض لو کشف لنا عن ھؤلاء فنظرنا الیہم فقال ابن عباس رضی اللہ عنہ لقد منع ذالک من ھو خیر منک فقال لو اطلعت علیہم لولیت منہم فرارا فبعث معاویۃ رض ناسا فقال اذھبوا فانظروا فلما دخلوا الکہف بعث اللہ علیہم ریحا فاحرقتہم اھ بلفظہ ونحوہ فی الکشاف پس اس روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ مخاطب یا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے یا عموم خطاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے فیلزم ما نفیتم عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط -

الجواب

تاوقتیکہ اس روایت کی سند ثابت نہو حجت نہیں اسلئے آپ کی مرعوبیۃ کا لازم نہ آنا اب بھی ثابت رہا اور مقصود اُس عبارت سے لزوم ہی کی نفی ہے نہ کہ لازم کا امتناع یا موجب کسی محذور کا ہونا پس اگر کسی دلیل صحیح سے یہ رعب ثابت بھی ہوجاوے تو منجملہ لوازم طبعیہ بشریہ کے ہوگا جیسے موسیٰ علیہ السلام کی شان میں ہے ولّٰی مدبرا ولم یعقب - مگر ہر ممکن کا وقوع بھی لازم نہیں مالم یدل علیہ دلیل ولا دلیل ھھنا فنفیت لزومہ -

سوال

بہشتی زیور باب جن باتوں سے کفر و شرک ہوتا ہے اس کا بیان (اگر کسی کو دور سے پکارے اور یہ سمجھے کہ اُس نے سن لیا تو یہ کفر ہے) کسی سے کیا مراد ہے آیا شخص مردہ مراد ہے یا زندہ - مردہ یہاں نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر قریب جاکر پکارے تو جائز ہے - اور اگر زندہ پکارنا کفر ہے تو مع حوالہ تحریر فرمایئے -

جواب

مطلب یہ ہے کہ جس جگہ سے عادۃً سننا ممتنع ہے اسی جگہ سے پکارنا باعتقاد علم مغیبات جیسے عادت اہل غلو کی ہے۔ اس مطلب کو ان الفاظ سے تمثیلاً ادا کر دیا فقط۔

سوال

خادم کو امداد الفتاویٰ کے ایک مسئلہ میں کچھ شبہ ہے نیز ایک مسئلہ اور دریافت کرنا ہے لہٰذا دست بستہ عرض ہے کہ جواب باصواب سے معزز فرمایا جاوے۔

(۱) فتاویٰ امدادیہ جلد اول صـ۸۳ـ میں حدیث ذوالیدین رضؓ کی تاویل میں مرقوم ہے اور اس احقر کا مسلک ان سب دعووں سے قطع نظر کرکے یہ ہے کہ ایک کلام فرمانا خصوصیات میں سے ہو سکتا ہے اور صحابہ رضؓ کا کلام رسول کے ساتھ تھا اور کلام مع الرسول مفسد صلوٰۃ نہیں الخ اور صـ۸۲ـ میں مرقوم ہے اور دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود رضؓ کی نجاشی کے پاس سے آنے کے وقت فقلنا یا رسول اللہ کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ قال ان فی الصلوٰۃ شغلا۔ یہ حدیث شریف نہی عن الکلام کے متعلق مرقوم ہے بظاہر ان دونوں قولوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ جب کلام مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے تو پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ یہاں پر بھی کلام مع الرسول ہے۔

جواب

چونکہ یہاں کلام مع الرسول فی الصلوٰۃ نہیں تھا بلکہ کلام الرسول مع غیر الرسول ہوتا۔ اسلئے شبہ کی یہ تقریر صحیح نہیں بلکہ تقریر یہ ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام اگر مفسد صلوٰۃ تھا تو حدیث ذوالیدین میں کیوں نہ تھا اور اگر مفسد صلوٰۃ نہ تھا حدیث ابن مسعود رضؓ میں کیوں تھا۔ اور جواب اس کا یہ ہو سکتا ہے کہ کلام لاصلاح الصلوٰۃ کا غیر مفسد ہونا خصوصیات میں سے ہو اور حدیث ابن مسعود رضؓ میں یہ اصلاح صلوٰۃ کے لئے نہ تھا فقط

(۲) قطب الاقطاب حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ایک فتویٰ مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الرشید جلد اول میں ارقام فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر مقتدی اپنے پہلے سلام کو امام سے پہلے ختم کرے تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جاوے گی۔ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں سننے والا دوسروں کو سنائے

اس عبارت میں اور در مختار کی اس عبارت میں تعارض ہے۔ ولو اتمہ قبل اعادہ فتکلم جاز و کرہ فلو عرض مناف تفسد صلوٰۃ الامام فقط در مختار ج ا ص ۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صاحب در مختار کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز فاسد نہیں ہونے کی قول فیصل اس بارہ میں کیا ہے فقط

جواب

یہی شبہ مجھکو بھی ہوا تھا اور ہے میرا گمان یہ ہے کہ حضرت رحمہ نے کراہت فرمایا ہو گا ناقلین نے فساد نقل کر دیا۔ اگر خود جامع تذکرہ سے تحقیق کیا جاوے شاید وہ کچھ زیادہ تفصیل لکھ سکیں فقط۔

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو طلبہ اور مدرس مدرسہ اسلامیہ کے بیمار ہو جاویں اُن کو ایام بیماری کی تنخواہ یا وظیفہ لینا جایز ہے یا نہیں۔

جواب

ظاہراً یہ سوال متعلق چندہ کے ہے سو اصل یہ ہے کہ ایسے اموال میں کسی تصرف کا جواز و عدم جواز معطین اموال کی اذن و رضا پر موقوف ہے اور مہتمم مدرسہ ان معطین کا وکیل ہوتا ہے پس وکیل کو جس تصرف کا اذن دیا گیا ہے وہ تصرف اُس وکیل کو جایز ہے سو جس مہتمم نے مدرسین کو مقرر کیا ہے اگر اُس مہتمم کو معطین نے اس صورت کے متعلق کچھ اختیارات دئے ہیں اور مہتمم نے اُن مدرسین سے اُس اختیار کے موافق کچھ شرائط کر لئے ہیں تب تو ان شرائط کے موافق تنخواہ لینا جایز ہے اسی طرح جو اختیارات وظیفہ کے متعلق مہتمم کو دئے گئے ہیں اُن کے موافق اُس کا دینا لینا بھی جایز ہوگا اور اگر تصریحاً اختیارات و شرائط نہیں مقرر ہوئے لیکن مدرسہ کے قواعد مدون و معروف ہیں تو وہ بھی مثل مشروط کے ہونگے اور اگر یہ مصرح ہیں اور نہ معروف ہیں تو دوسری مدارس اسلامیہ میں جو معروف ہیں اُن کا اتباع کیا جاویگا اور اگر یہ آمدنی کسی وقف یا جائداد کی ہے تو اس کا حکم دوسرا ہے فقط

سوال

استدلوا علی عدم جواز مس القرآن المجید للمحدث بقولہ تعالیٰ لا یمسہ الا المطہرون۔ والحال انہ محتمل التفاسیر کما ذکروا فی التفاسیر فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال واما حدیث لا یمس القرآن الا طاہر فھو ضعیف لا یحتج بہ ولکن للمحدثین حدیث لا یمس المصحف

الا علی طہارۃ کما جزم بذلک فیھما النووی وابن کثیر علی ان بعضھم قال ان المراد بالطاہر المؤمن او الطاہر من النجاسۃ الحقیقیۃ والمروی عن ابن عباس والشعبی والضحاک وداؤد جواز مس المصحف للمحدث والجمھور اتفقوا علی عدم جواز مس المصحف للجنب لکن لم یعرف للجمھور دلیل۔

جواب

الیس اتفاق الجمھور علامۃ لکون الحدیث لہ اصل قوی وان طرء علیہ الضعف بعارض السند وان اشتقتم الی التفصیل فعلیکم بالرجوع الی احیاء السنن۔

سوال

کافر کے حقوق کیسے ادا کئے جائیں مالی نہیں بلکہ غیبت وغیرہ ہو۔

جواب

اگر وہ ملجاوے تو معاف کرالئے جاویں ورنہ اس کے لئے دعاے ہدایت۔

سوال

وضو میں بصورت گھنے ہونے بال ڈاڑہی کے جلد میں جہاں سے بال جمتے ہیں پانی پہونچانا چاہئے یا صرف بالوں پر مسح کرلینا چاہیئے اور مسح بالوں کے لئے نیا پانی لینا چاہیئے یا کہ جو پانی منہ دہونے کے واسطے لیا ہے اسی پانی سے منہ پر ڈالنے کے بعد مسح کرلینا چاہیئے۔

جواب

جو کھال بالوں میں سے نظر آتی ہو اُس کا دہونا تو فرض ہے اور جو نظر نہ آتی ہو مثلاً ڈاڑھی گھنی ہو اُس میں تفصیل یہ ہے کہ جو ڈاڑہی چہرہ کی حد کے اندر ہے اُس کا دہونا فرض ہے اور جو لٹکی ہے اُس کا دھونا فرض نہیں بلکہ اولی ہے فی الدر المختار وغسل جمیع اللحیۃ فرض یعنی عملیا ایضا علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عدا ھذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع ثم لا خلاف ان المسترسل لا تجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا یجب غسل ما تحتھا کذا فی النھر۔

(باقی آئندہ)

حال - وعظ الغضب دیکھتا تھا وہ بھول آیا اب ارشاد ہو وہ دیکھا کروں -
تحقیق - ضرور بلکہ ہمیشہ اس کے دیکھنے کا سلسلہ رہے چند روز تک -

حال - حضور والا ہمشیرہ بھی اسکی درخواست کرتی ہیں کہ حضرت مولانا مرشدنا اجازت فرماویں تو ہم بھی ذکر جسقدر ہو سکے کرلیا کریں -
تحقیق - بلا ضرب و بلا جہر -

حال - بعض دن کسی نماز یا کئی نمازوں میں بے انتہا طبیعت گھبراتی اور الجھتی ہے گو عادۃً نماز پڑھ تو لیتا ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا پڑھا موجہ سے بعد نماز عجیب شرمندگی اور ندامت ہوتی ہے کہ ایسی نماز سے کیا فائدہ لاؤ پھر پڑھوں تو کیا ایسا کر لیا کروں -
تحقیق - نہیں بلکہ ایسے موقع پر کچھ نوافل زیادہ عدد میں کسی وقت پر پڑھ لے -
حال - ہر وقت استغفار کا حکم ہوا تھا چنانچہ الحمد للہ کہ ہر وقت زبان پر جاری رہتا ہے مگر اکثر اوقات خیال کام کی جانب رہتا ہے اور محض الفاظ زبان پر جاری رہتے ہیں
تحقیق - کافی ہے -
حال - جب خیال آگیا تو اس کے مفہوم پر بھی نظر ہو جاتی ہے
تحقیق - کام کے وقت اسکی ضرورت نہیں -
حال - تشہد میں کیا خیال کیا جائے مثلاً التحیات للہ والصلوات والطیبات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور اسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا قول ہے اور اسلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین پھر آنحضرت صلعم کا قول ہے اور اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ اپنا قول خیال کرنا چاہیے یا اور کوئی طریقہ ہے -
تحقیق - سب اپنی طرف سے خیال کرنا بہتر ہے -
حال - ایک روز اثنائے نوافل میں خیال ہوا کہ نماز سری و جہری ہر دو ایک ہی ذات کے لیے ہیں پھر جیسی ترتیل و قواعد کا خیال جہری میں رہتا ہے ایسا سری میں کیوں نہیں رہتا بس اس روز سے قواعد کا لحاظ سری میں بھی ہونے لگا
تحقیق - یہ علم نافع مبارک ہو اللہ تعالیٰ سب امور میں ایسے ہی خوش فہمی عطا فرماوے -

حال - مگر ایک سخت مرض میں مبتلا ہوں اگر کوئی شخص آجاوے یا آہٹ بھی سن لیتا ہوں تو پھر لحاظ نہیں رہتا علاوہ ازیں اگر اور کوئی شخص پاس کھڑا ہو کر پڑھنے لگتا ہے تو اسکی نماز کی طرف خیال جانے لگتا ہے کہ یہ شخص جلدی پڑھ رہا ہے اور جہری نماز میں تو الفاظ پر خیال کر کے کبھی رقت بھی ہو جاتی ہے مگر سری میں نہیں ہوتی ہاں جتنی دیر تک تلفظ و قواعد کا لحاظ رہتا ہے شوق ذوق رہتا ہے۔

تحقیق - یہ اثر طبعی ہے جو موجب نقص نہیں البتہ اس پر امور اختیاریہ میں عمل نہو اور ترتیل امر اختیاری ہے اس کا اہتمام رہنا چاہیے گو بہ تکلف سہی فقط۔

حال - اسی حیص بیص میں (یعنی حاسدین کی اذیت کے تردد میں) تھا کہ ایک روز حضرت حاجی صاحب کو خواب میں دیکھا فرمایا کہ یہ دقتیں مجھے بھی پیش آتی تھیں اور تعلیم لطائف کی نسبت میں نے استفسار کیا فرمایا کہ ہاں جی ہاں یہ سب حجاب ہیں پھر میں نے کشف کی نسبت کچھ دریافت کیا اُس کا جواب یاد نہیں رہا میری بات ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک صاحب دوسرے نے آکر حضرت کو اپنی طرف مخاطب کر لیا میں خاموش ہو گیا بعد ختم سوال جواب اُن کے جو مجھے یاد نہیں رہا میں نے حضرت سے کہا کہ حضرت اگر مولانا صاحب ہوتے اور اس طور سے درمیان میں کوئی بات کرنے لگتا تو مولانا صاحب اسکی پوری خبر لیتے اس بات کے کہتے ہی میرے حضرت بہت ہنسے اُسکے بعد خاموش ہو کر بیٹھ رہے پھر میری آنکھ کھل گئی اسکی تعبیر سے ضرور مشرف فرمائیگا۔

تحقیق - حضرت کی مناجی زیارت اور منامی بشارت اور تحقیق علمی و تصدیق حالی جو اس ناکارہ کے متعلق ہوئی آپ کے لئے یہ سب نہایت برکات در برکات ہیں اور سب واضح الدلالت ہیں۔

حال - ایک امر قابل گذارش ہے کہ احقر کو بفضلہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کا خیال لگا رہتا ہے اور ادھر کشش بھی رہتی ہے اسی طرح جناب باری تعالیٰ کا لیکن نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا تو اکثر اوقات خیال نہیں رہتا۔ اور نہ ادھر کشش رہتی ہے اور کبھی زیارت سے مشرف نہوا اور نہ چنداں اسکی جستجو ہے۔ زیارت کے نہونے پر چنداں حسرت نہیں لیکن اسکی تلاش و جستجو نہ ہونے پر البتہ بجد غم اور حسرت ہے غرض کہ جیسے اور لوگوں کو بالطبع اس کا خیال ہے احقر کو نہیں۔

تحقیق - بالکل غلط وہم ہے اگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم عالم ظاہر میں تشریف رکھتے تو کیا ایں دوسرے اشتیاق سے زیادہ نہ ہوتا یا اگر یہ دوسرا اشتیاق والا عالم ظاہر میں نہوتا تو کیا اُس کی قبر کا اشتیاق

قرب نبوی سے زیادہ ہوتا موازنہ کا یہ طریقہ ہے۔

حال۔ اسوقت باعث تصدیعہ ضروری یہ ہے کہ کل یعنی منگل کے دن سے احقر کی حالت دس بجے دن سے خراب ہوگئی ہے اس سے قبل جو ایک قسم کا ذوق وشوق اور ایک طرح کی دل میں سوزش تھی اور اُس سے طبیعت بھی بہت خوش رہتی تھی وہ سلب ہوگئی اور اب معاصی کی جانب طبیعت رغبت کرتی ہے اور تین مرتبہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب بھی ہوئے ہیں اسوجہ سے بیحد پریشان ہوں للہ کچھ علاج فرمایئے مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا دل سیاہ ہوگیا ہے اور مجھکو مردود ہونے کا بھی خیال آتا ہے کہ خدا نہ کرے نعوذ باللہ میں راندہ درگاہ ایزدی ہوگیا مجھکو کل سے بیحد درجہ کی پریشانی ہے للہ بہت جلد کچھ علاج فرمایئے میں تباہ ہوا جاتا ہوں اور اپنی حالت پر افسوس بھی بہت ہوتا ہے کل سے اطاعت خداوندی میں دل بھی نہیں لگتا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں جناب کو کل سے اسوجہ سے اطلاع نہ کرسکا کہ یہ بات قانون کے خلاف ہے کہ ایک ہفتہ میں دو پرچہ دیئے جاویں مگر مجبور ہوکر جب اسکے علاوہ کوئی چارہ بن نہ آیا تو جناب ہی کو اطلاع کرتا ہوں للہ کچھ تجویز فرماویں زیادہ بجز پریشانی اور افسوس کے کیا عرض کروں اور میرے لئے دعائے علم وعمل واصلاح ظاہر وباطن فرماویں۔

تحقیق۔ نسخہ کے اجزاء۔

نمبر ۱۔ اپنے ارادہ وہمت سے افعال اختیاریہ میں کام لینا۔

نمبر ۲۔ جب کوئی لغزش ہو نفس پر بیس رکعت نفل کا جرمانہ۔

نمبر ۳۔ تربیۃ السالک کا مطالعہ۔

نمبر ۴۔ لاحول کی کثرت بہ نیت اپنی عجز اور درخواست حفاظت۔

نمبر ۵۔ بلاضرورت کسی سے نہ ملنا اور نہ بولنا۔

نمبر ۶۔ میرے پاس بیٹھنے کے لئے کوئی وقت نکالنا بجز وقت بعد عصر اور ہمراہی راستہ کے کہ ان دو وقت میں مجھکو گرانی ہوتی ہے اور یہ بھی اس طریق میں طالب کو مضر ہے اور اُس قانون میں ضرورت کی حالت کا استثناء بھی اُسی جگہ لکھا ہے۔

حال۔ آنحضور کی برکت سے اخیر شب میں اکثر ہم گاہے گاہے دو دو بھی نفل اور تسبیح تہلیل اور تسبیح اسم ذات دو ضربی اور بوقت فرصت اسم ذات یک ضربی معمولی۔ ذکر یک ضربی میں اکثر سر درد شش کے

۶۳

کیفیت ہو جاتی ہے بعد نماز عصر اکثر پھرنے کو نکل جاتا ہوں سبزہ زار دیکھکر اور ویسے بھی کمالات جناب باری تعالیٰ شانہ خیال کرکے بے اختیار دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ کہتا ہوں پھر یہ خیال آجاتا ہے کہ حضرت صاحب سلمہ نے تو مجھکو اسم ذات بتلایا ہے یہ اپنا اجتہاد نکریں اس خیال سے اللہ اللہ کہنے لگتا ہوں ورنہ جی یہی اکثر چاہتا ہے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ استحضار کمالات عز شانہ کے وقت کروں۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ تعالیٰ بہت اچھی حالت ہے خدا تعالیٰ ترقی فرماوے جس حالت میں سبحان اللہ کہنے کا تقاضا ہوتا ہے اسمیں یہی کلمہ کہا کیجئے یہ اجتہاد نہیں ہے اگر ہر وقت کا معمول سبحان اللہ مقرر ہوتا تو اسمیں اجتہاد کا احتمال تھا۔

حال۔ بحمد اللہ تعالیٰ جناب کے صحبت برگزیدہ کی برکت سے اللہ کے نام لینے کی توفیق ہوئی جاتی ہے جسکا چرچا آبا و اجداد میں بھی نہ تھا گو نام کسی شریف النسب قوم کی طرف منسوب ہیں۔

تحقیق۔ یہ موہم ہے افتخار و اظہار شرافت کا اسکی اس مضمون میں کیا ضرورت تھی یہی دقائق ہیں ریا کے

حال۔ نماز تہجد بوجہ تنہا ہونے کے آنکھ نہیں کھلتے جس سے اس دولت سے محرومی رہتی ہے جیسا کہ کوئی اہل دل نیم شبی کا مزہ چکھکر کہتا ہے ؎

نہ جاگنے میں ہے لذت نہ شب کے سونے میں
مزہ جو آتا ہے پچھلے پہر کے رونے میں

جس سے افسوس ہوتا ہے کہ جب یہیں یہ حالت ہے تو مکان پر کیا گت ہوگی مگر اس مقام متبرک پر ہونے کا شرف اور ندامت اور افسوس سے اشک شوئی ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ نہیں اسکا تدارک ضروری ہے ورنہ سونے کی جگہ بدلنا چاہیے وہاں کا کوئی اور انتظام کر دیا جاویگا

حال۔ واللہ بڑے بڑے حضرات کو حضور کے ساتھ جو تعلقات اور فنائیت ہے اسکو دیکھکر اپنے کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو منافق ہے۔

تحقیق۔ یہ وہم فاسد ہے محبت طبعیہ اختلاف خصوصیات طبائع سے مختلف ہوتی ہے جو غیر اختیاری ہے اسی لئے نہ وہ کوئی کمال ہے اور نہ اسکی کمی کوئی نقص۔

حال۔ اصلاح حال قلب حصول اطمینان بذکر الٰہی مقام احسان رضاء باری عز اسمہ کے لئے کوئی تعلیم ذکر شغل عمل ارشاد فرماویں۔

تحقیق۔ چونکہ طالب صادق ہے اسلئے مجھکو بھی صدق و خلوص کے ساتھ خیر خواہی سے سچی بات

عرض کر دینا چاہیئے کہ جو مقاصد آپ نے لکھے ہیں واقعی مقاصد صحیحہ ہیں مگر غالباً ان الفاظ کی تفسیر میں اسقدر غلطیاں ہو رہی ہیں کہ ان کی تحقیق سب سے اول ضروری ہے جسکے لئے مکاتیب تجربہ سے ناکافی ہے ضرورت بالمشافہ طے ہونے کی ہے اور بدون اس کے یہ ضرر ہے کہ ممکن ہے ان کی تفسیر ذہن میں غلط ہو اور حصول پر بھی عدم حصول کا یا عدم وصول پر حصول کا وہم ہو جائے۔

حال۔ حالت ذکر میں بے قصد بعض جگہ گوشت متحرک ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

تحقیق۔ ذکر سے حرارت ہوتی ہے اور حرارت سے حرکت اسکی طرف التفات نہ کیا جائے۔

حال۔ اور خواب کثیرہ نظر آتی ہیں حضور اقدس کو دوبارہ دیکھ چکا ہوں۔

تحقیق۔ قابل التفات نہیں۔

حال۔ اور حالت ذکر میں آس پاس مختلف الوان نظر آتی ہیں۔

تحقیق۔ یہ اکثر اخلاط کے سبب ہوتا ہے جو قابل التفات نہیں۔

حال۔ کبھی سر اور سینہ میں درد ہو جاتا ہے جب ذکر کو کچھ تیز کرتا ہوں۔

تحقیق۔ کچھ تعب کے سبب کچھ ضعف کے سبب۔

حال۔ آداب ما وجب کے بعد گذارش ہے کہ ذکر دوازدہ تسبیح یا اسم ذات کے وقت سوائے چشم بندی کے یکسوئی نہیں ہو سکتی۔ اسلئے آنکھیں بند کر کے سب ذکر پورا کرتا ہوں۔

تحقیق۔ بہتر ہے۔

حال۔ مگر اس میں یہ نقص ہے کہ قوت متخیلہ مطلوب حقیقی عز اسمہ کو مجسم باحسن صور انسانی مثل سلطان مسند نشین بنا کر پیش کرتی ہے نفی اثبات میں کم اور اسم ذات میں منادی قریب مقابل بنا لیتی ہے اس مفہومی اور خیالی قرب سے ذوق کثیر و محویت طویل حاصل ہوتی ہے پھر جب سے شرک جانکر آنکھیں کھولکر ذکر کرتا ہوں علاوہ قلت ذوق کے اسکا زوال کلی بھی نہیں ہوا بلکہ چشم کشائی میں بھی وہی دربار خیالی اور عاجز کی گریہ وزاری اور متخیلہ کی مکاری۔

تحقیق۔ متخیلہ کے اس فعل میں اگر قصد کو دخل نہ ہو اور اسکی صحت کا اعتقاد نہ ہو کچھ ملامت نہیں مفکر رہیے۔

حال۔ اثنائے ذکر میں بحالت چشم بندی جو نقطہ ہائے گوناں گوں منہ کے سامنے پیدا ہو کر حرکت کرتے ہیں اور سیاہ بھی اخیر میں سپید ہو کر زائل ہو جاتے ہیں اور جو شروع میں سپید تھی قدری چمکدار

۶۵

ہو کر تھوڑا سا قائم رہتے ہیں اور بڑھتے اس قدر ہیں کہ صدر سے مافوق الراس تک احاطہ کر لیتے ہیں گاہے گاہے دفعۃً برقی درخشش اور ضو شعاعی میں اپنا جسم نظر آتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔

تحقیق۔ اشتعال اخلاط کا جو کچھ بھی ہے کمال نہیں ہاں مقدمہ یکسوئی کا ہونے کے سبب محمود ہے گو مقصود نہیں مگر اُس کی طرف التفات نہ کیجاوے۔

حال۔ کثرت بکا جسکی وجہ خوف اور محبت ہے اذکار میں معتدل اور تلاوت و مناجات و دعوات میں اسقدر مفرط ہے کہ قرات صلوٰۃ کی ادا اور صحت میں قصور آجاتا ہے نیز صحت جسمانی میں بھی خلل معلوم ہوتا ہے خدارا علاج شافی اور توجہ کافی کا وقت ہے۔

تحقیق۔ یہ تو عین مطلوب ہے اس کا ازالہ کیوں کیا جاوے اگر صحت جسمی میں مخل ہے اُس خلل کا علاج طبی فرمایئے۔

حال۔ احقر نے پہلے سرگردانی دیکھی ہے اگر موجودہ مسلک میں کوئی خلل سد راہ ہوا تو مجھے خسارہ عظیم کا احتمال ہے۔

تحقیق۔ بدون خود سد راہ کرنے کے سد راہ نہیں ہو سکتا۔

حال۔ کیونکہ دو سالہ محنت اور ریاضت سے جو ثمرات حاصل ہوئے ہیں وہ میری سعادت کی بین دلیل ہیں۔

تحقیق۔ یہ مضمون بالکل سنت کے خلاف ہے کہ ثمرات کو ریاضت کا سبب بتلاتے ہیں وہ حدیث یاد کیجئے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے جنت میں نہ جاویگا۔

حال۔ ورنہ ع صلاح کار کجا و من خراب کجا حب محبوب حقیقی تبارک و تعالیٰ وہ حاصل ہے جسکی مجھے امید نہ تھی خلوت اسقدر موجب تسکین ہے کہ دنیاوی پر جوش مجالس میں وہ اثر نہیں توکل علی اللہ وہ کہ کسی مکروہ اور مخوف سے اثر غم قلب پر نہیں آتا تمام جہان کو اپنی مرضی کے مطابق خیال کرتا ہوں تائید غیبی اکثر حالت بیداری شب ہمت استقلال صبر ریاضت وغیرہ میں شامل حال ہے لذات دنیا سے نفرت زاد غد کا فکر ہر دم متنبہ کرتا ہے۔ مراقبہ موت گریہ کی وجہ سے ہو ہی نہیں سکتا۔ مراقبہ محاسبہ رفیق شفیق بنگیا ہے انکشاف علوم و حقائق امور ہو جاتا ہے آیات و احادیث کے وہ اسرار و معانی منکشف ہوتے ہیں جو تفاسیر اور کتب متداولہ کے مطالعہ سے نہ ہوئے وغیرہ الحمد للہ علی ذلک۔

تحقیق - کسی محقق کی صحبت میں چندے رہئے جب ان امور کی تنقید ہوگی

حال - بوجہ تقاضائے نفس کہ لوازم بشریت سے ہے گاہے گاہے فکر معیشت صورت دکھاجاتا ہے کیونکہ نفس کو سابقہ سی سالہ عمر کی ثروت اور لذات دنیا عیش و عشرت یاد ہیں پھر امارت کے اکثر ناجایز وسائل کو ترک کرنا ناگواری نفس کا سبب صریح ہے اس سے بڑھکر طبابت میں ہدیہ صرف امرا سے اور وہ بھی باصرار لینا اور غربا کے اخراجات معالجہ کا خود متحمل ہونا محاسبۂ نفس کی لازمی علت ہے۔

تحقیق - اتنے دعوے نہ کیجئے۔

حال - کچھ عرصہ سے حضور کے مؤلفہ رسالہ اعمال قرآنی میں سے وظیفہ سورہ فرمل گیارہ بار اور یا مغنی گیارہ سو بار پڑھ لینے سے غنائے قلبی تو بقدر کافی حاصل ہوچکا ہے کہ نعمتہائے دنیا کو اخس اشیا جانتا ہوں۔

تحقیق - عملیات و عزائم سے تقویت خود دلیل ہے ضعف توکل کی اور خلاف ہے مسلک عارفین کے۔

حال - اور غنائے قلبی و ظاہری نظر نفس میں ثابت نہ ہونے سے ارشاد و اجازت حضور کو ضروری سمجھکر راجی اجازت ہوں۔

تحقیق - کیا اس اجازت کی ضرورت کی کوئی دلیل ہے۔

حال - اہل اللہ کی مخالفت دو وجہ سے ضروری ہے اول دنیاوی حیثیت سے کہ اغراض اہل دنیا میں شامل ہوکر صلاح و مشورہ اور مدد نہ دینے سے اُن میں عجب و حسد اکر مخالفت پیدا ہوجاتی ہے دوم دینی حیثیت سے کہ امر نہی سے بڑھکر مخالفت مذہبی بغض صریح کا باعث ہے جیسا کہ میرے موضع میں اہل شیعہ ہر وقت میری ایذارسانی پر آمادہ ہیں نیز فوت اہلیہ سابقہ اور نکاح ثانی کی صورت نے کچھ بدلیں کردیا ہے اور چند روز سے نفس مضطربانہ وسائل نجات کا طالب ہے منجملہ وسائل سے دعوات کو اور دعوات سے دعائے حزب البحر کو منتخب کیا ہے مشایخ طریقت اور صوفیہ کرام رح کے دستور العمل بنانے اور خاصکر محدث دہلوی رح و علامہ پانی پتی رح کے اختیار اور تشریع نے توجہ پر خاص اثر ڈالا ہے۔ اس لئے اجازت و شرائط و طرایق دعوت و قرأت کی استدعا کے لئے بھی حضور ہی کو مکلف کیا ہے کیونکہ یہ دعا جسطرح ذکر ہے سلاح سالک بھی ہے اجازت و ارشاد اسلئے ضروری ہے کہ جب نفس کو مطلوب موافق نہ ملا تو مطلوب مخالف کی تلاش کریگا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا اور چونکہ مرید ارشاد مرشد کو جمیع ارشادات سے افضل جانتا ہے حضور کی اجازت میں برکات قبولیت اجازت غیر سے زائد بھی ضرور ہونگے

٦٧

تحقیق۔ سب خیالی مضامین ہیں۔

حال۔ دعائے اولاد سنت انبیاء علیہم السلام ہے مجھے چہل سالہ عمر میں اس کا عمل باقی ہے حالانکہ وجود حمل اہلیہ باعث طلب دعائے حضور برائے حصول ولد مسعود ہے۔

تحقیق۔ دعا کرتا ہوں۔

خیرخواہانہ تنبیہ

جز خضوع و بندگی و اضطرار اندریں حضرت ندارد اعتبار

حال۔ میں نے خواب میں ایک شہر با رونق دیکھا ہے جسمیں ایک مکان نہایت عمدہ بنکر تیار ہوا ہے تھانہ بھون شہر کا نام ہے اور مکان حکیم الامت اشرف علی تھانوی کا ہے میں نے صبح اٹھکر غور کیا کہ آیات اور احادیث صحیحہ جو محبین خدا کی فضیلت میں آئے ہیں اُن کا مقتضا یہی ہے کہ محبین خدا اعزاسمہ کی روحیں مبارکہ اس طرح سے قبض کیجائیں کہ ملائکہ اچھی طرح سے اور عمدہ صورت میں آکر سلام کریں اور کسی سیر و تفریح کے بہانہ سے لیجائیں جیسا کہ جناب کے بعض خادموں نے جان نکلنے کی وقت نہایت مسرت سے یہ کہا ہے کہ مجھے حکیم الامت تھانوی لینے کے لئے آئے ہیں۔

تحقیق۔ یہ نہ سمجھنا کہ سچ مچ وہی شخص ہوتا ہے اسکو تو خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ کوئی روح مقدس یا کوئی فرشتہ اس صورت میں بمصلحت اُنس ہوتا ہے۔

حال۔ یہ کہکر عالم بقا کو تشریف لیگئے چنانچہ ان ہی افراد میں سے حضرت مولانا مولوی ...... ساکن نظام الدین دہلی ہیں جو برادر ہیں مولوی محمد یحییٰ صاحب تاجر کتب گنگوہ سہارنپور کے۔ خادم اسی طرح فکر کرتا ہوا کسی اور دن سو گیا تب یہ ہی حضرت مذکور مرحوم خواب میں تشریف لائے اور میرے خیال کی تائید کی یعنی اسی طرح سے ہوگا خاص مومنین محبین کے ساتھ جو اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا یعنی ان کو یہ خبر نہیں دیجائیگی کہ دنیا سے تشریف لے آئے۔

تحقیق۔ یہ تشبیہ ہے کہ اس طرح چلے آویں گے جیسے گویا خبر ہی نہیں۔

حال۔ بلکہ اسی موجودہ حالت میں خوشی کا اضافہ کر کر عالم آخرت یعنی برزخ کے تھانہ بھون میں مقیم کیا جائیگا اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہوگا اور آپ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونگے حضرت یہ خواب کی باتیں ہیں اسلئے میں ان پر نظر نہیں کرتا لیکن آپکی نظر کتابوں پر بہت گذری ہے اس لئے

(باقی آئندہ)

اور یہ پورا وصف ہے جسکے ساتھ انھوں نے صوفیہ کو موصوف کیا ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مولیٰ کی طرف دائم الاحتیاج تھے یہانتک کہ آپ (دعا میں) یہ فرمایا کرتے تھے کہ (یا الٰہی) مجھکو ایک طرفۃ العین کیلیے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کیجیے (اور) میری ایسی حفاظت کیجیے جسطرح بچہ کی حفاظت کیجاتی ہے (اس دعا سے آپکا دوام افتقار الی اللہ ظاہر ہے غرض یہ آپکا ایک وصف تھا) اور صوفی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا جسقدر حصہ ملا ہے اسمیں اعلیٰ درجہ کا یہ وصف ہے یعنی دوام افتقار و دوام التجا اور صدق افتقار کا جو یہ وصف ہے اُسکے ساتھ بجز ایسے شخص کے کوئی متصف نہیں ہوسکتا جسکے باطن پر صفا معرفت منکشف ہوگئے ہوں اور جسکا سینہ نور یقین کے ساتھ روشن ہوگیا ہو اور اُس کا قلب بساط قرب تک پہونچ گیا ہو اور جسکا سر (یعنی باطن) لذت مکالمت (الہامیہ) کے ساتھ خلوت یاب ہوچکا ہو پس اسکا نفس ان سب اشیاء (مذکورہ یعنی باطن و صدر و قلب و سر) کے درمیان اسیر و محکوم رہ گیا ہو اور باوجود ان تمام حالات کے وہ اُس نفس کو ہر شر کا معدن سمجھتا ہو اور وہ نفس بمنزلہ آگ کے ہے کہ اگر اُس کا ایک شرارہ بھی باقی رہے تو ایک عالم کو سوختہ کر دے اور اس نفس میں (اُسکی خاصیت طبعیہ کے اعتبار سے) بہت جلدی بے قیدی اور انقلاب آجاتا ہے سو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال لطف سے صوفی کو اس نفس کی معرفت دیدی ہے اور اُس صوفی پر اُس نفس کو اُسکے اُن بعض اوصاف کے اعتبار سے منکشف فرما دیا ہے جسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرمایا تھا پس وہ (صوفی) اُس (نفس) کے شر سے ہمیشہ اپنے مولیٰ کی طرف استغاثہ کرتا ہے اور (یہ نفس باوجود فی ذاتہ مضر ہونے کے اس صوفی کے حق میں بلطف حق اس طرح سے نافع ہوگیا کہ وہ اُسکے شر سے آگاہ ہوا اور یہ آگاہی سبب التجا الی الحق ہوئی تو اس اعتبار سے) گویا وہ (نفس) بندہ کے لئے ایک (ایسا) تازیانہ (وآلہ) بنا دیا گیا جو اُس (بندہ) کو اسوجہ سے کہ وہ اُس کے شر سے واقف ہے لحظہ بلحظہ التجاء (الی اللہ) و صدق افتقار و دعا کے بارگاہ کی طرف ہانک کر لاتا ہے سو صوفی مطالعہ نفس سے ادنی ساعت بھی خالی نہیں رہتا جیسا کہ وہ اپنے رب سے ایک ساعت خالی نہیں رہتا اور معرفت نفس کا تعلق معرفت حق تعالیٰ سے اس وارد شدہ قول میں من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ایسا ہے جیسا معرفت شب کا تعلق معرفت روز سے اور بجز اُس صوفی کے جو کہ عالم باللہ ہو زاہد فی الدنیا ہو اور تقویٰ کے مضبوط حلقہ کو تھامنے والا ہو اور کون شخص ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سنن میں سے اس سنت (مذکورہ افتقار و التجاء الی اللہ) کے احیاء کا اہتمام کرے اور بجز صوفی (موصوف بصفات

مذکورہ) کے اور کون شخص ہے جسکی اس حالت (مذکورہ) کے فوائد کی طرف رسائی ہو پس اس کا اپنے رب کیطرف دوام افتقار یہ جناب حق کے ساتھ متمسک کرنا ہے اور اسکی پناہ لینا اور اُس پناہ لینے میں روح کا استغراق ہے اور (اُس روح کا) قلب کو محل دعار کی طرف اپنے ہمراہ لیجانا ہے اور بلسان حال دعا کرنے کے محل کی طرف قلب کے منجذب ہونے میں اور (قلب کے) اُس محل میں ہونے میں (جو تبعاً للروح تحقق ہوا ہے جیسا مذکور ہوا) نفس کا اپنے قرارگاہ سے جو کہ حظوظ عاجلہ میں ہے اور اُن (حظوظ عاجلہ) کی طرف اُس (نفس) کے متوجہ ہونے سے اوچٹ کر (اور اوکھڑ کر) مدارج علم (یعنی حقیقت شناسی) میں اس حالت سے آجاتا ہے کہ وہ (نفس) اللہ تعالیٰ کی حراست اور نگہبانی میں گھرا ہوا ہے اور (ظاہر ہے کہ) جو نفس التیبی تدبیر یعنی اللہ تعالیٰ کی حسن تدبیر کے ساتھ مدبر کیا ہوا (اور تربیت یافتہ) ہو وہ غبار اور کدورت اور کینہ و حسد اور بقیہ اخلاق مذمومہ سے (ضرور) مامون ہوگا پس صوفی کی یہ حالت ہے (جو مفصل مذکور ہوئی) اور صوفیہ کی مجموعی حالت کو دو چیزیں جامع ہیں کہ وہ دونوں صوفیہ کا (خاص) وصف ہیں اور ان ہی دونوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے اپنی طرف جسکو چاہتا ہے اور راہبری کرتا ہے اپنی طرف اُس شخص کو جو (اُسکی طرف) رجوع کرے پس صوفیہ میں سے ایک قوم اجتبائے محض کے ساتھ مخصوص کیگئی اور اُن میں سے ایک قوم ہدایت کے ساتھ بشرط مقدمہ انابت مخصوص کیگئی سو اجتبار محض تو کسب عبد سے معلل نہیں (یعنی کسب عبد اُسکی علت نہیں) اور یہ (اجتبار) محبوب مراد کی حالت ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے عطیات و مواہبت سے بدون اُس کے کسی سابقہ کسب کے خود اُسکی ساتھ ابتدار فرماتے ہیں اُسکے مکاشفات (یعنی علوم و واردات) اُسکے مجاہدہ پر مقدم ہوتے ہیں اور آمیں صوفیہ کی ایک ایسی جماعت کو (ذکر میں) لیتا ہے جسکے قلوب سے (اول) حجابات مرتفع ہو گئے ہیں اور جنکو بلندی نور یقین نے دفعۃً آلیا ہے پس احوال نازلہ نے اُن میں رغبت مجاہدہ و اعمال کو برانگیختہ کردیا (یعنی اُن کو اول حال عطا ہوا پھر اُس حال کے اثر سے اعمال کا تقاضا رہا) سو وہ لوگ اعمال پر لذت اور عیش کے ساتھ متوجہ ہوئے (اس لذت کا سبب حال ہے) اُن اعمال سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں سو کشف (مذکور) نے مجاہدہ کو اُن پر آسان کر دیا جیسا کہ ساحرین فرعون پر صفائے عرفان نے جو اُن پر نازل ہوا تھا وعید فرعون کو آسان کر دیا جسکے بعد انھوں نے (صاف) کہدیا کہ ہم تجھکو اُن روشن دلائل کے مقابلہ میں جو کہ ہمکو پہونچی ہیں کبھی ترجیح نہ دیں گے حضرت جعفر صادق رضہ نے فرمایا ہے کہ انھوں نے

۵۸

عنایت قدیمہ (ازلیہ) کی ہواؤں کو اپنے اوپر پایا اسلئے شکر میں وہ سجدہ کی طرف بالاضطرار متوجہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے (یعنی عنایت پہلے ہوئی سجدہ و عمل بعد میں ہوا) یہی حاصل ہے اجتبا کا ہمکو خبر دی ابوزرعہ طاہر بن ابوالفضل نے بطور اجازت کے انھوں نے کہا کہ خبر دی ہمکو احمد بن علی بن خلف نے بطور اجازت کے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو عبد الرحمن سلمی نے انھوں نے کہا کہ سنا میں نے منصور سے وہ کہتے تھے سنا میں نے ابو موسی زقاق سے وہ کہتے تھے سنا میں نے ابو سعید خراز سے وہ کہتے تھے خالص خصوصیت والے وہی ہیں جو مراد ہیں اُن کو اُن کے مولیٰ نے کھینچ لیا انکو لئے نعمت کو کامل فرمایا اور انکیلئے کرامت کو مہیا فرمایا پس انسے حرکات (بحیثیت) طلب کو ساقط فرما دیا سوا اُن کی حرکات جو عمل اور خدمت میں ہیں وہ الفت اور ذکر اور تلذذ بالمناجات اور انفراد (و اختصاص) بالقرب کے طور پر ہیں اور اسی اسناد (مذکور) سے جو ابو عبد الرحمن سلمی تک پہونچی ہے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے علی بن سعید سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے احمد بن حسن حمصی سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے فاطمہ معروف بجوہریہ مریدہ ابو سعید سے سُنا ہے وہ کہتی تھیں کہ میں نے خراز سے سُنا ہے کہ کہتے تھے کہ جو شخص مراد ہوتا ہے وہ اپنے حال میں محمول ہوتا ہے (یعنی اُس کا بار خود اُسی پر نہیں ہوتا بلکہ) وہ اپنے حرکات اور سعی فی الخدمۃ میں (منجانب اللہ) اعانت کیا ہوا ہوتا ہے (اور اُسکی طرف سے) وہ کفایت کیا ہوا ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اُسکی کفایت فرماتا ہے اور) وہ دلائل و عہ امارت سے محفوظ ہوتا ہے (کیونکہ ان چیزوں کی ضرورت انجذاب کے بعد نہیں ہوتی) اور یہ جو شیخ ابو سعید نے فرمایا ہے یہی بات ہے جسکی حقیقت ایک جماعت صوفیہ پر مشتبہ ہو گئے اور (اس اشتباہ کے سبب) وہ لوگ (کامل کیلئے) تکثیر نوافل کے قائل نہیں رہے اور (پھر اسکی ساتھ) انھوں نے مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھا جنکی نوافل قلیل تھیں پس اُنھوں نے یہ خیال کر لیا کہ یہ ایک حال ہے جو علی الاطلاق (یعنی ہر کامل کیلئے) مستمر رہتا ہے اور اُن کو اس کا علم نہیں ہوا کہ جن حضرات نے نوافل کو ترک کیا ہے اور صرف فرائض (مع توابعہ من الموکدات) پر اکتفا کیا ہے اُن کی ابتدائی حالتیں مریدین کی ابتدائی حالتیں تھیں (یعنی وہ جماعت مریدین کی ہے) پس جب وہ نشاط حال عسہ کیطرف

عہ فی الاصل مصون عن الشواہد والنواظر آہ وفی القاموس نواظر الکام بارض باہلۃ آہ فترجمۃ بالامارات لان الاکام من الامارات واما تفسیر الشواہد فوشبہ الظاہر ۱۲ منہ

عسہ فی الاصل بروح الحال بفتح الراء ۱۲ منہ۔

پہونچ گئے اور بعد مجاہدہ کے اُن کو مکاشفات حاصل ہوئے تو وہ لوگ احوال سے پر ہوگئے سو انھوں نے نوافل اعمال کو مطروح (و متروک) کر دیا (تو بعد تکمیل کے ترک نوافل مریدین کا حال ہوا) رہے مرادین تو اُن پر اعمال و نوافل سب باقی رہتے ہیں اور اسمیں اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے (جیسا اوپر مذکور ہوا) اور یہ افضل سے اتم و اکمل ہے بس یہ جسکو ہمنے واضح کیا (یعنی اجتبا) صوفیہ کے دو طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اب رہگیا دوسرا طریقہ وہ طریق مریدین کا ہے اور وہ وہی لوگ ہیں جنکے لئے اہل فن نے انابت کو شرط کیا ہے چنانچہ فرمایا حق تعالیٰ نے اور رہبری کرتا ہے اپنی طرف اُس شخص کو جو کہ رجوع کرتا ہے پس ان لوگوں سے کشف کے قبل مجاہدہ کا مطالبہ کیا گیا (چنانچہ) فرمایا حق تعالیٰ نے اور جن لوگوں نے ہمارے لئے مجاہدہ کیا ہم اُن کو اپنے راستوں کی ضرور ہدایت کریں گے ان لوگوں کو حق تعالیٰ بواسطہ انواع ریاضات و مجاہدات اور تاریک شبوں میں جاگنے اور دوپہریوں کی پیاسوں کے مدارج کسب میں تدریج لیجاتا ہے اُن میں آتش طلب مشتعل ہوتی ہے اور مقصود کی روشنیاں (قبل وصول) اُن سے محجوب ہوجاتی ہیں وہ ارادہ کی جلتی زمین میں اُلٹ پلٹ پھرتے ہیں اور ہر قسم کے مالوف اور معتاد چیزوں سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور یہی ہے وہ انابت جسکو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شرط فرمایا ہے اور ہدایت کو اُسکی ساتھ مقرون کیا ہے (اس قول میں یہدی الیہ من ینیب) اور یہ ہدایت جسکا ابھی ذکر ہوا ہے یہ ہدایت کا خاصہ ہے کیونکہ یہ ہدایت الی اللہ ہے جو اُس ہدایت عامہ کے مغائر ہے جو کہ بمقتضائے معرفت اولیٰ (یعنی تبلیغ عام) کی ہدایت ہے بحق اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی طرف اور یہ (جو مذکور ہوا) حال ہے سالک محب مرید کا پس انابت مغائر ہوئی ہدایت عامہ کی پھر یہ متمم ہوئی ہدایت خاصہ کی اور ان کو جو بعد ہدایت للہ (یعنی قبول امر و نہی) کے ہدایت الی اللہ (یعنی خدا تک رسائی) ہوئی تو مجاہدات سے ہوئی پھر وہ تنگنائے دشواری سے نکلکر فضا آسانی تک پہنچے اور شورش مجاہدہ سے نکلکر نشاط احوال کی طرف آئے پس ان کا مجاہدہ ان کے کشف پر سابق ہے اور جو لوگ مراد ہیں اُن کا کشف اُن کے مجاہدہ پر سابق ہے۔ ہمکو خبر دی شیخ ثقہ ابوالفتح محمد بن عبدالباقی نے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابوالفضل احمد بن احمد نے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو حافظ ابونعیم اصفہانی نے انھوں نے کہا بیان کیا ہم سے محمد بن حسین بن موسیٰ نے انھوں نے کہا سنا میں نے محمد بن عبداللہ رازی سے وہ کہتے تھے کہ سنا میں نے ابو محمد جریری سے وہ کہتے تھے کہ سنا میں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ ہمنے تصوف کو قیل و قال (یعنی درس و اکتساب) سے نہیں لیا۔ لیکن بھوک اور ترک دنیا اور مالوفات

(باقی آیندہ)

باب چہل و یکم صوم کے آداب و ضروریات میں

صوفیہ کے آداب روزہ کے متعلق ظاہر اور باطن کا ضبط کرنا ہے اور جوارح کا گناہوں سے روکنا ہے جس طرح نفس کو کھانے سے روکا گیا ہے (اور یہ آداب جسطرح صوفیہ کے لئے ہیں غیر صوفیہ کیلئے بھی عام ہیں) اسکے بعد (ایک ادب) نفس کو روزی کے اہتمام سے روکنا ہے (اور یہ ادب صوفیہ کے ساتھ خاص ہے۔ آگے خاص اس ادب کے متعلق ایک حکایت فرماتے ہیں وہ یہ کہ) میں نے سنا ہے کہ بعض صلحا جو عراق میں تھے اُن کا اور اُن کے اصحاب کا (اسکے متعلق) یہ طریق تھا کہ وہ روزہ رکھتے تھے اور جب اُن پر قبل وقت افطار کے (طعام وغیرہ کے قبیل سے) کچھ فتوحات ہوتی تھی تو وہ اُسکو (اپنے ملک سے) نکال دیتے تھے اور اُسی چیز پر افطار کرتے تھے جو اُن پر وقت افطار کے فتوحات ہوتی تھی (اور ادب مذکور کے متعلق حکایت ختم ہوگئی آگے اور آداب کے متعلق مضمون ہے کہ) یہ امر ادب میں سے نہیں ہے (بلکہ سخت مذموم ہے) کہ مرید طعام مباح سے تو رکے اور حرام گناہوں سے افطار کرے حضرت ابوالدردا فرماتے ہیں کہ عقلا کا سوتا اور افطار کرنا بھی اچھی بات ہے وہ کس طرح سے احمقوں کی شب بیداری اور اُن کے روزہ سے (اُس نوم کے افطار میں) بڑھ جاتے ہیں اور صاحب یقین و تقوی کا ایک ذرہ (عمل) اہل غرور (وجہل) کے پہاڑوں برابر عمل سے افضل ہے اور منجملہ صوم کے فضیلت والے ادب کے یہ ہے کہ جس حد پر حالت افطار میں کھایا کرتا تھا اُسکی نسبت طعام میں تقلیل کرے ورنہ جب سب دفعوں کے کے (ان) کو ایک ہی دفعہ کے کھانے میں جمع کر لیا تو (صوم میں) جسقدر (حظ نفس) فوت کیا تھا اُس سب کا تدارک کر لیا۔ حالانکہ مقصود قوم (صوفیہ) کا روزہ سے نفس کو مقہور کرنا اور توسع سے اُس کا روکنا تھا (تو اس طرح کھانے سے وہ مقصود حاصل نہوا تو روزہ کی مصلحت فوت ہوگئی اور گو مقصود اعظم ثواب ہے جو کہ اس صورت میں بھی بلا کسی کمی کے حاصل ہوگا مگر یہ امر بھی ایک درجہ میں مقصود تھا خصوص صوفیہ کو اور خصوص نفل روزہ میں تو اسکی رعایت بھی مستحسن ہے اسی لئے ادب سے تعبیر کیا گیا) اور قوم (صوفیہ) کا طعام میں سے لینا (اور تناول کرنا) بقدر ضرورت ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ضرورت پر اکتفا کرنا نفس کو تمام افعال و اقوال (غیر ضروریہ) سے ضرورت کی طرف جذب کرتا ہے اور (وجہ اسکی یہ ہے کہ) نفس کا طبعی خاصہ ہے کہ وہ جب کسی ایک چیز میں اللہ تعالے

کیلئے ضرورت پر مقصور (و مجبور) ہو جاتا ہے تو یہ (اثر) اُسکے بقیہ تمام احوال کی طرف بھی پہونچتا ہے
پس (ضرورت کے موافق) اس کھانے کی نسبت سونا بھی ضرورت کے موافق ہوتا ہے اور قول و
فعل بھی ضرورت کے موافق ہوتا ہے اور یہ اہل اللہ کیلئے ابواب خیر میں سے ایک باب عظیم ہے جسکی رعایت
اور دیکھ بھال ضروری ہے اور ضرورت کے علم اور اُسکے فائدے اور اسکی طلب کے ساتھ وہی بندہ مخصوص
کیا جاتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنا مقرب اور قریب اور برگزیدہ اور تربیۃ کردہ بنانا چاہتا ہے اور (ایک ادب
یہ بھی ہے کہ) اپنے صوم میں بی بی کے ساتھ بواسطہ ملامسۃ کے ملاعبت کرنے سے باز رہے کیونکہ اسمیں
صوم کی زیادہ تنزیہ ہے۔ اور (ادب مستحب ہے کہ) سنت پر عمل کرنے کے لئے سحر بھی کھاوے اور سحری
کھانا اتمام صوم کا زیادہ داعی ہے دو وجہ سے ایک تو اُسپر سنت کی برکت کا عود کرنا (جس سے تائید
غیبی ہوتی ہے) اور دوسرے طعام کے ذریعہ سے روزہ پر تقویت ہونا۔ حضرت انس بن مالک نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپنے فرمایا سحری کھایا کرو اسلئے کہ سحری میں برکت ہے اور (ایک
ادب موکد یہ ہے کہ) سنت پر عمل کرنے کیلئے افطار میں تعجیل کرے پھر اگر عشاء کے قبل کھانا کھانیکا
ارادہ نہو اور مابین المغرب و العشاء کے احیاء (یعنی اشتغال بالعبادۃ) کا ارادہ ہو تو صرف پانی پر یا چند
دانہ کشمش یا خرما پر افطار کرے یا اگر نفس زیادہ تقاضاء کرے تو چند لقمے کھالے تاکہ یہ وقت مابین المغرب
والعشاء اسکے لئے صاف (غیر مکدر) رہے (ورنہ نماز عشاء میں وقت مشوش ہو جاتا ہے) کیونکہ اسوقت
کے احیاء میں بہت فضیلت ہے ورنہ (یعنی اگر نماز عشاء نہو تو) پھر صرف پانی پر کفایت کرے بوجہ
سنت کے (آگے تعجیل افطار اور فطر علی الماء کو سنت سے ثابت کرتے ہیں) خبر دی ہمکو شیخ عالم ضیاء الدین
عبد الوہاب بن علی نے اونھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو الفتح ہر دی اُنھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو نصر تریاقی نے
انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو محمد جراحی نے اُنھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو العباس محبوبی نے انھوں نے
کہا خبر دی ہمکو ابو عیسیٰ ترمذی نے اُنھوں نے کہا حدیث بیان کی ہمسے اسحاق بن موسیٰ انصاری نے
انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہمسے ولید بن مسلم نے اوزاعی سے انھوں نے قرہ سے اونھوں نے زہری
سے اونھوں نے ابو سلمہ سے اونھوں نے ابو ہریرہ سے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے حق تعالیٰ سے حکایت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سب بندوں میں میرے نزدیک زیادہ محبوب
وہ شخص ہے جو افطار میں تعجیل کرے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ لوگ (دین میں

خیریت سے رہیں گے جب تک افطار کی تعجیل کرتے رہیں گے اور افطار قبل صلوٰۃ سنت ہے (ورنہ تعجیل نہ رہے گی یہ تو ثبوت ہے سنت سے تعجیل افطار کا۔ آگے ثبوت ہے افطار علی المار کا کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پانی کے گھونٹ پر یا دودھ کی لسی پر یا چند خرما پر افطار فرماتے تھے اور (آگے روزہ کو گناہوں سے منزہ رکھنے کا بیان ہے کہ) خبر میں ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ اُن کا حصہ روزہ میں سے صرف بھوکا اور پیاسا رہنا ہی ہے۔ بعض نے (اسکی تفسیر میں) کہا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو دن بھر بھوکا رہے اور حرام پر افطار کرے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ وہ ہے جو حلال طعام سے تو روزہ رکھے اور غیبت کرکے لوگوں کے گوشت پر افطار کرے۔ حضرت سفیان نے کہا ہے کہ جو شخص غیبت کرے اُس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور حضرت مجاہد سے منقول ہے دو خصلتیں ہیں جو روزہ کو فاسد کردیتی ہیں غیبت اور جھوٹ شیخ ابوطالب مکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے غیر واقعی بات سننے کو اور گناہ کی بات کہنے کو (آیندہ آیت میں) اکل حرام کے ساتھ مقرون فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ (یہودی) لوگ جھوٹ بات کے سننے والے ہیں (اور) حرام کے کھانے والے ہیں (اور چونکہ جھوٹ بات سننے کیلئے قول بالاثم وقوعاً لازم ہے اسلئے ملزوم کا قرین باکل الحرام ہونا لازم کا قرین ہوتا ہے پس آیت سے دعویٰ شیخ ابوطالب کا ثابت ہوگیا اور خبر میں وارد ہوا ہے کہ دو عورتوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں روزہ رکھا پس اُنکو بھوک اور پیاس نے آخر نہار میں پریشان کردیا یہانتک کہ قریب بہلاکت ہوگئیں پس اُنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا (جسکی زبانی) وہ آپ سے افطار کی اجازت چاہتی تھیں آپنے اُن کے پاس ایک بادیہ بھیجا اور فرمایا کہ اُن دونوں سے کہو کہ تمنے جو کچھ کھایا ہے اسمیں قے کردو سو ایک نے خالص خون اور تازہ گوشت[۱] کی قے کی اور دوسری نے بھی ایسی ہی قے کی یہانتک کہ اُنھوں نے اُس بادیہ کو (اپنی قے سے) بھر دیا لوگوں کو اس سے تعجب ہوا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں عورتوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں سے تو روزہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز پر افطار کیا (یعنی اُس سے نہ رکیں کہ مردہ مسلمانوں کا گوشت روزہ میں کھایا اُنھوں نے کسی کی غیبت کی تھی جسکو حق تعالیٰ نے اس سے تشبیہ دی ہے اور جسکا اس شکل مثالی میں ظہور ہوا) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہوا کرے تو اُس کو

[۱] کذا فی القاموس فی معنی الغریض ۱۲ منہ۔

چاہیے کہ نہ فحش بات کرے اور نہ جہالت کی بات کرے اور اگر کوئی آدمی اس سے گالی گلوچ کرنے لگے تو یہ کہدینا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں۔ اور خبر میں ہے کہ روزہ ایک امانت ہے پس ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی امانت کی حفاظت کرے اور (صوفی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جنکی بسر اوقات کی کوئی صورت معین نہیں نہ یہ معلوم کہ ان کے لئے کہاں سے آویگا اور نہ یہ معلوم کہ کب آویگا اور کتنا آویگا۔ اور ایک وہ ہیں جنکی کوئی صورت معین ہے مثلاً کسی خانقاہ میں یا کسی کے گھر اُن کا کھانا مقرر ہے روزہ و افطار کے متعلق اُن دونوں کے بعض احکام میں تفاوت ہے یہاں سے اُس کا بیان ہے پس فرماتے ہیں کہ) جو صوفی ایسا ہو کہ کسی معین صورت کی طرف راجع نہو اور نہ اسکو یہ معلوم کہ اُس کے پاس رزق کب بھیجا جاویگا سو (اس کا حکم یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اسکے پاس جب رزق بھیجے تو اُسکو اس طرح[عہ] ادب کی ساتھ لے کہ وہ ہمیشہ اپنے وقت کا نگران رہے (مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کیلیئے ایک ادب یہ ہے کہ رزق آنے کے وقت روزہ نہ رکھے اور اللہ تعالیٰ کے رزق بھیجنے کو اس کا اشارہ سمجھے اور ایک ادب یہ بھی ہے کہ روزہ رکھ لے اور رزق بھیجنے کو روزہ پر اعانت کا اشارہ سمجھے ان دونوں ادبوں میں رزق آنے کے وقت جس ادب کو حال مقتضی ہو اُسپر عمل کرے) اور (اگر اُس نے ادب افطار کو اختیار کیا تو) یہ شخص اس افطار میں اُس شخص (کے افطار) سے افضل ہوگا جسکی کوئی صورت معین ہے (جسکا تھوڑی دیر میں ذکر آویگا) پھر اگر باوجود اسکے (دوسرے ادب پر عمل کرکے) روزہ رکھے تو اس نے فضیلت کو کامل کرلیا (کہ جامع ہوگیا صوم کا اور ادب وقت کا حاصل یہ کہ اس کا افطار روزہ سے تو افضل نہوگا لیکن صوفی معلوم الرزق کے افطار سے افضل ہوگا آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقتضا وضع صوفی کا اختیار کرنا صوم ہی کا ہے جس سے تائید ہوگئی مضمون مذکور عنقریب کی کہ روزہ رکھے تو فضیلت کو کامل کرلیا وہ قصہ یہ ہے کہ) حضرت رویم سے حکایت کیگئی وہ کہتے ہیں کہ میں (ایک روز) دوپہر کے وقت بغداد کے کسی کوچہ میں گذرا اور مجھکو پیاس لگی میں ایک گھر کے دروازہ پر پہونچا اور میں نے پانی مانگا پس ایک لڑکی اس حالت سے باہر آئی کہ اُسکے پاس ایک کوری صراحی ٹھنڈے پانی سے بھری ہوئی تھی جب میں نے اُسکے ہاتھ سے لینے کا ارادہ کیا تو کہنے لگی کہ صوفی اور دن کو پانی پیتا ہے اور اُس صراحی کو زمین پر پٹک دیا اور لوٹ گئی رویم فرماتے ہیں کہ میں اس سے شرما گیا اور میں نے نذر کرلی کہ میں کبھی افطار نہ کروں گا۔

عہ فی الاصل تناولہ بالادب ہو دائم المراقبۃ لوقتہ آہ وحملت الجملۃ الثانیۃ علی الحال لشہادۃ الذوق ۱۲ منہ۔

سو سمجھ لینا چاہیئے کہ اسی قاعدہ مذکورہ مسئلہ متصلہ کی بنا پر یہ سمجھنا بھی محض غلط ہے اُسکے خلاف کرنیسے طلاق واقع نہ ہوگا گو کسی کا خط بلا اذن دیکھنا یا اسی طرح کسی کی چیز میں کوئی تصرف بلا رضا کرنا مستقل دلیل سے حرام ہے مگر طلاق واقع ہونا اور بات ہے۔ ایک غلطی درباب فیصلہ باہمی زوجین متعلق طلاق ومعافی مہر کے یہ ہوتی ہے کہ بنا بر مصالح یہ قرار داد ہوتی ہے کہ شوہر طلاق لکھدی اور منکوحہ مہر کا معافی نامہ لکھدے اب اسکی ترتیب کے متعلق دو غلطیاں ہوتی ہیں۔ کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ مرد نے پہلے طلاق نامہ لکھدیا اور طلاق واقع ہوگیا گو عورت کو حوالہ نہ کیا گیا ہو اب عورت نے مہر معاف کرنے سے انکار کردیا تو مرد کا نقصان ہوا اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ عورت نے مہر کا معافی نامہ لکھدیا اور مہر معاف ہوگیا گو مرد کو حوالہ نہ کیا گیا ہو اب مرد طلاق دینے سے انکار کرتا ہے تو اسمیں عورت کا خسارہ ہوا کیونکہ گو مہر کی معافی میں بھی اور طلاق میں بھی نیت تعلیق کی ہے مگر تعلیق میں محض نیت کافی نہیں لفظوں میں اُسکی تصریح ضروری ہے اسلئے اُس کا ایسا طریقہ بتلایا جاتا ہے کہ دونوں کا مقصود حاصل ہوجاوی اور کسی کو افسوس نہو وہ طریقہ یہ ہے کہ مرد جو طلاقنامہ لکھے تو اس طرح لکھے کہ اگر عورت مجھکو مہر معاف کردے تو میری طرف سے اسکو طلاق بائن ہوجاوی اسکے بعد عورت نے اگر معافی نامہ مہر کا نہ لکھا تو عورت پر طلاق واقع نہیں ہوا اور مرد خسارہ سے بچا رہا اور اگر معافی نامہ لکھدیا تو طلاق واقع ہوگیا مگر ایسے وقت میں کہ مہر بھی معاف ہوگیا غرض دونوں میں سے کسی کو دھوکا نہوا ایک غلطی بعض اہل علم کو یہ ہوجاتی ہے کہ فقہا نے اختیاری کو کنایات طلاق سے کہا ہے تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ لفظ بہ نیت طلاق کہدیا تو طلاق بائن واقع ہوجاتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے اس لفظ سے یا اسکے ہم معنی مثل امرک بیدک وغیرہ سے وقوع طلاق کی یہی شرط ہے کہ اس کہنے کے بعد عورت اپنی طلاق کو اختیار کرلے اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مرد نے اُس لفظ کے کہنے میں نیت طلاق کی کی تھی تو طلاق ہوگا ورنہ نہیں اور اگر عورت خاموش ہورہی تو صرف مرد کی اختاری کہنے سے اگرچہ اُس میں نیت طلاق کی بھی کی ہو طلاق نہ واقع ہوگی درمختار میں تصریح ہے ولا تقع بہ (ای بقولہ اختاری) ولا بامرک بیدک مالم تطلق المرأۃ نفسہا کما یأتی ردالمحتار میں ہے قولہ مالم تطلق ای مع نیۃ الزوج الطلاق او دلالۃ الحال لان ذلک کنایۃ تفویض لا کنایۃ ایقاع کما یأتی فی الباب الآتی قلت الطف تعلیلہ بقولہ لان ذلک کنایۃ تفویض الخ۔

ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ سمجھتے ہیں کہ عورت جب تک سامنے نہو طلاق واقع نہیں ہوتا سو یہ بھی غلط ہے غائبانہ طلاق بھی واقع ہوتا ہے بعضے لکھے پڑھے لوگوں نے ایک جہالت کی کہ کسی طلاق دینے والے کو یہ فتوی دیا کہ تونے طلاق میں حرف طار کو مخرج سے ادا نہیں کیا بلکہ بجائے اُسکے حرف تار فوقانیہ کہا اسلیئے طلاق واقع نہیں ہوا سو فقہا نے تصریحًا غلط حروف سے طلاق واقع ہوجانے کو لکھا ہے

ایک غلطی اس باب میں یہ ہے کہ بعضے لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر میاں بی بی میں بہت مدت تک رنجش کے سبب بے تعلقی رہی خصوص جبکہ وہ دوسری جگہ ناجائز طور پر بیٹھ رہے تو خود بخود طلاق ہوجاتی ہے سو یہ بھی غلط ہے گو اس فعل سے معصیت ہے مگر طلاق واقع نہیں ہوتا مرد کو اختیار ہے جب چاہے اُس عورت پر زوجیت کے طور پر قبضہ کرلے۔

ایک غلطی باب طلاق میں بہت دقیق ہے جو ایک مسئلہ کے نہ جاننے سے واقع ہوتی ہے جو کہ بہت کم معلوم ہے خصوص اُسکے بعض جزئیات سے تو بعض طالب علم بھی بے خبر ہیں اول وہ مسئلہ سمجھ لیا جاوے پھر اُس غلطی پر متنبہ کیا جاوے گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرض وفات میں اپنی مدخولہ بی بی کو بدون اُسکی رضامندی کے طلاق بائن دیدی اور وہ شخص عدت گذرنے کے قبل مرجاوے تو ظاہرًا تو شبہ ہوتا ہے کہ جب طلاق بائن سے نکاح کا علاقہ قطع ہو گیا تو اُس کو شوہر سے میراث نہ ملے گی مگر حکم شرعی یہ ہے کہ اس صورت میں وہ عورت میراث پاویگی گویا شریعت نے اس کا انتظام کیا ہے کہ کوئی شخص ایسی حالت میں اپنی بی بی کو اسکے حصہ میراث سے محروم نہ کرسکے پس ایسی حالت میں اگر طلاق دیا تو احتمال ہوسکتا تھا کہ شائد دوسرے وارثوں کے مقابلہ میں بی بی کو محروم کرنے کے واسطے طلاق بائن دیا ہو تاکہ وہ زوجہ نہ رہی اور اس لئے زوجیت کی میراث نہ پاوے اس لئے شریعت نے عدت کو قائم مقام نکاح کے قرار دیکر اُس عورت کو میراث دلوائی ہے اور ایسی طلاق دینے والے کو فار بالطلاق کہتے ہیں اور وہ غلطی یہی ہے کہ لوگ اس عورت کے استحقاق میراث کو نہیں جانتے اور اس مسئلہ کی جس جزئی سے بعض طلبہ بھی بے خبر ہیں وہ جزئی بدون مرض کے غلبہ احتمال ہلاک کے ہے مثلاً سیوع طاعون کا۔ ماہے مگر مطلق نہیں بلکہ جب خود اس شخص کے محلہ میں اسقدر زور شور ہو کہ ہر وقت خود اس کے مبتلائے طاعون ہونے کا خطرہ لگا رہتا ہو اسی طرح جسکے لیے سزائے موت کا حکم ہو چکا ہو یا وہ لام پر گیا ہوا ہو اور غالب قرائن

سے اندیشہ موت کا ہو سو چونکہ یہ حالتیں مرض کی نہیں اسلئے ان حالتوں کا حکم بعض کو معلوم نہیں مگر چونکہ غلبہ ہلاک ان میں اور حالت مرض موت میں مشترک ہے اسلئے ان کا حکم بھی مثل مرض موت ہی کے ہے (حتی کہ ایسے شخص کے وصایا بھی صرف ثلث ہی میں جاری ہوں گے) ایک غلطی بعض آثار طلاق کے متعلق یہ ہوتی ہے کہ بعض تو طلاق بائن میں بھی شوہر سے پردہ نہیں کراتے حالانکہ اُسوقت ضروری ہے اور بعضے رجعی میں بھی پردہ کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ضروری نہیں بلکہ اگر قرائن سے امید رجعت کی ہو تو زینت بھی کرنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے اور ان ہی آثار کے متعلق غلطی یہ ہو کہ بعضے لوگ طلاق کے بعد عدت میں نفقہ نہیں دیتے حالانکہ واجب ہے اسکی کچھ تفصیل آگے بھی آتی ہے۔

بقیہ احکام بعد الطلاق

منجملہ احکام بعد الطلاق کے ایک عدت ہے لوگ اُس میں طرح طرح کی غلطیاں کرتے ہیں چنانچہ ایک غلطی یہ ہے کہ اکثر عوام عدت مطلقاً تین مہینے سے اور بعض چار مہینے دس دن سے سمجھتے ہیں حالانکہ عدت کی کئی قسمیں ہیں حاملہ کی عدت وضع حمل ہے خواہ مطلقہ ہو یا اُس کا شوہر وفات پا گیا ہو اور غیر حاملہ میں تفصیل ہے کہ اگر اُس کا شوہر وفات پا گیا ہے تو اُسکی عدت چار مہینے دس دن ہیں اور اگر وہ مطلقہ ہے تو اگر اُس کو حیض آتا ہے تو اُسکی عدت تین حیض ہے اور اگر کم سنی کے سبب ہنوز حیض نہیں آیا یا بڑھاپے کے سبب حیض موقوف ہو گیا تو ان دونوں کی عدت تین مہینے ہے پس علی الاطلاق سب صورتوں میں ایک ہی قسم کی عدت کا حکم کرنا یہ غلط ہے۔ ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ بیوہ سے نکاح کرنے میں انقضائے عدت کا بھی انتظار نہیں کرتے اور عدت کے اندر نکاح کر لیتے ہیں۔ بعضے اپنے نزدیک بڑی احتیاط کرتے ہیں کہ نکاح کو تو جائز سمجھتے ہیں مگر اُس سے قربت نہیں کرتے سو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عدت کے اندر بالکل نکاح جائز نہیں ہوتا بعضے لوگ اسکے مقابلہ میں دوسرا غلو کرتے ہیں کہ اگر کسی غیر منکوحہ غیرہ معتدہ کو زنا سے حمل رہ جاوے تو اُسکے لئے بھی وضع حمل کو عدت تجویز کرتے ہیں سو یہ بھی غلط ہے اسپر عدت نہیں اس سے نکاح فوراً جائز ہے البتہ صحبت اور اسکے مقدمات بوس و کنار وغیرہ جائز نہیں جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جاوے۔ ایک غلطی عام یہ ہو کہ جن صورتوں میں مہینوں سے عدت ہے خواہ تین مہینے یا چار مہینے دس دن اُسمیں اگر ایک یا دو مہینے اونتیس کے ہوں تو اُس کمی کے عوض کچھ دن

عدت میں بڑہاتی نہیں مثلاً ایک عورت کے شوہر کی وفات دسویں شوال کو ہوئی تو بیسویں صفر کو علی الاطلاق
اُسکی عدت کو ختم سمجھتے ہیں اگرچہ ذی قعدہ و ذی الحجہ و محرم و صفر میں سے دو یا تین مہینوں کا چاند اُنتیس
کا ہوا ہو حالانکہ ہمارے ائمہ میں سے یہ کسی کا مذہب نہیں صاحبین کے نزدیک درمیان کے مہینے چاند سے
لینگے اور اول کا مہینہ اگر اونتیس کا ہوا ہو اُسکی تکمیل اخیر میں دنوں سے کریں گے تو اس صورت میں بھی
بیسویں صفر کو اسکی عدت ختم نہ ہوگی اور امام صاحب کے نزدیک سب مہینے دنوں سے شمار کریں گے یعنی
اس صورت میں ایک سو تیس دن گزرنے سے عدت ختم ہوگی پس اگر درمیان میں تین مہینے اُنتیس کے ہوئے
تو بیسویں صفر کے بعد تین دن بڑہائے جاویں گے اور تیئسویں (۲۳) صفر کو عدت کے ختم ہونے کا حکم کریں گے خوب
یاد رکھنا چاہیئے۔ بعضے لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو طلاق ہوگئی یا اُسکے شوہر کی وفات ہوگئی
اور اسکو ایک مہینے بعد خبر ہوئی تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ابتدا ءعدت کی خبر پہنچنے کے وقت سے ہوگی حالانکہ
ایسا نہیں بلکہ طلاق یا وفات ہی کے وقت سے عدت کا شمار ہوگا۔ ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ سمجھتے ہیں
کہ نابالغہ کا شوہر اگر مرجاوے تو اُسپر عدت نہیں سو یہ بھی غلط ہے اُن لوگوں کو خلط ہوگیا ہے یہ حکم طلاق
میں ہے کہ اگر منکوحہ سے ہم بستری یا خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو اور طلاق ہوجاوے تو اُسمیں عدت لازم نہیں تو طلاق
کو موت پر قیاس کر کے جو حکم طلاق قبل الدخول کا تھا وہ موت قبل الدخول کا سمجھ لیا سو یہ قیاس غلط ہے
اور دونوں کا حکم جدا جدا ہے اور راز اسمیں یہ ہے کہ عدت طلاق میں اصالۃ لتعرف براءۃ رحم کے لئے ہے
اور طلاق قبل الدخول میں احتمال شغل رحم کا نہیں ہے اسلئے وہاں عدت نہیں اور عدت موت میں اصالۃً
قضائے حق نکاح کے لئے ہے اور اسی وجہ سے عدت اشہر سے ہے اسلئے یہاں عدت ہے۔ ایک غلطی نفقہ
کے متعلق ہے کہ اکثر لوگ طلاق بائن کے بعد مہر کو تو واجب الادا سمجھتے ہیں مگر بدت عدت کے اندر نفقہ
کو واجب نہیں سمجھتے حالانکہ عدت کے اندر نفقہ بھی واجب ہے البتہ عدت وفات کا نفقہ کسی کے ذمہ واجب
نہیں ہے اور اسی طرح خلع میں عورت اگر نفقہ عدت کو تصریحاً ساقط کردے تو اُس وقت بھی ساقط ہوجاتا ہے
(کذا فی الدر المختار) ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر عدت کے اندر گھر سے نکل آوے تو اُسپر پھر
از سر نو عدت واجب ہوگی اور پہلے عدت ٹوٹ گئی سو یہ بالکل غلط ہے۔ یہ تو ضرور ہے کہ بلا عذر گھر سے
نکلنا معتدہ کو جائز نہیں اسی واسطے معتدۃ الطلاق کو کسی وقت نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ
اُس کا نفقہ زوج پر واجب ہے اور خلع میں اگر زوج سے ساقط ہوا ہے تو عورت کے ساقط کرنیسے ہوا ہے

(باقی آئندہ)

ویدل[ع] علیه قوله تعالیٰ انا انشأناهن انشاء وعلی التفسیر الاول اضمر لهن لان ذکر الفرش
وهی المضاجع دل علیهن انشأناهن انشاء ای ابتدء ناخلقهن ابتداءً جدیداً من غیر
ولادة فاما ان یراد اللاتی ابتدئ انشاؤهن او اللاتی اعید انشاؤهن اھ وهکذا فی
غایة البیان وقال ابن القیم فی کتابه حادی الارواح الی بلاد الافراح (ج ا ص ۳۵۵)
وقال تعالیٰ انا انشأناهن انشاء الخ اعاد الضمیر الی النساء ولم یجر لهن ذکر لان الفرش
دلت علیهن اذ هی محلهن وقیل الفرش فی قوله تعالیٰ وفرش مرفوعة کنایة عن النساء کما
یکنی عن هن بالقواریر والازر وغیرها ولکن قوله مرفوعة یأبی هذا الا ان یقال المراد
رفعة القدر وقد تقدم تفسیر النبی صلی الله علیه وسلم للفرش وارتفاعها فالصواب
انها الفرش نفسها ودلت علی النساء لانها محلهن غالبا اھ وفی الکبیر الضمیر فی انشأناهن
عائد الی من فیه ثلثة اوجه ثالثها انه عائد الی معلوم دل علیه فرش لانه قد علم
فی الدنیا وفی مواضع من ذکر الآخرة ان فی الفرش حظایا تقدیره فی فرش مرفوعة حظایا
منشآت الخ باقی ارجاع ضمیر الی الحور العین پس یہ خود سیوطی کی تفسیر درمنثور کے خلاف ہے فانه اخرج
هذه الروایة المضعفة عن الفریابی وعبد بن حمید وهناد والترمذی وابن جریر وابن المنذر
وابن ابی حاتم وابن مردویه والبیهقی عن انس وذکر له شواهد من حدیث سلمة بن یزید
الجعفی وعن الحسن وعن عائشة رضی الله عنها من شاء فلیطالع۔ اور امام رازی نے اسکو بعید بھی کہا ہے
فی الکبیر احدها الی حور عین وهو بعید لبعدهن ووقوعهن فی قصة اخری اھ اور اگر بغور
ملاحظہ کیا جاوے تو حوران جنت کا مراد ہونا یہ زیادہ ظاہر ہے نظراً الی الفاظ القرآن قال الامام
الرازی قوله تعالیٰ انا انشأناهن یحتمل ان یکون المراد الحور فیکون المراد الانشاء الذی
هو الابتداء ویحتمل ان یکون المراد بنات آدم فیکون انشاء بمعنی احیاء الاعادة وقوله
تعالیٰ ابکاراً یدل علی الثانی لان الانشاء لوکان بمعنی الابتداء یعلم من ذلک کونهن ابکاراً
من غیر حاجة الی بیان ولما کان المراد احیاء بنات آدم قال ابکاراً ای نجعلهن ابکاراً
وان متن ثیبات اھ اور روایتوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو روایت ترمذی کے سوا اس کثرت سے

ع وجه الدلالة فیه ان الضمیر یعود علی المذکور بخلافه علی الاول فانه یعود علی ما فهم من السیاق الخ ۱۲ خفاجی ج ۸ ص ۱۴۴۔

روایات میں کہ آدمیات کا مراد ہونا ہی تقریباً اُن سے متعین ہے فی حاوی الارواح الی بلاد الافراح
ج ۱ ص ۳۵۶ مصری قال قتادة وسعید بن جبیر خلقناهن خلقاً جدیداً وقال ابن عباس
یرید نشأ الآدمیات وقال الکلبی والمقاتل یعنی نساء اهل الدنیا العجز الشمط یقول تعالیٰ
خلقناهن بعد الکبر والهرم بعد الخلق الاول فی الدنیا ویؤید هذا التفسیر حدیث انس
المرفوع هن عجائز کن العمش الرمص رواه الثوری عن موسیٰ بن عبیدة عن یزید الرقاشی عنه
ویؤیده ما رواه یحیی الحمانی حدثنا ابن ادریس عن لیث عن مجاهد عن عائشة رض ان رسول الله
صلے الله علیه وسلم دخل علیها وعندها عجوز فقال من هذه فقالت احدی خالاتی قال اما
انه لا یدخل الجنة العجوز فدخل علی العجوز من ذلک ما شاء الله فقال النبی صلے الله علیه وسلم انا
انشأناهن انشاءً خلقاً آخر یحشرهن یوم القیمة حفاةً عراةً غرلاً واول من یکسی ابراهیم
خلیل الله ثم قرء النبی صلے الله علیه وسلم انا انشأناهن انشاءً قال آدم بن ابی ایاس حدثنا
شیبان عن الزهری عن جابر الجعفی عن یزید بن مرة عن سلمة بن یزید قال سمعت رسول الله
صلے الله علیه وسلم یقول فی قوله انا انشأناهن انشاءً قال یعنی الثیب والابکار اللاتی کن
فی الدنیا قال آدم وحدثنا المبارک بن فضالة عن الحسن قال قال رسول الله صلے الله علیه
وسلم لا یدخل الجنة العجز فبکت عجوز فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اخبروها انها
یومئذ شابة ان الله عزوجل یقول انا انشأناهن انشاءً (اقول رشدنی الروایة رواها
الترمذی فی الشمائل ص۱۸ نحوها) وقال ابن ابی شیبة حدثنا احمد بن طارق حدثنا مسعدة
بن الربیع حدثنا سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن سعید بن المسیب عن عائشة رض ان النبی
صلے الله علیه وسلم اتته عجوز من الانصار فقالت یا رسول الله ادع الله ان یدخلنی الجنة فقال
نبی الله صلی الله علیه وسلم ان الجنة لا یدخلها عجوز فذهب نبی الله صلے الله علیه وسلم
فصلے ثم رجع الی عائشة رض فقالت عائشة لقد لقیت من کلمتک مشقة وشدة فقال رسول الله
صلے الله علیه وسلم ان ذلک کذلک ان الله اذا ادخلهن الجنة حولهن ابکاراً اه اقول وروی
صاحب المشکوة فی باب المزاح حدیثاً فی هذا المعنی عن انس وقال رواه رزین وفی شرح
السنة بلفظ المصابیح - اور اگر آیت کا مختص بالعجائز ہونا ان احادیث سے راجح بوجہ تعدد طرق و

اعضاؤ بعضہا بعضاً صالح للاحتجاج ہیں۔ تسلیم نہ کیا جاوے تو کم سے کم عام تو ماننا چاہیے۔ نہ یہ کہ صرف حور عین کی طرف ضمیر راجع کیجائے اور صرف وہ ہی مراد ہوں فی حادی الارواح ص۳۵۸ والحدیث لا یدل علی اختصاص العجائز المذکورات بہذا الوصف بل یدل علی مشارکتھن للحور العین فی ہذہ الصفات المذکورۃ فلا یتوھم انفراد الحور العین عنھن بما ذکر من الصفات بل ھی احق بہ منھن فالانشاء واقع علی الصنفین واللہ اعلم اھ اور احقر کا یہ خیال ہے کہ حور عربی میں جمع حوراء کی ہے اور حوراء کہتے ہیں خوبصورت عورت گوری چٹی سخت سیاہ اور سفید آنکھیں والی کو عام اس سے کہ من غیر ولادۃ ہو یا بعد ولادۃ۔ فی حادی الارواح ص۳۴۴ والحور جمع حوراء وھی المرأۃ الشابۃ الحسناء الجمیلۃ البیضاء شدیدۃ سواد العین۔ وفیہ ص۳۴۵ وقال ابو عمر الحوران تسود العین کلہا مثل اعین الظباء والبقر ولیس فی بنی آدم حور وانما قیل للنساء حور العین لانھن شبھن بالظباء والبقر اھ پس کیا وجہ ہے کہ بر تقدیر ارجاع ضمیر الی الحور العین عام جنتی عورتیں مراد نہوں لیتطابق الحدیث والقرآن۔ وفی شرح الشمائل لعلی القاری ص۳۳ ج۲ وجعل بعض المفسرین ضمیر انشأناھن للحور العین علی ما یفھم من السباق ایضاً فالمعنی خلقناھن کاملات من غیر توسط ولادۃ وھو الذی ذکرہ البیضاوی وتبعہ الحنفی وابن الحجر فی شرح ہذا الحدیث لکن علی ہذا وجہ المطابقۃ بین الحدیث والایۃ غیر ظاہر فالاظہر ان یجعل الضمیر الی نساء الجنۃ باجمعھن اھ وفی الصاوی ج۴ ص۱۲۷ حاشیۃ الجلالین ای الحور العین من غیر ولادۃ اشار بذلک الی ان الضمیر فی انشأناھن عائد الی الحور العین المفھومات مما سبق وھذا احد القولین وقیل ھو عائد الی نساء الدنیا ومعنی انشأناھن اعدنا انشاءھن ویؤیدہ ما ورد عن ام سلمۃ الخ ویصح عود الضمیر الی ما ھو اعم من الحور العین ونساء الدنیا وھو الانسب بالادلۃ اھ

جواب خط بالا از صاحب فتویٰ

شبہات مذکورہ میں سند کے متعلق تو بوجہ تحقیق نہ کر سکنے کے میں نے کچھ نہیں لکھا اگر تفسیر کے متعلق میں نے وہ ہی جواب دیا ہے جو آپ نے لکھا ہے صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے جو مضمون مطبوع آپ کی نظر

سے گزرا ہے اُسکے بقیہ میں آپ اسکو بھی ملاحظہ فرماویں گے مگر چونکہ آپکا کلام مفصل ہونے کے سبب زیادہ مفید ہے اسلیئے بندہ نے اسکو بھی بعینہ وبتمامہ ترجیح الراجح حصہ سابعہ کا جزو بنا دیا ہے فقط۔

فصل چہارم در تصحیح بعض حکایات مندرجہ بعض مواعظ منقولہ الامداد

ذیل کا خط آیا

میں آج الامداد متعلقہ محرم ۱۳۳۶ھ سے متمتع تھا صفحہ ۱۹ پر حضرت قطب عالم قدس سرہ العزیز کا قصہ متعلق بیعت کی نظر سے گزرا مجھے اسکے متعلق ابتک یہ تحقیق تھا کہ حضرت قطب عالم قدس سرہ العزیز کی ولادت حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہ العزیز کے وصال سے تیس ۳۰ سال کے بعد ہوئی سنا بھی تھا اور عرصہ ہوا انوار العیون مصنفہ حضرت قطب عالم قدس سرہ میں دیکھا تھا جناب کی تحقیق احق الی الحق ہے اگر جناب کو یہ امر کہ حضرات ممدوحین نے ایک زمانہ پایا ہے محقق ہے تو مجھے بھی مطلع فرمایا جاوے

یہ جواب گیا

جو قصہ اس پرچہ میں نقل کیا گیا ہے واقع میں تحقیق سے صحیح ثابت نہیں ہوا میں نے مدت ہوئی یاد نہیں کسی کی زبان سے سنا تھا غالباً راوی کی غلطی ہے یا میرے ذہن کو خلط ہوا ہی میں نے اس سے رجوع کرکے اپنی اغلاط کی فہرست میں لکھدیا ہے جو وقتاً فوقتاً بصورت ایک رسالہ مسمّٰی بہ ترجیح الراجح کے حصص کے شائع ہوتا رہتا ہے جزاکم اللہ تعالیٰ علی اصلاحکم۔

فصل پنجم در تحقیق بسملہ یا ترک آں در ابتداء سورۂ توبہ

یہ خط آیا

سیدی ومولائی دام ظلکم العالی السلام علیکم عرض یہ ہے کہ جناب نے ترک بسملہ کو اگر ابتداء تلاوۃ براۃ سے ہو اغلاط العوام میں داخل کیا ہے اور مکرہ میں ہے واجمع القراء علی ترک البسملۃ فی اول براۃ سواء ابتدأ بہا اووصلہا بالانفال ایسا ہی شاطبیہ میں ہے لہذا جناب کے قول اور مکرہ میں جو صورت تطبیق ہو تحریر فرمائیں۔

(باقی آئندہ)

جسقدر نکاح جدید کے الزام کے دفعیہ کے بارہ میں الامداد کے دو پرچوں میں صرف کیا گیا ہے۔ الی آن قال مولوی عبد العلیم صاحب میرٹھی مشتہر مضمون سے اتنی گذارش ہے کہ وہ مولانا کی سخت کلامی سے کبیدہ نہوں۔ کیونکہ مولانا کی یہ خلقی عادت ہے۔ جیساکہ الامداد کے پرچوں میں یہ نظر آئیگا۔ گو مولانا نے نکاح ثانی کے بعد سے اس عادت کو بہت کم کرنے کی کوشش فرمائی ہے جیساکہ مضمون دربارہ نکاح ثانی مشتہرہ النظامیہ ماہ گذشتہ سے ظاہر ہوتا ہے مگر پھر بھی خلقی عادت کہیں بدلتی ہے لا تبدیل لخلق اللہ انتہی بقدر الضرورۃ۔ ناظرین غور کریں کہ اسمیں کسقدر دریدہ دہنی اور گستاخی سے کام لیا گیا ہے اور حضرت مولانا مدظلہ العالی کی ذات پر جنکو وہ خود بھی بادل ناخواستہ فخر اللاحقین بالمہرۃ السابقین تسلیم کر رہے ہیں کیسے نازیبا حملے کیے ہیں پس جبکہ خود اُن کا طرز عمل یہ ہو کہ وہ ایک مقتدائے مسلمانان کے مقابلہ میں اس قدر گستاخی اور دریدہ دہنی سے کام لیتے اور ذاتیات ہی پر حملہ کرتے ہیں تو اُن کو کیا حق ہے کہ وہ ان لوگوں پر اعتراض کریں جو اُن کے بے حقیقت ذات کے مقابلہ میں جواباً دریدہ دہنی اور ذاتیات پر حملوں سے کام لیں اب بتلائیے کہ کیا اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معترض صاحب کے اعتراضات محض نفسانیت پر مبنی ہیں اور وہ اولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ کا مصداق ہیں۔

(۳) معترض صاحب نے اپنے مخالفین کے ذاتیات پر حملہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ مراہق لفظ صحیح ہے یا مراحق طہر متخلل صحیح ہے یا طہر متخلل لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُن کو دوسروں پر اس قسم کے اعتراضات کا کیا حق ہے جبکہ خود اُن کو باوجود دعوی اجتہاد کی اتنی بھی تمیز نہیں ہے کہ سوئی کا ناکہ ثقب الابرہ کا ترجمہ ہے یا طرف الآخر للابرہ کا جیساکہ آپ کو معلوم ہوگا اور جنکو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ عقیدہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ عنوان کہ وہ امت میں سب سے افضل ہیں ٹکسالی ہے یعنی خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے بھی ثابت ہو چکا ہے اور صحابہ نے بھی انکے عقیدہ کو ان ہی الفاظ میں ظاہر کیا ہے اور جو اتنک یہ بھی نہیں جانتے کہ شاگرد استاد سے بڑھ سکتا ہے جسکو ادنیٰ طالب علم بھی جانتے ہیں الی غیر ذلک جیساکہ ابھی یا تحقیقات آیندہ میں معلوم ہوگا۔

(۴) معترض صاحب نے اپنے مخالفین کی بد استعدادی کی ایک دلیل یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ

ملاجیون کی بات کو عالمگیر کی بات سے کم حیثیت سمجھتے ہیں حالانکہ ملاجیون عالمگیر کے بلکہ شاہجہاں کے بھی اُستاد ہیں سو ہم اس کا فیصلہ نہیں کرنا چاہتے کہ واقع میں ملاجیون کی بات عالمگیر کی بات سے کم حیثیت ہے یا نہیں۔ ہمکو صرف معترض صاحب کی لیاقت کا حال دکھلانا مقصود ہے کہ وہ باوجود دعوٰی اجتہاد کے عامیانہ استدلال سے کام لیتے ہیں اور ملاجیون کی بات کے عالمگیر کی بات سے زیادہ باوقعت ہونے پر یوں استدلال کرتے ہیں کہ ملاجیون عالمگیر کے بھی اُستاد تھے اور شاہجہان کے بھی حالانکہ یہ امر ہر عاقل جانتا ہے کہ کسی کی بات کے باوقعت ہونے یا نہ ہونے میں علم اور دین کو دخل ہے نہ کہ اُستادی شاگردی کو اور یہ ممکن بلکہ واقع ہے کہ کبھی شاگرد اُستاد سے علم میں بھی بڑھ جاتا ہے اور دین میں بھی اور اس صورت میں اُستاد کی بات شاگرد کی بات سے کم حیثیت ہوتی ہے پس یہ استدلال بالکل لچر اور محض عامیانہ ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو طالبعلمانہ لیاقت بھی نہیں ہے چہ جائے کہ قابلیت اجتہاد۔

(۵) معترض صاحب نے لکھا ہے اس قسم کے جواب اگر ہونگے تو اسکے جواب الجواب کے واسطے علامۂ عصر احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ کافی ہیں ہم صاف کہے دیتے ہیں کہ ہم اپنے اکابر کے طرز پر اس قسم کی باتوں کا جواب خاموشی سے دینگے آھ اس بیان میں انھوں نے نہایت ہٹ دھرمی اور حق پوشی سے کام لیا ہے اولا اس لئے کہ وہ باوجودیکہ سب وشتم وغیرہ کو بہت برا جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ احمد رضا خاں صاحب سب وشتم اور دریدہ دہنی میں ضرب المثل ہیں اور ان اوصاف میں اہل علم میں کوئی دوسرا اُن کے مقابلہ کا نہیں ہے مگر باوجود ان باتوں کے محض اس لئے کہ خانصاحب موصوف حضرت مولانا کے مخالف ہیں (گو وہ اہالیان فرنگی محل کے ساتھ بھی متفق نہیں ہیں جیسا کہ اُن کے رسالہ انابت المتواری فی مصالحۃ عبد الباری اور دیگر تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے) وہ ان کو علامۂ عصر اور قبلہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں اس سے زیادہ اُن کی ہٹ دھرمی اور نفسانیت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے اور ثانیاً اسلئے کہ وہ حضرت مولانا پر اعتراض کرتے ہیں کہ انھوں نے قبلہ وکعبہ بزرگوں کو لکھا ہے لیکن وہ خود خاں صاحب بریلوی کو قبلہ لکھتے ہیں۔ کیا یہ کھلی ہٹ دھرمی اور اُن کی عناد قلبی کی واضح دلیل نہیں ہے اور ثالثاً اس لئے کہ انھوں نے اپنے مخالفین کی ایسی تحریروں کا جواب جو کہ اُن کے زعم میں سب وشتم اور ذاتیات پر حملوں اور بے تکی باتوں پر مشتمل ہوں سکوت سے دینا جائز قرار دیا ہے مگر

۱۰۲

جبکہ مولانا مدظلہم العالی نے ان کی لغو اعتراضات اور گستاخانہ تحریروں کا جواب خود اُن کے اصول پر سکوت سے دیا ہے تو اسکو عجز عن الجواب ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکا دیا گیا یہ اُن کے عناد قلبی کی کافی دلیل نہیں ہے۔

اور رابعاً اس لئے کہ انھوں نے سب و شتم اور ذاتیات پر حملوں کا جواب سکوت سے دینے کو اپنے بزرگوں کا طرز بتلایا ہے لیکن یہ سراسر غلط ہے اُن کے بزرگ ایسی باتوں کا جواب سکوت سے تو کیا دیتے وہ تو یہ بھی نہیں کرتے کہ اپنے جوابات میں ایسے باتوں سے پرہیز کریں نمونہ کے لئے میں خاتم علماء فرنگی محل کے بعض عبارات پیش کرتا ہوں۔

تذکرۃ الراشد صفحہ ۲۵۳ میں مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں نوصم ذلک عنہم فقولہم فی ذلک مطرود و لا یومن بہ الا من حرم عن الولود الودود و لم یرزق ابکار الاسرار و نواھد النھود اسمیں نواب صدیق حسن خاں صاحب کے ذاتیات پر کھلا ہوا حملہ کیا گیا ہے۔ گو حاشیہ میں کسی نے شبہ طعن کو دفع کرنے کی کوشش کی ہے اور ودود و ولود سے مراد عقل صائب تبلائی ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ بیان کہاں تک صحیح ہے نیز جب نواب صدیق حسن خاں صاحب نے مولوی عبدالحلیم صاحب پر ان الفاظ سے اعتراض کیا لم یشعر بہ بعض من یدعی الفضل الذی ھو من الفضول لا من الفضیلۃ و نسب الی جناب المعلی انکار تلک المعجزۃ وحاشا بابہ العلی ان یرمی بھذہ المساءۃ فی الفہم والعقل بل اتی الآتی بہ من قبل نفسہ الامارۃ بالسوء اھ تو اسکے جواب میں مولوی عبدالحی صاحب نے سکوت نہیں کیا جیسا کہ معترض نے اپنے بزرگوں کی نسبت دعوے کیا ہے بلکہ اس کا جواب تیز الفاظ میں دیتے ہوئے فرمایا وقد اشار بھذہ العبارۃ الرکیکۃ والجملۃ الخبیثۃ الی ما اوردہ الوالد العلام ادخلہ اللہ دار السلام علی عبارۃ التفہیمات یعنی اما شق القمر فعند تالیس من المعجزات الخ فی رسالۃ نظم الدرر فی سلک شق القمر وقد اساء الادب علی حسب عادتہ من ذکرہ کبراء اھل السنۃ بالفاظ لا یختارھا الا اھل الجنۃ (ای الجنون) ولم یفہم مراد المورد المحقق ولم یعلم مقصد الراد المدقق الی ان قال فعلیہ ان یطالعہا لتمیز عندہ الحصی من الدرر و یعرف الفرق بین صوت الاسود و صوت الھر اھ علی ہذا مولوی صاحب موصوف نے جمع الغرر فی رد نثر الدرر میں مولوی احمد علی صاحب رامپوری کو

۱۰۳

(جنھوں نے اُن کے والد مولوی عبدالحلیم صاحب کے رسالہ نظم الدرر کے اس مقام کا نہایت تہذیب اور متانت کے ساتھ جواب دینے کی کوشش کی ہے جسمیں انھوں نے شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ پر ایک حدتک نامناسب عنوان سے رد کیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہے ومن ههنا انخسف قمر ما فی التفہیمات الالٰہیة لبعض اعیان الدہلی الخ) محض بلادلیل طالب جاہ وحاسد کہا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں لما انطبعت تلك الرسالة المسماة بنظم الدرر فی سلك شق القمر وصارت مقبولة فی عین الجن والبشر تحرك عرق بعض المعاصرین الحاسدین وقصد الرد علیها اظهاراً لكماله عند الجاهلین فالف رسالة سماها بنثر الدرر باه علی ہذا مولوی صاحب موصوف نے مولوی عبداللہ ٹونکی کے متعلق جنھوں نے ان کے والد کے ساتھ اتفاق نہیں کیا تھا نہایت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں چنانچہ وہ اسے جمع الغرر میں لکھتے ہیں۔ من یقف علی ما سنشرحه یعلم ان سیف مولف السیف (اسم لكتاب المولوی عبداللہ الٹونکی) ینقلب الیه وبال تقلیدہ بالنار راجع علیه وانه صار مقتولا بسیف جامع الغرر وهلاكه كان بسبب انغره بنثر الدرر

۱۰۴

(۵) اور یہی نہیں کہ انھوں نے صرف ان ہی کے مقابلہ میں جوابا سختی سے کام لیا ہو جو اُن کے مناظر تھے بلکہ انھوں نے ابتداءً اور اساطین اسلام کے مقابلہ میں نہایت دریدہ دہنی سے کام لیا ہے جو اُن کیلئے ہرگز زیبا نہ تھے چنانچہ انھوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے متعلق لکھا ہے۔ ولذلك صار بتحقیقه مثلا للاولین ومثلا للآخرین ولعبة الناظرین وضحكة الماهرین الخ یہ ہیں ان کے بزرگوں کے کارنامہ اور یہ ہے ان کا طرز عمل اب ہمکو بتلایا جاوے کہ معترض صاحب کا یہ کہنا کہانتک صحیح ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے طرز پر سکوت سے کام لیں گے غضب ہے کہ فرنگی محل کے چھوٹے بڑے تو جاہے کچھ کریں۔ خواہ کسی پر حاسد و طالب جاہ ہونے کا بلاوجہ الزام لگائیں خواہ کسی کو انکار سے محروم اور عدم تزوج بودود ولود کا طعنہ دیں خواہ کسی کو اس کے باپ کے حبس دوام وعبور دریائے شور کا طعنہ دیں خواہ کسی کو مجنون یا لعبة الناظرین وضحكة الماهرین کہیں غرض کہ جو کچھ بھی اُن کے جی میں آئے کریں اُن کے لیئے سب جایز ہے۔ اور اُن کو حق سبحانہ کی طرف سے گویا کہ معافی کا پروانہ مل گیا ہے لیکن اگر اُن کے مقابلہ میں کوئی ابتداءً تو کیا جوابا بھی کوئی ناگوار لفظ منہ سے نکالے تو اسکو ساب وشاتم اور بزرگوں پر حملہ کرنے والا جاہل وغیرہ کہکر ناقابل خطاب قرار دیدیں اور اپنے بزرگوں کے اتباع کا غلط عذر پیش کرکے

(باقی آئندہ)

ضروری اطلاع

ہمنے کلام مجید مع ترجمہ وتفسیر حضرت مولانا مدظلہم العالی کا اشتہار دیا تھا۔ اور اپنے یہاں پیشگی قیمت کی فہرست کھولی تھی جسکی بنا پر بہت سی قیمتیں پیشگی وصول ہوگئیں تہیں۔ مگر چونکہ مشیت حق سبحانہ مشیت عبد پر غالب ہے۔ اس لئے جو کچھ ہم چاہتے تھے۔ کہ وقت موعود پر **قرآن شریف** خریداروں کی خدمت میں پہنچادیں۔ وہ نہ ہوسکا۔ اور جو حق سبحانہ چاہتے تھے یعنی تاخیر از وقت معہود وہ ہوا۔ اور گو یہ تاخیر اس لئے غیر اختیاری تھی۔ کہ کاغذ کی گرانی ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی تھی۔ اور اس کا مقتضے یہ تھا۔ کہ ہمارے خریدار ہمارے ساتھ پہلے سے زائد ہمدردی کرتے۔ اور خریداروں کی تعداد میں اضافہ کی کوشش کرکے گرانی کی سخت رکاوٹ کو دور کرتے اور اس طرح اعانت کار خیر کا ثواب حاصل کرتے۔ مگر بجائے ہمدردی کے بعض خریدار اس غیر اختیاری تاخیر کو مطبع کی بددیانتی پر محمول کرکے دو قسم کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایک بدگمانی دوسرے ناحق دل آزاری مسلم کیونکہ وہ اپنی تحریرات میں درشتی اور سب وشتم سے کام لیتے ہیں جس سے قلب کو سخت تکلیف ہوتی ہے پس بنظر خیر خواہی جملہ خریداران کو اطلاع دیجاتی ہے کہ مطبع کا مقصود ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ کسی کی رقم مارلے۔ اور لوگوں کو ضرر پہونچائے بلکہ اس کا مقصود سراسر مسلمانوں کو حتی الامکان دینی ودنیوی نفع پہنچانا ہے۔ اور تاخیر جسقدر بھی ہوئی ہے یا خدانخواستہ آئندہ ہو۔ تو اس کا منشا مطبع کی بدنیتی نہیں بلکہ اس کا بڑا سبب ایک غیر اختیاری امر ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ جسوقت طبع کلام مجید کا کام شروع کیا گیا ہے۔ اُسوقت کل مصارف طبع کا تخمینہ چھ ہزار تھا۔ اور اب کاغذ کی گرانی کے سبب صرف کاغذ کے تخمینہ میں سولہ ہزار کا اضافہ ہوگیا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ تاخیر ہے اب جو حضرات ہم پر اعتماد کریں۔ اور ہمارے بیان کو صحیح سمجھیں جسکے غلط سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ وہ اپنی رقم مطبع میں جمع رکھیں۔ اور دوسرے خریدار مہیا کرکے گرانی کاغذ کے نقصان کی تلافی فرماویں۔ تاکہ وہ کلام مجید جسکے لئے مسلمان چشم براہ ہیں۔ اور نہایت بے صبری کے ساتھ اسکے طبع کا انتظار کررہے ہیں بہت جلد سے جلد طبع ہوکر اپنے خریداروں کے دلوں اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔ اور اس طرح ان کوشش کرنے والے حضرات کو علاوہ حصول مقصود کے اجر آخرت کا ایک بہت بڑا حصہ ملے۔ اور جن حضرات کا ہم پر اطمینان نہیں ہے۔ وہ حضرات اپنی رقم واپس لے لیں۔ درخواست واپسی پر ان کی رقم ان کے پاس پہنچ جائیگی۔ لیکن اگر ان کے درخواست کی فوراً تعمیل نہو سکے تو گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ ان کو صبر کے ساتھ تھوڑا سا انتظار کرنا چاہئے۔ کیونکہ بعض مجبوریوں کے سبب قدرے تاخیر ہوجانا۔ ایک ایسا امر ہے جس سے بچنا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ نیز جو حضرات واپسی رقم کی درخواست کریں انکو مناسب ہے کہ درخواست مہذب ہو۔ کیونکہ سب وشتم کا نتیجہ بجز ناحق آزاری کے اور کچھ نہیں۔ آخری صفائی کے ساتھ یہ بھی ظاہر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف کے طبع کا کام جاری ہے۔ متن کلام اللہ پورا کتابت میں آچکا ہے۔ کتابت تفسیر سولہ پارہ تک ہوچکی ہے اور آگے ہورہی ہے۔ نو پارہ طبع ہوکر مکمل ہوچکے ہیں۔ اور تکمیل کے لئے امکانی کوشش کیجارہی ہے۔ یہ ہے موجودہ حالت۔ اسکو دیکھکر خریدار واپسی وعدم واپسی رقم کے متعلق اپنے لئے بہتر رائے قائم کرسکتے ہیں۔ اور بہتر ہو کہ وہ بجائے اسکے واپسی رقوم کی درخواست کرکے طبع کلام مجید میں ایک اور روڑا اٹکائیں مزید خریدار مہیا کرکے اسکے جلدی طبع ہونے میں اعانت فرماویں۔ اسوقت جو صاحب پیشگی **قیمت** ادا کریں گے ان سے عہ۱۲ قیمت لیجائیگی یہ رقم گو قیمت سابق سے زیادہ ہے مگر موجودہ گرانی کے لحاظ سے پھر بھی کم ہے۔

(المشتہر رفیق احمد مالک مطبع ومدیر رسالہ تھانہ بھون)

اُصول و مقاصدِ رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہلِ حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے
اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ سے رکی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں
رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔ امسال سے کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے
یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء العم
رجب ۱۳۳۶ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی
صاحب وسط سال میں بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب اللطائف) مقیم خانقاہ تھانہ بھون
معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے
نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم
رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

ف دلیل اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ا ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وقال ابن مسعود كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علينا رواه الشيخان

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث کہ دال است بر مشروعیت

قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت و مکتوبات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ است بلکہ جل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ منسوب است بہ تبرک بنام نامیش نیز در سابعہا الاثبات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

جلد (۵)	بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ ہجری	عدد (۵)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع قصبہ تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

محمد شاکر تیم تھانوی

ایک صحیفہ کا مدہ سنقش امداد نام	یافت زر امداد المطلع بع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۷ھ

جو

به برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہی

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں
تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا ۔ (مدیر رسالہ)

حضرت میری خیال کی تائید کردیں یا اصلاح کردیں:-

تحقیق۔ جا بجا لکھدیا ہے۔

حال اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کم ہے۔

تحقیق۔ کم نہیں ہے بہت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اور زیادہ ہے سو یہ ترتیب عین مقتضا ہی حقیقت کا۔

حال میں مواعظ اور تربیۃ السالک روزمرہ دیکھتا ہوں اور خود بخود بہت بڑھ گیا مگر شمار یاد نہیں رہتا ڈیڑھ دو بجے شب کو اٹھتا ہوں نماز تہجد کے بعد ذکر میں مشغول ہو جاتا ہوں بعد نماز فجر و تلاوت قرآن مجید کے پھر فوراً ذکر شروع کردیتا ہوں گیارہ بارہ بجے دن تک کرتا ہوں شمار یاد نہ رہنے سے کچھ حرج تو نہیں ہے جو مقصود ہے رضائے حق وہ تو بہر حال حاصل ہوگی خواہ شمار سے ہو یا بلا شمار البتہ دل میں کچھ فرق معلوم ہوتا ہے جتنی دیر بلا شمار پڑھتا ہوں اگر بشمار پڑھتا تو اسمیں کچھ اور ہی بات ہوتی چنانچہ زمانہ گذشتہ میں پڑھا کرتا تھا تو اس وقت اور ہی اثر معلوم ہوتا تھا یہ کیوں بات تو ایک ہی ہے چاہے شمار سے پڑھی اور چاہے بلا شمار

تحقیق۔ شمار یاد نہ رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور شمار میں زیادہ اثر ہونا یہ خاصہ ہے بعض طبائع کا کہ اس سے تسلی ہوتی ہے کہ ہم نے اتنا کام کرلیا اور پریشانی نہیں ہوتی کہ خدا جانے کچھ معتدبہ مقدار تک ہو گیا یا نہیں اور پریشانی نہ ہونے سے خاص آثار پیدا ہوتے ہیں اور بعض کو شمار نہ کرنے سے محویت ہوتی ہے اور شمار کرنے میں خیال ادھر مشغول رہتا ہے غرض یہ طبائع کا اختلاف ہے جس کا کچھ حرج نہیں۔

حال شغل تصوف جاری ہے۔ ان چند روزہ صحبت سے بہت فائدہ ہوا خلوت کی عادت ہو رہی ہے سب باتیں اسی عالم کی اچھی معلوم ہوتی ہیں یہ عالم کبھی کبھی عالم خواب معلوم ہوتا ہے ہر وقت جی چاہتا ہے کہ کاہے اللہ اللہ و گاہے اللہ کا ذکر جہر کرتا رہوں مگر اس خیال سے کہ لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ رک جاتا ہوں ارشاد عالی کیا ہے۔

تحقیق اذکروا اللہ حتی یقولوا انہ لمجنون مرضی شارع ہے۔

ع مانیخواہیم ننگ و نام را + مذاق عشاق ہے۔

حال۔ کمترین نے حضور میں یہ تحریر کیا تھا کہ حضرت مولانا و مرشدنا الہ آبادی کی صورت مثالی مثل قوس قزح کے سامنے رہتی ہے حضور نے تحریر فرمایا کہ یہ حجاب ہے۔ اس فرمان سے وہ حالت تو جاتی رہی مگر اب اس پریشانی میں مبتلا ہوں کہ کسی قسم کا کوئی تعین اس ذات لا تعد ولا تحصی کیلئے

۶۱

نہیں پیدا ہوتا جسکے طرف اپنا خیال قایم ہو۔

تحقیق۔ واقع میں تو اس وجود حقیقی کو تعین ہے مگر اُس تعین کی نظیر کوئی دوسرا تعین نہیں جو مدرک ہوسکے اور خیال اس عنوان سے بھی قایم ہوسکتا ہے کہ اور تعینات سے منزہ ہے۔

حال۔ اور ایک زمانہ وہ بھی گذرا ہے کہ ایسی حضوری ہوگئی تھی کہ پیر نہیں پھیلا سکتا تھا لیٹ نہیں سکتا تھا میٹھے بیٹھے سوتا تھا بوجہ حضوری اللہ تعالیٰ کے نام لینے سے ادب مانع تھا ذکر چھوٹ گیا تھا شجر حجر ہر شئے میں اُسی کی بصر کا ظہور تھا یہ حالت اُسوقت پیدا ہوئی تھی جب اللہ سمیع اللہ بصیر الخ اس شغل کا جبس دم عروج ونزول کے ساتھ کیا کرتا تھا ان تین صفتوں میں اللہ بصیر کا غلبہ زیادہ تھا اور اب یہ حالت ہے کہ قلب کو ذرا سی حرکت تک نہیں ہوتی اسقدر قساوت بڑھگئی ہے۔

تحقیق۔ وہ حال عارضی ہوتا ہے اور وہ کمال بھی نہیں کیونکہ بہت سے امور مطلوبہ کیلئے مانع ہے اعتدال مقصود یہی ہے اور اسکو بقا بھی ہے یہ قساوت نہیں۔

حال۔ چونکہ اُس ذات میں تجزی نہیں کہ اپنا کوئی ذکر یا فعل ذات کے کسی جزو کے ساتھ متعلق ہو اسوجہ سے ذکر قلبی بھی اتنا ممتد ہوتا ہے اور پھیلتا ہے کہ غیر متناہی ہوجاتا ہے۔

تحقیق۔ مذکور کی عدم تناہی ذاتًا سے ذکر کا عدم تناہی زمانًا لازم نہیں جیسا کہ اس تقریر سے استلزام کا دعوی مفہوم ہوتا ہے۔

حال۔ پہلے یہ تصور تھا ان اللہ معنا اب یہ حالت ہے انا مع اللہ پہلے دونوں محدود اب دونوں غیر محدود یہ شعر عرض کرنے کو بیساختہ جی چاہتا ہے ؎

میں ہوں دیوانہ ومضطر تو وہ ہرجائی ہے نہ ٹھکانہ کہیں میرا ہے نہ مسکن اُنکا

تحقیق۔ یہ سب تلوینات غیر مقصودہ ہیں تمکین علی المقصود مقصودہ ہے۔

حال۔ دن رات اسی پریشانی میں ہوں کہ اپنا تصور ہٹجائے ؎

تو خود حجاب شدی حافظ از میاں برخیز

تحقیق۔ کوشش اور پریشانی سے نہیں مٹتا کام کئے جائیے پھر خواہ اُس کا ثمرہ مٹنا ہو یا کچھ اور سب خیر ہے ؎ در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست۔

حال۔ اعتقاد کی یہ حالت ہے مظاہر کو خدا سمجھنا الحاد۔ غیر خدا کیلئے وجود ہونا کفر۔

۶۲

تحقیق مطلق وجود یا وجود مستقل اول کو نص قطعی باطل کرتی ہے اللہ خالق کل شئی اگر یہ حال ہوتا تو معذوری تھی اگر اعتقاد ہے واجب التوبہ ہے

حال۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں کیونکر اپنے عقائد درست کروں۔

تحقیق۔ اتباع نصوص سے۔

حال۔ اگر اسی حال میں موت آئی تو معلوم نہیں یہ خطرات کدہر لیجاویں اور انجام کار کیا ہو اسلئے کہ اُس ذات کے مقابلہ میں کسی شے کیلئے کسی مرتبہ میں وجود سمجھ میں نہیں آتا بلکہ یوں سمجھ میں آتا ہے کہ جیسے ہم اپنے کو آپ مخاطب بنا کر مکالمت کرتے ہیں ویسا ہی اُس ذات پاک عن الغیر کا مخلوق کو مخاطب بنانا ہے۔

تحقیق۔ اگر حال ہے تو معذوری ہے اور اگر اعتقاد ہے تو واجب الاصلاح ہے۔

حال۔ کچھ دنوں تک یہ حالت تھی کہ ہر شے اپنی ماتحت معلوم ہوتی تھی نعوذ باللہ استغفر اللہ۔

تحقیق۔ یہ سب خیالات باطلہ ہیں کہ حالت غیر اختیاری میں معاف اور اختیاری سے موجب مواخذہ

سوال۔ احقر کا معمول مدت دراز سے روزانہ یہ ہے کہ بعد نماز فجر کے حجرہ کے اندر دروازہ بند کر کے اوراد و وظائف ذکر وغیرہ میں مشغول رہتا ہوں اور ایک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں فارغ ہوتا ہوں عین ذکر کے وقت اکثر بدن میں حرکت پیدا ہوتی ہے جسکے متعلق پیشتر بھی بندہ عرض کر چکا ہے اُس حرکت کے ساتھ ایک نوع کی لذت و سرور اور اُنسیت بھی پائی جاتی ہے اور یہ حالت کبھی ذکر کی زیادتی سے ہوتی ہے کبھی تلاوت قرآن مجید معمول سے زیادہ مثل حفاظ کے خیال سے پڑھنے سے ہوتی ہے اور کبھی نوافل میں سجدہ و رکوع کی درازی سے پیدا ہوتی ہے اور اسکو خلوت سے بہت ہی دخل معلوم ہوتا ہے یہ تو پہلے حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ یہ حالت محمود ہے لیکن مقصود نہیں اب دریافت ہے (۱) کہ یہ اگر مطلوب نہیں تو موصل الی المطلوب ہے یا نہیں یعنی اگر مجمع میں مثلاً وہی اوراد و وظائف پڑھوں تو وہ حالت پیدا نہو گی اور خلوت میں ہوتی ہے تو کیا خلوت کے شغل و وظیفہ میں جلوت کے وظیفہ و ذکر سے زیادہ قرب حاصل ہو گا یا کم یا مساوی کیونکہ وظائف و ذکر دونوں صورت میں برابر پڑھی گئی مگر جلوت میں نہ وہ سرور حاصل ہوتا نہ وہ بات پیدا ہوتی ہے جو خلوت میں ہوتی ہے

جواب۔ موصل الی المطلوب اُس معنی کر تو نہیں جو آپنے لکھا ہے بس اتنا نفع ہے کہ اس کیفیت سے

۶۳

حضور قلب و رغبت میں زیادتی ہوتی ہے اور یہ معین ہے دوام علی العمل کا اور یہ اصل طریق ہے۔

سوال (۲) اور قصد السبیل و رسالہ الامداد اور ضیاء القلوب کے عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ انوار و تجلیات سالک کو نظر آوے اُن کو لائے نفی کے تحت میں لانا چاہیئے اس کا کیا مطلب بعض وقت ایسی کشش پیدا ہوتی ہے کہ سالک اگر اُس سے اعراض کرے تو شاید وہ خیال مندفع ہو ورنہ دفع ہونا دشوار ہے اس صورت میں تحت لائے نفی آوردن کے کیا معنی ہوں گے اس صورت میں تو جی چاہتا ہے کہ اپنے ہی کو تحت لائے نفی کر دیا جائے مگر اُن جذبات و انوار کو نفی کیا جائے۔ کیونکہ وہ نور راحت دل کا سبب ہے ؎

من چگونہ ہوش دارم پیش و پس گر نباشد نور یارم ہم نفس

جواب - مراد نفی کرنا اُسوقت ہے جب وہ مقصود حقیقی سے حجاب ہو جاوے۔

سوال (۳) بندہ وظیفہ و ذکر و تلاوت قرآن مجید وغیرہ سب کچھ کرتا ہے مگر ابتک ایسی حالت پیدا نہوئی کہ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہے کسی وقت غفلت نہوا سکے لئے کوئی تدبیر و وظیفہ بھی احقر کے لئے مناسب ہے تو ارشاد فرمایا جاوے۔

جواب - یہ عادۃً ناممکن ہے فی الحدیث ولکن یا حنظلۃ ساعۃ وساعۃ۔

سوال (۴) بعض وقت جی چاہتا ہے کہ نفس بالکل یاد میں فنا ہو جاتا اور خودی کی بلا سے نکلجاتے تو کیا اچھا ہوتا اس کا کیا علاج کروں۔

جواب دوام علی الاعمال ہی سے اسکی بھی توقع ہے۔

حال - معروض بخدمت خدام اینکہ سابق در نیاز نامہ عرض نمودہ بودم کہ در خیال ناقص می آید کہ در نفس الامر مشق لطائف ستہ ضروری نیست آیا این خیال صحیح است یا نہ - ارشاد فرمودہ بودند خیال تو صحیح است در تعلیم الدین مذکور ست (پس طالب کو چاہیئے کہ ان چھیوں لطیفوں کے ذکر اور شغل میں اسقدر مشغول ہو اور مشق کرے کہ اثر ذکر کا ظاہر ہو) صلائے مطبع انتظامی واقع کا نپور بظاہر خلاف خیال ناقص معلوم می شود از مطلبش تسکین فرمایند۔

تحقیق - مراد خاص طالبے ست کہ شیخ برائے او این شغل تجویز فرمایند پس خاص برائے این کس ضروری می شود۔

حال و نیز دریں کتاب در صفحہ (اور بعض اوقات محض جذبہ غیبی سے یا کسی بزرگ کی توجہ سے اول نسبت حاصل ہو جاتی ہے اسکے بعد مقامات کی تصحیح ہوتی ہے اور یہ اقرب طرق ہے اور اکثر اس زمانہ میں معمول

مشائخ بھی ہے) در فہم و خیال ناقص این ناقص اینست کہ اکثر معمول مشائخ فی زماننا طریق اول است کہ در شروع مذکور مسطور ست۔

تحقیق۔ اولا صحیح نیست ثانیا اشکال چہ شد اگر یک واقعہ غلط شد غلطی واقعہ غلطی مسئلہ نیست۔

حال۔ حضرتا سابقاً چوں کسے را در مصیبت می دیدم یا بر خود می رسید اکثر اوقات بکا و گریہ لاحق می شد و در دل رقت پیدا می گردید اکنوں بر مصائب دیگرے در دل رنج نمی رسد چنانکہ امسال قبل دو سہ ماہ در بخار کثرت مردمان جاں بجہاں آفریں بر دند و فی الحال از ہیضہ نیز چوں کسے را در بکا می بینم می گویم چرا گریہ می کنی بجز ازیں راہ کسے را چارہ نیست و در دل رقت سابق نمی یابم ایں قساوت قلب است یا چہ۔

تحقیق۔ قساوت مخصوص بمعصیت است و ایں کیفیت از طبیعات است لا محمود و لا مذموم۔

حال۔ الحمد للہ از ہر گناہ دل نافرست اگرچہ از جوارح صادر شود۔

تحقیق۔ چرا صادر میشود۔

حال۔ اعتکاف میں کس چیز کی کثرت رکھوں ذکر کی یا تلاوت قرآن کی یا نوافل کی۔

تحقیق۔ دن کو قرآن کی اور رات کو نوافل کی۔

حال۔ اور دعوات عبدیت کے وعظ بھی دیکھتا رہوں یا نہیں۔

تحقیق۔ ہاں ہاں۔

حال۔ اور اس چالیس دن کے اعتکاف میں جو بات میرے لئے مناسب ہو تجویز فرما دیں۔

تحقیق۔ اوپر تو لکھدیا۔

حال۔ اور قرآن شریف کا بہشتی زیور کا اور فارسی کا آجکل سبق ہوتا ہے۔ تو یہ سبق پڑھتا رہوں یا ان چالیس دن کیلئے چھوڑ دوں۔

تحقیق۔ ہاں چھوڑ دو۔

حال۔ اور دل یوں چاہتا ہے کہ آپ سے میرا دل خوب ملجاوے ابھی تک کچھ اچھی طرح سے دل کھلا نہیں ہے تکلف معلوم ہوتا ہے اور بہت سی باتیں اس تکلف کی وجہ سے آپ سے پوچھ نہیں سکتا۔

تحقیق۔ یہ تکلف نہیں بلکہ ادب ہے تکلف میں انقباض ہوتا ہے یعنی پاس بیٹھنے سے بات کرنے سے دل رکتا ہے جب یہ نہیں تو تکلف نہیں

۶۵۰

حال- اور دل یہ چاہتا ہے کہ بغیر پوچھے حضرت سے کوئی کام نہیں کرنا چاہئے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ آپکا ادب تو باقی رہے اور یہ ہچک اور تکلف نہ رہے۔

تحقیق- پوچھنا تو فعل اختیاری ہے کون منع کرتا ہے۔

حال- مزارات شریف کی زیارات کا بہت شوق معلوم ہوتا ہے بالخصوص جن حضرات کی آسانی سے زیارت ہو سکتی ہے جھنجھانے میں حضرت میانجیو نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی زیارت کا مدت سے اشتیاق ہے مگر راستہ معلوم نہ ہونے سے حضور سے اجازت اور مشورہ نہ لیا بوقت حاضری گذشتہ ارادہ تھا اگر موقع جانیکا نہیں تھا جس سے عرض نہ کیا اب راستہ معلوم ہو گیا ہے لہذا اگر اجازت ہو تو کسی روز قبل رمضان شریف زیارت کر آؤں اور اس کے بعد گنگوہ شریف کیونکہ شوال میں انتقال کا ارادہ ہے نیت اس زیارت میں خیر ہے لہذا حضور کو کچھ شبہ نہو۔

تحقیق- اگر گرمی کا تحمل ہو تو ہو آیئے کیونکہ یہ عمل اتنا اہم نہیں کہ اسکے لئے تعب برداشت کیا جاوے

حال- البتہ یہ امر قابل دریافت ہے کہ ان حضرات کے مزارات شریف پر بہ نیت استفاضہ برکت ارواح طیبہ ذکر کرنا احقر کے لئے یا اوروں کے لئے جایز ہوگا یا نہیں۔

تحقیق- ناجایز تو نہیں کہتا مگر ذوقاً اس سے انقباض اسقدر ہے جیسے شرک کے بعض اقسام سے۔

حال- اور اجازت یافتہ مبتدی کو کوئی شغل یا مراقبہ کرتا جو مقصوداً اپنا نفع اور تبعاً اوروں کے انتفاع اور اس شغل کی حقیقت اور طریقہ معلوم کرنے کی نیت ہو تو آیا اس صورت میں جایز اور اسکو نفع کامل ہوگا یا نہیں۔

تحقیق- نہیں بعدم الاخلاص فیہ۔

حال- احقر کو ایک مرض اور وہم یہ ہو گیا ہے کہ اپنی گندے نام کے قبل یا بعد کون سے الفاظ لکھوں جو غایت درجہ پر ازلیت اور انکساریت پر دال ہوں اور الفاظ مروجہ لکھتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ الفاظ تو بڑی بڑی لوگوں کے لئے ہیں لہذا اپنی لئے ان الفاظ کو استعمال کرنا کبر اور ریا ہے یہ اس لئے عرض کیا کہ احقر کا یہ خیال کیسا ہے۔

تحقیق- خیال اچھا ہے مگر تعیین میں اپنی رائے پر عمل نہ کیجئے بلکہ مشورہ لیں۔

حال- اب تکلیف اسقدر بڑھ گئی ہے کہ صبر نہیں ہو سکتا ہر وقت استغفار پڑھتا ہوں توبہ کرتا ہوں

۶۶

روتا ہوں مگر نہ رونا قبول ہو ہے نہ توبہ قبول ہو ہے۔

تحقیق۔ ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے کیا قبول ہونا یہی ہے کہ تکلیف رفع ہو جاتی۔ اگر اس سے اچھی چیز ملجاوی مثلاً اجر و ثواب تو کیا اسکو قبول نہ کہیں گے جیسے کوئی کسی سے پیسہ مانگے اور وہ روپیہ دیدے تو کیا یوں کہہ سکتے ہیں کہ درخواست منظور نہیں ہوئی۔

حال حضور کوئی دعا یا کوئی وظیفہ ایسا تجویز فرماویں اور تحریر فرماویں کہ جسکی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے اس تکلیف سے شفا عنایت فرماویں۔

تحقیق۔ اس سے بڑھکر رضا بالقضا ہے اجر میں بھی اور راحت میں بھی ہاں دعا بھی جاری رہے باقی اسکے لئے وظیفہ کیا پڑھتے۔

حال۔ اب اوپر سے رمضان شریف آگئے جمعہ جماعت قیام نماز تو چھوٹ رہا ہے اگر روزہ بھی نہوئے تو بڑی بے نصیبی ہے۔

تحقیق۔ کیا خدائے تعالیٰ امور غیر اختیاریہ للعبد سے اپنے بندہ کا خسارہ یا حرمان تجویز فرماتے ہیں۔

حال۔ میں نے پہلے احیاء العلوم کا مطالعہ کیا ہے اسمیں اکثر جوع کی فضیلت دیکھکر میں نے جوع میں پڑکر بہت تکلیف اٹھائی ہے یعنی اس سبب سے بدہضمی اور ڈکار کی بیماری میں ہوں اور باب الریاء اور صدق و اخلاص کے باب دیکھکر کسی عمل میں بھی مجھکو رجا نہیں آیا لیکن حد سے زیادہ خوف ہوتا تھا اور احیاء العلوم میں باب الصبر میں لکھا ہے کہ اشد المجاهدة القرار عن الامل والمال والاصدقاء والاحباء اس سبب سے میں نے ارادہ کہیں بھی بھاگجانیکا نہیں کیا اور میرے استاد نے احیاء العلوم کے ساتھ حکم لابن عطاء اور لطائف المنن للشعرانی اور کتب شاذلیہ کا مطالعہ میں رکھنے کو فرمایا اب میں نے اوپر کی کتابیں مطالعہ کرنے کے بعد (لا عمل ارجی للقلوب من عمل یغیب عنك شهوده ویحتقر عندك وجوده) کی عبارت کے موافق عمل رکھا ہے اب کوئی عمل صادر ہوا تو من عند اللہ سمجھکر شکر کرتا ہوں مگر اسکے ساتھ ہی وہ عمل ناقص کے ساتھ مقرون ہونے سے موجب نقصان ہو جاتا ہے اسواسطے استغفار بھی پڑھ لیتا ہوں اسمیں کوئی اصلاح کرنا ہو تو اصلاح کرنے کو چاہتا ہوں۔

تحقیق۔ ان کتب کا مطالعہ بعض کے لئے نافع نہیں آپ میری مواعظ اور تربیت السالک و تکشف دیکھئے اور پھر حالات سے اطلاع دیجئے۔

حال میں نے ایک خواب دیکھا جسکا مضمون یہ ہے کہ میں نے پیشاب کیا اور پیشاب کر کے تیل سے استنجا کیا قیاس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میٹھا تیل تھا اور پھر اُسی تیل سے میں نہایا ہوں میں اپنے سر کے اوپر پٹھے دیکھتا ہوں حالانکہ میں پٹھے نہیں رکھتا مگر اُس وقت خواب میں پٹھے ہی دیکھتا ہوں۔ حضرت جواب کا منتظر ہوں۔

تحقیق معلوم ہوتا ہے بعضے افعال حسنہ میں کچھ بدعات ملجاتی ہیں کہ وہ تطہیر باطنی کے لئے موضوع نہیں اور ان کو نیک سمجھکر کیا جاتا ہے اور بعضے افعال حسنہ حدود کی رعایت سے کئے جاتے ہیں پس اس خواب میں تنبیہ اور تسلی دونوں ہیں۔

حال ۔عرض خدمت یہ ہے رات کو شب پانزدہم ماہ شعبان شب برات کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے بعد نماز عشا فرض وسنن وتہجد ۸ رکعت و وتر سے فارغ ہوئے بعد تنہا جاکر بیس رکعت دس سلام سے ادا کرنیکی نیت سے تکبیر باندھا تو دست راست بصورت انسان مسلم بیٹھا ہوا نظر آیا ادھر میری توجہ ہونے سے خوف پیدا ہوا دو رکعت ادا کرنے کے بعد دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا اعوذ ولاحول پڑھکر نفل نماز شروع کیا تو پھر ایسا ہی نظر آیا۔ کامل بیس رکعت ادا کرنے تک مذکور شخص پر بھی توجہ ہوتی گئی نماز بحضور قلب ادا نہ کرسکا نادم ہوکے مکان آکے خواب کیا۔ تہائی رات گذرنے کے بعد بیدار ہوکر صلوٰۃ التسبیح چار رکعت شروع کیا تو دست راست کیطرف ایک لال چمک نظر آیا تو خوف معلوم ہوا نظر پیش کرکے حضوری میں کوشش کیا چند کلمے پڑھنے کے بعد دست چپ سے وہی چمک نظر آئی خوف معلوم ہوا نماز بمشکل ادا کی تسبیح واستغفار میں صبح صادق تک بیٹھا رہا۔

تحقیق ۔میرے خیال میں کسی طبیب کے مشورہ سے اصلاح مزاج وتعدیل کی حاجت ہے۔

حال ۔دیگر عرض ہے کہ میرے بیاہ کے بعد آجتک بعد نماز عشار و دیگر نماز وظیفہ ادا کرنے کے بعد مکان واپس آتے ہیں ہفتہ میں دو تین بار نفس کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ بجز بی بی سے خلوت کئے نیند نہیں آتی مجبور ہوں ہر چند سعی کرتا ہوں کہ تہائی رات گزرنے کے بعد بی بی سے خلوت کیجائے نہیں ہوتا سونے کے وقت تیمم کرکے سوتا ہوں اسلئے نادم ہوں کہ سوتے وقت بے غسل ہوں بمقتضائے نفس مجبور ہوں نفس نتواں کشت الا ظل پیر۔

تحقیق ۔یہ نفس کشی کے خلاف نہیں ہے بلکہ مضاجعت حقوق زوجہ سے ہے چنانچہ اسکے عتاب کے صورت میں وھجروھن فی المضاجع تجویز ہوئی ہے۔

(باقی آئندہ)

لیکن اس تقریر سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ بس معلوم ہوگیا کہ برزخ کے واقعات خواب جیسے ہیں جسطرح خواب کی کوئی اصل نہیں اسی طرح فی الواقع یہ بھی کوئی شے نہیں مرنے کو یہ واقعات محض متخیل ہوتے ہیں اسلئے کہ ہمنے یہ بیان کیا ہے کہ خواب نمونہ ہے یعنی خواب مشابہ برزخ کے ہے مماثل نہیں کہا عالم برزخ کے واقعات حقیقت رکھتے ہیں تحقیق اسکی یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ روح اس جسم سے تو مفارق ہوجاتی ہے اس لئے اس جسم کو تو عذاب ثواب تکلیف آرام کچھ نہیں ہوتا ہاں اس جسم سے روح کو تعلق قدیم کی وجہ سے ایک تعلق خاص ہوتا ہے جیسا کہ آدمی کو اپنے گھر سے یا کپڑے سے کہ وہ گھر اور کپڑا اس سے مفارق ہے لیکن اس سے تعلق ہے اور اسی تعلق کی بنا پر اگر مردے کے جسم کو کوئی مارے تو روح کو ایک قسم کی کوفت ہوتی ہے پس اس جسم عنصری کے ساتھ اس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں رہتا مگر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عذاب و ثواب کا مورد جسم ہی ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ برزخی ثواب و عقاب اور تمام برزخی واقعات اور سوال و جواب کیلئے روح کو ایک اور جسم عطا ہوتا ہے کہ اسکو جسم مثالی کہتے ہیں اور یہ تکلیف و راحت سب اسکے ساتھ پیش آتے ہیں اور جسم مثالی کی حقیقت یہ ہے کہ سوائے اس عالم ظاہر کے ایک اور عالم ہے کہ صوفیہ کو اس کا انکشاف ہوا ہے اور نیز اشارات کتاب و سنت سے بھی اس کا وجود معلوم ہوتا ہے اس عالم میں تمام اشیاء اور تمام اعمال و افعال کی صورتیں ہیں خواب میں جو کچھ آدمی دیکھتا ہے وہ بھی اسی عالم کی صورتیں دیکھتا ہے مثلاً خواب میں دیکھتا ہے کہ میں کلکتہ گیا ہوں اور وہاں کوٹھیاں بنگلے اور بازاروں کی سیر کر رہا ہوں تو یہ سب صورتیں چونکہ عالم مثال میں موجود ہیں اسلئے وہ خواب میں نظر آتی ہیں میں نے ایک رسالہ مسمی الفتوح فی احکام الروح لکھا ہے اسمیں روح کے متعلق مفصل بحث لکھی ہے اسکے دیکھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ سب شبہات جاتے رہیں گے۔

بہرحال اس تقریر سے مقصود یہ ہے کہ ایک عالم اور ہے جسکا نام برزخ ہے کل تین عالم ہوئے۔ عالم دنیا عالم برزخ۔ عالم آخرت۔ اسمیں اختلاف ہے کہ حیوۃ طیبہ سے مراد کونسی حیات ہے حیات برزخیہ یا حیات دنیویہ میں کہتا ہوں کہ دونوں مراد ہوں اور لنجزینھم کو آخرت کے ساتھ خاص کیا جاوے اس تقریر پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ جو شخص عمل صالح کرے اور عقائد بھی اسکے صحیح ہوں اسکو ہم دنیا میں اور بعد مرنے کے برزخ میں مزہ دار زندگی عطا فرماویں گے اور آخرۃ میں بعد قیامت کے ان کے نیک اعمال کی وجہ سے اجر کی جزا دیں گے اور ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حیات طیبہ سے مراد حیات دنیویہ ہو اور برزخ اور

آخرت کیطرح نہیں ہیں داخل ہو کیونکہ برزخ میں جو کچھ ہوگا وہ بھی جزا ہوگا۔

جو لوگ خدا تعالیٰ کے مطیع ہیں اُن کے لئے حیات طیبہ دلائل و مشاہدہ سے ثابت ہے

خلاصہ یہ کہ دو چیزوں کا وعدہ ہے اول حیات طیبہ دوسرے اجر کہ جو تکمل ہے حیات طیبہ کا ان میں سے ایک شے یعنی حیات طیبہ کو تو ہم دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں بلکہ مشاہدہ کرا سکتے ہیں دلیل تو یہ ہے کہ قاعدہ عقلی ہے کہ تجربہ سے جب ایک شخص کا صدق ثابت ہو جائے تو اسکو ہر امر میں صادق مانا جائیگا ہر امر پر دلیل کا مطالبہ اس سے نہ کیا جائیگا جب کہ حق تعالیٰ کے اخبار کا صدہا ہزارہا جگہ صدق ہمنے مشاہدہ کر لیا تو یہ خبر بھی بلا تامل صادق ہے مشاہدہ یہ کہ لوگ دو قسم کے ہیں مطیع اور غیر مطیع دیکھ لیجئے کہ ان میں سے راحت اور آرام میں کون ہے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ غیر مطیعین طالبین دنیا ہر وقت پریشانی میں ہیں کسی وقت آنکو چین نہیں بخلاف مطیعین کے کہ وہ جس حالت میں ہیں راحت میں ہیں

۲۴۸

بعض احکام پر عمل کرنیوالا مطیع نہیں

شاید ہر شخص کہے کہ میں مطیع ہوں اسلئے کہ نماز پڑھتا ہوں روزہ رکھتا ہوں اسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کہے کہ فلاں بہت خوبصورت ہے کیونکہ اسکے رخسار ایسے ہیں سر ایسا ہے آنکھیں ایسی ہیں ایک شخص دور سے دیکھنے آوے دیکھا تو میاں نکٹے ہیں تو اُن کا سارا حسن و جمال اس ناک نہ ہونے سے کالعدم ہے اور عقلا اسکو ہرگز حسین نہ سمجھیں گے ایسے ہی ہم لوگوں کا دین ہے کہ دو چار باتیں اسلام کی لیکر سمجھتے ہیں کہ ہم دین دار ہیں تو ایسے دین داروں کی نسبت یہ وعدہ نہیں ہو اگر کوئی پورا دین دار ہو ایمان اور عمل اس کا کامل ہو تو میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اسکو مزہ دار زندگی عطا ہوتی ہے بلکہ کامل الاطاعۃ کے پاس تک پریشانی نہیں آتی

اطاعۃ کاملہ یہ ہے کہ ظاہر و باطن دونوں درست ہوں

اطاعۃ کاملہ میں ایک جزو اور بھی قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ اطاعۃ کاملہ کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ بس ظاہر درست کرلیں یعنی صوم وصلوٰۃ حج وزکوٰۃ ومعاملات کی پابندی کرلیں بس کامل فرمان بردار ہوگئے خواہ اخلاق کسی درجہ میں ہوں تو یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا شخص بھی کامل دیندار نہیں ہو کامل دیندار وہ ہے جس کا ظاہر اور باطن دونوں آراستہ ہوں واللہ ہم میں جو دیندار کہلاتے ہیں اُن میں سے بہت لوگوں کی حالت یہ ہو اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ نماز کے بھی جماعت سے پابند ہیں روزے کا بھی اہتمام ہے داڑھی بھی بڑھائی ہے نیچا کرتہ ہے غرض تمام وضع شرعی سے آراستہ ہیں لیکن اخلاق کے اعتبار سے صفر ہے قلب میں کبر عجب حقد غضب وغیرہ کی بلائیں موجود ہیں۔

تواضع حقیقت میں یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو سب سے کم سمجھے نہ صرف یہ کہ ہر ایک کے سامنے نرمی سے پیش آوے

۲۴۹.

اور بعضے ایسے ہیں کہ متکبر ہیں لیکن اپنے کو متواضع سمجھتے ہیں حالانکہ وہ تواضع کی حقیقت ہی سے واقف نہیں جیسے ایک شخص کریما پڑھتے تھے اسمیں تواضع کا بیان آیا استاد نے پوچھا کہ تواضع جانتے ہو کہ کیا شے ہے کہنے لگے کہ تواضع یہی ہے کہ کوئی اپنے گھر آئے اسکو حقہ پان دیدیا اسکو کھانا کھلادیا اسکی آؤ بھگت کرلی آج کل بڑے بڑے سمجھدار تواضع کی حقیقت اسیقدر سمجھے ہوئے ہیں اور جو اور زیادہ سمجھدار ہیں وہ جانتے ہیں کہ تواضع یہ ہو کہ ہر ایک کے سامنے نرمی سے پیش آوے۔

صاحبو! تواضع یہ نہیں ہے نہ ایسے شخص کو حقیقتاً متواضع کہتے ہیں ایسے شخص کو متواضع کہنے کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی نقال کسی تحصیلدار کی نقل کرے اسکو کوئی بے وقوف تحصیلدار سمجھنے لگے تواضع حقیقت میں ایک صفت کا نام ہے وہ یہ کہ آدمی اپنے دل میں اپنے نفس کو سب سے کم سمجھے یہ صفۃ دنیا میں بہت مفقود ہو ایسے تو بہت نکلیں گے جو تقریراً تحریراً اپنی مذمت کرتے ہیں۔

بعضے کہتے ہیں میں بڑا نالائق ہوں بڑا ناکارہ ہوں بعضے اپنے کو حقیر فقیر عاصی پر معاصی لکھتے ہیں لیکن جب وہ یہ کلمات فرماویں اسوقت اگر کوئی کہدے کہ ہاں صاحب آپ بڑے نالائق ہیں پھر دیکھیے اُن کی کیا حالت ہوتی ہے سنکر تلملا ہی تو جائیں گے وضعداری سے چاہے چپ

ہو رہیں گے مگر دل میں تو یہ آئیگا کہ اسکو کھا جائیں ہاں اگر دل میں ذرا بھی برا نہ مانیں اور کچھ تغیر نہو تو واقعی متواضع ہیں یہ بڑا عمدہ امتحان ہے مگر ایسے کہاں ہیں آجکل تو ظاہری نیازمندی خشوع وخضوع سب کچھ ہے لیکن دل میں کچھ نہیں بس یہ حالت ہے ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل   وز دروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید   وز درونت ننگ میدارد یزید

جس دینداری کا خدا تعالیٰ ہمسے مطالبہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ بالکل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم ہو جاویں

خلاصہ یہ کہ ایسے لوگ کامل دیندار نہیں ہیں اسلئے کہ جیسا خدا تعالیٰ نے ان سے دیندار ہونے کا مطالبہ فرمایا ہے ویسے نہیں بنے اور میں تمکو بتاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے کیسا چاہا ہے اور میں دو لفظوں میں خلاصہ بتاتا ہوں اور میں کیا خود خدا تعالیٰ بتاتے ہیں اگر تفصیلاً بیان کیا جاوے کہ خدا تعالیٰ نے کیسا چاہا ہے تو دفتر کے دفتر ختم ہو جاویں پھر بھی بیان ناتمام ہی رہے اسلئے گر کی بات عرض کرتا ہوں حق تعالیٰ فرماتے ہیں لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ امور اختیاریہ میں ایسے بن جاؤ اور ایسے ہو کر آؤ جیسے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں گویا حق تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک نمونہ بھیج دیا ہے اور گویا فرما دیا کہ تفصیلاً کہانتک بیان کریں کہ یہ صفت پیدا کرو وہ صفت چھوڑ دو ہم ایک نمونہ بھیجے دیتے ہیں ایسے بن جاؤ اپنے اخلاق عادات۔ کھانا پینا۔ سونا بیٹھنا۔ اٹھنا چلنا پھرنا۔ وضع طرز انداز چال ڈھال ایسا ہو جیسا ہمارے محبوب کا ہے بس اب آپ غور کر لیجئے کہ اگر ایک صفت کی بھی کمی ہوئی تو ہم نمونہ کے موافق نہ ہوئے اسکی ایسی مثال ہے کہ درزی سے ہمکو اچکن سلوانا منظور ہے ہمنے نمونہ کے واسطے ایک اچکن بھیج دیا کہ ایسا سی لاؤ اب بتلانے کی ضرورت نہیں ہو کہ آستیں اسقدر ہوں سلائی اس طرح کی ہو اسقدر نیچا ہو وہ سی کر لایا دیکھا تو اسکے مطابق ہے لیکن ایک آستین بڑھی ہوئی ہے تو اس درزی سے کہا جاویگا کہ ظالم تیرے پاس ہمنے نمونہ بھیجدیا تھا پھر بھی تو نے اسکے موافق نہ سیا اور اس اچکن کو ہرگز نمونہ کے موافق نہ کہا جائیگا وہ اچکن اس درزی کے منہ پر ماریں گے اور اسکو سزا دیں گے تو صاحبو جب ہم حاکم حقیقی

۲۵۰

کے سامنے پیش کئے جاوینگے اور ہماری نماز ایسی ہوگی جیسی کہ حضور کی تھی وضع لباس طرز انداز ایسا ہوگا جیسا کہ حضور کا تھا تو کچھ عجب نہیں کہ نکال دئے جائیں۔ اللّٰھم احفظنا واحشرنا فی زمرتہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حکایت۔ ایک حکایت بطور تمثیل کے یاد آئی کہ بادشاہ عالمگیر جب صاحب تخت وتاج ہوئے تو تمام اہل فن واہل حرفہ وصنعت کو موافق دستور شاہی انعام دیا گیا بہروپیے بھی آئے لیکن عالمگیر ایک مولوی آدمی تھے اسلئے ان کو دینا ناجائز سمجھا لیکن صراحۃً اُن کو ٹالنا اور صاف جواب دینا مناسب نہ سمجھا یہ چاہا کہ کسی حیلہ لطیف سے اُن کو ٹالدیا جائے کہا کہ جب ایسی شکل میں آؤ کہ ہم نہ پہچانیں تو انعام دیں گے وہ مختلف شکلوں میں آئے مگر عالمگیر نے پہچان لیا جب دکن کی مہم پیش آئی اور عالمگیر نے دکن کا سفر کیا تو سفر میں عالمگیر کا طریق یہ تھا کہ راستہ میں جس صاحب کمال کو سنتے تھے اس سے جاکر ملتے تھے دکن کے سفر میں بھی حسب عادۃ اہل کمال سے ملنے جاتے تھے ایک مقام پر سنا کہ یہاں ایک درویش بڑے باکمال ہیں اول وزیر کو ملنے کے لئے بھیجا وزیر نے ہر طرح اُن کو جانچا وہ ہر بات میں پورے اترے آکر عالمگیر سے بہت تعریف کی اور کہا کہ ان کو تکلیف دینا بے ادبی ہے آپ خود تشریف لیجا کر اُن سے ملئے عالمگیر خود گئے اور بلکہ بہت خوش ہوئے عالمگیر کو بعض مسائل تصوف میں کچھ شبہات تھے وہ پیش کئے سب شبہات کے شافی جواب پائے بالکل اطمینان ہوگیا اور نہایت متاثر ہوئے اور ایک توڑہ اشرفیوں کا پیش کیا درویش نے ایک لات ماری اور کہا کہ مجھکو بھی اپنی طرح دنیادار سمجھتا ہے عالمگیر اور زیادہ متاثر ہوئے اور اس توڑہ کو اٹھا لیا اور وہاں سے چلے راہ میں وزیر سے دیر تک اس درویش کا ذکر مذکور رہا جب لشکر میں پہونچے تو سامنے دیکھا کہ وہ بزرگ تشریف لا رہے ہیں اور بادشاہ کو جھک کر سلام کیا اور انعام مانگا عالمگیر حیرت میں ہوگئے اور غور کر کے پہچانا اور اسکو کچھ انعام دیا اور یہ پوچھا کہ میں نے اب تسلیم کرلیا کہ تو بڑا ہوشیار اور اپنے فن کا کامل ہے مگر یہ بتلا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ اسوقت میں نے تجھکو اس سے کہیں زیادہ دیا تھا اس کو تو نے رد کردیا اور یہ روپیہ اس سے بہت کم ہے یہ خوشی سے لے لیا اس نے کہا کہ جو نقل میں نے کی تھی وہ لینا اس کے خلاف تھا اس لئے نہیں لیا تو صاحبو ہم لوگ تو اس نقال سے بھی گئے گذرے ہوئے ہم سے تو نقل بھی دین کی نہیں ہوتی۔

بزرگی یہ ہے کہ ظاہراً بھی دیندار ہو اور باطناً بھی نہ کہ کشف و کرامت

حاصل یہ ہے کہ دیندار کامل تو وہ ہے کہ ظاہراً بھی دیندار ہو اور باطناً بھی کیونکہ اعمال کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی ظاہری تو روزہ نماز حج زکوۃ وغیرہا اور باطنی انس رضا شوق صبر قناعت وغیرہا ہیں اور ان کے مقابل میں بداخلاقیاں غضب حقد تکبر بے صبری حرص ہیں یہی وہ چیزیں ہیں جو مشائخ کے یہاں ملتے ہیں اساتذہ کے یہاں تو ظاہر درست ہوتا ہے اور مشائخ کے یہاں یہ اخلاق درست ہوتے ہیں اور اسی کا نام بزرگی ہے آجکل تو درویشی اور بزرگی کشف وکرامت کو جانتے ہیں مجھکو ایک شیخ صاحب کے ارشاد پر تعجب ہوا کہ انھوں نے ایک شخص سے کہا کہ میاں تم ذکر وشغل کرتے ہو کچھ نظر بھی آتا ہے انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا تو ہنس کر فرمایا کہ بھائی ثواب جمع کئے جاؤ آہ افسوس ہے کہ ان شیخ نے ثواب کی کچھ بھی قدر نہ کی میں تو اسی دن سے اُن کی مشیخت سے بھی بے اعتقاد ہو گیا جو شخص خدا تعالے کی رضا کو چھوڑکر کشف کو ڈھونڈے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے وزارت کو چھوڑ کر گھاس کھودنے لگے اسلئے کہ کشف کا حاصل بعض غیر معلومہ غیر مقصودہ اشیاء کا معلوم ہو جانا ہے سو یہ کوئی کمال نہیں ہے کمال یہ ہے کہ ظاہر اور باطن موافق شریعت کے ہو پس ایسے شخص کیلئے میں دعویٰ کرکے کہتا ہوں اسکو حیات طیبہ نصیب ہوگی اور کسی قسم کی پریشانی اسکو نہ ہوگی۔

حضرات اہل اللہ کو مصائب میں بھی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ اور لطف آتا ہے

اگر کوئی کہے کہ ہم تو بچشم خود دیکھتے ہیں اور سنتے آئے ہیں کہ اکثر اولیاء اللہ اور بزرگان دین تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں پھر مزہ دار زندگی کہاں ہوئی میں کہتا ہوں کہ بے شک مسلم ہے کہ ان حضرات کو بلا اور مصائب کا سامنا رہتا ہے بلکہ اوروں سے زیادہ لیکن ان کو ان مصائب میں بھی مزہ آتا ہے اور جسکا نام پریشانی ہے وہ نہیں ہوتی اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کسی پر عاشق ہو جائے اور محبوب اس سے مدتوں سے نہ ملا ہو اور وہ اسکی یاد میں گھلتا ہو ایک روز دفعۃً محبوب آپہونچا اور آکر لپٹ گیا اور اسکو خوب دبایا اور

اسقدر دبایا کہ پسلیاں ٹوٹنے لگیں لیکن اگر وہ سچا عاشق ہے تو واللہ اسکو اسقدر مسرت ہوگی کہ دنیا و ما فیہا سے بڑھکر اسکو سمجھیگا اور کہیگا کہ یہ تو وہ شخص ہے جسکے واسطے تمام عمر کھودی اور مال و دولت آبرو اس پر نثار کردی اگر محبوب کہے بھی کہ اگر تکلیف ہو تو چھوڑدوں تو وہ کہیگا کہ خدا نکرے وہ دن کہ تم مجھکو چھوڑدو بلکہ یوں کہے گا ؎

شکار رت نجوید خلاص از کمند ۔۔۔ اسیرت نخواہد رہائی ز بند

اور اگر وہ کہے کہ میں اس رقیب کو جو پاس کھڑا ہے دبالوں اور تمکو راحت دوں تو کہیگا ؎

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی ۔۔۔ نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

اور کہے گا ؎

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے ۔۔۔ سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے

حضرات اہل اللہ کو موت بھی محبوب ہوتی ہے

دیکھئے لوگوں کے نزدیک رب سے زیادہ مصیبت موت ہے اور عشاق کے نزدیک وہی موت عجیب دولت ہے کہتے ہیں ؎

راحت جاں طلبم و زپئے جاناں بروم ۔۔۔ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم

تادر میکدہ شاداں و غزلخواں بروم ۔۔۔ نذر کردم کہ گر بسر آید ایں غم روزے

اور یہ تمنائیں تو ان حضرات کی موت آنے سے پہلے ہوتی ہیں لیکن عین موت کے وقت بھی یہی ہوتا ہے ایک بزرگ وفات کے وقت کہتے ہیں ؎

جسم بگذارم سراسر جاں شوم ۔۔۔ وقت آں آمد کہ من عریاں شوم

ابن فارض کا جب انتقال کا وقت آیا تو انھوں جنتیں ان کے لئے منکشف ہوئیں دیکھکر منہ پھیر لیا اور فرمایا ؎

ماقد رأیت فقد ضیعت ایامی ۔۔۔ ان کان منزلتی فی الحب عندکم

یعنی اگر میرا مرتبہ عشق میں آپ کے نزدیک یہی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو میں نے اپنا وقت ہی ضائع کیا میرا مقصود تو آپ کی ذات پاک ہے اگر آپ نہ ہوئے تو جنت کو لیکر کیا کرونگا۔ اسکے بعد انپر تجلی حق کی ہی

۲۵۳

اور اسی میں رحلت فرمائی سبحان اللہ اب فرمایئے کہ جب موت سے بھی یہ حضرات پریشان و ہراساں نہیں ہوتے تو فقر و فاقہ میں افلاس و تنگی میں تو کیا پریشانی ہے۔

حکایت۔ حضرت بہلول رضؒ نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ کس حال میں ہو فرمایا کہ ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو کہ جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے سب اسکی مرضی کے موافق ہو رہا ہے وہ کیسا کچھ مزے میں ہوگا حضرت بہلول نے کہا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی مخلوق کیلئے ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے سب اسکی خواہش کے موافق ہوتا ہے یہ شان تو حق تعالیٰ ہی کی ہے انھوں نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے ارادہ کو ارادۃ اللہ میں فنا کر دیا ہو تو جو امر ارادہ الہیہ کے موافق ہوگا وہ اسکے ارادہ کے بھی موافق ہوگا ختم۔ حاصل یہ کہ ہم اپنے نفس کو اپنی رائے کو حق تعالیٰ کی رضا میں فنا کر چکے ہیں جس حالت میں ہیں خوش ہیں

حضرات اہل اللہ کو پریشانی نہونیکا راز

بات یہ ہے کہ پریشانی کی دو وجہ ہوا کرتی ہیں اول تو جس سے معاملہ ہو اس سے محبت نہو جب پریشانی ہوتی ہے اور اگر محبت ہو تو پریشانی کسی طرح نہیں ہو سکتی مثلاً محبوب اگر یوں کہے کہ مجھسے دو گھنٹہ دھوپ میں کھڑے ہو کر باتیں کرو اگر وہ کہے کہ نہیں تو دعوی محبت میں جھوٹا ہے اور اگر سچا ہے تو اس کی یہ حالت ہوگی ؎

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ جنت ست آں گرچہ باشد قعر چاہ

دوسری وجہ پریشانی کی یہ ہوتی ہے کہ خلاف امید کوئی امر پیش آوے کہ سوچا کچھ اور ہو گیا کچھ مثلاً طاعون آیا تم چاہتے تھے کہ تندرست رہیں مگر نہ رہے چاہتے تھے کہ تجارت میں نفع ہو نہ ہوا چاہتے تھے کہ اولاد ہو نہ ہوئی تو اسوقت پریشانی ہوگی اور جو شخص اپنی رای کو فنا کر چکا ہو اور اپنے ارادے کو رضائے مولیٰ میں مٹا چکا ہو اسکو پریشانی کی یہ وجہ بھی نہ ستائیگی۔

حکایت۔ حضرت بہلول سے کسی نے کہا کہ اناج بہت گراں ہو گیا ہے فرمایا کہ کچھ پروا نہیں ہمارے ذمہ یہ ہے کہ اسکی عبادت کریں اور اسکے ذمہ ہے کہ ہمکو حسب وعدہ رزق دیں۔

حکایت۔ ایک بزرگ نے اپنی توبہ اور رجوع الی اللہ کا قصہ بیان کیا کہ ایک سال قحط بہت تھا مخلوق بہت پریشان تھی اسی حالت میں ایک غلام کو دیکھا کہ بے فکری سے گاتا ہوا خوش خوش جا رہا ہے

(باقی آئندہ)

سوال

تقبیل الابہامین یعنی بوقت کہنے موذن کے اشہد ان محمدا رسول اللہ بنام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ناخون دونوں انگوٹھوں کے چوم کر آنکھوں پر رکھنے بدعت ہیں یا سنت اگر اس کی کوئی اصل ہو تو وہ حدیث یا اثر جسقدر تعداد میں ذہن مبارک میں ہوں بقید نام کتاب حدیث و باب و فصل و صفحہ مرقوم فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ ایک دفعہ کسی صاحب نے اسکے متعلق دو حدیثیں دو کتابوں سے پیش کی تھیں اگرچہ ضعیف تھیں لیکن کتابیں یاد نہیں رہیں للہ جواب سے جلدی سرفرازی عطا فرماویں والسلام علی من اتبع الہدی نیز اگر وہ حدیثیں ضعیف ہوں تو ارشاد ہو کہ اُن پر عمل کرنیکا شریعت میں کیا حکم ہے۔

جواب

مقاصد حسنہ سخاوی میں ان روایات کی تحقیق ہے اُن کا مضمون صرف یہ ہے کہ یہ عمل ہے رمد یعنی آشوب چشم کا۔ مگر اب لوگ اسکو دین سمجھکر کرتے ہیں تو بدعت ہونا ظاہر ہے اور صحیح نیت پر بھی تشبہ ہے اہل بدعت کے ساتھ اسلیئے ترک لازم ہے۔

سوال

جو لوگ عرس وغیرہ بدعتوں میں شریک ہوتے ہیں اُن کی جو لوگ تعظیم و تکریم کرتے ہیں اس حدیث من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ہدم الاسلام او کما قال کے مصداق ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ تعظیم دنکریم کسی دینی مصلحت یا دنیوی ضرورت سے نہ ہو تو بیشک اسمیں داخل ہے۔

ایک خط مشتمل بر سوال و جواب ذیل آیا

سوال

چہ میفرمایند علمار دین دریں مسئلہ کہ نماز بہ کلاہ بدون عمامہ مکروہ است یا نہ۔

الجواب

مکروہ است در فتاوی غرائب می آرد رجل صلے مع قلنسوۃ ولیس فوقہا عمامۃ او شیٔ آخر یکرہ ۱۲۔ وعمامہ بر سر بستن مسنون است خصوصاً در نماز۔ ملا علی قاری در مقالہ عذبہ روایت می کند

انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یلبس القلانس تحت العمائم و بغیر العمائم و در فردوس دیلمی از جابرؓ مرویست رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلا عمامۃ و ابن عساکر از ابن عمرؓ آوردہ صلوۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ خمسمائۃ و عشرین صلوۃ بلا عمامۃ و جمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ و نیز در مقالہ مذکورہ می گوید اما ما احدثہ فقہاء زماننا من انھم یأتون المسجد بعمامۃ کبیرۃ ثم یضعونہا و یلقونہا بلفافۃ صغیرۃ و یصلون بغیر عمامۃ فمکروھۃ غایۃ الکراھۃ انتھی واللہ الموفق فتاوی سعدیہ ص۱۵

جناب عالی گذارش آنکہ مذکور جواب سوال مذکورہ کے لئے فتاوی سعدیہ میں مسطورہ بالا کے موافق ہے لیکن فتاوی رشیدیہ میں مذکور مسئلہ کی نسبت مولانا گنگوہی جائز فرماتے ہیں اسمیں کیا بات ہے۔ دیگر عرض یہ ہے کہ جن کپڑوں سے باہر جانا انسان معیوب سمجھتا ہے اگر اُنہی سے وہ شخص نماز پڑھاوے اُس کے لیئے کیا حکم ہے۔

یہاں سے اُسکا یہ جواب لکھا گیا

الجواب

دونوں فتووں میں تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ کراہت اُسکے لئے ہے جو بلا عمامہ مجامع میں نہ جاتا ہو اور عدم کراہت اس کے لئے جو مجامع میں بلا عمامہ جا سکتا ہو اسی سے اخیر سوال کا جواب معلوم ہو گیا کہ مکروہ ہے

سوال

اگر کوئی شخص زانی ہو اور اُسپر مقدمہ زنا کا چلے اُس کے واسطے دعا کرنا کیسا ہے۔

جواب

اگر اُس نے اُس دعا کرنے والے کے سامنے توبہ کر لی ہو تو دعا مانگنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

ایک خط مشتمل بر سوال و جواب

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔

(سوال اول) زید کے باپ سے بدفعلی صادر ہوئی زید کی زوجہ کے ساتھ اور اس معاملہ کو زید نے بچشم خود دیکھا اب آیا زید پر وہ زوجہ حرام ہوئی یا نہیں اور اگر حرام ہو گئی تو پھر بعد نکاح کے رکھ سکتا ہے

۱۰

یا نہیں بحوالہ کتب بینوا توجروا۔

(سوال دوم) ایک مفتی سے یہ سوال بالا کیا انھوں نے یوں فتویٰ دیا)

الجواب

حرام نہیں لقولہ تعالیٰ احل لکم ما وراء ذلکم۔ کتبہ احمد عفی عنہ

الجواب صحیح کتبہ عبداللہ عفی عنہ۔ اسکے متعلق یہ سوال ہے کہ آیا جواب صحیح ہے یا غلط بینوا بالکتاب توجروا من اللہ الوھاب۔

یہاں سے اسکا یہ جواب دیا گیا

الجواب

حنفیہ کے مذہب پر غلط جواب ہے اور یہ ماوراء ذلکم میں نہیں ہے بلکہ ما نکح اباءکم میں داخل ہے اور اگر ماوراء ذلکم میں داخل بھی مان لیا جاوے تب بھی یا عام مخصوص البعض ہے چنانچہ جمع بین المرأۃ وخالتہا یا بینہا وبین عمتہا ماوراء ذلکم میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔

سوال

اگر بچہ یا عورت پر جن کا شبہ ہوتا ہے تو عامل جن کو جلادیتے ہیں آیا جن کو جلاکر مار ڈالنا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب

اگر کسی تدبیر سے پیچھا نہ چھوڑے تو درست ہے بہتر ہے کہ اس تعویذ میں یہ عبارت لکھدیں کہ اگر نہ جائے تو جل جائے

سوال

نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض مصنفہ شہاب الدین خفاجی میں ایک استفتاء اور اس کا جواب اور جواب الجواب درج ہے اسکو پیش نظر حضور انور کرکے کچھ عرض کرتا ہے۔ وھھنا بحث وھو انہ قیل ان ذکر اللہ تبرکا بالجلالۃ بدعۃ لا ثواب فیہا قال الخطابی فی شرح مختصر الشیخ خلیل سئل العز بن عبدالسلام عمن یقول اللہ اللہ مقتصرا علی ذلک ھل ھو مثل سبحان اللہ واللہ اکبر ونحوہ فاجاب بانہ بدعۃ لم ینقل مثلہ عن احد من السلف و انما یفعلہ الجھلۃ والذکر المشروع لا بد فیہ کلہ من ان یکون جملۃ مفیدۃ والاتباع خیر من الابتداع ونحوہ ما افتی بہ البلقینی فی قوم لا یزالون یقولون محمد محمد کثیرا ثم یقولون فی اخرۃ مکرم

معظم فاجاب بانہ ترک ادب وبدعۃ لم تنقل ولا یثاب فیھا وکذا قولھم علی محمد و تابعہ علیہ کثیر من العلماء اقول (القائل الشہاب) ماذکرہ فی اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکررا من کونہ بدعۃ ظاہر لانہ مع کونہ لم یتعبد بمثلہ داخل فی ما نہی عنہ بقولہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ کما سیأتی مثلہ ولم یرد تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا بالدعاء لہ والصلوۃ والسلام علیہ فلو عظم بمثل ذلک کان مراغما للسنۃ ولو ذکر احد سلطانا باسمہ زجروہ واھانوہ فما بالک یا اشرف الخلق و اعظمھم واما ذکر اللہ تعالیٰ فقد ورد الامر بہ ووعد ذاکرہ بالثواب فی ایات واحادیث لا تحصی کقولہ الذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات وفی الحدیث القدسی من شغلہ ذکری عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین الی غیر ذلک مما لا یحصی ولم یقید بقید علی ان الذاکر قصدہ التعظیم والتوحید فھو اذا قال اللہ ملاحظا لمعناہ فکانہ قال معبودی واجب الوجود مستحق لجمیع المحامد ولم یزل اھل اللہ من العلماء والصلحاء تفعلونہ من غیر نکیر وکان الاستاذ البکری یفعلہ ویقول استغفر اللہ مما سوی اللہ وکل شئ یقول اللہ وفی مجلسہ اجلۃ العلماء والمشائخ وھذا ھو الحق وقد صنف فی رد مقالۃ ابن عبد السلام ھذہ عدۃ رسائل رأینا ھا ممن صنف فیھا القطب القسطلانی والعارف باللہ المرصفی والشیخ عبد الکریم الخلوتی وبہ افتی من حاصرناہ اللھم احشرنا فی جملۃ الذاکرین ولا تجعلنا من الغافلین اھ ج ا ص ۳۷ و ۳۸۔

بندہ کی عرض یہ ہے نہ بطور شبہ بلکہ بطور انما شفاء العی السوال کہ جن آیات اور احادیث میں فضیلت ذکر اللہ وارد ہے منہا ماذکرہ الشہاب یہ اگرچہ مطلق ہیں مگر اس مطلق کو صاحب شرع نے اوقات اور حالات و دیگر قیود کے ساتھ ضرور مقید فرمایا ہے اذکار اور ادعیہ میں ذرا ذرا سے تغیر پر صاحب شرع اور اُن کے جانشینوں نے متنبہ فرما دیا ہے نبیک الذی ارسلت کی جگہ میں برسولک پر انکار فرمایا۔ ایک شخص نے چھینکنے کے بعد السلام علیکم کہا اس پر ابن عمرؓ نے متنبہ فرمایا ما ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام بخاری نے صہ ۹۴۶ مصطفائی میں جو حدیث فضل ذکر اللہ تعالیٰ میں روایت کی ہے اُس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ذکر اللہ سے خاص ذکر مراد ہے حیث قال یسبحونک ویکبرونک و

۱۲

یحمدونك ویمجدونك الی قوله یسئلونك الجنة والی قوله یتعوذون بعد قوله یلتمسون اهل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون الله تنادوا هلموا الخ اور تتبع احادیث سے احقر کو معلوم ہوا گو بندہ کو اس پر اطمینان نہیں کہ حضور نے اصول دعا کو ثنائے باری اور سوال کے اندر محصور فرمادیا ہے۔ ثنا جیسے تسبیح تحمید تہلیل تکبیر وحوقلہ ہے اور سوال یا تو سوال ماینفعہ ہے یا تعوذ عمایضرہ ہے جسکے شعب میں استغفار اور صلوۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور تبرك باسمائہ الحسنے ثنا میں داخل ہے۔

اور یہ بجز افیر با جمل مفیدہ ہیں یا بصورت خبر یا بصورت انشاء۔ اور بندہ ناچیز کی نظر میں کہیں تکرار اسم ذات بصورت افراد نہیں گزرا۔ ایک حدیث میں اللہ اللہ ربی لا اشرك به شیئاً ہے وہ بھی جملہ مفیدہ ہے اور حضرت سید کائنات کا ذکر اللہ کو ان الفاظ ماثورہ میں بیان فرمانا اور کہیں تکرار اسم ذات کا بصورت انفراد بیان نہ فرمانا عز بن عبد السلام کا ضرور مؤید ہے ورود اثر اور بات ہے اور استنباط اور بات ہے ہاں اگر تکریر جلالہ کو بحذف حرف ندا اختیار کیا جائے تو ممکن ہے جملہ ہو مگر سنت سے جب بھی ثابت نہیں اور شراح حدیث نے قاطبۃ ذکر اللہ سے الالفاظ التی ورد الترغیب فی قولها ذکر کیا ہے فی فتح الباری والمراد بذکر اللہ ههنا الاتیان بالالفاظ التی ورد الترغیب فی قولها والاکثار فیها وقد یطلق ذکر اللہ ویراد به المواظبة علی العمل بما اوجبه اللہ تعالی او ندب الیه کقراۃ القرآن وقراۃ الحدیث ومدارسة العلم والتنفل بالصلوۃ الخ پس اخیر میں گذارش ہے کہ حضرات چشتیہ رحمہم اللہ تعالی کے یہاں جو اسم ذات کا وظیفہ معمول ہے اس کا کیا حکم ہے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ طریقہ یوں رواج پاگیا ہو کہ نفی واثبات کرتے کرتے بعضے بزرگوں نے صرف الا اللہ پر اکتفا کیا اور پھر بوجہ ورود تجلیات کے الا بھی غائب ہو گیا رہگیا فقط اللہ بہرحال جو کچھ ہو بندہ نے عرض کر دیا جو کچھ ارشاد ہو بالراس والعین ہے۔

الجواب

توجیہ ابتدا کی تو وہ ہی اقرب ہے جو آخر خط میں لکھی ہے باقی دلیل مشروعیۃ کی اگر نقل جزئی نہیں ہے اور حدیث لا تقوم الساعة حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ کو نقل جزئی نہ مانا جائے تو نقل کلی یا استنباط کے دعوی کی ضرور گنجایش ہے کما نقل عن کثیر من الاکابر فی السوال اور اس دعوی میں اختلاف مضر نہیں کشأن سائر الاجتہادیات اور استنباط بھی ثبوت بالنص ہی کی ایک فرد ہے

فان القیاس مظہر لا مثبت اور گو اس صورت میں اس طریق ذکر کو طریق منقول صریح سے مفضول کہا جاویگا لیکن عارض نفع خاص کے سبب (کہ وہ دفع وساوس و جمع خواطر ہے جو کہ مشاہدہ ہے) بعض کے لئے اسکو عملاً ترجیح دیجا سکتی ہے جیسا کہ ایسے ہی مصالح کے سبب ذکر جلی کو ذکر خفی پر کہ دلائل سے اُس کا افضل ہونا ثابت ہے اسی طرح اعلان صدقہ کو اخفار صدقہ پر بعض کے لئے عملاً راجح ہونیکو فقہا نے لکھا ہے اور اگر اسکو مستنبط بھی نہ کہا جاوی جیسا ابن عبد السلام کی رائے ہے مگر تاہم منہی عنہ بھی نہیں اور مشاہدہ سے اسکا جمع خواطر میں جو کہ مامور بہ ہے معین ہونا معلوم ہے پس مثل دیگر تدابیر امور مطلوبہ شرعیہ کے یہ بھی مطلوب ہوگا ولو لغیرہ اور گو تقدیر حرف نداء سب سے اچھی توجیہ ہے مگر غالباً تاَوّل القول بما لا یرضی بہ القائل میں داخل ہے اور تبلیغ کے تغییر پر انکار نہی نہیں ترک ولی پر انکار ہے اور ابن عمرؓ کا انکار تغییر موظف پر ہے اور یہاں تکرار جلالہ کے وقت کوئی ذکر موظف نہ تھا پس ان دونوں کو بحث سے مس نہیں۔

سوال

اگر مورثی دار ہنود ہوں تو اُن سے فیس اور کھانا بلا تقیید کسی طریقہ کی لے لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مجھکو تو مسلمان ہی کا سا حکم معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ عقود فاسدہ بالتراضی سے نہیں جو تفاوت ہو یہ تو غصب ہے جو سب کے لئے حرام ہے۔

سوال

اگر عورت بلا جبر و اکراہ محض اپنی خوشی وا پنی کسی مصلحت سے اپنے تمام حقوق متعلقہ شوہر ایک خاص مدت کے لئے یا ہمیشہ کے لئے معاف کردی یا کوئی خاص حق معاف کردی تو شوہر اُس سے اُن حقوق کے متعلق کیا بری ہے۔

الجواب

جی ہاں مگر اُس عورت کو اُس کے بعد بھی ہر وقت حق رجوع ہے اور شوہر پر واجب ہے کہ اُسکی اطلاع اس کو کردی کہ تمکو ہر وقت حق رجوع ہے۔

سوال

کچھ دنوں سے میں حیران و پریشان ہوں انواع و اقسام کے خواب دیکھتا ہوں انتہا یہ ہے کہ تمام خیالات

اور خوابوں کی نسبت قرآن سے فال لیتا ہوں۔ اول گیارہ دفعہ درود شریف پڑھکر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو بخشتا ہوں ازاں بعد فاتحہ ۷ بار پڑھکر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک کو اور بعد میں آیۃ الکرسی تین مرتبہ پڑھکر جملہ مسلمانوں کی روح کو بخشتا ہوں بعد میں اگر صبح کا وقت ہو تو شروع سے دوپہر کا ہو تو درمیان سے اور دن ڈھلے کے بعد آخری حصہ قرآن کو کھولکر پہلی سطر قرآن مجید سے جو نکل آوے شگون نیک و بد حاصل کرتا ہوں واجباً عرض ہے کہ آجتک میں نے جسقدر فال دیکھی ہیں وہ بالکل ہی صحیح پائی ہیں اور صحیح بھی ایسی کہ بیان صداقت سے زبان قاصر اور قلم عاجز ہے آپ تحریر فرماویں کہ یہ طریقہ برا تو نہیں ہے بروئے شرع شریف مجھپر کوئی حرف تو نہیں۔

جواب

محققین نے اسکو ناجائز لکھا ہے خصوص جبکہ اُس کا یقین کیا جاوے تو سب کے نزدیک ناجائز ہے۔

سوال

رمضان المبارک میں ہمیشہ اضعاف ثواب کی غرض سے اگر ایصال ثواب ہونے کی غرض سے مساکین کو کھانا وغیرہ دیا جائے تو تعینات میں تو داخل نہو گا۔

جواب

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی رمضان الحدیث متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ باب الاعتکاف وعن سلیمان قال خطبنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفیہ من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وفیہ وشہر المواساۃ وفیہ ومن اشبع صائما سقاہ اللہ من حوضی ۔ وعن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا دخل شہر رمضان اطلق کل اسیر و اعطی کل سائل رواہما البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ آخر کتاب الصوم ۔ چونکہ منشا ان تعینات کا اعتقاد تضاعف ثواب ہے اور یہ تضاعف خود ان روایات میں منصوص ہے اس لئے یہ اُن تعینات کے مشابہ نہیں ہیں جنکا منشا محض رسم اور ریا ہے پس یہ عمل بلا کراہت جائز و مطلوب ہو واللہ اعلم۔

سوال ایک امر دریافت طلب ہے کہ بعد نماز عشا بیس رکعت تراویح پڑھنے کے بعد وتر پڑھ لئے جاویں اور

پھر سحر کے وقت تہجد پڑھا جاوے یا نہیں۔

جواب

ہاں یہی افضل ہے۔

سوال

اگر تہجد پڑھا جاویگا تو وتروں کا بعد تراویح پڑھنا اچھا ہے یا بعد تہجد۔

جواب

بعد تراویح۔ کیونکہ جماعت کی فضیلت زیادہ مہتم بالشان ہے وقت کی فضیلت سے۔

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کی بابت کہ آمین بالجہر ورفع الیدین اور نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والے ونیز امام کے پیچھے الحمد پڑھنے والوں کے پیچھے ہم اہل سنت والجماعت کو نماز پڑھنا جایز ہے یا نہیں جواب قرآن شریف وحدیث سے ہو۔

الجواب

ان لوگوں کا اختلاف حنفیہ کے ساتھ صرف ان ہی مسائل فرعیہ میں ہے یا عقائد میں بھی اور یہ لوگ امام ہونے کی حالت میں آیا مسائل طہارت میں مراعات خلاف کی کرتے ہیں یا نہیں۔

السوال

درمختار کی ایک عبارت کتاب الصوم بابت روزہ یوم الشک کے لکھتا ہوں اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقا ان وافق صوماً یعتادہ والا یصومہ الخواص ویفطر غیرھم بعد الزوال بہ یفتی نفیاً لتہمۃ النہی۔ آخر کی عبارت زیر سطر سے معلوم ہوتا ہے کہ خواص جنکو یہ یوم الشک معلوم ہو اُن کو یوم الشک کا روزہ رکھنا جایز ہے حالانکہ حدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین عام ہے خواص کہاں سے مستثنیٰ ہوئے پھر جب خواص کو رکھنے کی اجازت ہے تو عوام کس طرح بچیں گے قواعد فقہیہ پر نظر کرتے عوام کی ابتلا کے خوف سے خواص کو بچنا چاہیے۔

الجواب

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین

(باقی آیندہ)

۱۶

مستحسنات کے قطع کرنے سے لیا ہے اور محمد بن خفیف[٥١] نے کہا ہے کہ ارادہ طلب مراد کیلئے قلب کا ابھرنا[٥٠] ہے اور ارادہ کی حقیقت کوشش کا دائم رکھنا اور راحت کا ترک کرنا ہے اور ابو عثمان نے کہا ہے کہ مرید وہ ہے جسکا قلب تمام اشیاء غیر اللہ سے مرگیا ہو پس وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرتا ہے اور اسکے قرب کا ارادہ کرتا ہے اور اسکی طرف مشتاق ہوتا ہے یہانتک کہ اسکے شدت شوق الی الرب سے اسکے قلب سے دنیا کی خواہشیں جاتی رہتی ہیں اور نیز ابو عثمان نے فرمایا ہے کہ قلب مرید کی یہ عقوبت ہے کہ وہ معاملات اور مقامات (محمودہ) سے ان کے اضداد (مذمومہ) کی طرف محجوب ہو جاویں پس یہ دو طریقے ہیں (یعنی اجتباء و ہدایت) جو احوال صوفیہ کے جامع ہیں اور ان دو کے علاوہ دو اور طریقے ہیں کہ وہ دونوں تحقق بالتصوف (یعنی اتصاف بالتصوف) کے طریقوں سے نہیں ہیں انہیں سے ایک تو مجذوب ہے جو اپنے جذبہ پر باقی رکھا گیا بعد کشف کے مجاہدہ کی طرف واپس نہیں کیا گیا (جیسا طریق اجتباء میں بعد کشف کے مجاہدہ کرایا گیا تھا) اور دوسرا مجاہدہ کرنے والا عبادت کرنے والا ہے جو بعد مجاہدہ کے کشف تک نہیں پہونچا (جیسا طریق ہدایت میں بعد مجاہدہ کے کشف تک پہونچایا گیا تھا) اور یہ دونوں طریق تصوف سے اسلئے نہیں کہ تصوف کیلئے کشف و مجاہدہ دونوں کا تحقق ضروری ہے خواہ ترتیب میں ایک مقدم ہو یا دوسرا اور ان دو طریقوں میں دونوں متحقق نہیں ایک میں صرف مجاہدہ ہے ایک میں صرف کشف اور اصطلاح میں اسکو تصوف نہیں کہتے) اور[٥٣] (اسلئے صوفیہ انکے احکام سے قصداً بحث بھی نہیں کرتے تبعاً دوسری بات ہے البتہ) ان دونوں قسم کے شخصوں کے طریق کو متعلق صوفیہ کا ایک مضمون (عام) ہے (جو ان دونوں قسموں کے ساتھ خاص نہیں ایک مسئلہ کلیہ ہے جو اپنے عموم سے ان کو بھی شامل ہو گیا وہ یہ کہ) صوفیہ کی ترقی اور ان کے طریق کی صحت (صرف) حسن متابعت (احکام) کیساتھ (وابستہ) ہے اور جو شخص یہ گمان کرے کہ بدون طریق متابعت کے کسی مقصود کو پہونچ سکتا ہے یا کسی مراد کو پا سکتا ہے وہ شخص مخذول دھوکہ کھایا ہوا ہے (وہ مضمون عام یہ ہے اسمیں اخیر کے طریق والوں کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ متابعت کی صورت میں تو ان کا حال معتبر ہے ورنہ نہیں آگے اس مضمون کی تائید بزرگوں کے اقوال و افعال سے فرماتے ہیں کہ) خبر دی ہمکو ہمارے شیخ ابو النجیب سہروردی نے انھوں نے کہا کہ خبر دی ہمکو عصام الدین عمر بن احمد صفار نے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو بکر احمد بن علی بن خلف نے انھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو عبد الرحمن نے انھوں نے کہا سنا میں نے نصر بن ابی نصر سے وہ کہتے تھے کہ سنا میں نے قسیم سے جو غلام ہیں زقاق کے وہ کہتے تھے سنا میں نے ابو سعید سکری سے وہ کہتے تھے سنا میں نے ابو سعید خراز سے وہ کہتے تھے کہ جو باطن ایسا ہو کہ ظاہر اس کا مخالف ہو وہ باطل ہے اور حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا یہ علم (تصوف) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ساتھ گندھا

[٥٠] فی الاصل فقال وانقل اندوقال ۱۲ منہ

[٥٢] فی الاصل سہو ۱۲ منہ

[٥٣] فی الاصل ولا الصوفیۃ فی طریقہما باب فرید ہم بصحۃ طریقہم بحسن المتابعۃ ۱۲ منہ۔

ہوا ہے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس پر سنت کو قولاً و فعلاً حاکم بنالیگا وہ حکمت کیساتھ نطق کرنے لگیگا اور جو شخص اپنے نفس پر ہوائے نفسانی کو قولاً و فعلاً حاکم بنالیگا وہ بدعت کے ساتھ نطق کرنے لگیگا

حکایت بیان کیگئی ہو کہ بایزید بسطامی نے ایک روز اپنے کسی پاس رہنے والے سے کہا کہ ہماری ساتھ چلو تاکہ ہم اس شخص کی حالت پر نظر کریں جس نے اپنے کو ولایت کے ساتھ مشہور کر رکھا ہو اور وہ شخص اپنے نواح میں مرجع خلق اور زہد و عبادت میں مشہور تھا پس ہم اُسکی طرف گئے سو وہ جب اپنے گھر سے مسجد کے قصد سے نکلا تو اُس نے قبلہ کیطرف تھوکدیا بایزید نے فرمایا کہ واپس چلو پھر واپس آگئے اور اُس شخص کو سلام بھی نہیں کیا اور یہ کہا کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب پر قابل اعتماد نہیں سو اولیا و صدیقین کے جن مقامات کا وہ دعوی کرتا ہے اُن پر کیسے قابل اعتماد ہوگا اور حضرت شبلی رح کے خادم سے سوال کیا گیا کہ تم نے انکی وفات کے وقت اُنکی کیا بات دیکھی اس نے کہا کہ جب اُنکی زبان بند ہوگئی اور انکی پیشانی پر پسینہ آگیا تو میری طرف اشارہ کیا کہ مجھکو نماز کے لئے وضو کرادو میں نے اُنکو وضو کرایا اور ڈاڑھی میں خلال کرنا بھول گیا پس میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری انگلیوں کو اپنی ڈاڑھی میں خلال کرنے کیلئے داخل کیا اور سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ جس وجدان کیلئے کتاب و سنت شہادت نہ دیں وہ باطل ہے یہ حال ہے صوفیہ کا اور یہ طریق ہے انکا اور جو کوئی شخص بھی اس طریق کے خلاف کسی حال کا دعوی کرے وہ مدعی گمراہ کذاب ہے (چوتھا باب ختم ہوا)

ف۵ فی الاصل مفتونٌ ۱۲ منہ

تنبیہ

احقر یہاں تک عوارف المعارف کا ترجمہ کرچکا تھا کہ تموج ہوا کہ اس کا ترجمہ اسکے قبل بھی ہو چکا ہے مجھکو تو دیکھا گیا معلوم ہوا کہ بجز مقامات دقیقہ کے ترجمہ تو اکثر صحیح ہے لیکن صرف ترجمہ ہی جسمیں بعض مقامات محتاج توضیح ہیں نیز بعض جگہہ کچھ الفاظ بھی قابل تصحیح و تغییر و تبدیل ہیں اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ یہاں سے ترجمہ جدیدہ کا سلسلہ بند کرکے ترجمہ قدیمہ کو بعد تبدیل بعض الفاظ اصل قرار دیکر مقامات محتاج الی التوضیح پر حاشیہ کے طور پر کچھ لکھدیا جاوے اور حاشیہ کا نام **معارف المعارف** (یعنی مأخذ العلوم) رکھدیا جاوے اور ترجمہ جدیدہ کا نام جسطرح **معارف العوارف** رکھا گیا تھا اب مجموعہ جدیدہ و قدیمہ کا نام بھی وہی رہے کیونکہ قدیمہ کا نام اُسکے مترجم نے کچھ نہ رکھا تھا اور اب اسمیں تبدیل کا تصرف ہونے سے من وجہ وہ بھی بحکم ترجمہ جدیدہ ہوگیا اسلئے وہی نام کافی سمجھا گیا اور مجموعہ ترجمہ و حاشیہ کا لقب **معارف العوارف مع معارف المعارف** حاصل ہوا اور جو لوح پر لکھنے کے قابل ہے اب ترجمہ کو متن میں اور توضیح کو حاشیہ میں درج کیا جاویگا۔

کتبہ اشرف علی آخر جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ

(ظاہر ردیمؓ کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیر معلوم الرزق تھے ورنہ ان کو اس طرح پانی مانگنے کی حاجت
نہوتی اس سے معلوم ہوا کہ غیر معلوم الرزق کیلئے بھی افضل صوم ہی ہے یہی اوپر دعوی کیا تھا) اور
جن حضرات نے دوام صوم کو ناپسند کیا ہے (جس سے تحقیق بالا میں کہ صوم مطلقاً افطار سے افضل ہے
شبہ پڑتا ہے) تو اس وجہ سے ناپسند کیا ہے کہ نفس جب روزہ سے مالوف ہو جاویگا اور اُس کا معتاد ہو جاویگا
تو پھر اُسپر افطار کرنا گراں ہوگا اور اسی طرح (اگر ہمیشہ افطار کیا کریگا تو) اُسکا افطار کے ساتھ معتاد ہو جانے
سے وہ روزہ کو گراں سمجھے گا (اور شرعی مستحب یا مباح میں تنگی ہونا یہ ایک شعبہ ہوا ابتاع ہوا بمقابلہ سنت و
تقدیم رائے علی الشرع کا بھی اور خلاف مجاہدہ بھی ہے کہ نفس کو ہمیشہ راحت میں رکھنا ہے لہذا دونوں امر
نامناسب ہیں) پس وہ لوگ اسمیں فضیلت سمجھتے ہیں کہ نفس کسی خاص عادت کی طرف مائل نہو اور اسلئے
انھوں نے یہ رائے دی ہے کہ ایک روز کا افطار اور ایک روز کا صوم نفس پر اشد ہے (اور اسمیں دونوں
مذکورہ خرابیوں سے تحرز ہے) اور منجملہ ادب فقراء کے یہ ہے کہ جب ایک شخص کسی جماعت میں اور اُن کی
صحبت میں ہو تو وہ بدون ان لوگوں کے اذن کے روزہ نہ رکھے (مراد اس جماعت سے وہ ہیں جو غیر معلوم
الرزق ہیں قرینہ اسکا سباق بالموحدہ ہیں یہ ہے کہ اوپر سے صوفیہ کی اس قسم کا ذکر ہے اور سیاق بالتحتیہ
میں اس حکم کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے یعنی) اور پر اس ادب کی وجہ یہ ہے کہ اس جماعت کے قلوب اُسکے
سامان افطاری[له] کے ساتھ متعلق رہیں گے اور وہ لوگ غیر معلوم الرزق پر ہیں (یعنی اگر اس شخص کا روزہ
نہوتا تو جسوقت کوئی چیز آئی ہے اور سب نے کھائی ہے یہ بھی کھاتا اور وہ بیفکر رہتے اب اُن کو خواہ مخواہ
خیال رہیگا کہ اسکے لئے افطاری کا کیا سامان ہوگا اور اگر اذن سے رکھتا تو اس شخص کی حالت سے
ضرورت سمجھکر وہ کچھ بچا لیتے چنانچہ آگے آتا ہے) پس اگر جماعت کے اذن سے روزہ رکھا ہو اور اُن لوگوں
پر کچھ فتوحات ہو تو جس حالت میں یہ معلوم ہو کہ روزہ نہ رکھنے والوں کی جماعت اسکی حاجتمند ہیں اسوقت
صائم کے لئے اس کا اٹھا کر رکھنا ان کے ذمہ لازم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صائم کیلئے اُس کا رزق آپ
بھیجیگا مگر اس حالت میں اٹھا کر رکھ لیا جاوے کہ وہ صائم اس امداد کا محتاج ہو یا تو بوجہ ضعف حال (باطن)
کے یا ضعف جثہ کے بڑھاپے کے سبب یا اور کسی سبب سے اور اسی طرح صائم کیلئے بھی زیبا نہیں کہ وہ اپنا
حصہ اٹھا کر رکھ لے کیونکہ یہ ضعف حال کی بات ہے اور اگر ایسا ضعف ہو کہ اُسکو اپنے حال کا اور اُس

له فی القاموس فی مادۃ الفطر وکصبور ما یفطر علیہ ۱۲ منہ۔

حال کے ضعف کا اعتراف ہے تو اس کو اُٹھا کر رکھ لے اور یہ جو کچھ مذکور ہوا ہے یہ اُن قوموں کے لئے ہے جو رزق غیر معلوم پر ہیں باقی جو صوفیہ خانقاہوں میں کسی رزق معلوم پر مقیم ہیں سو اُن کے حال کے زیادہ لائق روزہ ہی رکھنا ہے اور ان کو جماعت کی موافقت افطار میں ضروری نہیں (یعنی اگر زیادہ خانقاہ والے افطار کریں تو بقیہ کو اُن کی موافقت ضروری نہیں) اور یہ امر اُس جماعت کے بارہ میں ظاہر ہوگا جو اُن میں ایسے ہوں جنکا رزق معلوم ہے کہ اُن کے پاس دن کو آتا ہے (یہ تقریر مذکور اُن کے متعلق ہے کیونکہ جنکا رزق معلوم رات کو آتا ہے اُن کے لئے تو افضلیت صوم ظاہر ہی ہے) باقی جو لوگ رزق غیر معلوم پر ہیں (خواہ تمام جماعت یا سکان خانقاہ میں بعض جنکا طعام کسی مصلحت سے جاری نہیں ہوا) سو بعض نے فرمایا ہے کہ صائمین کا مفطرین کے ساتھ موافقت کرنا یہ اس سے احسن ہے کہ مفطرین سے صائمین کے ساتھ موافقت کرنے کی استدعا کیجاوے (شاید اس قول کی یہ وجہ ہو کہ اول صورت میں راضی بالتعب کی راحت ہے اور ثانی میں راضی مراحۃ کا تعب ہے یہ تو قول ہے بعض کا) اور (تحقیق یہ ہے کہ علی الاطلاق ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دیجاوے بلکہ یوں کہا جاوے کہ) اس قوم (صوفیہ) کے معاملہ کی بنا صدق پر ہے اور صدق کی بات یہ ہے کہ نیت کی اور احوال نفس کی دیکھ بھال کرنا پس جس امر میں نیت صحیح ہو خواہ صوم خواہ افطار خواہ موافقت خواہ ترک موافقت پس وہی افضل ہے (یہ تفصیل تو اصول طریق سے تھی) باقی حدیث کی رو سے سو جو شخص صائم ہو اور وہ موافقت کی وجہ سے افطار کرلے اُس کے لئے بھی ایک وجہ ہے اور اگر وہ صائم ہی رہے اور موافقت نہ کرے اُس کیلئے بھی ایک وجہ ہے سو جو شخص افطار کرلے اور (اس طرح) موافقت کرے تو اُسکی وجہ تو وہ حدیث ہے جسکی خبر دی ہمکو ابوزرعہ طاہر نے اپنے باپ ابوالفضل حافظ مقدسی سے اُنھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابوالفضل محمد بن عبد اللہ نے اُنھوں نے کہا خبر دی ہمکو سید ابوالحسن محمد بن الحسین علوی نے اُنھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابوبکر محمد بن حمدویہ نے اُنھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن حماد نے اُنھوں نے کہا حدیث بیان کی ہمسے عبد اللہ بن صالح نے اُنھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عطار بن خالد نے حماد بن حمید سے اُنھوں نے روایت کی محمد بن المنکدر سے اُنھوں نے روایت کی ابوسعید خدری سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب کے لئے کھانا تیار کیا جب کھانا ان صاحبوں کے سامنے لایا گیا تو قوم میں سے ایک شخص نے کہا میں روزہ سے ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائی نے تمہاری دعوت کی

(باقی آئندہ)

تو اُس نے اپنے نفقہ کا باختیار خود التزام کیا ہے اسلئے اُس کا بھی وہی حکم ہے۔ اور معتدۃ الوفات کا نفقہ کسی پر ابتداہی سے واجب نہیں اسلئے اسکو دن کو بضرورت انتظام معاش کے اور تھوڑے سے حصہ شب میں بھی نکلنا جائز ہے لیکن زیادہ حصہ رات کا اپنے گھر میں گزارنا واجب ہے پس فرق دونوں میں اسی ضرورت معاش و عدم ضرورت سے ہوا سو اگر کوئی معتدۃ الوفات بھی معاش سے مستغنی ہو تو اسکو نکلنا جائز نہ ہوگا (درمختار عن الفتح)۔ ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے خصوصاً عورتیں یوں سمجھتی ہیں کہ عدت گذر نیکے بعد عدت سے نکلنے کیلئے یہ بھی ضروری ہو کہ اُس گھر سے دوسرے گھر جاوے اور اُس کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے سو یہ بالکل غلط ہے جب وہ مدت گذر گئی بس عورت عدت سے نکل گئی گو اُسی گھر میں رہے۔ ایک غلطی جسکو ایک رسم جہالت کہنا بجا ہے یہ ہے کہ مطلقہ کو مطلقاً حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں اور گو زیادتی شوہر ہی کی ہو مگر بلا وجہ یہ حکم لگا دیتے ہیں کہ اُس نے کچھ تو عیب کیا ہوگا تب تو اُسکو طلاق ہوا اور پھر اُس عیب کو بھی عفت ہی کے متعلق سمجھ لیتے ہیں اور اسی بنا پر اُس سے حتی الامکان نکاح نہیں کرتے سو یہ ظاہر بات ہے جب واقعات دونوں طرح کے ہیں کہیں عورت کی زیادتی ہوتی ہے کہیں مرد کی پھر یہ کیسے سمجھ لیا کہ عورت ہی خطا وار ہے اور اگر خطا وار ہے تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ خطا عفت ہی کے متعلق ہے ایسے قرائن پر کسی پر شبہ کرنا سخت گناہ اور حرام ہے۔ ایک غلطی اسکے مقابلہ میں کہ وہ بھی رسم جہالت ہی ہے یہ ہے کہ بعض طلاق دینے والے کو بلا دلیل ظالم قرار دے لیتے ہیں اور اسی بنا پر پھر اُس کا نکاح دشوار ہو جاتا ہے سو یہ بھی پہلے کی طرح رجم بالغیب ہے کہیں کہیں عورتیں سرکشی و نافرمانی و ایذارسانی کرتی ہیں تو اس صورت میں مرد بجز طلاق کے کیا کرے حاصل یہ کہ محض وقوع طلاق سے بلا تحقیق نہ شوہر پر الزام لگا وے نہ عورت پر بلکہ جن لوگوں کا اس قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اُن کو تو اس سے تعرض ہی کی ضرورت نہیں اور جنکو کچھ ضروری تعلق ہے وہ بھی بدون تحقیق کوئی حکم نہ لگا دیں کہ بدون دلیل شرعی کوئی حکم لگا دینا مخالفت ہے نص ولا تقف ما لیس لک بہ علم کی اور نص فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی کی یہانتک اس بقیہ میں اکثر احکام متعلق عدت کے تھے طلاق کے بعد علاوہ عدت کے ایک قصہ حضانت یعنی چھوٹے بچوں کی پرورش کا پیش آتا ہے اسی طرح وفات شوہر کے بعد بھی جسکا حاصل یہ کہ افتراق بین الزوجین کے بعد کبھی نابالغ اولاد بھی ہوتی ہے بعض اوقات زوجین میں اور کبھی زوجہ اور ورثہ زوج میں ان بچوں کے متعلق کشاکشی پیش آتی ہے۔ اور اکثر تو یہ کشاکش اس

۸۰

صورت سے ہوتی ہے کہ فریقین میں سے ہر شخص ان بچوں پر اپنا دعویٰ استحقاق کا کرتا ہے اور سب اپنے
اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں اور کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے یعنی ہر ایک دوسرے پر ڈالتا ہے۔
اول صورت میں اکثر تو یہی ہے کہ جس کا زور ہوا وہ غالب آگیا اور بچہ پر قبضہ کر لیا خواہ حق ہو یا نہ ہو
یعنی اگر باپ یا باپ والے زوردار ہوئے تو دودھ پینے ہی کی حالت میں یا اسکے ذرا بعد ماں سے چھین لیتے
ہیں اور اگر ماں والے زوردار ہوئے تو وہ عمر بھر بھی باپ والوں کو قبضہ نہیں دیتے سو یہ دونوں غلطیاں
ہیں اس کا قانون شرعی یہ ہے کہ اگر ماں کافر اور فاجرہ نہ ہو اور اس نے ہنوز ایسے مرد سے نکاح نہ کیا ہو جو
بچہ کے ساتھ ذی رحم محرم ہونے کا علاقہ نہ رکھتا ہو تو ماں اس بچہ کو اپنے پاس رکھنے کے استحقاق میں
سب سے مقدم ہے اور اس استحقاق کی مدت یہ ہے کہ لڑکا سات برس کا ہو جائے اور لڑکی ایسی ہو جاوے
کہ مردوں کو اس کی طرف رغبت ہونے لگے اس کے بعد اسکو باپ کی طرف واپس کر دیا جاوے گا اور دادی بھی
بجائے باپ کے ہے جب کہ باپ موجود نہ ہو اور اگر باپ اور دادا نہ ہوں تو پھر وہ عصبات جو کہ ذی رحم محرم
ہوں وہ زیادہ مستحق ہیں بشرطیکہ معتمد ہوں اور جو ایسے عصبات نہ ہوں تو حاکم کسی اہل کے سپرد کر دے
اور لڑکی کو کسی امین دیندار عورت کے سپرد کر دے اور لڑکا اگر بالغ ہو کر اپنی خود نگرانی کر سکے پھر اس پر
قبضہ کرنے کا کسی کو حق نہیں اور اگر ماں کافر فاجر ہو تو اسکو کچھ حق نہیں اسی طرح اگر ایسے مرد سے نکاح
کر لیا ہو جو بچہ کا ذی رحم محرم نہیں اور اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ نہ ذی رحم ہے نہ محرم ہے جیسے
بالکل اجنبی شخص - دوسری یہ کہ ذی رحم تو ہے مگر محرم نہیں جیسے چچازاد بھائی کہ رشتہ دار تو ہے مگر محرم
نہیں تیسری یہ کہ محرم تو ہے مگر ذی رحم نہیں جیسے رضاعی باپ یا بھائی یا چچا کہ ان سے نکاح تو حرام ہے
اس لئے محرم تو ہیں مگر ان کو کچھ قرابت نہیں غرض ان تینوں قسموں میں سے جس کسی سے عورت نے نکاح
کر لیا تو ان سب صورتوں میں عورت کا یہ حق جاتا رہے گا اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ علی الاطلاق باپ کا
بھی قبضہ غلط ہے اور علی الاطلاق ماں کا قبضہ بھی بلکہ دونوں کے قبضوں میں یہ تفصیل ہے جو اوپر مذکور
ہوئی اب رہا اس کا عکس کہ ہر ایک دوسرے پر ڈالتا ہے اس کا قانون یہ ہے کہ اگر کوئی دوسری عورت
دودھ پلانے والی اور پرورش کرنے والی مل سکے خواہ بلا عوض یا بعوض اور باپ یا یہ بچہ اتنے مال کا
مالک ہو کہ اس عوض کو ادا کر سکے تب تو ماں پر جبر نہ کیا جاوے گا ورنہ جبر کیا جاوے گا اس قانون سے معلوم ہو گیا
ہو گا کہ علی الاطلاق بچہ نہ عورت پر ڈالا جا سکتا ہے نہ باپ پر اور یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک بچہ ماں کی

حضانت میں رہیگا دونوں کا خرچ باپ کے ذمہ ہوگا باقی تفاصیل کتب فقہ میں ہیں۔

ایک معاملہ بعد الطلاق یا بعد الموت جسمیں غلطیاں ہوتی ہیں اثاث البیت کے متعلق ہے

کہ ہر ایک زوجین میں سے یا ایک کے مرنیکے بعد اُسکے ورثہ اور دوسرا زندہ اسمیں دعوی مالک کرتے ہیں سو اسکا فیصلہ یہ ہے کہ جو چیزیں عورتوں کے لائق ہیں جیسے زنانہ کپڑے وہ عورت کے ہیں لیکن اگر مرد اس کے خلاف پر شرعی گواہ قائم کردے تو گواہوں پر حکم ہوگا۔ اور جو چیزیں مردوں کے لائق ہیں وہ مرد کی ہیں جیسے مردانے کپڑے یا ہتیار وغیرہ۔ لیکن اگر عورت اسکے خلاف پر گواہ قائم کردی تو گواہوں ہی کے موافق حکم ہوگا اور جو دونوں کے کام کی چیزیں ہیں وہ بھی مرد کو دیجاویگی لیکن اگر عورت گواہوں سے اس کے خلاف ثابت کردے تو پھر گواہوں پر فیصلہ ہوگا یہ تو جب ہے کہ زوجین میں اختلاف ہوا اور اگر ایک مر گیا اور دوسرے زندہ میں اور اُس میت کے ورثہ میں اختلاف ہو تو اس صورت میں جو چیز صرف مردوں کے یا صرف عورتوں کے کام کی ہو اُسمیں تو یہی تفصیل ہے اور جو چیز دونوں کے کام کی ہو اُس میں اختلاف ہے امام محمد تو وہ چیز مرد کو دلاتے ہیں خواہ وہ زندہ ہو یا اسکے ورثہ ہوں۔ اور امام صاحب وہ چیز زندہ کو دلاتے ہیں خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو اور گواہ ہونے کی حالت میں علی الاطلاق گواہوں پر فیصلہ ہوگا اور یہ سب تفصیل برتنے کی چیزوں میں ہو اور اگر سوداگری کا مال ہو تو اسباب کا زنانہ ہونا دلیل نہ ہوگی عورت کے مالک ہونے کی یہ سب عالمگیریہ کے باب سابع کی فصل سابع عشر میں ہے۔ اور احقر کے نزدیک جہاں یہ عرف ہو کہ مرد اپنے مال جمع کرنے کی غرض سے زنانہ زیور بنوا کر عورت کو عاریۃً پہنا دیتے ہوں تو وہاں یہ زیور بھی مثل مال تجارت کے سمجھا جاویگا جس کا حکم ابھی معلوم ہوا (مگر دوسرے علماء سے بھی احتیاطاً مراجعت کرلیجاوے) ایک غلطی جو معصیت کے شدید درجہ تک ہے بعد مفارقۃ الزوجین یہ ہوتی ہے کہ اگر زمانہ طلاق یا بیوگی سے نو مہینہ کے اندر بچہ پیدا نہوا بلکہ بعد میں ہوا تو عورت کو زنا کی تہمت لگا دیتے ہیں حالانکہ شریعت میں جو قانون ثبوت نسب کا ہے یہ اسکے بالکل خلاف ہے فقہاء نے اُسکو بہت مفصل لکھا ہی یہاں نمونہ کے طور پر ایک جزئیہ طلاق کا اور ایک وفات زوج کا لکھا جاتا ہے۔

پہلا جزئیہ اگر کسی کو طلاق بائن ہو جاوے اور وقت طلاق سے دو برس کے اندر اُس کے بچہ ہو تو وہ اُسی شوہر کا سمجھا جاویگا۔ **دوسرا جزئیہ** اگر کسی کا شوہر مر جاوے اور وقت وفات سے دو برس نہ گذرے ہوں کہ بچہ پیدا ہو تو اُس شوہر کا سمجھا جاویگا اور یہ اسوقت ہے کہ جب دونوں صورتوں میں معتدہ نے

۸۲

اس کے قبل عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر عدت گزرنے کا اقرار کر چکی تھی پھر اُس کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اُس میں تفصیل ہے کہ اگر وقت اقرار سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو اُس اقرار انقضاء عدت کو غلط سمجھا جاویگا اور نسب ثابت ہوگا اور اگر وقت اقرار سے چھ مہینے گزر گئے تھے تو نسب ثابت نہ ہوگا یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں لیکن نسب ثابت ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اُس عورت کو یقیناً زانیہ کہا جاویگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ قانون سے وہ بچہ مرد کے ذمہ لازم نہ ہوگا یعنی مثلاً اُس کے مال میں وارث ہوگا اور اس کے ذمہ اُس کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔ باقی زانیہ ہونے کی صورت بعض صورتوں میں یہ ہوسکتی ہے کہ اُس کا اقرار انقضاء عدت کا خود غلط ہو اور بعض صورتوں میں یہ ہوسکتی ہے کہ کسی ظالم نے اُسپر ظلم کیا ہو خواہ شوہر نے عدت طلاق میں یا کسی غیر نے وفات شوہر میں باقی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر واقع میں بھی عورت کی کوئی شرارت ہو تب بھی اس قانون کے سبب وہ عند اللہ بری ہوگی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ پر یہ قانون حاکم نہیں مطلب یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اُسپر تہمت رکھنے کا کوئی حق نہیں باقی وہ جانے اور اُس کا فعل جانے جیسا کریگی عند اللہ اُس کے ساتھ ویسا معاملہ کیا جاویگا اب اسمیں یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اس قانون سے تو عورتوں کی جرأت بڑھجاویگی ایسی جرأت سے کہاں تک بچا جاویگا آخر یہ بھی تو قانون ہے کہ جسکا شوہر پاس ہو اُس کا بچہ ثابت النسب ہوگا تو اس سے شوہر کے پاس رہنے والیوں کی جرأت بڑھ سکیگی کہ اگر ہم بدکاری کریں ہمکو کون کچھ کہے گا خاوند کے ماتھے جاویگی اور اگر جرأت کا انسداد ضروری ہے تو کیا ظلم کا انسداد ضروری نہیں اگر واقع میں وہ بری ہو اور قانون سے کام نہ لیا جاوے تو اس پر جو بہتان کا ظلم ہوگا اس کا کیا علاج ہوگا۔

ایک اعتقادی غلطی عدت وفات کے متعلق جہلا میں یہ ہے کہ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر مردہ شوہر کے جنازہ لیجانے سے پہلے بیوہ کو اُس گھر سے دوسرے گھر میں لیجاویں تب تو جائز ہے ورنہ پھر جائز نہیں منشاء اس جہل کا یہ ہو کہ عدت کی ابتدا جنازہ کے لیجانے کے بعد سے سمجھتے ہیں حالانکہ عدت بمجرد دم نکلنے کے شروع ہو جاتی ہے اور جنازہ لیجانے کے قبل اور بعد دونوں حال میں ایک ہی حکم ہے کہ بلا عذر قوی جسکی تفصیل کتب فقہ میں ہے عدت کے اندر دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا حرام ہے یہ مسئلہ استطراداً مسائل بعد الطلاق میں ذکر کردیا گیا۔ ایک علمی غلطی مہر کے باب میں بعد طلاق کے یہ واقع ہوتی ہے کہ بعضے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر عورت کو کسی قصور پر طلاق دی گئی ہو تو مہر ساقط ہو جاتا ہے مثلاً عورت کی بدچلنی ثابت ہوئی

(باقی آئندہ)

۸۴

اپنے کو عمدہ جواب سے سبکدوش اور اپنے علامۂ عصر کو مقابلہ کے لئے پیش کریں اور اس طرح اپنے عجز عن الجواب پر پردہ ڈالکر عوام کو دھوکا دیں اور لطف دیکھئے معترضین کی بزرگوں سے حضرات دیوبند کی مخالفت نہیں کی بلکہ اُن کے ساتھ شیر وشکر رہے اُن کی تعظیم وتکریم کرتے رہے جیسا کہ اس کی تفصیل ہم اوراق گذشتہ میں کر چکے ہیں لیکن اس طرز عمل میں معترض صاحب اپنے بزرگوں کی تقلید نہیں کرتے اور جواب دینے کے موقعہ پر ان کی تقلید کا غلط دعوی کرتے ہیں پس کیا ان واقعات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معترض صاحب ہرگز طالب حق نہیں ہیں اور ان کے اعتراضات ہرگز نیک نیتی پر مبنی نہیں ہیں بلکہ اُن کی مخالفت کا منشا محض بغض وعناد۔ رشک وحسد اور اپنی ابلہ فریب تقریروں سے عوام کو دھوکا دینا۔ اور آفتاب حق پر خاک ڈالکر اُسکو لوگوں کی نظروں سے چھپانا ہے لیکن ان کو واضح رہے کہ حق چھپنے والا نہیں ہے بلکہ وہ جسقدر اس کے چھپانے کی کوشش کرینگے وہ اسی قدر اور ظاہر ہوگا اور وہ جسقدر مٹانے کی جد وجہد کرینگے اسی قدر ان کو پستی وذلت نصیب ہوگی وہ اگلے معاندین کے واقعات پر گہری نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اُن کا کیا حشر ہوا اور حق کی مخالفت کا ان کو کیا نتیجہ ملا معترض صاحب ہماری بے نفسی کو دیکھیں کہ باوجودیکہ علماء فرنگی کی لغزشیں ہمارے سامنے موجود ہیں جنکا نمونہ ابھی پیش کیا جا چکا ہے اور اگر ہم چاہتے تو اُن کی علمی وعملی لغزشوں کا ایک معتدبہ ذخیرہ جمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے تھے مگر آجتک ہمنے ایسا کرنے کا خیال نہیں کیا بلکہ اُن کی لغزشوں کو محمل صحیح یا خطاء بشری پر محمول کر کے نظر انداز کر دیا اور ہمیشہ ان کو بنظر احترام دیکھا اور ہمارے اس طرز عمل کے مقابلہ میں وہ اپنے برتاؤ کو دیکھیں اور انصاف کریں کہ ہمارے اس طرز عمل کا وہ جواب جو انھوں نے دیا ہے کہانتک جائز ہو سکتا ہے۔

(۶) معترض صاحب کہتے ہیں بہر حال ہم بہشتی زیور کی غلطیاں بیان کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اہل علم میں سے کوئی صاحب جواب دینگے اھ گو معترض صاحب کی یہ امید خود اُن کے اصول کے خلاف ہے کیونکہ جس وجہ سے وہ ان لوگوں کو قابل خطاب نہیں سمجھتے جنکو وہ دریدہ دہن وغیرہ کہتے ہیں یعنی جہل وبدزبانی وہ بھی مع شئی زائد یعنی بغض وحسد وعناد ومکابرہ ہمارے جواب نہ دینے کے لئے موجود ہے اور اس لئے ان کو خود اپنے احوال سے کسی اہل علم سے جواب کے توقع رکھنا بے معنی ہے کیونکہ اہل علم کے خطاب کے اہل نہیں ہیں مگر تاہم ہم اُن کی امید کو پورا کرتے ہیں اور ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ اعتراض کریں ہم جواب دینگے (۷) معترض صاحب کہتے ہیں ہم یہاں ان غلطیوں کو تذکرہ سے

خارج کئے دیتے ہیں جنکا مسائل کتاب سے بظاہر تعلق نہیں ہے گو ان سے بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اھ کیوں جناب جب دونوں قسم کی غلطیوں سے نقصان پہنچتا ہے تو پھر اس فرق کی کون سی وجہ ہے کیا مسائل کتاب سے بظاہر تعلق نہ ہونا گو وہ غلطی مضر ہو شرعاً یا عقلاً کوئی وجہ فرق ہو سکتا ہے پھر کیا اس بیان سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپکا یہ بیان کہ ہمکو لوگوں کو ضرر سے بچانا مقصود ہے سراسر ڈھوکا ہے اور اصل وجہ کچھ اور ہے۔

(۸) معترض صاحب ان امور کی تفصیل جن کو مسائل کتاب سے بظاہر تعلق نہیں ہے مگر ان سے ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہے یوں کرتے ہیں مثلاً آداب کا لفظ بجائے سلام کے جبکہ خود مولانا لفظ سلام کو بھی السلام علیک کی جگہ کافی نہیں خیال کرتے قبلہ وکعبہ بزرگوں کو لکھنا اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ میاں کا لفظ بڑہانا اھ اسمیں تین دعوے ہیں اول یہ کہ مولانا نے سلام کی بجائے آداب کا لفظ لکھا ہے سو یہ افترا صریح ہے کیونکہ بہشتی زیور میں آداب اس طرح لکھی ہیں۔

بعد تسلیم بصد آداب و تکریم عرض ہے کہ۔ بعد آداب و تسلیم بصد تعظیم و تکریم عرض ہے بعد تسلیم بصد تعظیم کے التماس ہے۔ بعد آداب و تسلیم کے عرض ہے۔ بعد تسلیم کے عرض ہے۔ بعد تسلیم بصد تعظیم کے عرض ہے۔ بعد سلام اور شوق ملاقات کے عرض ہے الیٰ غیر ذلک ان میں کہیں آداب کا لفظ بجائے سلام کے نہیں استعمال کیا گیا اور بعض القاب میں جو آداب کا لفظ تسلیم کے ساتھ استعمال کیا ہے وہ بمعنی لغوی ہے نہ کہ بمعنی عرفی یعنی سلام پس یہ اعتراض کہ مولانا صاحب نے سلام کی بجائے آداب کا لفظ استعمال کیا ہے افترا محض ہے رہا یہ کہ مولانا لفظ سلام کو بجائے سلام علیک کے کافی نہیں سمجھتے سو مضمون ہمکو بہشتی زیور حصہ ۶ صـ ۲۹ میں نہیں ملا جسکا معترض صاحب نے حوالہ دیا ہے ان کو چاہیے کہ وہ اسکی عبارت بلفظہ نقل کریں۔ اور دوسرا یہ کہ مولانا نے بزرگوں کو قبلہ وکعبہ لکھا ہے یہ صحیح ہے مگر معترض کا اس پر اعتراض کرنا اس کے عناد کی صریح دلیل ہے کیونکہ وہ احمد رضا خانصاحب کو قبلہ لکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کو قبلہ وغیرہ لکھنا جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ مولانا نے حق تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ میاں کا لفظ استعمال کیا ہے سو یہ بھی صحیح ہے مگر اس میں اس نے کوئی قباحت نہیں بیان کی رہی یہ بات کہ مولانا نے اس لفظ کا استعمال کیوں کیا سو اسکی وجہ یہ ہے کہ عورتیں حق سبحانہ کا نام اسی طرح لیتی ہیں لہذا مولانا نے بہشتی زیور میں عورتوں کی زبان کا خاص طور پر

۱۰۶

لحاظ رکھا ہے اسلئے اس لفظ کا استعمال کیا ہے اب معترض صاحب کو چاہئے کہ اسمیں کوئی قباحت دکھاتے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتے یہ گفتگو معترض کی تمہیدی مضمون سے متعلق تھی ناظرین کو اس سے معترض کی علمی استعداد اور اسکی دینی حالت کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا اور معلوم ہو گیا ہوگا معترض کا منشا ان اعتراضات سے ہرگز دین نہیں ہے بلکہ اسکا منشا سراسر حسد وعناد ہے اب ہم اسکے اعتراضات پر کلام کرتے ہیں

تحقیق (۱۲) متعلق بہ تعریف بدعت

بہشتی زیور میں لکھا ہے عقیدہ۔ اللہ ورسول نے دین کی سب باتیں قرآن حدیث میں بندوں کو بتلادیں اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں بدعت بڑا گناہ ہے آہ اسپر معترضین نے یوں اعتراض کیا ہے پہلے ہم بدعت کی تعریف اور اسکے اقسام بیان کرتے ہیں اس کے بعد اس عقیدہ کی غلطی بیان کرینگے (آگے مجالس الابرار وغیرہ سے عبارتیں نقل کی ہیں جنکو ہم تطویل لاطائل سمجھکر ترک کرتے ہیں اس کے بعد لکھا ہے) ان سب عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ بدعت دو معنی میں مستعمل ہے ایک لغوی عام یعنی ہر اس چیز کے جو نئی پیدا ہو۔ دوسرے عرفی خاص جو حدیثوں میں مستعمل ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ جو امر بعد قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر کے پیدا ہوا وران زمانوں کے حضرات کے طریقوں کے خلاف ہو۔ اس بدعت پر حکم ضلالت دیا گیا ہے۔ اور امام شافعی نے تو تصریح کر دی ہے کہ جب تک کتاب سنت اثر اجماع کے مخالف نہو اسوقت تک بدعت نہیں ہے اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت کے اقسام ہیں واجب ہیں جیسے ملاحدہ کے رد کرنے۔ قرآن پاک سمجھنے کیلئے جو علوم ضروری ہوں انکا پڑھنا۔ حرام جیسے ملاحدہ حال کے مذاہب۔ مندوب جیسے مدارس کی بنا۔ مباح جیسے آرائش مکان لذیذ کھانے وغیرہ مکروہ جیسے مساجد وقرآن کا مطلا ومذہب کرنا شافعیہ کے نزدیک پس اگر عقیدہ مذکورہ کتاب میں بدعت سے مراد بدعت بالمعنی العام ہے تو مطلقاً ان کا بہت بڑا گناہ ہونا صحیح نہیں ہے (یاد رکھئے کہ پانچوں قسمیں بدعت بالمعنی الاعم کے ہیں) اور اگر مراد بدعت سے بالمعنی الخاص ہے تو "اللہ ورسول نے دین کی سب باتیں قرآن وحدیث میں بتلادی ہیں اب کوئی بات دین میں نکالنا درست نہیں" غلط ہے کیونکہ افعال واقوال صحابہ تابعین وتبع تابعین ما یستنبط منہ بھی بدعت نہیں ہے۔

۱۰۷

پس یہ قول کہ جو نئی بات دین میں نکلے وہ بدعت اور بڑا گناہ ہے صحیح نہیں۔ ہمکو معاف کیا جا
اگر ہم کہیں کہ مؤلف صاحب نے اس عقیدہ کے ذریعہ سے بزعم خود بہت سے ان امور کی تردید کی
جنکی اصل شرعی موجود ہے مگر مؤلف صاحب نے بدعت میں داخل کر کے اسکو ناجائز قرار دیا ہے مثلا
میلاد شریف بطریق مروجہ یا عید میلاد جو ہمارے نزدیک بدعۃ بالمعنی الاول مندوبہ ہو اور بالمعنی الثانی
بدعت نہیں ہو حالانکہ یہ بنار فاسد علی الفاسد ہے۔ ان امور کے متعلق ہم بعد کو بحث کریں گے اور ثابت
کریں گے کہ مؤلف صاحب اپنے دعوی کے ثابت کرنے میں کہاں تک ناکامیاب رہے آہ (دیکھو
النظامیہ بابت ماہ نومبر ۱۶ء)

تنقید

عقیدہ مذکور میں بدعت سے مراد بدعت بالمعنی الخاص ہو۔ اور مطلب عقیدہ کا یہ ہے کہ اللہ و رسول
نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو بتلا دی ہیں۔ خواہ اجمالاً اور ضوابط کلیہ کے ذریعہ
سے یا تفصیلاً اور تفریعات جزئیہ کے طور پر اور خواہ صراحۃً یا بدون تصریح۔ لہذا اب کوئی نئی بات دین
میں نکالنا درست نہیں ایسی نئی بات کو جو کہ نصوص میں نہ اجمالاً مذکور ہو نہ تفصیلاً نہ صراحۃً نہ بغیر صراحۃً
بدعت کہتے ہیں اس تشریح کی بنا پر افعال و اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین و غیرہم من العلماء الی یوم
القیامہ جو کہ ادلہ شرعیہ سے مستنبط ہیں بدعت نہو نگے اور بہشتی زیور کا یہ کہنا کہ جو نئی بات دین میں
نکلے وہ بدعت اور بڑا گناہ ہے علی الاطلاق صحیح اور بالکل بے غبار ہوگا اور اس پر اعتراض کرنا ناشی از
جہل و عناد و بغض و حسد قرار پاویگا اس تحقیق کے بعد ہم معترض صاحب کے کلام پر کلام کرتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اولاً ان کے اس اعتراض و نیز دیگر اعتراضات سے (جب کہ ناظرین کو تحقیقات آئندہ
سے معلوم ہوگا) معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب نے حضرت مولانا پر اعتراضات کو منجملہ دیگر اصول مخترعہ
کے جنکو ہم حسب موقع بیان کریں گے ایک اس اصل پر مبنی کیا ہے کہ کسی کلام کو جب تک کہ وہ غلط
محمل پر محمول ہو سکے ہرگز محمل صحیح پر محمول نہ کیا جاوے بلکہ غلط محمل پر محمول کیا جاوے خواہ وہ کتنا ہی واضح
البطلان اور خلاف مراد متکلم کیوں نہو تفصیل اسکی یہ ہے کہ انھوں نے حضرت مولانا مد ظلہم پر اعتراض
کیا ہے کہ اگر عقیدہ مذکور میں بدعت سے مراد بدعت بالمعنی الخاص ہو تو اللہ و رسول نے دین کی سب

(باقی آئندہ)

تالیفات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

نام کتاب	[illegible]	[illegible]
[دع]وات عبدیت حصہ اول مشتملبرده [مو]اعظ وسو ملفوظات ۔ آداب مسجد و دعا [ب]زرگی و حقوق معاشرت و اخلاص و [ا]صلاح نساء وغم ہونی ۔	عہ ۳/	۱۰/
دعوات عبدیت حصہ سوئم مشتملبرده مواعظ وسو ملفوظات اہتمام دین علم دین [کی] ضرورت تقرب الی اللہ ۔ خوف خدا کی فضیلت قربانی کا بیان توبہ کی فضیلت اسلام کامل کی حقیقت گناہ سے بچنے کا طریق	عہ ۸/	عہ ۳/
دعوات عبدیت حصہ چہارم مشتملبر[ده] مواعظ وسو ملفوظات ۔ اصلاح نفس کونسا عمل افضل ہے مشغولی دنیا ۔ علم کی ضرورت مصیبت سے نصیحت دنیا سے محبت ازالہ غفلت نامرادی ترک معاصی ۔	عہ ۶/	۱۱/
دعوات عبدیت حصہ پنجم مشتملبر[ده] مواعظ وملفوظات ضرورت علما طریق نجات اپنے عیبوں سے بے خبری وعظ کا	سعہ ۶/	عہ ۵/

نام کتاب	[illegible]	[illegible]
طریقہ ۔ آثار محبت الٰہی ۔ علماء کو عمل ضروری ہے قحط وغیرہ میں صدقہ کا طریق ۔ اطاعت سے فلاح دنیا بھی ہے ۔ دنیا کو وطن نہ سمجھنا چاہئے ۔ گناہوں کے نقصان ۔		
دعوات عبدیت حصہ ششم مشتملبرده مواعظ وسو ملفوظات ۔ قربانی کے احکام ۔ دوسرے کا نفع کرنا اپنا نقصان کرکے حق کی اطاعت ضروری ۔ اللہ سے ڈرنے کے آثار موت کی یادگاری اپنی رائے سے عمل کی خرابی حق تعالیٰ سے ہمکلامی کی نعمت گناہ کا کسی حال میں جائز نہ ہونا صحبت نیک کی ضرورت ۔ ایمان کی شرط	عہ ۵/	۱۴/
دعوات عبدیت حصہ ہفتم نصف مشتملبر پانچ مواعظ ۔	۱۲/	۷/
التذکیر حصہ اول مشتملبر سات مواعظ ۔	۱۲/	۹/
التذکیر حصہ دوئم مشتملبر سات مواعظ	۱۲	۶/
التذکیر حصہ سوم مشتملبر ساٹھ مواعظ	۱۲/	۶/

کتب درسیہ }

کنز الدقائق محشی بحواشی جدیدہ مطبوعہ مطبع قاسمی - - - - -	سعہ
دیوان حماسہ - - - - - - - -	سعہ ۸/
علم الصیغہ ۔ مطبوعہ رزاقی پریس - - - - -	۵/

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتہ محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹیوح کے اڑہائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ ہے کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کر کے عہ کا ویلو ہوگا۔ امسال ہے کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء رجب ۱۳۳۶ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں جماعت انتخاب التالیفات مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدد ومعاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو +

راقم رفیق احمد مالک امداد المطابع ومدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

ف دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸۹ و ۱۹۰ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ۲۷

۷۸۶

قال اللّٰہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وفی الحدیث کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا وفی روایۃ انی احبکم

انتثالا للآیہ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم وامادو للحدیث کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل درارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ ودائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ وتربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ مسمل السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ وملفوظات حضرت ومکتوبات حضرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ ومعارف العوارف فی السلوک واصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا **اشرف علی** صاحب مدظلہ است بلکہ اجل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللّٰہ است کہ لقب صحیفہ مشیرست بتبرک نام نامیش نیز وسابعہا الاشتات از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل

جلد (۵)	بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ ہجری	عدد (۶)

باد ارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

شاکر علی رقیم تھانوی

این صحیفہ کا مدرسہ امداد نام		یافتہ امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۷ھ

(جو)

بہ برکت دعا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا +

(مدیر رسالہ)

حال بعض اوقات عین مناجات کی حالت میں خیال ہوتا ہے کہ ہم نیاز مطلوبہ گو جائز ہیں لیکن کیا خبر ہے کہ موافق مرضی ہوئی ہیں اور مفید بھی ممکن ہے کہ تیرے واسطے غیر مفید ہوں جب یہ خیال آیا تو رغبت کم ہو جاتی ہے اور طبیعت کاہل۔ البتہ ایسے امور میں علی العموم رغبت رہتی ہے جو ذوق و شوق کی مؤید ہیں چنانچہ اکثر نماز کے بعد یہ دعا و مناجات رہتی ہے کہ اے اللہ میرے قلب کو غیروں کی محبت سے پاک و صاف کرکے اپنی محبت عطا فرما اللھم طھر قلبی عن غیرک بنور معرفتک اور گاہے صیغہ جمع کا استعمال کرتا ہوں (ہمارے قلب کو) لیکن اس صورت میں یہ خطرہ بھی ہو جاتا ہے کہ یہ اشیاء سب کو عنایت نہیں ہو سکتیں تو پھر رغبت کم ہو جاتی ہے حالانکہ ادعیۂ ماثورہ علی العموم صیغۂ جمع کے ساتھ وارد ہیں لہذا قدرے پریشان ہو جاتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ بھی ایک حال ہے جسکی تعدیل ہو جاویگی۔

حال۔ گذارش خدمت عالی یہ ہے کہ اسوقت چند حالات قابل عرض ہیں مگر آج کل میری حالت کچھ ایسی گندی معلوم ہوتی ہے کہ احوال و واردات بیان کرتے ہوئے سخت شرم آتی ہے بلکہ مجھکو تعجب و حیرت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے خزائن رحمت کسقدر وسیع ہیں کہ مجھ جیسے گندہ پر بھی باوجود میری کوتاہیوں کے برابر رحمت کی بارش جاری ہے والحمد للہ العلی الکبیر لہذا پہلے اپنی گندی حالت عرض کرکے پھر کیفیت قلبی عرض کرونگا۔

تحقیق۔ تدارک ضروری ہے جسکا تعلق قصد و اختیار سے ہے۔

حال۔ حالت یہ ہے کہ عرصہ سے تہجد کی پابندی نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ عشا کی بعد پڑھ لیا کرو۔

حال۔ ذکر لسانی بھی قریب موقوف کے ہے کبھی ہو گیا کبھی نہوا۔

تحقیق۔ یہ ٹھیک نہیں کرنا چاہئے خواہ وقت بدلدیا جاوے خواہ مقدار کچھ کم کر دیجاوے۔

حال۔ بعض دفع نماز میں ہجوم وسواس بہت ہوا۔

تحقیق۔ اگر بلا قصد ہے تو قابل نظر نہیں اگر بقصد ہے قصد قطع کرنا چاہئے۔

حال۔ بعض مرتبہ کلام اللہ میں کوتاہی ہو گئی۔

تحقیق۔ فیہ مثل ما مر فی مسئلۃ الذکر۔

حال۔ کسی کی نسبت کلمہ ایسا نکل گیا جو اُسکو معلوم ہوتا تو ناگوار ہوتا۔

تحقیق۔ اُسکے لئے استغفار کی جاوے اور آئندہ کیلئے عزم قوی کیا جاوے۔

حال۔ قلب کی حالت یہ ہے کہ اس عرصہ میں گو ذکر لسانی کی قلت رہی مگر دلکو غفلت نہیں ہوئی معیت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے

تحقیق۔ یہ تو اضطراری حالت ہے جو کمال نہیں دوسرے یہ اثر پہلے ہی ذکر و طاعت کا ہے اگر اُس کا تدارک نہ کیا جاوے تو اُسکو بقا نہ رہے گا اور اگر رہا وہ محض توہم ہوگا کیونکہ اسپر آثار معیت کے مرتب نہ ہونگے اور عجب نہیں کہ اب بھی کم ہوں۔

حال۔ کسی سے افضلیت کا اب وہم بھی نہیں ہوتا بلکہ اکثر اپنی عیوب پیش نظر رہتے ہیں۔

تحقیق۔ یہ حال بھی تقلیل ذکر سے مضمحل ہو جاتا ہے۔

حال۔ اس عرصہ میں ذکر لسانی کم ہوا مگر مراقبات میں بہت جی لگتا رہا اکثر مراقبہ معیت کرتا تھا اور انوار سے قلب معمور رہا تھا ذرا سی کوتاہی سے پھر دل میں تغیر کا احساس ہوتا ہے۔

تحقیق۔ یہ کیفیات بعض اوقات از قبیل خیالات ہوتے ہیں اور اعتبار حقائق کا ہے۔

حال۔ اگر کسی مجلس میں کسی کا عیب زبان سے نکل گیا تو فوراً اسکی مدح واقعی بھی کردی استغفار و توبہ روزانہ کرتا رہتا ہوں۔

تحقیق۔ بالکلیہ تدارک نہ کرنے سے غنیمت ہے لیکن اسپر اکتفا نہ کیا جاوے حقیقی تدارک اصلاح ہے

حال۔ اب ارادہ کرلیا ہے کہ تہجد و ذکر لسانی پر پوری پابندی کروں اگر کبھی ناغہ ہو تو کچھ جرمانہ مقرر کروں جسقدر حضرت کی رائے عالی ہو اسی طرح اگر کسی کی غیبت ہو جاوے تو جرمانہ شدید مقرر کروں۔

تحقیق۔ میرے نزدیک نفس پر نماز بہت شاق ہے حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں وانها لكبيرة الا على الخاشعين اسلئے ایک بڑی تعداد رکعات سے جرمانہ کرنا انفع ہے جسکی تعیین رائے سے کر لیجاوے۔

حال۔ اب بحمد اللہ یہ حالت ہے کہ وساوس و خواطر ذرا سی توجہ سے بالکل قطع ہو جاتے ہیں نماز میں بھی معیت کا غلبہ رہتا ہے خوابیں بہت اچھی اچھی نظر آتی ہیں رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و اکثر خلفاء راشدین کی زیارت نصیب ہوئی کبھی دوسرے موقع پر تفصیل عرض کرونگا

تحقیق۔ بدون اعمال اختیاریہ کے ان احوال کو معتدبہ نہ سمجھنا چاہئے۔

حال - گذارش خدمت یہ ہے کہ جسوقت وظیفہ پڑھتا ہوں خواہ دن ہو یا رات ہو نیند کا بہت غلبہ ہوتا ہے اور تہجد کی نماز میں بھی نیند کا زور ہوتا ہے جس سے طبیعت نہایت پریشان رہتی ہے اور جب وظیفہ نہیں پڑھتا ہوں تو پھر نیند وغیرہ کچھ بھی نہیں معلوم ہوتی - حتی کہ وظیفہ میں کئی مرتبہ وضو بناتا ہوں بعد وضو کے کچھ عرصہ کے بعد پھر نیند کا غلبہ ہوتا ہے جس سے بحالت پریشانی میں حضور کو اطلاع دیتا ہوں میری طبیعت نہایت عاجز رہتی ہے کیا تدبیر کروں حضور جیسا حکم دیں ویسا عمل کروں - حضور میرے لئے دعا کریں احقر وظیفہ وغیرہ میں کمی بھی نہیں کرتا چاہتا جو حالت تھی عرض کر دی اب جیسا حضور حکم دیں عمل کروں -

تحقیق - ٹہلتے ہوے وظیفہ پڑھئے -

حال - حضور انور خدارا بندہ کے واسطے دل سے دعا و توجہ فرمائیں نہایت ہی ردی حالت ہو رہی ہے ہفتہ میں دو روز آنکھ کھلی ہے اور چار روز ناغہ ہر چند ارادہ کرکے اور دعا مانگ کر سوتا ہوں کہ اے رب عزوجل صبح کو تہجد کے وقت آنکھ کھل جائے مگر سونے کے بعد صبح صادق ہونے کے بعد آنکھ کھلتی ہے حالانکہ عشاء کی نماز کے بعد ہی پلنگ پر لیٹ جاتا ہوں ایک دن یہ ارادہ کرکے سویا کہ اگر آنکھ نہ کھلے گی تو کل کا روزہ رکھونگا - اُس دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ صبح کی جماعت بھی فوت ہو گئی حالانکہ ہر روز جماعت باطمینان ملجاتی تھی حضور والا کی خاص توجہ و دعا کی اشد ضرورت ہے باری تعالیٰ بندہ کی اصلاح حضور کے طفیل سے فرمادے - بہت ہی خراب حالت ہو رہی ہے حضور للہ دعا فرمادیں حضور والا اس کا ظاہری و باطنی دونوں علاج فرمائیں تاکہ حالت کی اصلاح ہو جاوے بہت پریشان ہوں کہ کیا ہوگا -

تحقیق - یہ حالت جو آپنے لکھی ہے قبض کہلاتی ہے اسکے اسباب مختلف ہیں اور معالجات بھی مختلف اگر آپ سے کوئی معصیت نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے توکل اور صبر سے کام لیجئے اور استغفار کیجئے اور میرے مواعظ و تربیت السالک دیکھئے کہ رحمت حق موجہ ہو

حال - ایک حادثہ جدیدہ پیش آیا ہے (اور عجب نہیں کہ وہ میرے ملکات رذیلہ کے علاج کا مقدمہ ہو فعلی ذلک الحمد اولاً و آخراً) کہ کل مولوی شبیر علی صاحب ایک پرچہ دعوت وغیرہ کا لائے میں نے اپنا نام دعوت کی مد میں لکھدیا اور دو تین روز پہلے سے بھی سنا تھا کہ یہاں تمام رمضان کی دعوت کی تجویز ہے اُس وقت بھی اور نام لکھتے وقت بھی ایک قسم کی نفس میں خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک

۷۱

یہ صورت آسان ظاہر کردی گو میرے پاس اتنا خرچ ہے کہ رمضان میں موافق موجودہ کھانے کی انتظام ہوسکے کہ جو بالکل سادہ ہوتا ہے۔ خیال یہ ہوا نام لکھتے وقت کہ رمضان میں لذیذ کھانے کو طبیعت چاہا کرتی ہے مکان پر حسب حیثیت اس کا انتظام ہوا ہی کرتا ہے یہاں ویسا اگر کیا جاوے اول تو مشکل دوسرے اتنا خرچ کہاں۔ بارہ روپیہ کی ماہواری آمدنی ہے پھر اس قلیل خرچ بچنے سے دوسرے اخراجات میں امداد ملیگی کپڑے وغیرہ یا ضعف دماغ کے لئے مقویات نیز یہ دعوت ناجائز نہیں کہ جو قابل ترک ہو وطن میں رسمی دعوتیں شادی وغیرہ میں اور لین دین سب ترک کر رکھا ہے حتی کہ والدین سے بھی اس قسم کا تعلق نہیں وہاں بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔ یہ سب مصلحتیں اُسوقت نفس نے روبرو پیش کرکے نام لکھوا دیا خیر لکھ تو دیا مگر کل سے قلب میں خطرات آرہے ہیں کہ کہیں حرص و طمع کے مقتضا پر تو عمل نہیں ہوا سخت بےچینی ہے بہت سوچتا ہوں کہ کچھ حرج شرعی اگر ہو تو خیال میں آجاوے۔ پس کبھی یہ ارادہ ہوتا ہے کہ اپنا نام کٹوا دیا جاوے اور کبھی یہ کہ رہنے بھی دو پھر افسوس کہیں نہ ہوا کرے آج خیال ہوا کہ حضور کو اطلاع کردوں اسمیں بھی یہی ششں و پنج غیر نماز میں یہ خیالات دامنگیر ہیں جس سے دلکو سخت تکلیف ہوتی ہے یا اللہ پریشانی میں آگیا خوب نام لکھا اچھی دعوت قبول کی اور نہ قبول کرنے میں بھی افسوس رہتا جو کچھ حال تھا حوالہ قلم کر دیا ہے میں تو مکان سے علاج کے واسطے حاضر ہوا ہوں بغیر ظاہر کئے علاج کیسے ہوسکتا ہے اب حضور سے مستدعی ہوں کہ حرص و طمع ہے یا محض وسواس بر تقدیر اول علاج فرمایا جاوے اور کیا دعوت قبول رکھی جاوے یا نہیں یہ بھی نفس میں خطرہ گزرا کہ اگر جناب نے دعوت کو منع کر دیا تو پھر افسوس ہوگا لہذا مت اطلاع کرو مگر یہ خیال کیا کہ شیطان کی رہزنی ہے ضرور اطلاع کرنی چاہیئے حتی کہ اسکے بھی ہمہ تن علاج کیلئے حاضر ہوں جو استعداد کے موافق ہو عریضہ طویل ہوگیا معاف فرمایا جاوے

ع ما حال دل را بایار گفتیم　　نتواں نہفتن درد از طبیباں

تحقیق سو جداناً تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرحت طبعی ہے جو مذموم نہیں ناشی حرص سے نہیں جو کہ مذموم ہے باقی نفس کے ساتھ معاملہ احتیاط ہی اسلم ہے سو اسکی صورت یہ ہے کہ جتنا آپ اپنے کھانے میں صرف کرتے ہیں اس سے ڈیڑھ حصہ علیحدہ کر کے اس نیت سے رکھ دیجئے کہ جہاں اشرف علی رائے دیگا خرچ کر دونگا اور دعوت منظور رہنے دیجئے۔

سوال۔ اور دریافت طلب یہ بات ہے کہ اللہ اللہ کرتے وقت کیا تصور کیا جاوے التصوف تصحیح الخلیل

جو بزرگوں کا قول ہے اس کا کیا مطلب ہے۔

جواب۔ تصور افضل تو ذاتِ پاک کا ہے اگر نہ جمے تو پھر خود ذکر کا یعنی جو الفاظ زبان سے نکلتے ہیں انکی طرف نظر رکھی جاوے اور اگر اسمیں بھی دلچسپی نہ ہو تو یہ تصور کیا جاوے کہ ہمارا قلب بھی یہی ذکر کر رہا ہے یہ قول التصوف تصحیح الخیال اول تو کسی مستند بزرگ سے ثابت نہیں اور جسکا بھی قول ہو مراد تصوف کا ایک شعبہ ہے نہ کہ مجموعہ تصوف اور تصحیح خیال کا شعبہ تصوف ہونا ظاہر ہے اور مراد اس سے ذکر اور فکر ہے

سوال۔ قرآن شریف پڑھکر اس کا ثواب کسی کو بخشا جاتا ہے تو پڑھنے والے کو بھی کچھ حصہ ملتا ہے یا نہیں کیونکہ اس نے اپنا حصہ ثواب دوسرے کو بخشدیا پھر اسکو کونسا حصہ ثواب کا ملتا ہے۔

جواب۔ اسکی فکر ہی کیا ہے کہ پڑھنے والے کے پاس ثواب رہتا ہے یا نہیں اتنا یقینی ہے کہ اگر دوسرے کو ثواب بخشنا کسی درجہ میں بھی موجب حرمان یا نقصان ہوتا تو شارع کی طرف سے اس کی اجازت نہوتی۔

حال۔ عرصہ ایک ماہ کا ہوا کہ فدوی کی بہو کا انتقال ہو گیا جسکی عمر ۱۶ یا ۱۷ برس کی تھی اور نہایت نیکبخت اور میری فرمانبردار تھی اُسکے انتقال کا مجھکو بہت صدمہ ہوا حالانکہ میرا خیال تھا کہ دنیوی محبت کسیقدر مجھے نہیں رہی لیکن یہ غلط نکلا ہزار ہزار کوشش کرتا تھا کہ نہ روؤں لیکن قلب پر ایسا اثر ہوتا تھا کہ آنسو رو کے سے نہیں رکتے تھے اور ایک ہفتہ تک سخت تکلیف رہی لیکن پھر حضور والا کی خواب میں زیارت ہوئی اور حضور نے تسکین فرمادی اُس روز سے واقعی تسکین ہو گئی اور خیال تکلیف دہ جاتا رہا۔

تحقیق۔ بیوی یا اولاد کی محبت میں یہ حالت ہوتی تو مضائقہ نہ تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ بہو سے ایسا علاقہ ایں چہ معنی مجھکو تو سخت ہی ناگوار ہوا اس کا جو ضرر دین پر پہنچنے والا ہے ذرا اُس سے بچو اور فکر کرو لا الٰہ الا اللہ کیا واہیات ہے نفس میں ضرور چھپا چور ہے نکالو جلد نکالو ورنہ یہ رنگ لائیگا گو دوسرے ہی موقع پر سہی افسوس یہ ثقاہت اور یہ خیانت۔

حال۔ دوسرا خواب یہ دیکھا کہ حضرت عمر کا جنازہ آرہا ہے اور مجمع بہت زیادہ ہے نعش مبارک حضرت عمر کی ایک پلنگ پر ہے اور جسم کھلا ہوا ہے یعنی کرتا اتارے ہوئے ہیں اور پائجامہ پہنے ہوئے ہیں اور بالکل حضور سے مشابہ ہیں یعنی جسوقت حضور غسل کے لئے جاتے ہیں بس وہ ہی شکل معلوم ہوئی جب جنازہ قریب آیا میں جنازہ کے قریب گیا اور چلا کر کہا خلیفہ ثانی کی نعش ہے بس دوسری جانب حضور بھی

کھڑے تھے اور حضور نے مجھے ڈانٹ کر کہا کہ تم کمزور بہت ہو اور اور بھی فرمایا جو یاد نہیں اور خود حضور مجمع کی طرف متوجہ ہو کر کچھ فرمانے لگے اور جنازہ بدستور پلنگ پر مشابہ جو حضور اقدس موجود تھا اور دوسری جانب حضور کرتہ پہنے ہوئے جو آج کل استعمال میں ہے کچھ فرما رہے ہیں۔

تحقیق۔ اشارہ ہے کہ میرا مذاق حضرت عمرؓ کے مناسب ہے اور اُن کا جنازہ دیکھنا اشارہ ہو کہ یہ مذاق مردہ ہو چلا تھا خدا تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ہاتھوں اُس کا احیا فرمایا اور کمزور اسپر کہا کہ چلا جو اُٹھے اس عدم ضبط پر تنبیہ کی گئی اسمیں اشارہ ہے آپ کے متاثر ہونیکی طرف مذاق صحیح کے کم ہو جانے سے اور تنبیہ کا حاصل یہ ہو کہ صبر و سکون سے کام لینا چاہیئے بس خواب جامع ہے بشارت رائے و مربی لہ کے۔

سوال۔ اسم ذات کا ذکر کرتے وقت کس طرف توجہ کو مبذول کروں۔

جواب۔ افضل تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف اگر نہ جمے تو خود ذکر کی طرف اگر یہ بھی نہ جمے تو قلب کی طرف اس طرح سے کہ وہ بھی ذکر کر رہا ہے۔

حال۔ گذارش یہ ہے کہ جناب والا کی توجہ و دعا سے اہلیہ کو صحت تو ضرور ہو گئی لیکن احقر اپنے واقعہ سے بہت پریشان ہے وہ یہ ہے کہ جب اہلیہ قریب صحت کے ہوئیں تو احقر نے ضروری سامان باندھکر شب کو صبح کی ٹرین سے مستعد ہوا لیکن اخیر شب کو جب اٹھتا ہوں تو قلب کو روانگی میں پورا مستعد نہیں پاتا اور اختلاج سی کیفیت ہو گئی کبھی تو روانہ ہونے کا پورا عزم ہوا۔ اور کبھی اسکے بالکل خلاف اسی حیص بیص میں پریشان رہا متواتر استخارہ بھی نہیں کیا لیکن دو روز تک اسی تذبذب میں رہا بالآخر رمضان بھی شروع ہوا لیکن یہ کیفیت نہیں گئی ہزار کوشش کی لیکن قلب کسی ایک جانب نہ ہوا اسی اضطراب میں یہ بدنصیب ناکارہ دور کا دور ہی رہا اور آخر میں اس خیال سے کہ قلب کو جب اطمینان اور ایک جہتی نہیں ہے تو بہزار دقت ارادہ فسخ کر دیا۔ نہ معلوم کہ یہ اضطراب کیوں ہوا حال یہ ہے کہ قبل روانگی ایک دو سال سے بہتیرے وساوس آئے اور کثرت سے خطرات آگر حاضر ہونے کیلئے مانع ہوتے رہے لیکن احقر سب کا جواب برابر دیتا رہا یہاں تک کہ اخیر میں اپنے نفس سے یہ کہا کہ تیری ساری باتیں اگر تسلیم کر لوں تب بھی میں یہ کہتا ہوں۔ کہ کم از کم ہمارا یہ سفر اور خرچ حسنات سے ضرور ہو گا خواہ کچھ ہو جب تو بالکل ساکت ہوا پھر متزاحم نہ ہوا لیکن باوجود اسکے پھر خواہ مخواہ یہ تذبذب بغیر کسی سوال و جواب کے کیوں ہوا علاج فرمایا جاوے اور یہ ارقام فرمایا جاوے کہ احقر کے اس اضطراب اور تذبذب کے

۴۷

باعث ارادہ۔ فسخ کرنا کیسا ہے بے موقع ہے یا نہیں۔

تحقیق۔ میرے نزدیک بے موقع نہیں مگر اسکی وجہ آپ کو بھی معلوم نہیں اصل یہ ہے کہ رمضان میں یہاں تعلیم و تلقین کی تعطیل رہتی ہے اور یہ بھی زیادہ غایت تھی اور مجھکو بھی ہجوم رمضان کا پسند نہیں

حال۔ تاکہ آئندہ اسپر عمل کرے۔

تحقیق۔ آپکو آئندہ اشتراک علت کی تحقیق کیسے ہوگی۔

حال۔ احقر نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس ناکارہ میں حسد کا شائبہ ہے اُس کا علاج یہ کرتا ہوں کہ جب اُسکا ظہور ہوتا ہے تو یہ خیال کرتا ہوں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور اُسکے لئے دعا کرتا ہوں۔ اسپر یہ استفسار فرمایا گیا کہ اُسکے آثار لکھو سو یہ عرض ہے کہ جب کسی کی مراد بر آتی اور مقصود حاصل ہوتا ہے تو دل کو خوشی نہیں ہوتی اور خطرہ اُسکے عدم حصول کا ہوتا ہے اگرچہ یہ خطرہ ہی کے درجہ میں رہتا ہے اور فوراً زائل ہو جاتا ہے۔

تحقیق۔ تو حسد کا وسوسہ ہے حقیقت نہیں اس کا علاج اسلئے بہتر ہے کہ آئندہ اسمیں قوت نہ ہو جاوے وہ علاج یہ ہے کہ اُسکے حصول مقصود کیلئے دعائیں کیا کیجئے اور حصول پر مختلف مجامع میں زبان سے اظہار مسرت کیا کیجئے۔

حال۔ بارہ تسبیح کے وقت علاوہ احوال سابقہ کے یہ ہے کہ وقت ذکر ایک شخص ضعیف قد طویل لباس مولویانہ آگے دکھائی دیتا ہے لیکن اُس سے کچھ وحشت نہیں بلکہ ایک گونہ اُنس ہوتا ہے اور اب اکثر جناب والا کی صورت اور حضرت مولانا دیوبندی کی ذکر کے وقت پیش نظر رہتی ہے دفع بھی کرتا ہوں لیکن دفع نہیں ہوتی اور اب دفع کرنا بھی چھوڑ دیا اور اسوقت بھی نظر میں دونوں صورتیں گھوم رہی ہیں۔

تحقیق۔ نہ جلب کیجئے نہ سلب کیجئے بلا التفات کام میں لگے رہئے۔

حال۔ یہاں مزار حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کا ہے ہفتہ میں جب زیارت کو جاتا ہوں تو یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ قبر بالکل حائل نہیں جنازہ کبیرہ دکھائی دیتا ہے اور ارد گرد تمام باغ۔ غرضکہ مومن کی قبر کی جو کیفیت ماثور ہے پاتا ہوں۔ اور یہ کیفیت آنکھ کھولنے کے وقت رہتی ہے اور یہی کیفیت اپنی ہمشیرہ کی قبر کی جسکا فی الحال انتقال ہوا ہے پاتا ہوں۔ اور ایک بزرگ اور مزار پر بھی اور بعض کے مزار پر فاسق کی قبر کی کیفیت مشاہدہ ہوتی ہے۔

۷۵

تحقیق - ان عوارض کی طرف ہرگز التفات نہ کیجئے نہ اسکا اعتبار کیجئے سب حجاب ہیں۔

حال - گریہ کے وقت کپڑا پھاڑنے کا خیال اور سر پٹکنے کا ہوتا ہے اور موتھہ پر طمانچہ مارنے کی نوبت آجاتی ہے ڈر ہے کہ کہیں خراش اور ورم نہ ہوجائے۔

تحقیق - ان کیفیات کو رونے سے مغلوب کردیا کیجئے۔

حال - ذکر کے وقت جنگل جانے کا خیال بہت ہوتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ نعرہ لگاتے ہوئے پھرا کروں لیکن بدقت تمام روکتا ہوں۔

تحقیق - اشعار پڑھنے سے اسکو مغلوب کردیا کیجئے۔

حال - ذکر میں ایک کیفیت یہ ہے کہ قلب کے قریب ایک چراغ روشن رہتا ہے ذکر کے وقت اُسکی روشنی بہت تیز معلوم ہوتی ہے اُسکے بعد دہیمی ہوتی ہے لیکن رہتی ہے ہر وقت غور کرنے سے ہر رونگٹے سے صاف آواز اللہ اللہ کی معلوم ہوتی ہے اور ذکر کے وقت کان سے ایک آواز مثل تار کے آتی رہتی ہے۔

تحقیق - یہ سب آثار حرارت مزاج کے ہیں اور اوپر کے بعض واقعات بھی طبیب سے تعدیل مزاج کی تدبیر پوچھیئے۔

حال - چند امور قابل دریافت ہیں (۱) قصد السبیل میں برسوں دیکھہ رہا تھا بیعت کے فوائد میں سے ایک فائدہ اسمیں یہ مندرج ہے کہ پیر کی توجہ زیادہ ہوتی ہے اس خیال سے احقر کی تمنا یہ ہے کہ اس خاکسار کو اس سے مشرف فرمادیں اگرچہ اسوقت بھی جو توجہ اسپر مبذول ہے اُسکی بھی کوئی حد نہیں لیکن هل من مزید مطلوب ہے آیندہ جو مرضی ہو۔

تحقیق - وہ کلیہ نہیں اکثریہ ہے۔

حال (۲) دعوت میں اس خیال سے کہ ہم اُسکی مکافات نہیں کرسکتے کیونکہ ہمکو حیثیت نہیں اور تقریب کے وقت لوگ اسکی شکایت کریں گے کہ میاں تمنے تو پوچھا بھی نہیں نہ جانا کیسا ہے۔

تحقیق - بہت مناسب ہے۔

حال (۳) عشا کے بعد ایسے جو لوگ آخر وقت نہیں اُٹھتے آٹھ رکعت تہجد کی نیت سے جو پڑھتے ہیں کیا تہجد کے قایم مقام ہوجائیگا سند اسکی کیا ہے ایک ذی علم نے احقر سے سوال کیا ہے۔

تحقیق - ان سے کہدیجئے کہ بلاواسطہ تحقیق فرمادیں۔

(باقی آیندہ)

الا ان یکون رجل کان یصوم صومہ فلیصم ذلک رواہ البخاری اس حدیث سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ بعض عوارض کے سبب بعض افراد تقدم کے مستثنیٰ ہیں پس اگر کسی دوسری دلیل سے دوسرے بعض افراد مستثنیٰ ہوں تو حدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کے معارض نہیں اور صوم یوم الشک کے باب میں دوسری دلیل موجود ہے اور وہ دلیل ان حضرات کا عمل ہے علی رض عائشہ رض عمر رض ابن عمر رض انس بن مالک رض اسماء بنت ابی بکر رض ابو ہریرہ رض معاویہ رض عمرو بن العاص رض یہ صحابی ہیں جنکا عمل ما لا یدرک بالقیاس میں مرفوع حکمی ہے اور ما یدرک بالقیاس میں دلیل ہے حدیث مرفوع کے ماول ہونے کی۔ اور ان تابعین سے بھی یہ عمل منقول ہے مجاہد۔ طاؤس سالم بن عبد اللہ میمون بن مہران مطرف بن الشخیر بکر بن عبد اللہ المزنی ابو عثمان نہدی یہ سب نام نیل الاوطار ج ۴ ص ۶۳ میں شمار کئے ہیں پس حدیث لا تقدموا غیر صوم یوم الشک غیر صوم یوم معتاد پر محمول ہوگی یہ تو اہل علم سے منقول ہے اور احقر عرض کرتا ہے کہ اگر غور کیا جائے تو حدیث لا تقدموا الخ کو صوم یوم الشک سے کچھ تعلق ہی نہیں کیونکہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ رمضان سے پہلے روزہ مت رکھو تو ظاہر ہے کہ وہ غیر رمضان کا روزہ ہوگا اور یوم الشک پر غیر رمضان ہونے ہی کا حکم نہیں کر سکتے جو شخص اس کا روزہ رکھتا ہے وہ بحیثیت یوم رمضان ہونے کے رکھتا ہے نہ کہ غیر رمضان کا تعظیم و استقبال رمضان کیلئے اور احتیاط امور دیانات میں خود منصوص و مطلوب شرعی ہے جب تک کہ کوئی مفسدہ لازم نہ آوے اور خواص میں یہ مفسدہ محتمل نہیں اور عوام میں محتمل ہے لہذا قواعد شرعیہ نے دونوں میں فرق فرما دیا۔ رہا یہ کہ فعل خواص سے عوام کو ابتلاء ہوگا سو یہ اسوقت محتمل ہے کہ عوام کو اسکی اطلاع ہو سو وہ خواص اسکی اطلاع کیوں کریں بلکہ پوچھنے پر بھی ٹال سکتے ہیں یا انکار کر سکتے ہیں اور ایسا جھوٹ مذموم نہیں۔

۱۷

سوال

بہشتی زیور میں گھاس کے مملک ہونے کے متعلق حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ البتہ اگر پانی دیکر سینچا اور خدمت کی ہو تو اسکی ملک ہو جاوے گی اب بیچنا بھی جائز ہے اور لوگوں کو منع کرنا بھی جائز۔ خدمت کی صراحت فرمدیجائے کہ کس طور کی خدمت یا مالک زمین اگر گھاس کا پھول ڈالدے جسکی وجہ گھاس اوگے آیا اس صورت میں بھی گھاس اسکی ملک ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب - بدرجہ اولیٰ ملک ہو جاویگی سقی سے غرض کو اسکے حصول میں زیادہ دخل ہے فی رد المختار

واخص من ذلك كله وهو ان يختش الكلاء او انبته فی ارضه فهو ملك له وليس لاحد اخذه بوجه لحصوله بكسبه ذخيره وغيرها ملخصا ج ۵ ص ۳۰۴ -

سوال

جنازہ ناپاک چارپائی پر رکھکر نماز پڑھی تو نماز ہوجاتی یا نہیں -

الجواب

فی الدر المختار وفی القنیة الطهارة من النجاسة فی ثوب وبدن ومكان وستر العورة شرط فی حق المیت والامام جمیعا فی رد المحتار لكن فی التاتارخانیة سئل قاضی خان عن طهارة مكان المیت هل یشترط لجواز الصلوة علیه قال ان كان المیت علی الجنازة لا شك انه یجوز والا فلا روایة لهذا وینبغی الجواز وهكذا اجاب القاضی بدیع الدین ج ۱ ص ۹۰۷

سوال

عرفی مدارس میں رمضان شریف کی تعطیل ہوتی ہے تو اسکی تنخواہ کا بلا معاوضہ کام ہونا تو ظاہر ہے باقی وقت بھی مدرس اپنا مدرسہ میں محبوس نہیں رکھتا کہ اسکی وجہ سے لے سکے اب لینا اسکا کیسے درست ہے اگر مدرسہ کے مہتمم کسی مدرس کو شعبان کی ۲۹ تاریخ کو مدرسہ کی ملازمت سے علیحدہ کردے تو یہ مدرس رمضان کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں -

مدرس مدرسہ میں بحال رہتے ہوئے رمضان کی تعطیل میں رمضان کی تنخواہ کا کب مستحق ہوگا جب رمضان ختم ہوجائے یا ختم شعبان پر -

الجواب

تنخواہ تو ایام عمل ہی کی ہے مگر تعطیل کا زمانہ تبعاً ایام عمل کے ساتھ ملحق ہے تاکہ استراحت کرکے ایام عمل میں عمل کرسکے اس سے سب اجزا کا جواب نکل آیا اول کا یہ کہ حکماً بلا معاوضہ کام کے نہیں دوسرے کا یہ کہ شعبان کے ختم پر معزول ہوجانے سے تنخواہ نہ ملے گی - اور عدم عزل میں رمضان کے ختم پر تنخواہ ملے گی بشرطیکہ شوال میں بھی کام کیا ہو -

سوال

رمضان میں دو چار آدمی ایسے بھی آتے ہیں کہ نماز پڑھنا نہیں جانتے ہیں اور ایک آدمی ایک ایک لفظ

کرکے بتاتا ہے اسکی نماز ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوتی تو کیا کرنا چاہئیے کیونکہ اس طریقہ سے تو وہ نماز بھی پڑھتا ہے مسجد میں آتا ہے اگر نہ بتایا جاوے تو کبھی مسجد میں نہیں آویگا اس مسئلہ میں معتکف ہو یا غیر معتکف برابر ہے یا نہیں۔

الجواب

ایسا شخص دوبار نماز پڑھے ایک دفعہ تو اسی طرح یہ تو نماز کی تعلیم ہوگئی اور دوسری بار بلا تعلیم اس طرح سے کہ نماز کے قبل اسکو بتلا دیا جاوے کہ چونکہ تمکو قرأت واذکار نماز کی یاد نہیں تم ہر رکن میں ۳ بار سبحان اللہ کہتے رہو یہ نماز اسکی اصلی ہوگی۔

سوال

معتکف کو مسجد کے کنارہ پر جو دیوار ہے اسمیں بیٹھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

معلوم نہیں بانی نے اسکو اپنی نیت سے داخل مسجد کیا ہے یا نہیں۔

سوال

گرمی کی وجہ سے غسلخانہ میں جاکر روزانہ نہانا جائز ہے

جواب

نہیں۔

سوال

اگر بوجہ ناواقفیت کے نہایا ہو تو اُس کے اعتکاف ہوئے یا نہیں۔

جواب

جتنے دن ایسا کیا ہے اُتنے دن کی اعتکاف کی قضا کرے۔

سوال

اگر محض چھاتی سے بچہ کا منہ کسی طرح لگایا گیا ہو ارادۃً یا سہواً خواہ کسی طور پر ہو جبکا اثر بھی مطلق نہ ہوا ہو دودھ پلانا مان لیا جاویگا۔ اگر شرعاً عقد ممنوع ہو یا بصورت ادائے کفارہ وغیرہ جائز ہو سکتا ہو تو کس طریقہ پر ادا کرنا چاہئیے۔

جواب

اگر دودھ نہیں دینے والی یقین کے ساتھ کہتی ہو کہ بچہ نے بالکل دودھ نہیں لیا اور ایک قطرہ دودھ بھی اُس نے نہیں پیا تو محض چھاتی مُنہ میں لینے سے حکم رضاع ثابت نہیں ہوتا فی الدالمختار ان علم وصوله لجوفه من فمه او انفه لا غير فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن فى حلقه ام لا لم يحرم لان فى المانع شكا ولوالجيه - فی رد المحتار وفی الفتح لو ادخلت الحلمة فی فی الصبی وشكت فى الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك ص ٦٦٣ -

سوال

اس خاکسار کی نکاح خوانی ہوکر تیس۳۰ برس ہوا مہر سوا پانسو روپیہ مقرر ہوئے تھے ابتک دئے گئے نہیں ہیں مکان کے لوگ تقاضا بھی کئے نہیں - باوجود قدرت ہونے کے ادا کئے نہیں گئے ان تیس سال میں کوئی سال بھی اس مہر کی رقم کی زکوٰۃ دینے کا خیال بندہ کو گزرا بھی نہیں ہر سال اس فدوی کے پاس رمضان شریف میں جتنی رقم جمع رہتی تھی اُسکی زکوٰۃ دیدیا کرتا تھا اور ہر بقرعید کے روز مکان کے لوگ کی طرف سے بھی ایک بکرا قربانی کیا کرتا تھا گذارش خدمت شریف میں یہ ہے کہ مکان کے لوگ کے مہر کی رقم کی زکوٰۃ علیحدہ تیس سال کے حساب کرکے دینا بندہ پر واجب ہے یا نہیں آگاہی فرماکر سرفراز فرمانا - انشاءاللہ تعالیٰ بندہ کا ارادہ بعد رمضان شریف کے مکان کے لوگ کو مہر میں ایک زمین جو نو سو روپیہ کو خرید کی گئی ہے دینے کا ہے -

جواب

رقم دین کی زکوٰۃ آپکے ذمہ تو کسی قاعدہ سے نہیں اگر احتمال ہے تو یہ ہے کہ شاید عورت کے ذمہ ہو کیونکہ مہر عورت کا حق ہے سو اُس کا حکم درمختار وغیرہ سے لکھتا ہوں وہ یہ کہ جب تک مہر اُن کو وصول نہو تب تک اُن کے ذمہ بھی زکوٰۃ نہیں اور جب وصول ہو اسمیں تفصیل یہ ہے کہ اگر نقد روپیہ وصول ہو تو اُس تاریخ سے زکوٰۃ اُن کے ذمہ واجب ہوگی اور گذشتہ سالوں کی نہوگی اور اگر مہر میں زمین وغیرہ ملی تو اسپر بالکل زکوٰۃ نہیں -

سوال

علم الفقہ و بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ چُپ اعتکاف میں بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے لہذا کتنی دیر چپ رہنا مکروہ

٢٠

تحریمی ہوگا خادم کی عادت ہے کہ بعد عشاء وتراویح وغیرہ جب سوتا ہے تو پاس انفاس کا ذکر کرتا رہتا ہے جو ابتدا میں حضور نے تعلیم فرمایا ہے تو یہ چپ میں تو نہ شمار ہوگا۔ اور کتب دینیات کا دیکھنا یا وعظ وغیرہ کا یہ بھی تو چپ رہنے میں شمار ہوگا اور معتکف بات چیت کچھ کرسکتا ہے یعنی ضروری بات ضرورت کے مطابق۔ میں اسوقت قصداً اپنے نفع کے لئے بالکل خاموش ہوں اشارہ سے کام لے لیتا ہوں یا تحریر سے تو یہ کوئی حرج تو نہیں ہے۔

الجواب

فی الدر المختار ویکرہ تحریماً صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر وتکلم الا بخیر ج ۲ ص ۲۱۷ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جیسا سکوت آپکا ہے یہ مکروہ نہیں بلکہ خیر ہے البتہ جو کوئی سکوت ہی کو عبادت مستقلہ سمجھے یہ مکروہ ہے۔

سوال

اگر زید اپنی زوجہ کو طلاق رجعی یکے بعد دیگرے دو مرتبہ دیچکا ہے اور اُسکی زوجہ کی زبان سے کلمہ کفر جاری ہوگیا اور پھر اُس نے اُسی وقت تجدید ایمان کرلیا تو اُن کا نکاح ہوجائیگا یا بسبب اس ارتداد کے اُسکی طلاق مغلظہ کا حکم حاصل ہوگا اور یہ کہنا خدا نے کس مصیبت میں ڈالدیا مثلاً قحط کی تنگی سے یہ کہدیا تو موجب ارتداد ہوگا یا نہیں۔

۲۱

الجواب

صورت مسئولہ میں ارتداد بحکم طلاق مغلظہ نہیں فقہا نے تصریح کی ہے (کما فی الدر المختار کتاب الطلاق تحت الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردۃ فانہ فسخ لا طلاق وفیہ باب الولی فسخ لا ینقص عدد الطلاق) کہ ارتداد فسخ ہے طلاق نہیں ہے پس تجدید ایمان کے بعد نکاح کی تجدید جائز ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور یہ کلمہ کہ خدا نے الخ میرے نزدیک بیہودہ کلمہ ضرور ہے مگر موجب ارتداد نہیں مقصود جناب حق میں گستاخی نہیں بلکہ محض اظہار تنگی ہے اور چونکہ خالق سب احوال کا حق تعالیٰ ہے اس لئے اُس کی طرف نسبت کردی۔

سوال

وتر جب اکیلا نماز رمضان شریف میں پڑھتا ہو قرأت جہر سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب

دونوں جائز ہیں یعنی جہر بھی اور اخفا بھی کیونکہ وتر رمضان میں جہریات میں سے ہے اور جہریات میں منفرد جہر و عدم جہر میں مخیر ہوتا ہے دلیل المقدمۃ الاولی ما فی رد المحتار ان الجہر یجب علی الامام فیما یجہر فیہ وھو صلوٰۃ الصبح والاولیان من المغرب والعشاء وصلوٰۃ العیدین والجمعۃ والتراویح والوتر فی رمضان الخ ج ۱ صفہ ۴۹۸ ودلیل المقدمۃ الثانیۃ ما فی العالمگیریۃ وان کان منفردا ان کانت صلوٰۃ یخافت فیہا یخافت حتما ھو الصحیح وان کانت صلوٰۃ یجہر فیہا فہو بالخیار والجہر افضل ج ۱ صفہ ۷۲ قلت ھذا ھو المشہور وان اختلف بعضہم فی التقیید بقولہ فی رمضان کما فی رد المحتار لکن یرد علیہ انہ یقتضی انہ لو صلے الوتر جماعۃ فی غیر رمضان انہ لا یجہر بہ وان لم یکن علی سبیل التداعی ویحتاج الی نقل صریح واطلاق الزیلعی یخالفہ وکذا ما یاتی من المتنفل باللیل لو ام جہر فتامل ج ۱ صفہ ۵۵۶ لکنہ لا یضر الحکم بجہر المنفرد فی رمضان وانما یفید عدم تخصیص ھذا الحکم برمضان واللہ اعلم۔

سوال

۲۲

اسی طور پر جب اکیلا تراویح اور تہجد بھی پڑھتا ہو تو قرأت جہر سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

جواب

پڑھ سکتا ہے ودلیلہ مامر۔

سوال

ایک شخص تہجد کے وقت وتر کو ادا کرتا ہے　　اور رمضان شریف میں وتر کی جماعت ہوتی ہے سو وہ جماعت کو ترک کر کے پچھلے کے وقت اسکے لئے وتر کا ادا کرنا افضل ہے یا اسکے جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے اور جماعت کا ثواب ترک کرنا چاہئے۔

جواب

ہاں ایسا ہی چاہئے یعنی جماعت ترک نہ کرے اگرچہ تنہا بھی جائز ہے فی الدر المختار وفیہ ای فی رمضان یصلے الوتر وقیامہ بہا وھل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل فی رد المحتار رجح الکمال الجماعۃ الی قولہ وفی شرح المنیۃ والصحیح ان الجماعۃ فیہا افضل الا ان

سنیتہا للبیت کسنیۃ جماعۃ التراویح ج ۱ صفحہ ۴۲۲

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر مسجد میں روزہ افطاری کیلئے کھانا لایا جاتا ہے اور لوگ صحن میں اور برآمدہ میں افطاری کیلئے بیٹھتے ہیں۔ مغرب کی اذان کے ساتھ روزہ افطار کرکے کھانے لگتے ہیں جسمیں اکثر لوگ تو نیچے بیٹھ کے روزہ افطار کرتے ہیں اور کتنے حضرات چھت پر روزہ افطار کرتے ہیں اذان ہونے کے بعد دس منٹ کا وقفہ کرکے جماعت نماز کے لئے کھڑی ہوتی ہے جسمیں ہر شخص علی الاطمینان سے افطاری سے فارغ ہوکر جماعت میں شامل ہو جاتا ہے مگر چھت والے حضرات جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور بیٹھے کھاتے رہتے ہیں بیڑی پیتے ہیں پان کھاتے ہیں جب نیچے جماعت تمام ہوتی ہے تب یہ حضرات چھت پر دوسری جماعت کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ چھت والے حضرات کا جماعت اولیٰ میں شامل نہ ہونا اور دیر تک کھاتے رہنا اور پھر دوسری جماعت کرنا یہ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں اگر نہیں جائز ہے تو ایسا کرنے والوں کیلئے کیا حکم ہے۔

الجواب

فی الدر المختار کتاب الصلوۃ و (یستحب) تعجیل مغرب مطلقا وتاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیہا فی رد المحتار تحت ھذا القول ان ما فی القنیۃ من استثناء التاخیر القلیل محمول علی ما دون الرکعتین وان الزائد علی القلیل الی اشتباک النجوم مکروہ تنزیہا وما بعدہ تحریما الا بعذر قال فی شرح المنیۃ والذی اقتضتہ الاخبار کراھۃ التاخیر الی ظھور النجوم وما قبلہ مسکوت عنہ فھو علی الاباحۃ وان کان المستحب التعجیل اھ ونحوہ ما قدمناہ عن الحلیۃ ج ۱ صفحہ ۳۹۳ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تاخیر مغرب کے تین درجہ ہیں ایک درجہ تو دو رکعت سے کم کسی کے نزدیک مکروہ نہیں دوسرا درجہ بقدر دو رکعت کے یا اس سے زائد قبل ظہور نجوم تک یہ در مختار کی روایت پر مکروہ تنزیہی ہے اور شارح منیہ کی تحقیق پر مباح مگر خلاف مستحب اور تیسرا درجہ جسمیں نجوم ظاہر ہوجاویں یہ مکروہ تحریمی ہے تو دس منٹ سے زائد تاخیر کرنا اگر مکروہ بھی نہ ہو جیسا کہ بعض روایات کا مقتضے ہے تاہم ترک مستحب تو ضرور ہے۔ اور ترک مستحب پر بلا ضرورت دوام کرنا ایسا فعل ہے کہ بعض فقہا نے اسپر مکروہ تنزیہی کا اطلاق کیا ہے چنانچہ رد المحتار کی عبارت مذکورہ کے بعد ہی یہ عبارت

۲۳

انه الی ما قبیل ذلك مکروه تنزیہا الترك المستحب هو التعجیل اور یہ ترک مستحب تک اسوقت رہیگا جب تاخیر کرے اور اگر جماعت وقت مستحب میں کھڑی ہو جائے تو تخلف عن الجماعت بلا عذر قوی قریب حرام کے ہے اور اسقدر اشتغال اکل و شرب و اسکے توابع میں اعذار ترک جماعت سے نہیں پس ان لوگوں کا یہ فعل یقیناً شرعاً ناجائز ہے۔

ایک سوال مع جواب آیا تھا اور یہاں اُسیر تصحیح کیگئی تھی بوجہ مفید ہونے کے سب نقل کیا جاتا ہے

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض مقاموں پر اسلامی آبادی کو اتنی وسعت ہو کہ وہاں کی بڑی مسجد میں سب مسلمان سما نہ سکیں (عام اس سے کہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد دوسرے مقاموں کی چھوٹی سے چھوٹی مسجد ہو اور اس مقام پر لفظ گاؤں ہی کیوں نہ اطلاق کیا جاتا ہو) ایسے مقام کو بقول اصح المصر مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ کے مصر شرعی کہا جاویگا اور جمعہ وہاں درست ہوگا یا نہیں فناء مصر کی تعریف اور اسکی مسافت کیا ہے اور مصر اور فناء مصر کے خارج کے باشندوں پر جمعہ واجب ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب من مخلص الرحمن موضع حافظ پور ڈاکخانہ منہروی ضلع ڈھاکہ

حامداً و مصلیاً۔ مصر کی تعریف میں جو اقوال مذکور ہیں اُن میں سے کوئی حد مصر نہیں جو اس شان کی ہو کہ کل ما صدق علیه الحد صدق علیه المحدود و بالعکس ای کل ما صدق علیه المحدود صدق علیه الحد بلکہ وہ سب تعریفیں رسوم ہیں کیونکہ حد کا تعدد محال ہے اور رسوم کا جائز۔ مصر کی تفسیر میں جو فقہاء نے مختلف تعریفیں بیان فرمائی ہیں انمیں بغور ملاحظہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اختلافات اختلاف عنوان ہے نہ اختلاف معنون یعنی الفاظ کا بیان جدا جدا ہے اور مصداق سب کا ایک ہے سب لوگوں نے اپنے اپنے زمانہ کے اعتبار سے جو علامات کہ مصر میں پائی جاتی تھیں بیان کردی ہیں زمانہ اول میں امصار میں اکثر اقامت حدود اور قصاص ہوتا اور فیصل خصومات کے لئے

(باقی آئندہ)

۲۴

سلسلہ کے لئے دیکھو الامداد جلد ۴ نمبر ۱۰

مکتوبات خبرت حصہ ہفتم از ۱۳۳۷ھ

(تمہید حصہ دوم ملاحظہ ہو)

سوال - فالمرجو عنکم افاض اللہ علی فیضکم الی یوم القیام ان تعبرونی فی رویای ھذہ وھی انی قد رأیت فی منامی انی واصحابی نذھب الی بیت النبی صلعم لزیارتہ صلعم ولم یجدہ صلعم فی بیتہ بیت الرحمۃ ووجدنا من البیت جوابا انہ قد خرج الی دار اصحابہ رض فرجعنا عن ذلک المقام الی مقامنا فاذا وجدنا ریحا طیبۃ من طیب بدنہ الشریف لکن لم نجد جسمہ الشریف ثم وجدناکم مد ظلکم العالی فی نصف الطریق عانقتمونی وعانقتکم بصدر مع صدر فبکیت بکاء شدیدا بسبب الفراق فبکیتم ھکذا ثم سالتکم این تذھب فاجبتمونی انی اذھب الی بیت الرحمۃ لزیارتہ صلعم وانا لم ارجع معکم الی بیت الرحمۃ وانصیبی واحسرتی ثم فی بعض المدۃ رأیت فی منامی انی قد قرأت عندکم تصوفا وغیر ذالک فقط

الجواب - رؤیاکم ھذہ مبارکۃ ان شاء اللہ تعالی لی ولکم رزقنا اللہ تعالی جمیعا کمالا تاما من حبہ صلی اللہ علیہ وسلم وقربہ فی الدنیا والاخرۃ - وانا بخیر وعافیہ بحمد اللہ تعالی نرجو منکم الدعاء وندعو لکم -

سوال - جبکہ میں نماز پڑھتا ہوں تو خواہ مخواہ ایسے ویسے خیال آکر ہنسی آنے لگتی ہے اور اگر کوئی دوست سامنے آجاوے اور مجکو دیکھنے لگے تو پھر ہنسی زور سے نکل جاتی ہے اکثر دوبارہ سہ بارہ نماز پڑھنی پڑتی ہے اگر تنہا پڑھتا ہوں تو خیال ہنسی کی باتوں کے آتے ہیں غرض خواہ مخواہ ہنسی آتی ہے -

جواب - دوزخ کا خیال کرکے کھڑے ہوا کریں -

سوال - طبیعت اب کسیقدر اچھی ہے حکیم ...... صاحب کو کانپور میں دکھلایا تھا انھوں نے تشخیص کیا کہ یہ حرارت بخار کی حرارت نہیں ہے ذکر کی حرارت ہے اسکے علاج کی ضرورت نہیں -

جواب - ابھی اس تشخیص پر اطمینان نہیں کسی حاذق طبیب سے رجوع کیجئے -

سوال۔ یہاں پر ایک قاری صاحب ایک نئی بات فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ کاف اور تا کا ہمس نکالنا چاہیئے حالانکہ ہم کو اُن کی ادائیگی میں کسیقدر چھوٹی ھا محسوس ہوتی ہے۔ لہذا حضور عالی سے چند امور دریافت کیئے جاتے ہیں۔

(۱) ہمس کا ادا کرنا صحیح ہے یا غلط (۲) اگر صحیح ہے تو ضروری ہے یا غیر ضروری (۳) حضور و دیگر قراء بھی یہاں کے ہمس ادا کرتے ہیں یا نہیں فقط۔

جواب۔ تا اور کاف حروف مہموسہ میں سے تو یقینی ہیں۔ اور ہمس کی حقیقت بھی معلوم ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہم لوگ جسطرح پڑھتے ہیں اسمیں ہمس ادا نہیں ہوتا۔ باقی یہ کہ جس طرح یہ قاری صاحب ہمس ادا کرتے ہیں یہی کیفیت ہے ہمس کی یا کچھ اور اسکی نسبت تحقیقاً اسلیئے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اسکے قبل کسی مسلم شخص سے ادا کی کیفیت نہیں سُنی۔ اور ضرورت و عدم ضرورت کے متعلق یہ ہے کہ ہمس ہے تو صفات لازمہ سے لیکن یہ ضروری ہے کہ مدار تکلیف کا علم و قدرت ہے اُن کے نہ ہونے پر معذوری ہے۔

سوال۔ یہاں پر عشرہ محرم میں اکثر بے علم مسلمان تعزیہ بناتے ہیں۔ اور بازاروں میں پھرا کر ایک مقام بنا رکھا ہے جسکو کربلا کہتے ہیں وہاں جاکر دفن کرتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ حاملین تعزیہ اور اُس کے تماشائیوں کو جو عام و خاص ہندو و مسلمان سب ہوتے ہیں چاء شربت پلانا۔ یا کھانا پکا کر تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ اعانت فی المعصیۃ یا رضا بالمعصیۃ ظاہر ہے کہ حرام ہے فقط

سوال۔ چاء شربت اور کھانا کھلانے میں ان لوگوں سے ایصال ثواب حضرات اہل بیت کی نیت ہوتی ہے نہ کہ تعزیہ داری میں شرکت کی تو یہ فعل ازروئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ کیا اس نیت سے وہ مفسدہ زائل ہو گیا فقط۔

سوال۔ اپنی حالت بالکل اس شعر کے مطابق پاتا ہوں ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل　　کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

گر سوائے سر تسلیم خم کے کیا چارہ ہے ؎

ارید وصاله ویرید هجری　　فاترک ما ارید لما یرید

جواب۔ کلمۃ حق اُرِدَ بِہا الباطل فقط

سوال۔ چونکہ عاصی ایک عرصہ سے حضور سے عقیدت رکھتا ہے لہذا حضور کے اوراد وغیرہ کی طرف بھی محبت رکھتا ہے اتفاق سے بہشتی زیور میں حضور کا تجویز فرمودہ اسم شریف یا مُغنی کو دیکھکر عاصی نے اس کا پڑھنا شروع کیا مگر اسکا اثر عاصی پر یہ ظاہر ہوا کہ شب کو حالت خواب میں عاصی کو اسقدر کثرت آمدنی اور فتوحات ظاہر ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے مگر حالت بیداری میں آمدنی اور رجوعات قطعی بند ہی ہوگئی ہے چونکہ خاکسار پہلے ہی سے بیروزگار اور پریشان تھا اب اس کا برعکس اثر ہونے سے اور بھی مضطرب ہے اور چونکہ حضور سے عقیدت رکھتا ہے لہذا حضور سے ہی اصلاح چاہتا ہے امید واثق کہ بطریق بندہ نوازی ایسی اصلاح فرمایئے کہ جسکی برکت سے عاصی کی پریشانی اور مضطرب حالی خداوند کریم رفع کرے عاصی عیالدار ہے حضور کو علاوہ بندہ نوازی کے ثواب دارین بھی حاصل ہوگا خاکسار کا شغل مطب کا ہے اور تھوڑے روز سے شروع کیا ہے۔

جواب۔ رزق کا معاملہ خداتعالےٰ کے قبضہ میں ہے اسمیں ذرہ برابر کسی کا دخل نہیں۔ بندہ بجز تدبیر ظاہری اور دعا والتجا کے اور کچھ نہیں کرسکتا وہ اسم پڑھنا بھی بطور دعا کے ہے اثر کسکے اختیار میں ہے۔

سوال۔ قربات عنداللہ۔ مناجات مقبول۔ حزب البحر۔ ہر سہ کی اجازت فرمادیں۔ دعا فرمادیں کہ اطاعت خدا و رسولؐ اور رضاء الٰہی حصول ہو۔

جواب۔ خود ایسی اجازت لینے کی ضرورت ہی کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ اذکروا اللہ اور ادعونی میں حق تعالیٰ ہی نے سبکو اجازت دیدی ہے۔

سوال۔ شفقت نامہ حضور رسید بخشید انچہ بخشید حضور ارشاد نمودند کہ وجہ اصرار بر بیعت فہم من نمی آید حضور واللہ خداوند حاضر و ناظر است کہ ہیچ غرضے از اغراضے دنیاوی حائل نیست از عرصہ چہار سال اشتیاق۔ زیارت آنجناب دامنگیر این احقر شدہ و از توفیق ایزدی بماہ شوال ۱۳۳۶ھ زیارت آنجناب نصیب شدہ لیکن بوجہ سفر حضور از بیعت عذر نمودند و فرمودند کہ این کار از خط و کتابت ہم بانجام خواہد رسید بنابرین علیٰ ہذا احوال ارسال داشتم اما تقریباً شش ماہ بالقضاء رسید

کہ احقر از فیض محروم است در اطراف پنجاب پیرِ خانہا بسیار اند اما مردِ حق نظر نمی آید۔ اکثر بلکہ کل سماع بامزامیر[1] واجب میدانند قبور را سجدہ میکنند۔ و در بسیار بدعتہا مستغرق اند احقر۔ فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ را یاد گرفتہ ایں نمی گوید کہ پاک از گناہ ہستم اما دل نمیخواہد کہ بہ غیر شرع تعلق بیعت متصل کنم چنانچہ حضور خود در بیان القرآن تحت آیۃ ان الذین یبایعونک الخ فرمودہ کہ از پیر غیر شرع قطع تعلق واجب است باوجود ایں موانعہا اگر حضور ایں احقر را از بیعت مطرود میفرمائند و میخواہند کہ از غیر شرع تعلق صحبت اختیار کنم ترسم کہ اثم ایں امر بروز قیامت بر حضور افتد۔ بنابریں احقر را محروم نمی سازند احوال خود بارہا گوش گذار نمودہ ام حاجت تکرار نیست از ملال ترسم۔ وللارض من کاس الکرام نصیب۔

جواب۔ سبحان اللہ در مضمون درخواست خوب ادب مرعی داشتند اکنون فہمید یدکہ بیعت را دل چرا قبول نمی کرد۔

سوال۔ ایک شخص ہے کہ عمر ۳۰ برس کی ہے کہ اُن کا ایک لڑکا انتقال کر گیا ہے اور دو لڑکا پہلے ہی انتقال کیا ہے اُس لڑکے کے غم نے اسقدر ان کو گھیر لیا ہے کہ طبیعت اور ہوش درست نہیں رہتا اور رات کو برابر نیند نہیں آتی غم لڑکے کا کسی صورت سے نہیں جاتا۔ عرصہ ڈیڑھ ماہ کا ہو گیا اس بارہ میں آپ سے یہ عرض کیا جاتا ہے کہ اُس لڑکے کا غم دور ہو جاوے کوئی دعا یا تجویز برائے مہربانی تحریر فرماویں تاکہ یہ غم دُور ہو جاوے یعنی دل اس غم سے چھوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگ جاوے۔ ہر وقت اُس لڑکے کی صورت تصور میں رہا کرتی ہے۔

جواب۔ اللہ تعالیٰ ان کو سکون دے یہ دستور العمل امید ہے کہ نافع ہو۔

نمبر ۱۔ میرا رسالہ شوق وطن پڑھیں یا سنیں جہاں سمجھ میں نہ آوے کسی سمجھدار سے سمجھیں۔

نمبر ۲۔ اس لڑکے کا ذکر اور قصداً فکر اور تصور بالکل چھوڑ دیں۔

نمبر ۳۔ تنہائی میں نہ رہیں ہر وقت کوئی نہ کوئی پاس رہے مگر وہ پاس رہنے والا ایسا عاقل شخص ہو کہ ان کے سامنے کوئی قصہ غم و فکر کا نہ پیش کرے اور اگر کوئی دوسرا ایسا کرے تو یہ شخص اسکو روک دے اور فرحت اور شگفتگی کی باتیں سنایا کرے۔

---

[1] احقر از مضمون حق السماع خوب واقف است۔ ۱۲

نمبر۴ - بیکار نہ رہیں - یا تو کسی عاقل اور محبوب سے بات چیت میں لگے رہیں اور جب کوئی پاس نہو تو ایسی کتاب کا مطالعہ کریں جسمیں بزرگوں کے قصے ہوں - جس سے دماغ پر زور بھی سمجھنے کا نہ پڑے اور دل بھی بہلے -

نمبر۵ - کسی قدر قرآن مجید معین وقت میں اور درود شریف متفرق اوقات میں بلا تعداد پڑھیں مگر اتنا نہیں کہ جی گھبرا جاوے -

نمبر۶ - کہیں کا سفر کریں نہ -

نمبر۷ - پھر بعد چندے اُن کی حالت سے اطلاع دیجاوے -

سوال - عرض ہے کہ جماعت ...... کے اشتہار مباہلہ کے جواب میں اشتہار مباہلہ طبع کیا گیا اور بھیجا گیا - جو حضرت کی خدمت میں بھی روانہ کیا گیا ہے کل سے جواب مطبوع پہونچا آج اسکا جواب مولوی صاحب نے لکھا کاپی لکھی جارہی ہے کل طبع ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ روانہ ہوجاویگا اب حضرت کی رائے اور توجہ اور دعا کی ضرورت ہے -

جواب - پہلا اشتہار پہونچ گیا دوسرے کا انتظار ہے دل وجان سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ بین غلبہ اہل حق کو دے کہ سب دیکھ لیں آمین - رائے جو دریافت فرمائی ہے تو مجھکو اکابر کے سامنے رای دینے کی کیا لیاقت ہے مگر امتثالاً للامر جو کچھ سرسری نظر سے ذہن میں حاضر ہوا عرض کرتا ہوں میرے خیال میں اسکی تحقیق بھی ضروری ہے کہ آیا مباہلہ اب بھی مشروع ہے یا نہیں - اور یہ کہ اسکا اثر متعین کیا ہے اور اُس اثر کے یقینی ہونے کی کیا دلیل ہے اسکی تحقیق اسلئے ضروری ہے کہ اگر اس مباہلہ کا کوئی موعود یقینی - اثر متعین نہو اور ممکن ہے کہ اُس کے بعد اتفاقی طور پر اہل حق کو کوئی ابتلا پیش آجاوے تو عام دیکھنے والوں کو التباس ہوجاوے جس سے اور الٹا ضرر ہو اور اگر ایسا ہو تو اُس کے جواب کیلئے کسطرح تیار رہنا چاہئے - اور اگر اس کا کوئی اطمینان کیسی دلیل یقینی سے ہو تو مباہلہ کی درخواست میں بجائے مباہلہ کے اُس صحیح تحقیق کو جواب میں کیوں نہ پیش کردیا جاوے جو کہ دلیل سے ثابت ہو گو لوگوں نے اسکی مشروعیت پر آیۂ لعان سے استدلال کیا ہے مگر وہاں تو نتیجہ تفریق ہے اور یہاں جس نتیجہ کی توقع ہو سکتی ہے اسکے ترتب کی کوئی دلیل ہونا چاہئے اسلئے اسکا اُسپر قیاس مع الفارق ہے -

سوال۔ مجھے ایک امر میں سخت خلجان ہے براہ شفقت بزرگانہ ہدایت فرمائی جاوے میں اپنی حاجات کے لیے درگاہ رب العزت میں نماز کے بعد اور خارج از اوقات نماز بھی دعا کرتا ہوں بعض قبول بھی ہوتی ہے لیکن دو تین معاملات ایسے ہیں کہ ان میں شکل بہبودی نظر نہیں آتی۔ سال گذشتہ میں یہ خیال ہوا کہ کسی بزرگ سے دعا کراؤں۔ لیکن دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جو حاجت روا ہے وہ واقف حال بھی ہے جو معاملہ اس سے ہے اس میں دوسرے کو دخیل کرنا۔ خلاف توکل علی اللہ تعالیٰ ہے اور دعا کرانے سے باز رہا اسال وہی حاجات پھر پیش آئیں۔ اور اس دفعہ بغیر اس کے کہ میں کسی سے کہوں میرے ایک ہمدرد نے از خود بھی یہ مشورہ دیا کہ تم اپنے معاملات میں فلاں بزرگ سے دعا کراؤ۔ اور انہیں بزرگ کا نام لیا جن کا خیال پارسال میرے دل میں تھا۔ میں اس مشورہ پر کاربند ہونے کو آمادہ تھا لیکن اتفاق سے لڑکے کو سبق پڑھانے میں مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار نظر پڑے ؎

در کہ نالم کہ دستگیری تو — در پذیرم کہ در پذیری تو
راز پوشیدہ گرچہ ہست بسے — بر تو پوشیدہ نیست راز کسے
غرضے کز تو نیست پنہانی — تو براری کہ ہم تو میدانی
غرض آن بہ کہ از تو میجویم — سخن آن بہ کہ با تو میگویم
از تو نیز ار برین غرض نرسم — بر تو ہم بے غرض بود نفسم
راز گویم بخلق خوار شوم — از تو گویم بزرگوار شوم

ان اشعار کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے حسب حال ہیں۔ بالخصوص آخری شعر میں دوسرے سے عرض حال پر صاف تنبیہ ہے اب مختلف خیالات کا ہجوم ہے کبھی یہ سوچتا ہوں۔ کہ خود دعا کرنا اور کسی برگزیدہ سے دعا کرانا۔ ایک دوسرے کے منافی نہیں ہے۔ اور روزمرہ کے کاموں میں بھی تو بلحاظ اسباب ظاہر دوسروں کی اعانت طلب کیجاتی ہے اور خلاف توکل ہونے کا خیال نہیں ہوتا۔ بالکل ممکن ہے کہ کشود کار کسی کی دعا پر ہی منحصر ہو اور چونکہ ابھی بہبودی مقدر نہیں ہے اسلئے دعا کرانے سے باز رکھا جاتا ہوں۔ وہ معاملات گو حدود شرعی کے خلاف نہیں ہیں اور جائز بھی ہیں لیکن چونکہ تردد خیز اور پریشان کن ہیں اسلئے ان کی طرف سے اعتنا بھی

نہیں ہوسکتی۔ لیکن بایں ہمہ سب خیالات پر یہ خیال غالب رہتا ہے کہ جب معاملہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہے تو ان معاملات کیلئے دوسرے کو رازدار بنانا غیرت کے خلاف ہے جب انکی مرضی ہوگی وہ بہتری کی سبیل فرماویگا۔ لیکن بہرحال میرے خیالات میں ایک ہلچل اور تذبذب کی حالت ہے یکسوئی نہیں ہوتی براہ کرم مطلع فرمایا جاوے۔ کہ ان میں سے کونسا خیال درست ہے اور کونسا راستہ سیدھا ہے اور مجھکو کیا کرنا چاہئے یعنی کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کروں یا خود ہی دعا کرتا رہوں خواہ کچھ بھی ہو اور صحیح راستہ کیا ہے اور یہ کیفیت حالت ہے۔

جواب۔ سبب تذبذب ہیں معیار سنت ہے اور سنت سے دعا کرانے کی محمودیت ثابت ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیوں سے اپنے لئے دعا کرائی ہے پس خیال دعا کرانیکا صحیح اور دوسرا غلط ہے اور اشعار کے یہ معنی نہیں کہ کسی سے دعا نہ کرائے بلکہ مطلب یہ ہے مخلوق سے حاجت نہ مانگے اور نااہل کو رازدار نہ بنائے۔

سوال۔ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا الحمد للہ علیٰ ذلک مگر قلب حقیقت اسلام حلاوت ایمانی سے ناآشنا ہے گویا روح کو سوء مزاج مستوی ہوگیا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا سن چالیس کے قریب ہو چلا مگر مزاج میں از حال طفلی نہ گشت۔ کسی طبیب (روحانی) کامل کی طرف رجوع کئے بغیر چارہ نہیں ظن غالب یہی ہے کہ اوقت سرزمین ہند میں آپ سے بہتر ملنا متعسر (وللہ غیب السموات والارض) متاہل ہوں آمد و خرچ بصد مشکل برابر ہوتا ہے اگر دو ہفتہ بھی مطب سے غیر حاضر رہوں تو (جیساکہ اسباب ظاہری پر نظر ہے) قرضہ اٹھانا پڑے اخیر نومبر دہلی ایک کام کیلئے جانا ہوگا۔ واپسی پر حضور والا کی خدمت میں حاضر ہونیکا قصد ہے آپ کی کسی تالیف میں دیکھ چکا ہوں کہ مجانست باعث استفاضہ و افاضہ اور مغائرت مانع ہے چونکہ میں عقیدۃً غیر مقلد ہوں۔ کیا اتنی مغائرت باعث محرومی تو نہوگی۔ جواب باصواب سے بواپسی ڈاک مطلع فرماویں نہایت کرم فرمائی ہوگی ارباب صفا کے روبرو گذارش کرنے کی تمیز بھی نہیں لہذا۔ امید ہے کہ کرم فرمائی کرکے (اگر کوئی گستاخی سرزد ہوئی ہو تو) معاف فرمادیں گے والسلام۔

جواب۔ السلام علیکم۔ آپ کے صدق سے جی خوش ہوا جزاکم اللہ وبارک اللہ فیکم اتنی بات قابل طے ہونے کے ہے کہ آپ میری بھی مقلد ہوں گے یا نہیں شق اول پر مناسبت کی

امید ہے شق ثانی پر خدمت سے معذور۔ آپ نے آمد کی تاریخ اندازے سے نہیں لکھی بدون اس کے آنے کی تکلیف نہ فرمادیں ایک سفر عنقریب محتمل ہے۔

سوال - یہ شبہ پنجاب میں جن دنوں خاکسار وہاں تھا اٹھا تھا کہ جہنم سزا کیلئے ہے یا تعذیب مرنہ کے واسطے صورت اول میں جہنم جہنمی کے حق میں ایسا ہی ہے جیسے سونے کے حق میں بھٹی اور صورت ثانی میں شان الٰہیت کے مخالف کہ وہ نقائص عناد وغیرہ سے منزہ اور پاک ہے خیر میں نے وہی اجوبہ اہل سنت کو پیش کیا ماننے والوں نے مانا یہی شبہ اکبر بادشاہ جلال الدین کے عہد میں پیدا ہوا تھا۔ اور جلیل القدر علماء بھی جمع ہوئے تھے ابوالفضل شق اول وہاں کا فیصلہ نقل کرتے ہیں اور خفیف سا اشارہ آیت استشہار مذکور الصدر کی طرف کرتے ہیں۔ اور ابوموسیٰ اشعری کے عہد میں بھی یہ شبہ دورہ کرچکا ہے جواب پنجاب میں جگر لگا رہا ہے۔ اگر تصدیعہ نہو تو شبہ ہذا پر بھی کچھ لمحہ توجہ مبذول فرما کے ممنون و مشکور کیجئے۔ ورنہ بنظر مصلحت تو حتی الامکان اخفاء ضروری ہے مگر چونکہ جب یہ اشکال بروز کرچکا تو توجہ اکابر لازم العزیمت ہوگی۔

جواب - عبارت سوال کی کافی نہیں غالباً سزا سے مراد تطہیر ہے سو اگر وہ جہنمی مومن ہے تب تو جواب اسکا باختیار شق اول ظاہر ہے اور اگر جہنمی کافر مخلد موبد ہے تو جواب اس کا باختیار شق ثانی ہے اور یہ الزام کہ وہ بوجہ نقص ہونے کے شان الوہیت کے خلاف ہے موقوف اسپر ہے کہ اسکا نقص ہونا ثابت کیا جاوے۔ اور وجہ اثبات میں یہ دعویٰ کہ یہ عناد ہے خود محتاج اثبات ہے ورنہ اسی کی کیا تخصیص ہے ایسا شبہ تو اس سنکھیا کھلانے کے اعتبار سے بھی لازم آتا ہے جو ہمیشہ کیلئے مرگیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ہلاک بدون اہلاک نہیں بس یہ اہلاک تطہیر ہے یا تعذیب شق اول پر بعد تطہیر زندہ کردینا چاہیئے۔ اور شق ثانی شان الوہیت کے۔ خلاف ہے بوجہ لزوم نقص عناد وغیرہ کے اور اگر کہا جاوے کہ سنکھیا کی تو خاصیت یہی ہے۔ تو ہم کہیں کہ کفر کی بھی خاصیت یہی ہے اور ہم نے نہیں سنا کہ ابوموسیٰ الاشعریؓ کے زمانہ میں یہ شبہ پیش ہوا تھا۔ اگر ایسا ہے تو جواب بھی تو منقول ہوگا اسپر نظر ضروری ہے

سوال - گذارش ہے کہ ماہ رجب میں بعض مقامات پر موئے مبارک کی زیارت ہوتی اور انکو موئے نبوی صلعم کے نام سے موسوم کرتے ہیں نیز انکی سندات بھی پیش کرتے ہیں لہذا اس ہم اعتقاد رکھنا کیسا ہے

(باقی آئندہ)

پانچواں باب تصوف کی ماہیت میں ہے بسند عبد الرحمٰن

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک شئے کی ایک کنجی ہے اور بہشت کی کنجی مساکین اور فقراء صابر کی محبت ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہیں پس تصوف کی ماہیت میں فقر موجود ہے اور وہ اسکی بنیاد اور اُس کا قوام ہے حضرت رویم علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ تصوف تین خصلت پر مبنی ہے تمسک بالفقر و محتاجی دوم صاحب بذل وایثار ہونا سوم تعرض[1] اور اختیار کا چھوڑنا اور جنید نے جبکہ اُن سے تصوف کے بابت پوچھا گیا کہا کہ تصوف یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہے بدون اسکے کہ کوئی علاقہ[2] ہو اور معروف کرخی علیہ الرحمۃ نے کہا تصوف حقائق[3] کا حصول اور خلائق کے مال و متاع سے مایوس ہونا ہے جو شخص صاحب فقر نہیں صاحب تصوف نہیں ہے اور شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ حقیقت فقر کیا ہے تو کہا کہ حق کے سوا کسی دوسری چیز کے ذریعے سے غنا حاصل نکرے اور ابو الحسین نوری نے کہا فقر کی صفت ہے کہ سکون ہونا سامان نہونیکے وقت اور بذل وایثار سامان ہونے کے وقت اور بعض نے کہا ہے سچا فقیر غنی سے احتراز کرتا ہے اس خوف سے کہ غنا اُس کے پاس آجائے اور اسکے فقر کو لگاڑ دے جسطرح غنی دولتمند فقیر سے پرہیز کرتا ہے کہ ایسا نہو کہ اسکے پاس فقر آجائے اور اسکے غنا کو فاسد کردے اور باسناد سابق عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہا میں نے سُنا ابو عبد اللہ رازی سے کہ کہا میں نے مظفر قرمیسنی سے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے فقیر وہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت[4] نہو اور میں نے اُن سے یہ بھی سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو بکر مصری سے پوچھا فقیر کیسا ہوتا ہے کہا فقیر وہ ہے کہ نہ وہ کسی کا مالک ہو اور نہ اُسکا کوئی مالک ہو آہ:

---

[1] یعنی مستقل طور پر دخل دینا اور اپنی رائے سے کسی امر کو تجویز کرنا ۱۲۔

[2] مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی غرض کا تعلق نہو محض محبت و عظمت کے سبب تعلق ہو ۱۲۔

[3] یعنی حقیقت پر نظر کرنا جس سے یہ امر منکشف ہو جاوے کہ قابل التجا صرف حق تعالیٰ ہے اور اسکے لئے لازم ہے خلق سے مایوس ہو جانا ۱۲

[4] مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس پر اسقدر تفویض غالب ہو کہ کوئی حاجت کہ جسکا مانگنا فرض نہیں خدا تعالیٰ کے روبرو پیش نہیں کرتا پس مقاصد آخرت اس سے مستثنےٰ ہیں اور واقعی احتیاج سب امور میں ہے آگے جو متن میں کی تعبیر ہے وہ بھی اسی تفصیل کی محتاج ہے ۱۲۔

(قولہ) جبو اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت ہو اسکے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی عبودیت کے وظیفوں میں مشغول ہے اپنے رب کے اوپر اُسے پورا اعتماد ہے اپنے لئے حسن محافظت حراست کا عالم ہے اُسسے ضرورت اپنی غرض حاجت کی اسواسطے نہیں ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ میرے حال کا علیم ہے تو سوال کو درمیان میں امر زائد سمجھتا ہے اور (ماہیت تصوف کے باب میں) مشایخ کے جو اقوال ہیں اُن کے معنی اور مراد انواع مختلفہ ہیں اسواسطے کہ اُنھوں نے اُن میں ایسے احوال کی طرف اشارہ کیا ہے جو ایک اوقات میں ہوتے ہیں دوسرے اوقات میں نہیں ہوتے اور یہیں اُسکے بعض کو بعض سے جُدا کرنے میں خاص ضوابط کی حاجت ہوتی ہے اسلیئے کہ ہر آئینہ اُنھوں نے تصوف کے معنی میں بعض ایسی اشیاء کا ذکر کیا ہے کہ ویسی ہی اشیاء کا فقر کے معنی میں بیان کیا گیا ہے اور بہت چیزیں فقر کے معنی میں ایسی ذکر کر دی جاتی ہیں کہ اُن کی مثل تصوف کے معنی میں بیان کی جاتی ہیں اور جہاں شبہ واقع ہو تو بیان امر فاصل لابد ہے اسواسطے کہ اشارات متعلقہ فقر کے زہد کے معنی سے مشتبہ ہو جاتے ہیں اور کبھی تصوف کے معنی سے اور طالب رشد کو ایک دوسرے سے متمیز نہیں ہوتا پس تو ہم کہتے ہیں کہ تصوف غیر فقر ہے اور زہد غیر فقر ہے اور تصوف غیر زہد ہے پس تصوف ایک ایسا اسم ہے جسمیں فقر اور زہد کے معانی بھی حاصل ہیں اور کچھ اوصاف اور اضافات اُسمیں اور زائد ہیں جنکے بغیر آدمی صوفی نہیں ہوتا خواہ وہ زاہد اور فقیر ہو جاوے (چنانچہ ابو حفص نے کہا کہ تصوف بالکل آداب ہیں ہر ایک وقت کا ایک ادب ہے اور ہر ایک حال کا ایک ادب ہے اور ہر ایک مقام کا ایک ادب ہے اور جس نے اوقات کے آداب کی پابندی کی وہ مردوں کے مرتبہ کو پہونچا اور جس نے آداب کو ضائع کیا وہ بعید ہے اُس مقام سے کہ ظن قرب کا رکھتا ہے اور مردود ہے اُس محل سے کہ امید قبول کی رکھتا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ حسن ادب ظاہر حسن ادب باطن کا عنوان ہے اسواسطے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک مصلی کے حق میں) فرمایا کہ اگر اُسکا دل خاشع اور متواضع ہوتا تو اُسکے اعضاء و جوارح بھی خاشع ہوتے ابو محمد جریری سے تصوف کی متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ہر ایک اعلیٰ خلق میں در آنا اور ہر ایک ادنیٰ خلق سے نکلنا ہے پس جبوقت تصوف میں یہ معنی حصول اور تبدیل اخلاق کے معلوم ہوئے اور اُسکی حقیقت اُسمیں ملحوظ ہوئی تو معلوم ہوا کہ تصوف زہد اور فقر دونوں سے بڑھکر ہے اور بعض کا قول ہے کہ فقر کی انتہا باوجود اُس کے شرف کے ابتدا تصوف کی ہے اور اہل شام تصوف اور فقر میں فرق اور تمیز نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ

۶۴

آیت قرآنی للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ یعنی صدقات اُن فقرا کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں محصور ہوئے یہ وصف صوفیہ کا ہے اور حق تعالیٰ نے اُن کو فقرا کے نام سے ذکر کیا ہے اور ہم ابھی اس بات کو واضح کئے دیتے ہیں جس سے تصوف اور فقر کے درمیان فرق ظاہر ہو سو ہم کہتے ہیں کہ فقیر اپنے فقر میں اُسکو گرفت کئے ہوئے ہے اور اسکی فضیلت کے ساتھ متصف ہے غنا اور تونگری پر اُسے ترجیح دیتا ہے اس کا جو عوض اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحق ہے وہ اُس کا منتظر ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے فقیر جنت میں دولتمندوں سے آدھے دن پیشتر داخل ہوں گے اور یہ آدہا دن پانسو برس کا ہے پس جسوقت وہ عوض باقی کو دیکھتا ہے حاصلات فانی سے ترک جاتا ہے اور فقر فاقہ سے معانقہ کرتا ہے اور اس فضیلت اور معاوضہ کے جاتے رہنے کے خوف سے وہ زوال فقر سے ڈرتا ہے اور یہ امر طریق صوفیہ میں عین علالت ہے اسواسطے کہ یہ معاوضوں کی طرف آنکھ لگاتا ہے اور اس عوض کے لئے دنیا کو چھوڑتا ہے اور صوفی موعودہ اجروں کے لئے ترک نہیں کرتا بلکہ موجودہ احوال کے سبب تمام چیزوں کو ترک کرتا ہے اسواسطے کہ وہ ابن وقت ہے اور نیز فقیر کا حظ موجود کو ترک کرنا اور غنیمت فقر کو لینا ایک قسم کا ارادہ اور اختیار ہے اور ارادہ اور اختیار صوفی کے حال میں ایک علت ہے اسلئے کہ صوفی جس شئے میں قائم ہے ارادہ الٰہی سے ہوا ہے نہ کہ اپنے ارادہ سے پس وہ نہ صورت فقر میں فضیلت دیکھتا ہے اور نہ تونگری کی صورت میں بلکہ فضیلت اُس شئے میں دیکھتا ہے جسمیں اُسے حق تعالیٰ ٹھہرا دیتا ہے اور اسے اسمیں داخل کرتا ہے اور وہ اُس شئے میں داخل ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن پاتا ہے اور وہ کبھی آسودگی کی صورت میں بحکم الٰہی داخل ہوتا ہے جو فقر کے برخلاف ہو اور اُس وقت آسودگی میں فضیلت دیکھتا ہے اسواسطے کہ حکم الٰہی اسی میں رہنے کا ہے اور صادقین کو اُس وسعت میں داخل ہونے کی بدون اسکی گنجایش نہیں کہ وہ اذن الٰہی کا علم قوی اور محکم کرلیں اور اس معاملہ میں اندیشہ لغزش کا ہے اور یہ مدعیوں کے دعوے کا ایک باب ہے اور کوئی حال ایسا نہیں ہے جسکے ساتھ صاحب حال موصوف ہو۔ مگر یہ صاحب باطل بہی اسکی نقل کرتا ہے لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ تاکہ جو ہلاک ہو وہ بینہ سے ہو اور جو سالم ہے وہ (بھی) بینہ سے سالم رہے پھر جب یہ واضح ہوچکا تو فقر اور تصوف کے درمیان فرق ظاہر واضح ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ فقر تصوف کی اساس اور بنیاد ہے اور اُسی سے اُس کا قوام ہے اس معنی کر تصوف کے مراتب تک پہونچنے کا طریق

۶۵

فقر ہی ہے نہ کہ اس معنی کر کہ وجود تصوف سے وجود فقر لازم ہے جنید علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ تصوف
اس کا نام ہے کہ حق تجھے تجھ سے مارے (یعنی فنا کرے) اور اپنے ساتھ تجھے جلائے (یعنی بقا دے) اور
یہ وہی بات ہے جسکا ہمنے ذکر کیا ہے کہ صوفی قائم فی الاشیا باللہ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ نفس کے ساتھ
اور زاہد دونوں اپنے نفس اشیا میں موجود ہوتے ہیں اپنے ارادہ سے حالات میں وقوف کرتے ہیں اپنے
اندازہ علم کے موافق مجاہدہ کرتے ہیں اور صوفی اپنے نفس سے بے اعتبار ہوتا ہے۔ اپنے علم کو قلیل سمجھتا ہے
اپنی معلومات کی طرف مائل نہیں ہوتا اپنے رب کی مراد سے قائم ہوتا ہے نہ کہ اپنے نفس کی مراد سے
ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ صوفی وہ شخص ہے کہ نہ طلب اسکو تھکائے اور نہ سلب[1] اس کو
مضطرب کرے اور یہ بھی انہی کا قول ہے کہ صوفیہ نے سب چیزوں پر اللہ تعالیٰ کو ترجیح دی پس اللہ
تعالیٰ نے سب چیزوں پر ان کو برگزیدہ فرمایا تو ان کا اشارہ یہ ہے کہ اپنے علم پر انھوں نے علم الٰہی کو اور
اپنے ارادہ پر ارادہ اللہ کو ترجیح دی۔ بعض صوفیہ سے کہا گیا کہ مختلف طوائف میں سے میں اپنے کس گروہ
کے ساتھ صحبت رکھوں کہا صوفیہ کے ساتھ اسواسطے کہ بری کے لئے بھی ان کے نزدیک ایک وجہ
عذر کی ہے اور ان لوگوں کے نزدیک بڑے بڑے اعمال کی کوئی ایسی وقعت نہیں کہ ان سے تجھکو
بڑھا دیں کہ تیرا نفس تجھے عجب اور غرور میں ڈالدے۔ اور یہ وہ علم ہے کہ نہ فقیر کے پاس پایا جاتا ہے
اور نہ زاہد کے پاس اسواسطے کہ زاہد تو ترک کو بہت بڑا جانتا ہے اور لینے کو برا سمجھتا ہے اور یہی فقیر کا
حال ہے اور یہ حالت اسواسطے ہے کہ ان کا ظرف چھوٹا ہے اور وہ اپنے حد علم پر ٹھہرے ہوئے ہیں
اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ صوفی وہ ہے کہ اس کے سامنے جب دو اچھے حال یا دو اچھے خلق پیش
آدیں تو وہ ان میں سے احسن کے ساتھ ہو اور فقیر اور زاہد دونوں کو پوری تمیز دو اچھے خلق میں
نہیں ہوتی بلکہ وہ اخلاق میں سے بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں جو کہ ترک کی طرف اور مشاغل دنیا سے
باہر ہونے کی طرف زیادہ داعی ہو وہ دونوں اس معاملہ میں اپنے علم سے کرنے والے ہوتے ہیں اور
صوفی اپنے صدق التجا اور حسن انابت اور حظ قرب اور لطف دخول و خروج الی اللہ کے سبب
احسن کی تمیز رکھتا ہے بایں وجہ کہ اسکو اپنے رب کا علم ہوتا ہے اور وہ اپنے رب کی گفتگو اور مکالمہ
سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

[1] یعنی اگر اس کے احوال سلب ہو جاویں تو بوجہ محبت مع الحق کے پریشان نہو ۱۲۔

(باقی آئندہ)

اور تمہارے لئے تکلف کیا پھر تو کہتا ہے میں روزہ سے ہوں افطار کر اور ایک دن اسکی جگہ قضا کر (اس سے
اوپر بھی جہاں افطار میں موافقت کرنے کا ذکر آیا ہے اگر بعد نیت صوم کے ہوگا قضا واجب ہوگی اور
قبل نیت قضا واجب نہوگی یاد رکھو) اور باقی جو (افطار میں) موافقت نکرے اُسکی وجہ سو (حدیث
میں) وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے کھانا کھایا اور بلال روزہ سے
تھے تو آپنے فرمایا ہم تو اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں ہے۔ غرض جب معلوم ہو جاوے
کہ (روزہ رکھنے سے) اس موقع پر کسی قلب کو اذیت ہوگی یا کسی ایسے شخص کی موافقت سے کہ جسکی
موافقت (کسی وجہ شرعی سے) مغتنم سمجھی جاتی ہے کسی فضیلت کی امید ہو تو نیک نیتی سے افطار
کرے طبیعت کے حکم اور تقاضے سے نہ کرے۔ اور اگر اس وصف کو نہ پاوے تو پھر یہ مناسب نہیں کہ اس
شخص پر حرص اور داعیہ نفس نیت کے ساتھ مشتبہ ہو جاوے سو اس کو چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے اور
(وجہ اسکی یہ ہے کہ) گاہے یہ منظوری (افطار کی) داعیہ نفس کے سبب ہوتی ہے نہ کہ اپنے بھائی کے
ادا حق کے لئے اور فقیر طالب کے بہترین آداب سے یہ ہے کہ وہ جب افطار کرے اور طعام تناول
کرے تو بعض اوقات اپنے باطن کو اسکی (پہلی) حالت سے بدلا ہوا اور اپنے نفس کو اوراد وظائف
عبادت سے سست پاتا ہے۔ تو وہ (یعنی فقیر طالب اسوقت) قلب متغیر کا بواسطہ ازالہ تغیر کے علاج
کرتا ہے اور کچھ رکعتیں پڑھ کر یا کچھ آیات تلاوت کرکے یا کچھ اذکار و استغفار کو عمل میں لاکر اُس طعام
کو گداختہ (یعنی منہضم کہ ضعف اثر اُس کے لوازم سے ہے) کر دیتا ہے چنانچہ خبر میں وارد ہوا ہے کہ
گداختہ کر دیا کرو اپنے طعام کو ذکر سے اور منجملہ آداب ضروریہ صوم کے اس کا حتی الامکان مخفی رکھنا ہے
لیکن اگر اخلاص پر پورا قادر ہو تو کچھ پروانہ کرے خواہ ظاہر ہو جاوے یا مخفی رہے۔

(باب چہل و یکم ختم ہوا)

تنبیہ

جلد اول کے باب پنجم کے شروع عنوان میں جو تنبیہ ہے وہی یہاں معروض ہے

اشرف علی

۶۳

بیالیسواں[۴۲] باب طعام اور اُس چیز کے بیان میں ہے جو صلاح و فساد اسمیں ہے

صوفی کی عادات اُسکے حسن نیت اور صحت مقصد اور وفور علم اور اُسکے آداب بجالانے کے سبب سے عبادت ہو جاتی ہیں اور صوفی کا وقت اللہ کے واسطے ہبہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی زندگی کو اللہ کے واسطے چاہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بطور امر کے فرمایا ہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین یعنی کہو اے رسول ہر آئینہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے واسطے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے۔ سو صوفی پر عادت کی باتیں اُسکی حاجت[۱] کی وجہ سے اور اُسکی بشریت کی ضرورت سے پہونچتی ہیں اور اُسکی بیداری کا نور اور اُسکی نیک نیتی اُسکی عادات کو محیط ہو جاتا ہے تو اُسکی عادات روشن اور بشکل عبادات ہو جاتی ہیں اور اسی واسطے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے اور سانس اُسکی تسبیح ہے باوجودیکہ نیند عین غفلت ہے لیکن ہر ایک چیز جس سے عبادت پر استعانت ہو وہ عبادت ہو جاتی ہے پس تناول طعام ایک اصل عظیم ہے جو بہت علوم کا محتاج ہے اسوجہ سے کہ وہ مصالح دینی اور دنیاوی کو مشتمل ہے اور اُسکے اثر کا تعلق قلب اور قالب دونوں سے ہے اور اُسکے ساتھ بدن کا قیام و قوام ہے کیونکہ سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے اور قالب قلب کی سواری ہے اور ان دونوں سے دنیا و آخرت کی آبادی ہے اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی زمین ہموار ہے اُسکی روئیدگی تسبیح اور تقدیس ہے اور قالب بالانفراد حیوانات کی طبیعت پر ہے کہ اُس سے آبادی دنیا کے لئے استعانت کیجاتی ہے اور روح اور قلب فرشتوں کی طبیعت پر ہے کہ اُن دونوں سے آبادی آخرت میں مدد لیجاتی ہے اور ان دونوں کے جمع ہونے سے دونوں میں دارین کی آبادی کی صلاحیت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنی لطیف حکمت سے خاص ترین جواہر جسمانیت اور روحانیت سے مرکب کیا ہے اور اسکو خلاصۂ زمین و آسمان کا مستودع اور قرارگاہ بنایا ہے اور آدمی کے بدن کے

---

[۱] یعنی وہ لذت نفس کے واسطے کوئی عادت اختیار نہیں کرتا ۱۲ منہ۔

۶۴

قائم رہنے کیلئے عالم شہادت کو اور اُن چیزوں کو جو اُسمیں نباتات اور حیوانات کے قبیل سے ہے بنایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تمہارے واسطے سب اُن چیزوں کو جو زمین میں ہیں پیدا کیا ہے پھر طبائع کو پیدا کیا اور وہ حرارت اور رطوبت اور برودت اور یبوست ہے اور اُس کے واسطہ سے نباتات کی آفرینش کی اور نباتات کو حیوانات کیلئے قوام کروانا اور حیوانات کو آدمی کا مسخر و منقاد کیا کہ اُن سے آدمی اپنے بدن کے قوام کیلئے امر معاش میں استعانت کرتا ہے سو طعام معدہ میں پہونچتا ہے اور معدہ میں بھی چار طبیعتیں ہیں اور طعام میں بھی چار طبیعت ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ مزاج بدن کا اعتدال چاہتا ہے تو معدہ کے طبائع میں سے ہر ایک طبیعت طعام کی اُس طبیعت کو لیتی ہے جو اُسکی ضد ہے چنانچہ حرارت تو برودت کو اور رطوبت یبوست کو لے لیتی ہے اور مزاج معتدل ہو جاتا ہے اور کجی سے امن اور حفظ رہتا ہے اور جب اللہ چاہتا ہے کہ قالب کو فنا اور جسم کو خراب کرے تو ہر ایک طبیعت اپنی جنس کو ماکول میں سے لیتی ہے اور اسوقت طبائع مائل اور منحرف ہو جاتے ہیں اور مزاج میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور بدن سقیم بنجاتا ہے یہ تقدیر خدای عزیز علیم کی ہے وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ میں نے توریت میں آدم علیہ السلام کی صفت پائی ہے کہ میں نے آدم کو پیدا کیا اور اسکے بدن کو چار اشیاء یعنی رطب و یابس اور بارد و حار سے مرکب کیا اور یہ اسواسطے کہ میں نے اسکو مٹی سے بنایا اور وہ خشک ہے اور اُسکی تری پانی سے ہے اور حرارت اُسکی نفس کی طرف سے اور برودت اُسکی روح کی طرف سے ہے اور اس پیدائش کے بعد بدن میں چار انواع کی مخلوق پیدا کیں کہ وہ میرے حکم سے جسم کی اصل میں اور انہیں سے اُس کا قوام ہے تو جسم بدون اُن کے نہیں قائم رہ سکتا اور خود ان میں سے بھی ہر ایک دوسرے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے سودا صفرا اور خون اور بلغم پھر میں نے ان مخلوقات میں سے بعض کو بعض میں جگہ دی تو یبوست کا گھر سودا میں بنایا اور رطوبت کا گھر صفرا میں اور حرارت کا مسکن خون میں اور برودت کا مسکن بلغم میں کیا پس جس بدن میں یہ چاروں پیدائشی چیزیں جنکو میں نے اصل بنایا ہے معتدل ہو ہیں یعنی اُسمیں ان چاروں میں سے ہر ایک چوتھائی نسبت سے ہوئی کہ اس سے نہ گھٹے اور نہ بڑھے اُس کی صحت تو کامل ہوگی اور اُس کی عمارت معتدل ہوگی اور اگر اُن میں سے ایک اُن دوسروں پر زیادہ ہو گئی تو وہ ایک دوسروں کو ہزیمت دیگی اور اُن کی ساتھ میل اور جور کریگی اور بدن پر اُس کے گرد و پیش سے بیماری داخل ہوگی جسقدر کہ اُس ایک کا غلبہ ہوگا حتی کہ بدن اُن کی

٦٥

طاقتوں سے ضعیف ہو جائیگا اور اُن کی مقدار سے عاجز ہوگا (اور یہ صورت ہلاکت کی) پس طعام میں ضرور ترین امور سے یہ ہے کہ وہ حلال ہو اور ہر ایک شئے جسکی مذمت شرع نے نہ کی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رخصت ہے اُس کے بندوں کیلئے حلال ہے اور اگر شرع کی رخصت نہ ہوتی تو بڑی مشکل ہوتی اور طلب حلال دشواری ہیں ڈالدیتا اور آداب صوفیہ سے یہ ہے کہ منعم کو یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت دیکھے اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کھانے سے پہلے ہاتھ کا دھونا فقر کو دور کرتا ہے اور یہ عمل نفی فقر کا موجب اسواسطے ہو کہ کھانے سے پہلے ہاتھ کا دھونا ادب کے ساتھ استعمال ہے نعمت کا اور یہ شکر نعمت ہے اور شکر زیادتی کا مستوجب ہے پس ہاتھ کا دھونا نعمت کا کھینچنے والا اور فقر کا دور کرنے والا ٹھیرا اور انس بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے جو شخص چاہے کہ اُس کے گھر کی خیر و برکت زیادہ ہو تو چاہئے کہ وضو کرے جب کہ غذا اسکے سامنے آئے پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے پس اللہ تعالیٰ کا قول ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ اسکی تفسیر تو اللہ تعالیٰ کا نام لینا حیوانات کے ذبح کے وقت ہے اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہا اللہ نے اُسکے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہے مگر صوفی کا فہم اس سے باوجودیکہ وہ ظاہر تفسیر پر بھی قائم ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ کھانے کو کھاتا بھی نہیں مگر اُسوقت کہ وہ مقرون بذکر ہو تو ذکر کے ساتھ مقرون کرنا اُس کا فرض وقت اور فرض ادب ہے ملا دیا اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ کھانا کھانا اور پانی پینا ناشی ہوتا ہے نتیجہ نفس کی اقامت اور اُسکی اتباع ہوے سے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اُسکی دوا اور تریاق سمجھتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ صحابہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو ایک اعرابی آیا اور دو لقموں میں وہ سب کھانا نوش کر گیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اعرابی اگر بسم اللہ کہتا تو یہ کھانا سب کو کفایت کرتا سو جب کوئی تم میں سے کھانا کھائے تو چاہئے کہ بسم اللہ کہے اور اگر وہ بھول گیا بسم اللہ کہنا تو کہنا چاہئے بسم اللہ اولہ وآخرہ اور مستحب ہے کہ پہلے لقمہ میں بسم اللہ کہے اور دوسرے لقمہ میں بسم اللہ الرحمن اور تیسرے لقمہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور تین سانس میں پانی پئے پہلے سانس میں الحمد للہ کہے جب پانی پی چکے اور دوسرے میں الحمد للہ رب العالمین اور تیسرے میں الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم کہے اور جسطرح معدہ کے لئے طبائع مقدر اور مقرر ہیں جیسا کہ ہمنے اُن کا ذکر کیا جو طعام کے طبائع کے موافق ہیں اسی طرح قلب کے لئے بھی مزاج اور طبیعتیں ہیں مگر انہیں کے واسطے جو ارباب تہجد اور عبادت و بیداری کرتے ہیں

(باقی آئندہ)

باتیں قرآن وحدیث میں بتلادی ہیں اب کوئی بات دین میں نکالنا درست نہیں) غلط ہے کیونکہ
افعال واقوال صحابہ۔ تابعین وتبع تابعین۔ مایستنبط منہ بھی بدعت نہیں ہے اھ اس اعتراض
میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے عبارت مذکورہ کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ اللہ ورسول
نے تفصیل واردین کی سب باتیں تبلادی ہیں اور دین ان منصوصات میں منحصر ہے حالانکہ جس
صاحب علم نے بہشتی زیور دیکھی ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت مدظلہم العالی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے
کیونکہ انھوں نے بہت سے ایسے مسائل لکھے ہیں جو کہ کلام اللہ یا احادیث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں نصاً موجود نہیں ہیں بلکہ مجتہدین وعلمانے ان کو اپنے اجتہاد سے استنباط کیا ہے ایسی حالت
میں وہ معنی اُن کے کیسے مراد ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر معترض صاحب نے اعتراض کیا ہے اور کہا ہے
کہ مضمون مذکور غلط ہے کیونکہ افعال واقوال صحابہ وتابعین وتبع تابعین یا لیستنبط منہ بھی بدعت نہیں ہے
اھ جب یہ معلوم ہو گیا تو ثابت ہوا کہ اس نے اپنے اس اعتراض کو اس اصول پر مبنی کیا ہے کہ جہانتک
کوئی کلام غلط محمل پر محمول ہو سکے ہرگز اسکو صحیح محمل پر حمل نہ کیا جاوے بلکہ غلط محمل پر محمول کیا جاوے
خواہ وہ کتنا ہی ظاہر البطلان اور خلاف مراد متکلم کیوں نہ ہو۔ اس سے ان کا عناد اور لداد اسقدر
ظاہر ہے کہ کوئی منصف عاقل اس کا انکار نہیں کر سکتا اور ثانیاً انھوں نے بدعت کی جو معنی بیان
فرمائے ہیں وہ اُن کے اصول کی بنا پر صحیح نہیں ہیں کیونکہ انھوں نے فرمایا ہے دوسری عرفی خاص جو
عموماً حدیثوں میں مستعمل ہے اُسکے معنی یہ ہیں کہ جو امر بعد قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر کے پیدا ہوا اور اُن
حضرات کے طریقوں کے خلاف ہوا اھ یہ تعریف اسقدر ناقص ہے کہ اس سے تمام دین کی بنیاد
متزلزل ہو جاتی ہے کیونکہ بدعات خوارج ومتشیعین وغیرہم قرون ثلثہ مشہود لہم بالخیر میں پیدا ہو چکی تھیں
جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں پس اگر یہ تعریف صحیح ہو تو تمام بدعات مذکورہ دین میں داخل ہو جاوینگے
اور اعتقاد تفضیل علی بر شیخین وطعن وتبرا بر علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ جزو دین ہو جاوینگے نعوذ باللہ
من ہذہ الخرافات خدا مسلمانوں کو ایسے مفسدین مدعیان اصلاح کی اصلاح سے محفوظ رکھے (واضح
ہو کہ یہ اعتراض صرف معترض صاحب پر اُن کے مسلم اصول کی بنا پر اور الزاماً ہے دیگر علما پر نہیں ہے
جنکی عبارات اس قسم کی ہیں کیونکہ اُن کی عبارات مؤولہ ہیں بایں عبارات دیگر علما جو اسی قبیل سے ہیں
ان سے ہم پر اعتراض نہیں ہو سکتا) اور ثالثاً انھوں نے کہا ہے کہ امام شافعی نے تو تصریح کر دی ہے

کہ جب تک کتاب و سنت اثر اجماع کے مخالف نہ ہو اسوقت تک بدعت نہیں ہے اھ سو امام شافعی پر تو ہمکو کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اُن کی عبارت مؤول ہے ہاں معترض پر اعتراض ہے کہ اُنہوں نے اس تعریف کو کیونکر قبول کرلیا جو کہ بظاہر قیاس کو ادلہ شرعیہ سے خارج کر رہی ہے رابعًا انھوں نے کہا ہے کہ اقوال و افعال صحابہ و تابعین و تبع تابعین یا مستنبط منہ بھی بدعت نہیں ہیں۔ یہ کلیۃ اور علی الاطلاق صحیح نہیں ہے ذرا تابعین اور تبع تابعین کی تعریف ملاحظہ فرمائیے اور اسکے بعد قتل حسین رض اور سب علی کرم اللہ وجہہ و سفک دماء مسلمین پر نظر ڈالیے اور پھر بتلائیے کہ کیا یہ سب امور جزو دین تھے یہ گفتگو اس وقت ہے جبکہ یا مستنبط منہ اقوال صحابہ الخ پر بحذف عاطف معطوف کہا جاوے لیکن اگر وہ قید ہے اقوال مذکورہ کی تو علاوہ اسکے کہ یہ مضمون الفاظ سے ثابت نہیں ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے معترض کے اصول پر لازم آتا ہے صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے علاوہ دیگر علماء کے اقوال مستنبط بدعت میں داخل ہوں نعوذ باللہ من ھذا الجہل والعناد۔ کیا اب بھی ہمیں اجازت نہیں ہے کہ ہم آپ حضرات کے دعویٰ اصلاح کے مقابلہ میں الا انھم ھم المفسدون کہیں اور خامسًا معترض صاحب کو چاہیے کہ نعوذ باللہ آیت قرآنیہ الیوم اکملت لکم دینکم الخ کی بھی تردید فرمادیں اور کہیں کہ ابھی تو خیر القرون کے ختم ہونے میں بہت عرصہ باقی ہے اُن کے بہت سے اقوال و افعال کتم عدم سے منصۂ وجود پر جلوہ افروز نہیں ہوے آپ ابھی سے الیوم اکملت لکم دینکم فرماتے ہیں کیا اُن کے تمام افعال و اقوال بدعت ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) آپنے دیکھا کہ آپکا عناد آپکو کسقدر رسوا کر رہا ہے خدا کے لئے آپ اس عناد سے توبہ کیجئے ورنہ معلوم نہیں کہ حضرت مولانا کی عداوت آپکو کہاں تک پہنچادے لزوما تو آپ پر کفر عائد ہی ہو چکا التزام کی کمی ہے خدا محفوظ رکھے۔

اور سادسًا اُنھوں نے کہا ہے ہمکو معاف کیا جاویگا اگر ہم کہیں الخ اس عبارت کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب کا دعوی ہے کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے اپنے خیالات غیر صحیحہ کے اثبات کیلئے اپنی طرف سے یہ عقیدہ تراشا ہے حالانکہ یہ صریح افترا ہے عقیدہ مذکور اہل اسلام کا متفق علیہ ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بدعات مروجہ پر یہ تعریف صادق آتی ہے یا نہیں حضرت مولانا مدظلہم العالی اور دیگر اہل حق کے نزدیک صادق آتی ہے اور اہل بدعت کہتے ہیں کہ تعریف مذکور

۱۱۰

صادق نہیں آتی۔ لیکن یہ کہنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کہ مولانا نے بدعت کی تعریف اپنے خیالات کی حمایت کیلئے خود تراش لی ہے ع استعیذ اللہ مما یفترون۔ اور سابقاً انھوں نے کہا ہے کہ ان امور کے متعلق ہم بعد کو بحث کریں گے کہ مؤلف صاحب اپنے دعوے کے ثابت کرنے میں کہاں تک ناکامیاب رہے اھ لیکن جب وہ ان ابحاث پر قلم اٹھاویں گے اسوقت انہیں معلوم ہو جاویگا کہ خیبہ و خسران خود انہی کا حصہ ہے اور اہل حق بحمد اللہ اولئک ھم الفائزون کا مصداق ہیں پس اس تحقیق و تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کا کلام بالکل بے غبار اور مجمع علیہ ہے اور معترض کا اعتراض سراسر حسد و عناد و مکابرہ ولداد ہے۔

تحقیق (۳۲) متعلق مسئلہ لعن علی المعین

بہشتی زیور میں ہے۔ کسی کا نام لیکر کافر کہنا یا لعنت کرنا بڑا گناہ ہے اھ اس پر یوں اعتراض کیا گیا ہے سب سے پہلے ہم قرآن پاک کی آیہ لکھتے ہیں۔ اس کے بعد بیان کریں گے۔ کہ مولوی صاحب نے اس مسئلہ میں کیا غلطی کی ہے۔ اور گو کہ وہ بہت سے لوگوں کو اس مسئلہ میں اپنا ہم خیال بنا دیں گے لیکن الحق احق بالاتباع ولا تنظر الی من قال وانظر الی ما قال۔ قال اللہ عزوجل و الذین یرمون ازواجہم ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم فشہادۃ احدہم اربع شہادات باللہ انہ لمن الصادقین والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین۔ اب لعن کے بھی معنی سمجھ لینا چاہئے۔ تاج العروس شرح القاموس میں ہے۔ لعنہ کمنعہ لعنا طردہ وابعدہ عن الخیر ھذا من اللہ تعالیٰ ومن الخلق السب والدعاء اس آیت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان میں شوہر اپنے اوپر لعنت بھیجتا ہے۔ اگر لعنت مطلقاً معین پر ناجائز ہوتی تو کیوں لعان کا حکم ہوتا۔ اسی کے ساتھ آپ کو معلوم ہوا کہ لعنت خداوند تعالیٰ کی جانب سے ہو تو لعنت علیک کے معنی طردتک وابعدتک عن الخیر کے ہونگے۔ لیکن اگر لعنت خدا کی جانب سے نہ ہو جیسا کہ عموماً آج کل عورتیں کرتی ہیں۔ کہ تجھ پر پھٹکار تجھ پر لعنت جسکے معنی سوائے گالی کے اور کچھ نہیں ہوتے۔ اور یہ قسم ثانی عموماً منع ہے۔ بلکہ ہمکو معنی اول کے اعتبار سے گناہ کبیرہ ہونے میں کلام ہے۔ ردالمحتار میں ہے اقول حقیقۃ اللعن المشہورۃ ھی الطرد

عن الرحمۃ وھی لاتکون الا لکافر ولذا لم یجز علی معین لم یعلم موتہ علی الکفر بدلیل و ان کان فاسقا مشہورا کیزید علی المعتمد - فیہ ایضا بعید ھذہ العبارۃ ھذا ما ظہر لی لکن یشکل علی منع لعن المعین مشروعیۃ اللعان وفیہ لعن معین - نعم یجاب بانہ معلق علی تقدیر کونہ کاذبا لکنہ لا یخرج عن بعض معین تامل ثم رایت فی لعان القہستانی قال اللعن فی الاصل الطرد وشرعا فی حق الکفار الابعاد عن رحمۃ اللہ تعالیٰ وفی حق المؤمنین الاسقاط عن درجۃ الابرار ثم ذکر عبارۃ البحر الاٰتیۃ ثم قال وعن ھذا قیل ان المراد باللعن فی مثل ذلک الطرد عن منازل الابرار لا عن رحمۃ العزیز الغفار اھ اور بحر الرائق میں ہے - فان قلت ھل یشرع الدعاء باللعن علی الکاذب المعین قلت فی غایۃ البیان من باب العدۃ وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال من شاء باھلتہ ان سورۃ النساء القصری نزلت بعد التی فی سورۃ البقرۃ ای من شاء المباھلۃ ای الملاعنۃ باھلتہ وکانوا یقولون اذا اختلفوا فی شیٔ بہلۃ اللہ علی الکاذب منا قالوا ھی مشروعۃ فی زماننا ایضا اھ اور اسکے حاشیہ میں علامہ شامی نے لکھا ہے - اقول مقتضی مشروعیۃ اللعان جوازہ فان قول القاذف لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین فیہ الدعاء باللعن علی نفسہ وکونہ معلقا علی تقدیر الکذب لا یخرجہ عن کونہ معینا اھ حاصل کلام یہ ہے - کہ لعنت علی المعین بمعنی طرد و ابعاد عن الرحمۃ کا عدم جواز مسلم نہیں ہے - اور اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے - پس وہ لعنت جو ہمارے دیار کی عورتوں میں مستعمل ہے - اس معنی میں نہیں ہے - وہ صرف ایک گالی کا لفظ ہے - پس اگر کسی وجہ سے معین کے واسطے کہا جاوے تو حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے جسطرح حجاج کو فاسق کہنا جائز ہے - اسی طرح المحروم من مراتب الابرار بھی ہے - یا یزید کے افعال پر اسکو فاسق کہنا جائز ہے - تو لعنت بمعنی سب و شتم کے استعمال کرنے میں کوئی قباحت بظاہر نہیں ہے - ہمارے اس قول کی تائید علامہ سعد الدین تفتازانی کا مشہور قول لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ وانصارہ کرتا ہے اور شرح مقاصد بھی ہمارے مؤید ہے جسکو دیکھ کلام نہیں - کہ لعنت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اسواسطے ممانعت کرنا فعل مختلف فیہ میں بہتر مگر بڑا گناہ ہونے میں تامل ہے - ورنہ لازم آئیگا - کہ کسی ایسے کافر پر لعنت کرنے سے

۱۱۲

(باقی آئندہ)

مِنَ الْمَثْنَوِیِ الْمَعْنَوِیِ

تن چو اسمٰعیل و جاں ہمچوں خلیل	کرد جاں تکبیر بر جسم نبیل
وقت ذبح اللہ اکبر می کنی	ہمچنیں در ذبح نفس کشتنی
گوی اللہ اکبر و ایں شوم را	سر ببر تا وا رہد جاں از عنا
ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ	شاد و خنداں پیش تیغش جاں بدہ
نیم جاں بستاند و صد جاں دہد	آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

ع
یعنی تا از قربانی
تفصیل ایں
راز او روز وعظ
وح الیح والنجح
از طبع نمود و شد
سر بود است
و نہ سمع بیا

الاحکام الوقتیہ
بابت ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ
زوال السنۃ عن اعمال السنۃ
مولفہ حکیم الامۃ حضرت
مولانا اشرف علی صاحب
تھانوی مدظلہم العالی
بذیل سرخی (ذی الحجہ)
ملاحظہ ہو۔ + +
(نائب مدیر)

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہو گا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہو گا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ ۱ے کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کر کے عہ۹ کا ویلو ہو گا۔ امسال ۱ے کا ویلو ہو گا

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداءً یعنی رجب ۱۳۳۷ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ میں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

ظفر احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

---

۵۰ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ۱۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا رواہ الشیخان

امتثالاً للآیہ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث کہ دال است بر تقسیم

قدرے از فصل و ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

...امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و امداد الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الحدیثۃ و تربیۃ السالک

...الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خیرت و مکتوبات خیرت

...الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا

...شرف علی صاحب مد ظلہ است با ضمیمہ آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ

...ت کہ بلقب صحیفہ مشیریہ متبرکہ نمایش نیز ... الافتتاحات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

جلد (۵)	بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۶ ہجری	عدد (۷)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

محمد شاکر ... تھانوی

ایں صحیفہ کا مدرس امداد نام	یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

بہ برکت دعا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاءاللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔
(مدیر رسالہ)

حال - کان کو میں یوں جانتا تھا کہ اس سے گناہ کرنا اپنا اختیاری امر ہے یہ جلدی ترک ہو سکتا ہے مگر اب آنکھ اور زبان کی حفاظت کرنے سے معلوم ہوا کہ حفاظت بہت ہی مشکل امر ہے کیونکہ میں رات کو اور دن کو جہاں بھی لیٹ جاؤں اور تلاوۃ قرآن جہاں کرتے بیٹھوں برابر مجھے آواز ...... آتی رہتی ہے کہ دو آدمی کسی کی شکایت و غیبت یا بیجا الفاظ بول رہے ہیں اس کا علاج بتلادیں کہ پھرتے چلتے کان میں روئی رکھا کروں - یا کیا کروں -

تحقیق - ادہر توجہ نہ کیجاوے پھر گناہ نہیں -

سوال - مسئلہ موروثی اور جمعہ فی القریٰ کے ناجواز کا علم تو غالباً ہمارے ضلع کے لوگوں کے کانوں کے اندر پڑا ہی نہیں الا جو حضرت والا کے خاص متبعین ہوں گے اس مسئلہ کے کان میں پڑنے سے عوام کو عموماً اور غیر مقلدین کو خصوصاً لوگوں کو بہکانے کا بہت بڑا موقعہ ملے گا مگر ان باتوں کی احقر کو پروا نہیں حضرت کی صحبت کی برکت سے ان سب باتوں کا کچھ خیال نہیں ہمکو مقتدا بننا تو ہے نہیں - مگر مسئلہ کے پوچھنے پر تو بتلا ہی دینا پڑیگا حاصل اس طویل تحریر کا محض مشورۃً حضور والا کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ پہلے
بہل کیا صورت اختیار کروں -

جواب - خود کسی کو خطاب کیا نہ جاوے جو شخص آپ کے عمل کے متعلق دریافت کرے کوئی مناسب عذر کردیا جاوے اور جو اپنے عمل کے متعلق پوچھے اگر تحقیق و عمل کے قصد سے پوچھے بتلا یا جاوے اور جو عناداً و اعتراضاً پوچھے کہدیا جاوے کہ دوسرے علماء سے پوچھو -

حال - بعض وقت مثلاً سوتے وقت بوجہ کاہلی زبان معہ ہونٹ نہیں ہلتی کبھی صرف زبان تالو میں کبھی وہ بھی نہیں صرف خیال اسم اللہ کا ہوتا ہے - ہاتھ تسبیح کے دانوں پر چلا جاتا ہے آیا یہ ممنوع تو نہیں ہے

تحقیق - نہیں بلکہ ایسے وقت تحریک لسان ممنوع ہے (الحدیث لعلہ یستغفر فیسب نفسہ)

حال - اور کچھ مفید ہے یا نہیں -

تحقیق - مفید ہے لان الفکر کالذکر -

حال - گذارش یہ ہے کہ قبل حاضری یہ حال تھا کہ مذکور کا تصور قلب میں ہو کر خیال اس قدر

ترقی ہوتی تھی۔ کہ قلب میں غفلت ہو جاتی تھی اب ذات حق کا تصور قلب میں رہتا ہے اور پراگندگی نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ مگر اسلم یہ ہے کہ اسی پر اکتفا نہ کیا جاوے کہ اسمیں دھوکہ کا احتمال ہے بلکہ زبان کو بھی ذکر میں مشغول رکھنا چاہیے۔

حال۔ دھوپ میں بیٹھکر آنکھ بند کرنے سے جسطرح روشنی معلوم ہوتی ہے ویسا ہی حالت قلب میں حضور قلب کے وقت محسوس ہوتی ہے۔

تحقیق۔ قابل التفات نہ سمجھا جاوے۔

حال۔ کئی روز سے یہ خیال پیدا ہوا کہ قلب مشابہ عرش ہے اور عرش پر صفت رحمانی کا ظہور ہے لہذا قلب بھی مظہر صفت رحمانی ہے اس خیال کے پیدا ہونے سے اور صفات مغلوب ہو گئے اخیر شب میں اس خیال میں زیادہ حظ حاصل ہوتا ہے۔

تحقیق۔ ان مواجید کی طرف قصداً التفات نہایت مضر ہے اصل چیز ذکر ہے۔ باللسان و بالقلب معاً اگر اسکے ساتھ بلا قصد کوئی وارد آجاوے مضائقہ نہیں۔

حال۔ تین روز سے یہ حال جدید پیدا ہو گیا ہے کہ جیسے خوفناک خبر سننے سے یا خوفناک چیز سامنے آنے سے دہشت پیدا ہوتی ہے وہی حالت اکثر وقت رہتی ہے اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

تحقیق۔ یہ حال ہیبت ہے سالک کو بلا قصد پیش آتا ہے اسمیں کمی بیشی بھی ہوتی ہے پھر از خود اسمیں اعتدال ہو جاتا ہے پس اسکی طرف بھی جلباً یا سلباً التفات نہ کرنا چاہیے۔

حال۔ ضعف دماغ کی وجہ سے دوازدہ تسبیح پوری نہیں ہو سکتی صرف نصف ہوتی ہے اسی اکتفا کروں یا نصف بعد مغرب اور نصف اخیر شب میں۔

تحقیق۔ جو طبیعت پر سہل ہو اور خواہ پوری ہو یا نصف ہو ہر حال میں صرف اسی پر اکتفا نہ کیا جاوے ہر وقت بھی ذکر جاری رکھا جاوے جس سے دلچسپی ہو اور اسم ذات زیادہ سہل و نافع ہے۔

حال۔ خواب بہت دیکھا کرتا ہوں۔ بعضے بعضے خواب عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ارشاد ہو تو بذریعہ عریضہ یا زبانی عرض کروں۔

تحقیق۔ جو خواب زیادہ اہم معلوم ہو اسکو لکھدیجئے بعض اوقات زبانی بیان کے وقت فورً

انکی تاویل ذہن میں نہیں آتی۔

حال۔ عرصہ ہوا دو مرتبہ خواب دیکھا کہ غلیظ کھا رہا ہوں۔ حتی الوسع تجارت میں احتیاط کرتا ہوں

تحقیق۔ بعض اوقات تو یہ محض تحیر ردی کا اثر ہوتا ہے اور بعض اوقات کوئی نامشروع کلمہ صادر ہو جانے سے ایسا معلوم ہوتا ہے

حال۔ حضرت والا کا شروع شجرہ جو چھپا تھا اسمیں لکھا تھا کہ ظہر کے بعد ایک منزل دلائل الخیرات کی پڑھ لی جایا کرے کنیزہ جب سے اکثر برابر پڑھتی ہے اب پرچہ الامداد میں دیکھا دلائل الخیرات جتنی دیر میں ہو کوئی اور درود پڑھنا زیادہ اچھا ہے یہ دیکھکر جیسا پہلے عقیدہ تھا وہ اب نہیں رہا دلائل الخیرات جتنی دیر میں پڑھی جاتی ہے کوئی اور درود اتنی دیر پڑھنا تو مشکل نہیں لیکن روزانہ بیٹھنا مشکل ہے جیسا ارشاد ہو عمل کیا جاوے۔

تحقیق۔ اگر روزانہ نباہ مشکل ہو تو ایسے شخص کیلئے دلائل الخیرات ہی کی منزل مصلحت ہے۔

حال۔ حال یہ ہو کہ دل اوداس رہتا ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ دیکھئے کسطرح بیڑا پار ہو۔

تحقیق۔ تعجب ہے معلوم ہوتا ہے مقصود ہی نہیں سمجھے اگر سمجھے ہیں اور وہ رضا ہے تو اُس کا پار ہونا کیا مشکل ہو خدا کا حکم بجا لائیے بس رضا حاصل ہے اسمیں کیا اشکال رہ گیا۔

حال۔ اور ایک خطرہ تو سوہان روح ہو رہا ہے اور ہے وہ بہت دنوں سے کبھی تو بالکل نہیں ہوتا وہ یہ ہے کہ جب میں خدا کی طرف توجہ غور و فکر سے کرتا ہوں تو بس فوراً یہ خطرہ گذرتا ہے کہ خدا کے وجود کیا دلیل ممکن ہے نعوذ بس جب یہ بات قلب میں آئی تو سنّاٹا سا گذر جاتا ہے بہت ہی پریشان ہوتا ہوں۔ ذوق و شوق جاتا رہتا ہے استغفار کرتا ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ اس پریشانی سے محفوظ رکھئے کبھی کوئی دلیل سمجھ میں اسوقت آجاتی ہے تو کچھ تسکین ہو جاتی ہے ورنہ بہت پریشانی بڑھ جاتی ہو قلب میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ ابتک میں وسوسہ سمجھ رہا تھا اسوجہ سے حضور کو اطلاع دینی کچھ ضروری نہ سمجھی مگر دس بارہ روز سے یہ خیال ہوا کہ اطلاع کر دینی ضرور چاہئے شاید اور کچھ رنگ نہ لاوے۔ اب للہ دستگیری فرمایئے کہ یہ ناپاک خطرہ جاتا رہے اور دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کے دل کو اپنے مشاہدہ میں مستغرق رکھے۔

تحقیق۔ وسوسہ تو ہے ہی اور آپ نے جو اس کا علاج تجویز کیا ہے دلیل سے دفع کرنا یہی تو سبب

٧٩

زیادتی مرض کا ہے ؎

گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اند آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

اسمیں معمول واجب منحصر ہے عدم الالتفات وعدم احتمال المضرۃ میں اور بس۔

حال ۔ کم بولنے وکم ملنے کی پہلے سے عادت تھی اب اور زیادہ ہوگئی یکسوئی کو دل چاہتا ہے اور دل یہ چاہتا ہے کہ ہر وقت اللہ کی طرف دھیان رہے۔

تحقیق مبارک ہو۔

حال ۔ اکثر تو ذکر کی طرف خیال رہتا ہے کبھی مذکور کی طرف شوق سے کرتا ہوں تو کمبخت وہی خطرہ پیش آجاتا ہے بس ایک چوٹ سی لگ جاتی ہے۔

تحقیق ۔ یہ چوٹ بھی دولت ہے اور علاج ہے بہت سے رذائل کا۔

حال ۔ حضور نے ایک مرتبہ خطاب علم میں فرمایا تھا کہ دیوان حافظ ومثنوی کے مطالعے سے شوق ومحبت پیدا ہوتی ہے اجازت ہو تو میں بھی اسکو زیر مطالعہ رکھوں۔

تحقیق ۔ چندے دیکھکر مجھکو اطلاع کیجاوے۔

حال ۔ مدرسے سے تنخواہ مانگنے میں عار سی معلوم ہوتی ہے دل چاہا کرتا ہے کہ مہتمم خود ہی دیں تو اچھا ہے گو ماہ کے اختتام پر تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے البتہ جب زیادہ دن گذر جاتے ہیں تو خود ہی مانگنی پڑتی ہے اب ارادہ ہے کہ ان سے کہدوں کہ آپ بلا مانگے تنخواہ دیدیا کریں۔ اسمیں کبر تو نہیں

تحقیق ۔ کہدیں اور اگر پھر بھی نہ ملے تو مانگیں کیسی شان جب نوکری خلاف شان نہوئی تو الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ بلکہ اس سے انقباض کبر ہے۔ عـــہ

سوال ۔ اپنے معاصی ماضیہ کو یاد کرکے رونا بہتر ہے یا ایک مرتبہ خلوصیت کے ساتھ توبہ کر کے اپنے کام میں لگے رہنا۔

جواب ۔ جیسی آپ کی حالت ہے یعنی ابتدا اسمیں معاصی پر رونا بہتر ہے۔

حال ۔ فضل خدا سے معمولات پورے کر رہا ہوں آجکل پانچ چھ روز سے کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ میری کیا حالت ہے نہ نماز میں دل لگتا ہے نہ وظیفہ میں اور نہ کسی دنیاوی کام میں ہر وقت ایک گھبراہٹ سی رہتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں نے کوئی خطا کی ہے۔

عـــہ اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔

تحقیق- یہ قبض ہے اس کا سبب کبھی کوئی تغیر طبعی طبی ہوتا ہے۔ کبھی معصیت کبھی محض امتحان
طلب لے سلئے جہاں سبب کی تشخیص نہو سکے سب معالجات کو جمع کیا جاوے یعنی طبیب سے نبض وغیرہ
دکھلاکر تعدیل مزاج کیجاوے - استغفار کی کثرت کیجاوے اور بلا التفات وتردد کام میں لگے رہنا چاہیے

حال- آج کل ایسی خراب حالت ہو کہ نہ تو قرآن مجید حفظ کیا جاتا ہے اور نہ اسمیں دلچسپی ہوتی ہے
اور اس حفظ نہ کرنے سے طبیعت کو صدمہ اور اولجھن رہا کرتی ہے سو جہاں کلام مجید لیکر بیٹھا طبیعت
منقبض ہونا شروع ہوئی - ادہر ادہر کے خیالات کا ہجوم ہوجاتا ہے بس کلام مجید بند کردیتا ہوں
دوسری بات یہ ہے کہ اکثر نماز تہجد قضا ہوجاتی ہو بوجہ غلبۂ نیند کے جسکی وجہ سے تمام دن طبیعت
مضمحل اور پریشان سی رہا کرتی ہے اگر یہ خیال کروں کہ بعد عشا پڑھ لیا کروں تو طبیعت کو سخت
گراں گذرتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسی نعمت جو حق تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو گئی ہو (یعنی
نماز تہجد کا پڑھنا آخر شب میں) اُس عادت کو ترک کرکے دوسرا وقت قایم کروں - ہرگز ہرگز دل
قبول نہیں کرتا اگرچہ ایسا اتفاق کہ نماز تہجد ناغہ ہوجائے بہت کم ہوتا ہے ملال اس بات کا ہے
کہ اس سے پہلے کسی دن بہی نماز تہجد قضا نہ ہوتی تہی اگر ضرورت غسل کی پیش آجاتی تہی تو اسی وقت
غسل کرکے نماز تہجد ادا کرتا تھا نہ کہ اب اکثر قضا ہوجاتی ہے اور اب اگر کبہی غسل کی ضرورت
پیش آجاتی ہے تو صبح کو اٹھکر غسل کرتا ہوں اسوقت غسل نہیں کرتا افسوس اس سے بہی ہوتا ہے
مگر محض افسوس ہی افسوس ہے عمل نہیں ہے بہ کمال ادب گذارش ہو کہ حضور والا دعا فرماویں کہ
کلام مجید کے حفظ کا شوق روز افزوں رہے نماز تہجد وذکر جسکو آخر شب میں کرنے کا معمول ہے اس
دولت سے محروم نہو جاؤں -

تحقیق- قرآن مجید حفظ چندے ملتوی رکھئے اور تہجد بعد عشا پڑھئے اگر آخر شب میں پھر آنکھ کھل جاوے
پھر پڑھ لیجئے کیا اول شب میں پڑھنا بالکل نہ پڑھنے سے بہی زیادہ گراں ہے -

حال- پردہ کے متعلق میں نے بہت چاہا مگر یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ عورتوں کی
جہالت سے محفوظ رکھے -

تحقیق- خدا جانے چاہنے کے کیا معنی - جو صورت میں بتلاتا ہوں - وہ کیجئے وہ یہ کہ ایک روز
بی بی اور ساس اور سب گھر والوں کو ایک جگہ بٹھلا کر ان سے کہئے - کہ فلانی کو مجھ سے پردہ کراؤ

۸۱

اور سب ملکر تاکید کرو کہ مجھسے پردہ کرے ورنہ میں گھر میں آنا بالکل چھوڑ دوں گا۔ پھر یہ انتظام کرکے
مجھکو اطلاع دیجئے۔ اب جب تک یہ انتظام نہ کرلیا جاوے میرے پاس خط نہ آوے۔

حال۔ مگر میں نے اپنی طرف سے یہ انتظام کرلیا ہے کہ میں گھر میں بہت کم جاتا ہوں۔ اور اگر
جاتا ہوں تو دروازہ سے سیدھا نیچی نظر کئے دوسرے مکان میں جہاں صرف میری بیوی آسکتی ہے
چلا جاتا ہوں اس صورت سے امید ہے کہ فتنہ سے محفوظ رہوں گا۔

تحقیق۔ یہ آپکی رائے واقعی ہے مکاید نفس و شیطان سے اسمیں انسداد فتنہ کا تو ہوگا اصل میں آپکا
نفس یہ گوارا نہیں کرتا۔ کہ اُس کا جی بُرا ہو۔

حال۔ خانگی ضروریات نے پریشان کر رکھا ہے اس واسطے ایک وظیفہ فراخی رزق کیلئے بعد
عشاء کے کچھ دنوں سے پڑھنا شروع کردیا ہے جسکی اجازت مولانا مرحوم رائپوری سے ہے وہ یہ ہے
کہ سورۂ مزمل شریف گیارہ بار معہ گیارہ سو بار یا مغنی کے اگر یہ وظیفہ میری باطنی حالت کے
کچھ خلاف ہو تو تحریر فرما دیجئے میں فوراً چھوڑ دوں گا۔

تحقیق۔ خلاف نہیں گو کچھ زیادہ مناسب بھی نہیں۔

۸۳

حال۔ بندہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے کہ فضول گوئی اکثر ہو جاتی ہے بارہا قصد کیا کہ آئندہ بلا
ضرورت کلام نہ کرونگا مگر افسوس کہ ابتک کامیابی نہ ہوئی اس کے متعلق دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ
توفیق عطا فرماویں و نیز معالجہ مرض ہذا سے مطلع فرمایئے گا۔

تحقیق۔ علاج یہ ہے کہ ہاتھ میں ہر وقت تسبیح رکھئے اور یوں سمجھئے کہ میرا اصلی کام ذکر ہے اس سے
کوئی وقت خالی نہ جانا چاہئے۔ اس طریق سے خود ہی بات کرنے کو جی نہ چاہے گا کہ اسکو اصلی کام
میں مخل پایا جاویگا۔ اور اگر اسپر بھی کوئی فضول سرزد ہو جاوے۔ اُسیوقت چار رکعت نفل بطور
جرمانہ کے ادا کیجاویں اور نفس کو خطاب کیا جاوے کہ جب ایسی حرکت کریگا یہی مشقت تجھپر ڈالونگا
اور دعا بھی کرتا ہوں۔

حال۔ حالت گریہ پانچ چار یوم سے نہیں ہے۔

تحقیق۔ اس کا نہ ہونا ذرا بھی مضر نہیں ورنہ فان لم تبکوا فتباکوا وارد نہ ہوتا۔

حال۔ ذاکر بالجہر فی المسجد کو توہم نائم فی المسجد کی رعایت ضروری ہے یا نہیں

تحقیق - اس نائم کو اگر نوم فی المسجد جائز ہے تو اسکی رعایت ضروری ہے والا فلا

حال - جناب والا نے تحریر فرمایا تھا کہ مواعظ اور تربیت السالک بالدوام مطالعہ کیا کرو کچھ روز تک اسپر عمل رہا لیکن طبیعت نہیں لگی تھوڑا سا جہاں پڑہا نہیں کہ طبیعت گھبرانے لگتی ہے۔ البتہ دیوان حافظ اور مثنوی شریف کی شرح دیکھنے میں بہت طبیعت لگتی ہے مضامین مواعظ اگرچہ نہایت نافع اور عجیب ہیں طبیعت تو چاہتی ہے خوب دیکھا کروں لیکن اسپر عمل نہیں ہوتا۔ خدا جانے کیا بات ہے

تحقیق - گو طبیعت نہ لگے زیادہ وقت اسمیں صرف کرنا چاہئے۔ اور دیوان اور مثنوی میں گو دل لگے مگر اُن میں کم وقت صرف کیا جاوے اور مواعظ کی نسبت جو لکھا ہے کہ اسپر عمل نہیں ہوتا مجھکو اس مضمون سے سخت تکلیف پہونچی افسوس پیارہوکر ڈوب جانا چہ معنی۔ کیا عمل پر قدرت نہیں یا عمل کی رغبت نہیں جلد جواب دیں۔

سوال - گو خوابوں کی طرف ملتفت نہیں ہوں نہ اُن کا کچھ اعتبار کرتا ہوں مگر ایک خواب برائے تعبیر عرض خدمت اقدس ہے۔

خواب - ایک روز کیا دیکھتا ہوں کہ حضور والا ایک میدان وسیع وطویل میں اس غلام کے ساتھ کھڑے ہیں اور کسی کا انتظار فرمار ہے ہیں۔ اس میدان کے بالکل درمیان میں ایک خوفناک سڑک ہے جسکی داہنی طرف شاید دیوار ہے۔ اور اس دیوار کے داہنی طرف کوئی بڑا باغ ہے۔ اور سڑک کے بائیں طرف بڑا ہی ڈراؤنا ہیبت ناک جنگل ہے جسمیں طرح طرح کے پھاڑ کھانیوالے جانور موجود ہیں اور اُس داہنی طرف دیوار بھی نہیں ہے اسی سڑک سے حضور والا کی طرف ایک شخص حیران وپریشان چلا آرہا ہے جب وہ قریب آیا تو حضور سے خائفانہ لہجوں میں کہنے لگا کہ حضرت بڑا سخت مقام ہے حضور والا نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ تم اس راہ کو جلد طے کردیں سنتے ڈر کر عرض کی کہ حضور ایسا پرخطر راستہ بغیر رہبر کیسے طے کروں۔ یہ سنکر حضور والا نے فوراً ایک کتاب مجھکو عنایت کی اور وہ کتاب قصد السبیل تھی بندہ جب مستعد ہوا تو ایک تیز رفتار گھوڑا سواری کو ملا بندہ نے آناً فاناً سارا سفر طے کیا گو راہ میں داہنی طرف درندے ملے مگر کسی نے گزند نہ پہنچائی جب سارا راستہ بلا تعب ختم کرچکا تو غلام کو حضور کا خیال آیا خیال کے آتے ہی بندہ نے اپنی سواری پھیر لی اور آن واحد میں حضور کے پاس آن موجود ہوا آتے ہی حضور والا نے سوال فرمایا کہ تم نے

۸۴

راستہ کو کیسا پایا۔ غلام نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ حضور بہت ہی آسان راستہ میں نے پایا اُسکے بعد حضور نے قصد السبیل غلام سے واپس لے لی۔ اِس خواب میں پریشان کن امر یہ ہے کہ حضور نے قصد السبیل واپس کیوں لے لی۔

الجواب۔ ماشاء اللہ مبارک خواب ہے اسمیں بشارت ہے طریق کے سہل ہوجانے کی اور اشارہ ہے طریق قصد السبیل کے صحیح ہونیکی اور قصد السبیل کی واپسی اشارہ ہے مقام تکمیل کی طرف کہ کسی نے حضرت جنید رحمہ سے پوچھا ما النھایۃ انھوں نے فرمایا۔ العود الی البدایۃ جسکا ایک جزو یہ بھی ہے کہ بعد کمال کے مجاہدہ ابتدائیہ کی حاجت نہیں رہتی بقول مولانا رح خلوت وچلہ برو لازم نہ ماند۔

حال۔ ڈیڑھ ماہ کی صحبت بابرکت سے جو کچھ بندہ کے فہم ناقص میں آیا ہے وہ یہ کہ امور اختیاریہ کی کوتاہی کی اصلاح کرنی چاہیے اور غیر اختیاریہ کی طرف التفات نہیں چنانچہ اسی خیال سے اکثر استغفار کرلیتا ہوں وحسب الارشاد حضرت پابندی سے اتباع جو کر رہا ہوں۔ اُسکو سمجھتا ہوں کہ یہ برکت حضرت عطیہ خداوند جل جلالہ وجل شانہ ہے کہ اگر یہ بھی نہ ہوتا تو کیا کرسکتا الحمد للہ مجاہدہ صرف علاج ہے باوجود مجاہدہ کے بھی اللہ پاک کے فضل کی ضرورت ہے چنانچہ شب کو بہ نسبت دن کے غذا میں کسی قدر کمی تو کرتا ہوں۔ لیکن اُسکی ساتھ سوتے وقت اللھم الیك فوضت نفسی پڑھ لیتا ہوں کہ اختیار میں انہیں کے ہے باوجود تقلیل غذا کے بھی اگر وہ کام نہ لیں توفیق نہ بخشیں تو کچھ نہیں کرسکتا ہوں یہ ان کا احسان ہے الحمد للہ علاوہ ادائے حقوق عیال وغیرہ کے جملہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا ضرور ہے یعنی المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ کا مصداق بننا چاہیے چنانچہ اسکی فکر کی توفیق بھی سرکار سے شروع ہوگئی ہے۔ اسکے جرمانہ میں جرمانہ نقد و نفل نماز شروع کردی ہے اور شخص مذکور سے جسکو تکلیف پہونچی ہو معافی کا خواستگار ہوتا ہوں اور خدا سے توفیق نیک عمل و اصلاح کی کرتا ہوں۔ تنہائی میں اپنی کوتاہی و اپنے کو ذات باری تعالیٰ کے سامنے کہ بڑی عظمت و علوم ترتبت والے ہیں لاشے محض سمجھکر رقت آجاتی ہے و بعض نماز میں بھی جو کچھ فہم میں آیا ہے واحوال ہیں اُن کو عرض کردیا۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ خوب سمجھے جی خوش ہوا۔

(باقی آیندہ)

۸۴

اس سے کسی نے پوچھا کہ مخلوق تو پریشان ہو رہی ہے اور تو اس طرح بے فکر ہے اُس نے کہا کہ میں بے فکر کیوں نہوں میرے مالک کے یہاں دو گاؤں ہیں اسوقت نفس کو ایک تازیانہ لگا اور یہ بات ذہن میں آئی کہ ارے نفس جسکے مالک کے پاس دو گاؤں ہیں وہ تو بے فکر ہے اور تیرے مالک کے قبضے میں آسمان و زمین عرش کرسی ہے تو پریشان ہے اسی وقت سے توجہ الی اللہ کی توفیق ہوئی افسوس کہ اسوقت معاملہ بالعکس ہو گیا دنیا کماتے اور شب و روز اسی دہن میں رہنے کو ترقی اور اولوالعزمی سمجھتے ہیں اور بے فکری اور توکل کو پستی کہتے ہیں اور طرہ یہ ہے کہ اپنے کو خیر خواہ اور ہمی خواہ قوم کہتے ہیں جو شخص رات دن ہوائے نفسانی میں مبتلا ہو اور سوائے دنیا کمانے کے کوئی شغلہ نہو اس سے دوسرے کی خیر خواہی کیا ہو سکتی ہے حقیقی خیر خواہ انبیا علیہم السلام اور بزرگان دین ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین ○ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جو شب و روز اُن کی فکر میں گھلتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی فکر میں کہ یہ ایمان نہیں لاتے آپ اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے ان حضرات کا مشرب یہ ہے ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

شاہ اسحق صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کہ حضرت فلاں شخص کے نام ایک رقعہ لکھدیجئے اس سے میرا ایک کام ہے آپکا رقعہ دیکھنے سے وہ کر دیگا۔ وہ شخص حضرت کا سخت مخالف تھا حضرت نے رقعہ لکھدیا اس نے جاکر اس شخص کو دیا اس نے اس رقعہ کی بتی بناکر دی اور یہ کہا کہ شاہ صاحب سے کہو کہ اسکی بتی بناکر فلاں جگہہ رکھلو اس شخص نے اسی طرح اگر یہ مقولہ شاہ صاحب کی خدمت میں نقل کیا شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی اگر اس فعل سے تیرا کام چلتا تو مجھے اس سے بھی دریغ نہوتا یہ جواب اسکو پہونچا وہ شخص یہ بات سنکر تڑپ گیا اور اسقدر متاثر ہوا کہ شاہ صاحب کی خدمت میں آکر اُس نے معذرت کی اور اسکو ہدایت ہو گئی دس برس کے مجاہدہ میں بھی وہ بات نہوتی جو شاہ صاحب کے ایک کلمہ میں ہو گئی اب بتلایئے کہ ایسی نفع رسانی آج کس میں ہے آج ترقی کا دم بھرنیوالے اسکو پست ہمتی کہتے ہیں ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو انھوں نے فرمایا کہ یہ دنیا اللہ کا گھر ہے اور ہم اسکے ضیف ہیں اور ضیافت بروئے حدیث تین دن ہے اور اللہ کے نزدیک ایک دن ایکہزار برس کا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَاِنَّ

یُوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ○ تو تین ہزار برس تک تو دعوت ہے اسکے بعد پوچھنا

روپیہ کمانیکی ممانعت نہیں اسمیں کھپ جانیکی ممانعت ہے

میرا مطلب ان حکایات سے یہ نہیں ہے کہ روپیہ نہ کماؤ اور جاگیر گھر لٹادو مقصود یہ ہے کہ اسمیں کھپ مت جاؤ بلکہ ضرورت پر نظر رکھو اور ایسے خصائل حاصل کرو جیسی کہ بزرگوں میں تھیں اور مال جمع کرنے کی ممانعت نہیں کرتا بلکہ بعض بزرگ روپیہ بہت رکھتے تھے مگر وہ اپنے نفس کیلئے نہیں بلکہ خدمت خلق کیلئے جیسے خزانچی اور تحصیلدار ہوتا ہے یہ حضرات بھی اسی طرح سے روپیہ رکھتے ہیں اور بلا اذن اسمیں سے خرچ نہیں کرتے جیسے سلیمان علیہ السلام کو سلطنت دیگئی اور حضرت صدیق اکبر رضؓ کو خلافت ملی یوسف علیہ السلام کو مصر کی بادشاہی ملی لیکن حالت کیا تھی کہ جب مصر میں قحط پڑا تو یوسف علیہ السلام پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے۔

اہل اللہ کی خوش خوراکی و خوش لباسی بھی رضاء الٰہی کے لئے ہوتی ہے

اور اگر اہل اللہ میں کوئی خوش خوراک خوش لباس پایا جاوے تو وہ بھی باذن الٰہی ہے مثلاً ایک شخص ہے اسکو یہ ثابت ہوا کہ خلق کی ہدایت میرے متعلق ہے اور مواعظ و تقریر سے تدریس سے لوگوں کو ہدایت کرنا اس کا مشغلہ ہے سو اگر وہ گھی دودھ اغذیہ مقویہ کا استعمال چھوڑ دے تو دماغ میں خشکی آویگی اور کچھ کام اس سے نہو سکے گا اور اگر دماغ کی حفاظت کریگا تو سب کام ہو سکیں گے۔

نفس کو کھلا پلا کر اس سے سرکاری کام لو

یہ نفس بطور مزدور کے ہے اور یہ دماغ سرکاری مشین ہے اگر اسکو مزدوری ملتی رہے اور درست ہوتی رہے تو کام دیتا رہیگا پس وہ خدمت نفس کی اس اعتبار سے نہیں کہ وہ ہمارا ہے بلکہ اس اعتبار سے کہ وہ سرکاری خدمت سے تعلق رکھتا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است	افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را	کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ان لنفسك علیك حقا ولزوجك علیك حقا اور فرماتے ہیں المومن القوی خیر من المؤمن الضعیف۔

ہدایت خلق جن بزرگوں کے متعلق ہوتی ہے انہیں صرف اپنی اصلاح کی فکر ہوتی ہے خلق کے برا بھلا کہنے کا ڈر نہیں ہوتا

اور بعضوں کے کچھ نفع خلق کا متعلق نہیں ہوتا ان کو اپنے ہی نفس کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے ان کا مذاق یہ ہوتا ہے ؎

احمد تو عاشقی بہ مشیخت ترا چہ کار	دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

اور ایک کہتے ہیں ؎

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند	آرے آرے میکند با خلق و عالم کار نیست

تو یہ کسی قسم کی بدنامی سے نہیں ڈرتے۔

ہدایت خلق جن بزرگوں سے متعلق ہوتی ہے وہ بدگمانی کے موقع سے بھی بچتے ہیں

ایک وہ ہیں جو شبہ سے بھی بچتے ہیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف تھے کہ حضرت صفیہؓ جو ازواج مطہرات سے ہیں تشریف لائیں جب واپس تشریف لیگئیں تو حضور انکے پہنچانے کے لئے لب مسجد تک تشریف لائے تھے کہ سامنے سے دو شخص آئے حضورؐ نے فرمایا ذرا ٹھہرو اور پھر فرمایا انہا صفیۃ یعنی یہ صفیہ ہیں یہ بات ان کو بہت بھاری ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ توبہ توبہ کیا حضور کی نسبت ہم کچھ گمان کر سکتے تھے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے رگ و ریشہ میں بجائے خون کے دوڑتا ہے مجھکو اندیشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈالدے۔

اہل اللہ مختلف مذاق کے ہوتے ہیں

اولیاء اللہ مختلف رنگ کے ہوئے ہیں سرکاری گلدستہ ہے اسمیں گلاب بھی ہے چنبیلی بھی بیلا بھی اور خار بھی ہے۔

اہل اللہ کو غم ہوتا ہی پریشانی نہیں ہوتی

اگر کوئی کہے کہ ہمنے انبیاء کی حکایتیں سُنی ہیں کہ ان کو غم ہوئے ہیں یعقوب علیہ السلام ایک مدت تک یوسف علیہ السلام کی جدائی میں مغموم رہے ایوب علیہ السلام سخت مصائب میں مبتلا رہے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ایذا پہونچائی جواب یہ ہے کہ ان حضرات کو رنج وغم تو ہوا لیکن پریشانی نہیں ہوئی غم اور شے ہے پریشانی اور چیز ہے اور غم ہونا کمال کے منافی نہیں بلکہ عین کمال ہے بعض بزرگوں کا حال آیا ہے کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہوا اور وہ ہنس رہے تھے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو حضور محزون تھے ظاہر ہے کہ کمال وہ ہے جو حضور کا فعل ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ جو مغموم نہیں ہوئے انھوں نے تو صرف حق تعالے کا حق ادا کیا اور جنکو غم ہوا انھوں نے اولاد کا بھی حق ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کا بھی کاملین کو جو غم دیا جاتا ہے اسمیں یہ حکمت ہوتی ہے کہ صبر کی فضیلت حاصل کریں اسلئے کہ صبر بدون غم کے نہیں ہوتا اور دوسری حکمت یہ ہے کہ حزن سے تصفیہ ہوتا ہے قلب کا۔

غم حیات طیبہ کے منافی نہیں

اگر کوئی کہے کہ جب حزن ہوا تو حیات طیبہ کہاں ہوئی بات یہ ہے کہ عین واقعہ رنج میں دو حیثیتیں ہیں باعتبار مصیبت ہونے کے تو وہ الم رساں ہے اور باعتبار من المحبوب ہونے کے وہ مرضی ہے اور ان حضرات کے ہر واقعہ من اللہ ہونا ہر وقت پیش نظر رہتا ہے اسلئے خواہ کسی طرح کی مصیبت پیش آوے وہ اس حیثیت سے پسندیدہ ہے اور ان کے اطمینان قلب میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہاں تکلیف پہونچنا امر آخر ہے۔

اسکی حقیقت جو بفضلہ تعالیٰ آج ہی سمجھ میں آئی ایک مثال کے ضمن میں یہ ہے کہ طیب ہونے کے دو درجہ ہیں اول مزہ دار ہونا اور نافع ہونا دوسرے صرف نافع ہونا مثلاً کہتے ہیں کہ یہ غذا طیب ہے تو معنی یہ ہیں کہ مزہ دار بھی ہے اور نافع بھی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دوا طیب ہے تو اسکا طیب ہونا یہ ہے کہ شفا ہو جاوے امراض زائل ہو جاویں بس حزن مثل دوا کے ہے دوا کا کڑوا ہونا گو طبع کے خلاف ہے لیکن گوارا ہے کڑوی دوا بھی خوشی سے پی لیجاتی ہے اور تلخی برداشت کیجاتی ہے اور یہ بھی حصول لذت کیلئے ہے اسلئے کہ دوا سے صحت ہو گی اور صحت لذیذ ہے تو دوا بھی اس قاعدے سے لذیذ ہوگی اور اسمیں بھی ایک گونہ مسرت ہوگی بشرطیکہ اسکا نافع ہونا پیش نظر ہو بحمد اللہ اس تقریر سے سب شبہات رفع ہو گئے۔

محبت سے تمام مصیبتیں آسان ہو جاتی ہیں اور محبت ہی اصل سبب ہے ترقی کا

خلاصہ یہ کہ ان حضرات کو خواہ مصیبت ہو رنج ہو فقر و فاقہ ہو ہر وقت خوش ہیں اور اصل میں خوش کرنے والی انکو محبت ہے چونکہ ان کو حق جل و علا شانہ سے محبت ہے اسلئے لقاء حق کے انتظار میں ان کو سب سہل ہے دنیا میں دیکھ لیجئے اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے اور یہ معلوم ہو کہ فلاں وقت وہ ہمسے ملیگا تو اسوقت کے انتظار میں سب بلائیں اسکو سہل ہیں یہ انتظار کہ خدا تعالیٰ ہمسے خوش ہونگے یا اسوقت ہمسے خوش ہیں اسکی ایسی خوشی ہوتی ہے کہ سب مصائب سہل ہو جاتے ہیں یہ سب محبت کی برکت ہے۔

خدا کی قسم یہی وہ شے ہے جسکی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم تمام امت میں ممتاز ہوئے اور یہی وہ دولت ہے جسکے سبب سے سلف رحمہم اللہ کے آج تذکرے لکھے جاتے ہیں اور اصل سبب ترقی کی یہی شے ہے آج کل صحابہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ انھوں نے یوں ترقی کی یوں کی اور اس امر میں انکا اپنے نزدیک اقتدا کرتے ہیں اور اصل روح اور سبب ترقی سے مس تک نہیں اور نہ ترقی کی حقیقت سے واقف ہیں دنیا سمیٹنے کو اور جاہ مذموم کے تحصیل کا نام ترقی کر رکھا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو فتوحات کی

وہ سب للدین تھی دنیا ان کے پاس تک نہ تھی سو ایسی ترقی کو کون منع کرتا ہے۔

اہل اللہ مختلف مذاق کے ہوتے ہیں

صحابہ اور نیز دیگر سلف صالحین میں بھی مختلف رنگ کے لوگ تھے حضرت عیسیٰ عؑ نے گھر تک نہیں بنایا حضرت سلیمانؑ صاحب سلطنت ہوئے حضرت ابوذر غفاریؓ مال جمع کرنے کو بالکل حرام فرمایا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا تھا کہ اے ابوذرؓ میں تمھارے لئے وہ پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں تم دو شخصوں کے درمیان کبھی فیصلہ مت کرنا اور نہ یتیم کے مال کے ولی بننا اسلئے کہ میں تمکو کمزور دیکھتا ہوں یعنی تعلقات کی برداشت نہ ہوگی یہ ابوبکر عمرؓ کا ہی جگر تھا کہ مدینہ طیبہ میں چٹائی پر بیٹھے ہیں اور روم و شام و دمشق و فارس کا انتظام کر رہے ہیں غرض انبیاء اور صحابہ اور اولیاء اللہ میں بھی ہر ایک کا جدا رنگ ہے اور ان کیلئے وہی رنگ مناسب ہے بعضے روپیہ پیسے سے اسلئے گھبراتے ہیں کہ میاں کون جھگڑے میں پڑے ہمسے حقوق ادا نہ ہوں گے زکوٰۃ عشر قربانی وغیرہ وغیرہ سینکڑوں حقوق ہیں یہ بڑا قصہ ہے ایسے لوگوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہوتا ہے کہ ان کو کچھ نہیں دیتے اور ہمیشہ وہ مفلس رہتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم ادہمؒ کہ سلطنت چھوڑ دی اور جیسے حضرت شاہ ابو المعالی قدس سرہ کہ ہمیشہ فقر و فاقہ میں گذرتی تھی۔

حکایت۔ ایک روز کا قصہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے یہاں ان کے پیر و مرشد تشریف لائے حضرت مکان پر تشریف نہ رکھتے تھے بی بی تھیں انھوں نے تعظیم و تکریم سے پیر کو ٹھیرایا لیکن حسب عادت حضرت شاہ صاحب کے یہاں اسروز بھی کچھ کھانے پینے کو نہ تھا بی بی نے پڑوس میں سے آٹا ادھار مانگنے کیلئے خادمہ کو بھیجا پڑوسیوں نے ادھار بھی نہ دیا کہ ان کو اُدھار دیکر کہاں سے لینگے پیر صاحب خادمہ کو برابر آتا جاتا دیکھکر فراست سے سمجھ گئے پوچھا کس فکر میں ہو بی بی نے سمجھا کہ ان سے کیا چھپانا واقعی یہ حضرات خدا کے نائب ہوتے ہیں ان سے اپنا کوئی حال چھپانا نہ چاہئے بی بی نے صاف کہدیا کہ حضرت آج ہمارے یہاں کچھ نہیں ہے پیر صاحب نے ایک روپیہ عطا فرمایا آج کل کے پیر تو مریدوں کا ہی کھا جاتے ہیں کچھ خیال نہیں کرتے کہ ان کے یہاں کہاں سے آیا ہے اور کسطرح بیچارے لائے ہیں القصہ پیر صاحب نے فرمایا کہ اس ایک روپیہ کا اناج لاؤ اور ہمارے پاس لانا چاہیئے

غلہ حضرت پیر و مرشد کے پاس لایا گیا حضرت نے ایک تعویذ لکھکر غلہ میں دبادیا اور یہ فرمایا کہ
اس تعویذ کو مت نکالنا پیر صاحب تو رخصت ہوئے اب روز مرہ اسمیں سے غلہ نکالا جاتا تھا
اور وہ کم نہ ہوتا تھا کئی روز ہوگئے کہ صبح و شام کھانا آنے لگا یہ دیکھکر حضرت شاہ ابو المعالی ؒ نے
فرمایا کہ ہائیں یہ کیا بات ہے کئی روز ہوئے فقر و فاقہ نہیں ہے بی بی نے فرمایا کہ پیر صاحب تعویذ دے گئے
تھے اسکی برکت ہے فرمایا کہ ہمارا فاقہ اختیاری ہے اضطراری نہیں اب یہ مقام بڑی کشاکشی کا
تھا کہ پیر کا تعویذ اگر رکھا جاوے تو اپنے مذاق کے خلاف اور اگر نہ رکھیں تو پیر کے تعویذ کی بے ادبی
مگر سبحان اللہ ان حضرات کو حق تعالیٰ ایسا نور باطن عطا فرماتے ہیں کہ ان کا فہم نہایت صحیح اور
عقل ان کی کامل ہوجاتی ہے فرمایا کہ اس تعویذ کا حقدار تو میرا سر ہے ٹھکانا نہیں ہے لاؤ وہ تعویذ میں
اپنے سر میں رکھونگا تعویذ منگا کر سر میں رکھ لیا اور اناج فقراء کو تقسیم کردیا شام کو پھر فقر و فاقہ ہوا شکر
حق تعالیٰ کا ادا کیا اور بعضوں کو جانتے ہیں کہ اگر نہ ملیگا تو پریشان ہونگے اور یہ جانتے ہیں کہ ان سے
برداشت حقوق کی ہوگی ان کو خوب دیتے ہیں غرض اولیاء اللہ کے مختلف طبقات ہیں مگر جس حال
میں ہیں خوش ہیں ؎

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش	کہ انچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

اور کہتے ہیں ؎

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن	کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

قبض کی حالت میں فرماتے ہیں ؎

باغباں گر پنج روزی صحبت گل بایدش	بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
ایدل اندر بند زلفش از پریشانی منال	مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

اور اس سے زیادہ فرماتے ہیں ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب	کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

اب میں پوچھتا ہوں کہ جسکا یہ حال ہو اسکو کیا پریشانی ہوگی وہ تو ہر وقت مسرور ہے ہر وقت
خوش ہے حیات طیبہ یہ ہے اور اسکے ماسوا پریشانی ہے اور بے حاصلی ہے لیکن ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست	تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۲۶۱

حیات طیبہ اور درجہ ولایت حاصل ہونیکا نہایت سہل طریقہ

مگر ہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ مرتبہ کسکو حاصل ہو سکتا ہے ہم لوگ تو دنیا دار ہیں سینکڑوں طرح کے اشغال ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں سو یہ خیال شیطانی ہے اور منشا اس کا یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ تمام کاروبار دنیا کے چھوڑ کر حجرے میں بیٹھکر تسبیح ہلاؤ ہرگز نہیں ہر شخص کیلئے جداگانہ طریق ہے اگر اس مقام پر ہر ایک کی تفصیل بیان کیجاوے تو ایک وقت طویل درکار ہے اور پھر بھی کافی نہیں اسلئے کہ یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ میرے لئے کونسا طریق نافع ہے اسلئے میں تمکو ایک مختصر ہی بات بتلاتا ہوں اور جھگڑے کی بات بالکل نہیں بتاتا وہ یہ کہ مرشد کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بے فکر ہو جاؤ اور لم وکیف کو چھوڑ دو اپنے کو اسکے سپرد کر دو اور اپنی رائے کو ہرگز دخل ندو جو وہ طریقہ بتاوے اسپر عمل کرو انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو گے ؎

بود مورے ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد	دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

یعنی ایک چیونٹی کو ہوس ہوئی کہ خانہ کعبہ میں پہونچے لیکن اپنے ضعف و عجز کو دیکھکر مایوس تھی اس نے دیکھا کہ ایک کبوتر کبوتران حرم محترم سے بیٹھا ہے وہ چیونٹی اسکے پاؤں کو لپٹ گئی اس نے ایک پرواز کی اور بیت اللہ شریف میں جا پہونچا چیونٹی نے جو آنکھ کھولی دیکھا تو خانہ کعبہ سامنے ہے تو صاحبو اسی طرح ہم اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اہل اللہ کا دامن اگر پکڑ لیں گے تو انشاء اللہ محروم نہ رہیں گے اسی واسطے تو فرمایا ہے کونوا مع الصادقین ۔

عاقل کا ہر کام یا تو تحصیل منفعت کیلئے ہے یا دفع مضرت کیلئے

قاعدہ عقلیہ ہے کہ آدمی جو کام کرتا ہے اس سے دو چیزوں میں سے ایک شے مقصود ہوتی ہے یا تو دفع مضرت یا جلب منفعت مثلاً کھانا کھاتا ہے لذت و تغذی کیلئے یہ آیت منفعت ہے دوا پیتا ہے دفع مرض کے واسطے یہ مضرت کا دفع ہوا اور مثلاً نوکری کرتا ہے روپیہ کی تحصیل کے لئے تجارت کرتا ہے منفعت و فائدہ کیواسطے رشوۃ دیتا ہے تاکہ کسی قسم کی سزا نہو جاوے یا کسی بلا میں مبتلا ہے اس سے رہا ہو جاوے مکان بناتا ہے سردی گرمی سے بچنے کیواسطے خلاصہ یہ ہے کہ یہ امر بالکل ظاہر و بدیہی ہے

(باقی آئندہ)

۲۶۲

حضرت رویم نے فرمایا ہے کہ تصوف نفس کا اللہ کے ساتھ اسکی مرضی پر چھوڑ دینا ہے اور عمرو بن عثمان مکی نے کہا ہے کہ تصوف اس کا نام ہے کہ بندہ ہر وقت اس شے میں مشغول ہو جو اسوقت اولی اور افضل ہو اور بعض صوفیہ کا قول ہے کہ تصوف کا اول علم ہے اور اوسط اس کا عمل ہے اور آخر اس کا عطا من اللہ تعالیٰ ہے اور بعض نے کہا کہ تصوف ذکر ہے باجماعت اور وجد باسماعت اور عمل با متابعت اور بعضے کہتے ہیں کہ تصوف ترک تکلف ہے۔ اور بذل روح اور سہل بن عبداللہ نے کہا صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف اور فکر سے پر آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہو اور سونا اور مٹی اسکے نزدیک برابر ہو اور بعضے تصوف سے سوال کئے گئے تو کہا کہ خلقت کی موافقت سے دل کا صاف ہونا اور عادت طبعیہ (کے غلبہ) کا مفارق ہو جانا۔ اور صفات بشری سے افسردگی اور نفسانی خواہشوں سے یکسوئی اور صفات روحانی کے ساتھ ہم منزل ہونا اور علوم حقیقت تعلق اور شریعت میں اتباع رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام ذوالنون مصری نے کہا میں نے سواحل شام سے ایک جگہ پر ایک عورت دیکھی تو اس سے کہا کہ تو کہاں سے آئی وہ بولی ان قوموں کے پاس سے جو خواب گاہوں سے اپنے پہلوؤں کو علیحدہ رکھتے ہیں پھر میں نے کہا اور کہاں کا تیرا ارادہ ہے بولی ان مردوں کی طرف جنکو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت میں نے کہا کہ ان کی حالت بیان کر تو یہ ابیات اس نے پڑھیں۔

قوم همومهم بالله قد علقت	فما لهم همم تسمو الى احد
فمطلب القوم مولاهم وسيدهم	يا حسن مطلبهم للواحد الصمد
ما ان تنازعهم دنيا ولا شرف	من المطاعم واللذات والولد
ولا للبس ثياب فائق انق	ولا لروح سرور حل في بلد
الا مسارعة في اثر منزلة	قد قارب الخطو فيها باعد الابد
فهم رهائن غدران واودية	وفي الشوامخ تلقاهم مع العدد

یعنی وہ ایسی قوم ہے جنکے ارادے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معلق اور آویزاں ہیں اور ان کی ہمتیں ایسی نہیں ہیں جو کسی اور کی طرف بڑھیں پھر ساری قوم کا مقصود ان کا مولیٰ اور ان کا سردار ہے تو اللہ پاک یکتا کیلئے کیا ہی اچھی ان کی مطلب ہے۔ نہ دنیا ان سے کشاکش کرتی ہے اور نہ کوئی

جاہ خواہ وہ دنیا کھانے کی قسم سے ہو اور یا لذت اور اولاد ہو نہ پوشاک عمدہ اور نفیس کے پہننے کیلئے
اور نہ کسی خوشی کی راحت کیلئے جو شہر میں واقع ہوئی ہو مگر یہ کہ ہر مرتبہ پیچھے اُن کو جلدی اور شتابی
ہے جسمیں اُن کے قدم نے تعدغیر متناہی کو قریب بنا دیا وہ چشموں اور سیل گاہوں میں محبوس ہیں
(یعنی آبادی میں نہیں آتے) اور تو پہاڑوں کی چوٹیوں پہ اُن کے تو گروہ کے گروہ سے ملاقات (ہوگا جنید علیہ الرحمۃ نے
صوفی زمین کی مثال ہے ہر ایک بری چیز اسپر ڈالتے ہیں اور اسمیں سے جو چیز نکلتی ہے وہ اچھی ہوتی ہے اور یہ بھی انہیں کا قول ہے
کہ صوفی زمین کی مانند ہے کہ نیک و بد سب اُسکو روندتے ہیں اور ابر کے مانند ہے کہ ہر ایک چیز پر
سایہ کرتا ہے اور مینہ ایسا ہے کہ ہر ایک شئے کو سیراب کرتا ہے اور تصوف کی ماہیت میں اقوال
مشایخ کے ہزار قول سے زیادہ ہیں اور ان کی نقل کرنے میں طول ہے اور ہم ایک ضابطہ کہے
دیتے ہیں جسمیں اُن سب کے مجموعہ کے معانی آجائیں کیونکہ وہ سب الفاظ باوجود اختلاف کے معانی
میں قریب قریب ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو ہمیشہ اپنی اوقات کو کدورت سے پاک
رکھتا ہے اس طرح سے کہ وہ قلب کو نفس کے لوث سے صاف کرتا ہے اور اُس کے اس تصفیہ کو
اُس سے مدد پہونچتی ہے کہ وہ مدام اپنے مولا کا محتاج رہتا ہے تو وہ اپنے دوام افتقار سے کدورت سے
صاف رہتا ہے اور جب کبھی اُس کا نفس جنبش کرتا ہے اور اپنی صفات میں سے کسی صفت کے
ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو وہ اپنی بصیرت نافذہ سے اُس کا ادراک کرتا ہے اور اُس سے اپنے پروردگار
کی طرف گریز کرتا ہے تو اُس کے دوام تصفیہ سے اُسکو جمعیت ہے، اور اُس کے نفس کی جنبش سے اُس کا
تفرقہ اور کدورت ہے پس اپنے رب کے ساتھ اپنے قلب پر اور اپنے قلب کے ساتھ اپنے نفس پر قایم ہے
قال اللہ تعالیٰ کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہو تم اللہ کیلئے قائم اور
گواہ عدل کے ساتھ ہو اور یہی قوامیۃ اللہ کیلئے نفس پر تصوف کے ساتھ موصوف متحقق ہوتا ہے
بعضوں نے کہا تصوف بالکل اضطراب ہے پھر جب سکون واقع ہو جاوے تصوف بھی نہیں اور بھید
اسمیں یہ ہے کہ روح کو تو درگاہ الٰہی کی طرف کشش ہوتی ہے یعنی صوفی کی روح قرب کے مقامات کی طرف
منجذب اور مشتاق رہتی ہے اور نفس کو اپنی وضع کے سبب اپنے عالم سفلی کی طرف میلان اور
پس پائی رہتی ہے اور (اسوجہ سے) صوفی کیلئے دوام حرکت ضرور ہے اس طرح سے کہ وہ حق
تعالیٰ کی طرف دوام افتقار اور دوام قرار رکھتا ہے اور نفس کی صواب سی کے موقعوں کی دیکھ

۶۸

نافذہ بصیرت

بحال رکھتا ہو تاکہ نفس کے ساتھ اسفل کی طرف مائل نہو جاوے اسلیئے اُسکو ہمیشہ حرکت رہتی ہے اور
جو کوئی اس حقیقت پر واقف ہو جاویگا وہ صوفی کے معنی میں وہ تمام متفرقہ معانی پالیگا جو اشارات
مذکورہ میں ہیں۔

چھٹا باب صوفی کی وجہ تسمیہ میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
غلام کی دعوت قبول فرماتے اور حمار پر سوار ہوتے اور صوف کا لباس پہنتے تھے تو اسوجہ سے ایک
قوم اس طرف گئی کہ ظاہر لباس کی نسبت سے ان کا نام صوفیہ رکھا ہو اسواسطے کہ صوف کا لباس
انھوں نے اختیار کیا کہ وہ (ان کی حالت کے) زیادہ مناسب ہوتا ہے اور نیز اسلیئے کہ یہی انبیاء علیہم
السلام کا پہناوا تھا جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہو کہ آپنے فرمایا اشہر روحاء
کے پتھر پر ستر انبیاء برہنہ پا کمبل پہنے ہوئی بیت الحرام کے قصد سے گذری اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام صوف اور پشمینہ پہنا کرتے اور درخت پر سے کھایا کرتے تھے اور جہاں کہیں اُن کو شام ہو جاتی
وہیں رات کو رہ پڑتے۔ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر آئینہ ستر اہل بدر کو میں نے
دیکھا ہو کہ اُن کی پوشاک صوف تھی اور ابوہریرہ اور فضالۃ بن عبید نے اُن کی یہ حالت بیان کی ہے
کہ وہ بھوک کے مارے گر پڑتے تھے یہانتک کہ اعرابی ان کو دیوانے خیال کرتے تھے اور پہناوا اُن کا
صوف کا تھا حتی کہ بعضے اُن میں کے اپنے کپڑوں میں عرق آلودہ ہو جاتے تو اُن کے بدن سے بھیڑی
کی بو آنے لگتی جبکہ وہ مینہ میں بھیگ جاتے اور بعضوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
کہ مجھے تو ان کی بو ایذا دیتی ہے کیا آپ کو اُن کی بو گزند نہیں پہونچاتی تو صوف کا لباس انھوں نے
اسواسطے اختیار کیا کہ وہ زینت دنیا کے تارک اور سد رمق اور ستر عورت پر قانع اور امر آخرت میں
مستغرق رہتے تھے اسلیئے ان کو اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہنے اور امر آخرت کے طرف
صرف ہمت کرنے سے لذت اور راحت نفس کی فرصت اور مہلت نہوتی تھی اور اس قول کا اختیار
کرنا اشتقاق کی حیثیت سے مناسب اور موزون ہے اسواسطے کہ جب کوئی صوف پہنتا ہے تو عرب
اُسکو کہتے ہیں تصوف یعنی صوف پہنا جسطرح کہ کوئی قمیص پہنے تو اُسکو کہتے ہیں تقمص یعنی قمیص پہننا

اور چونکہ اُن کی حالت (ہمیشہ) سیر و طیر میں رہتی ہے اس لئے کہ وہ احوال میں بدلتے پلٹتے رہتے ہیں۔ اور ایک مقام عالی سے دوسرے مقام اعلیٰ میں ترقی کرتے رہتے ہیں کوئی وصف انکو مقید نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی نعت ان کو محبوس کر سکتی ہے۔ اور علماً و حالاً ان پر ترقی کے ابواب کشادہ رہتے ہیں اُن کے باطن حقائق کے معدن اور علوم کے مخزن رہتے ہیں پس ہر گاہ ان کا کسی حال کے ساتھ جو ان کو مقید کر سکے مقید ہونا متعذر اور دشوار تھا کیونکہ اُن کے وجدان نوع بنوع اور ان کی ترقی جنس بجنس ہے اسلئے لباس ظاہر کی طرف اُن کو منسوب[۵۱] کر دیا اور یہ امر اُن کی طرف اشارہ کرنے میں روشن تر اور اُن کے وصف کے حصر میں زیادہ دخیل تھا اسواسطے کہ صوف کا پہننا اُن کے سلف کے متقدمین پر غالب تھا اور اسلئے بھی کہ اُن کا حال مقربین کا سا ہے چنانچہ پہلے ذکر اُس کا ہو چکا اور نسبت کرنا قرب الٰہی کی طرف بوجہ اس کے کہ یہ اشارہ امر عظیم ہے ایک امر صعب تھا کہ اُس کا کشف اور اسکی طرف اشارہ کرنا امر گراں ہے اسلئے اشارہ ان کے پہناوے کی طرف واقع ہوتا کہ اُن کا حال چھپا رہے اور اسلئے بھی کہ ان کے مقام عالی پر اس سے غیرت آتی ہے کہ اُسکی طرف کثرت سے اشارہ ہو۔ اور بار بار اوس کا تذکرہ زبانوں پر آوے پس یہ نسبت الی اللبس زیادہ مقرون بادب تھا اور ظاہر اور باطن اور قول اور فعل میں ادب ہونا ہی معاملات صوفیہ کا بڑا مدار ہے اور اسمیں ایک بات اور ہے وہ یہ کہ ان کے پہناوے کی طرف نسبت کرنا مشعر ہے اُن کی تقلیل دنیا اور شہوات نفسانی کی جانب اُن کی کم رغبتی کی طرف جسکا مقتضا اچھے اچھے نفیس لباس ہیں حتی کہ مبتدی مرید جو اُن کے طریق کو اختیار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُن کے طریق میں داخل ہو وہ اپنے نفس کو تھوڑے گذران پر رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ (اس بارہ میں) کھانا پینا بھی اور اوڑھنے پہننے کے قبیل سے ہے سو اُن کے طریق میں دیکھ بھال کر داخل ہوتا ہے اور یہ امر مبتدی کے نزدیک بھی سمجھا بوجھا ہے اور اُن کو کسی حال[۵۲] (باطنی) کی طرف اشارہ ہونا اُس حال کے ساتھ موسوم کرنے سے اہل ہدایت کی فہم سے نہایت بعید تھا۔ پس صوفی ان کا نام رکھنا نافع تر اور اولیٰ تر ہوا۔

۵۱ مطلب یہ ہے کہ اُن کے حالات باطنیہ تو ایک نوع میں منضبط نہیں کہ اُن کے اعتبار سے اُن کا کوئی لقب مقرر کیا جا سکتا اسلئے اس ظاہری وضع کی طرف منسوب کر دیا ۱۲ منہ۔

۵۲ یعنی کسی باطنی حال کی رعایت سے اگر کوئی نام رکھا جاتا تو مبتدی اس اشارہ کو اسلئے نہ سمجھتا کہ وہ اس حال سے آگاہ نہیں پس اسکو نفع نہوتا اور اس لقب سے تقلیل دنیا کی طرف اشارہ بہت ظاہر ہے ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

اور بیداری کے ہیں جو اُسکو پہچانتے ہیں کہ تناول کئے ہوئے لقمہ سے مزاج قلب میں کیا انحراف ہو گیا ہے کیونکہ لقمہ سے کبھی تو فضول کی طرف جانے کیلئے حرارت سبکی عقل کی پیدا ہوتی ہے اور کبھی قلب میں سستی اور آلکسی کی برودت وظیفہ وقت کے باز رہنے کے طور پر حادث ہوتی ہے اور کبھی سہو اور غفلت کی رطوبت پیدا ہوتی ہے اور کبھی حظوظ دنیاوی کے سبب فکر اور رنج کی یبوست ظاہر ہوتی ہے سو یہ سب عارضی اور بیماریاں ہیں جنکو بیدار دل آدمی تاڑ جاتا ہے اور ان عوارض کے سبب قلب کے متغیر ہو جانے سے وہ مزاج قلب کے تغیر عن الاعتدال کو جان لیتا ہے۔ اور اعتدال جیسا کہ قالب کیلئے مطلوب ضروری ہے قلب کے لئے اس سے زیادہ ضروری تر اور اولیٰ تر ہے اور قلب کی طرف انحراف کا راستہ پایا قالب کی طرف اسکے راہ پانے سے اس سے زیادہ سریع ہے اور منجملہ انحراف کے وہ چیز یہی ہے کہ اس سے قلب بیمار ہو جاتا ہے پھر وہ مرجاتا ہے جیسے کہ قالب مرجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اسم ایک دوائے نافع آزمودہ ہے کہ وہ برائی سے محفوظ رکھتا ہے اور بیماری کو دور کرتا ہے اور صحت کو کھینچتا ہے۔ حکایت ہے کہ شیخ محمد غزالی جب طوس کی طرف لوٹے تو اُن کے سامنے ایک مرد صالح کی تعریف کیگئی جو بعض قریات میں ہے تو انھوں نے زیارت کیلئے اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور اس سے ملاقات کی اور وہ اسوقت ایک اپنے جنگل میں تھا کہ زمین میں گیہوں بوتا تھا سو جب اس نے شیخ محمد کو دیکھا تو ان کی طرف چلا اور ان کی طرف متوجہ ہوا اتنے میں ایک شخص اس کے اصحاب سے آیا اور اس سے بیج مانگا تاکہ جب تک وہ غزالی کے ساتھ مشغول ہے اسوقت تک وہ شیخ کے عوض اس کام میں نیابت کرے تو اس نے انکار کر دیا۔ اور بیج اسے نہ دیا تو غزالی نے اس انکار کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ میں اس بیج کو قلب حاضر سے اور لسان ذاکر سے بوتا ہوں اس امید سے کہ ہر ایک شخص جو اسمیں سے کچھ تناول کرے اسکے لئے برکت ہو تو میں نہیں چاہتا کہ اسکو اس شخص کے سپرد کروں کہ وہ زبان غیر ذاکر اور قلب غیر حاضر سے بوئے اور بعض فقراء کھانے کے وقت قرآن کی کوئی سورۃ شروع کرتے جس سے وقت کو حاضر کرتے تھے تاکہ اجزائے طعام انوار ذکر میں ڈوب جائیں اور کوئی مکروہ اور تغیر مزاج قلب کھانے کے بعد نہ آئے اور ہمارے شیخ ابو النجیب سہروردی کہا کرتے کہ میں کھانا کھاتا ہوں اور میں نماز پڑھتا ہوں اس سے اشارہ مقصود تھا کہ کھانے میں حضور قلب رکھتے اور اکثر اوقات ان مشاغل کو جو اسکے کھانے کے وقت ہوتے چھوڑ دیتے تاکہ ان کا خیال

کھانے کے وقت متفرق ہو اور کھانے میں ذکر اور حضور قلب کے لیئے ایک بڑا اثر سمجھتے تھے جسکی فرو گذاشت میں گنجایش نہ سمجھتے تھے اور منجملہ ذکر کے کھانے کے وقت اُن دانتوں میں فکر کرتا ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے مہیا کیا ہے جو کھانے میں مدد دیتے ہیں سو ان میں سے بعضے ٹکڑے چورا کرنے والے ہیں اور بعضے کاٹنے والے اور بعضے پیسنے والے ہیں اور اُس شیریں پانی میں فکر کرتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے منہ میں پیدا کیا ہے تاکہ ذائقہ متغیر ہو جیسا کہ آنکھ کا پانی اسلیئے نمکین بنایا ہے تاکہ وہ فاسد ہو جائے اور یہ کہ کس طرح تری کو بنایا ہے جو زبان کے اطراف اور منہ میں سے پیدا ہوتی اور نکلتی ہے تاکہ اُس سے چبانے نکلنے میں مدد پہونچے اور قوت ہاضمہ کو کیسا کھانے پر مسلط کیا ہے کہ اُسکو الگ الگ اور ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہے جسکی مدد جگر سے متعلق ہے اور جگر آگ کی مثال ہے اور معدہ ہانڈی کی مانند ہے اور بقدر فساد جگر کے قوت ہاضمہ کم ہوتی ہے اور غذا فاسد ہو جاتی ہے کہ وہ نہ علیحدہ ہوتی ہے اور نہ ہر ایک عضو تک وہ غذا پہونچتی ہے جو اُس کا حصہ ہے اور ایسے ہی سب اعضا کی تاثیر ہے یعنی جگر اور تلی اور گردوں کی اور اُس کی شرح دراز ہے سو جو کوئی اسمیں خوض کرنا اور عبرت حاصل کرنا چاہے تو چاہیئے کہ تشریح اعضاء کو مطالعہ کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھے کہ اعضا میں سے ایک دوسرے کی کس طرح مدد کرتے ہیں اور بعض کا تعلق بعض کی ساتھ غذا کی اصلاح میں اور اُس سے اعضا کے لیئے قوت کھینچتے ہیں اور خون اور ثقل دودھ کی طرف اُس کے منقسم ہونے میں تاکہ بچہ کی غذا بنے کس طرح ہے۔ من بین فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشاربین فتبارک اللہ احسن الخالقین یعنی سرگین اور خون کے درمیان سے شیر خالص جو آسانی سے پینے والوں کے گلے سے نیچے اُتر جاتا ہے۔ پس اللہ احسن الخالقین بڑا برکت والا ہے تو کھانے کے وقت ان چیزوں فکر کرنا اور لطیف حکمتوں کا اور خاص انداز کا پہچاننا یہ سب داخل ذکر ہے اور اُن امور میں سے جو کہ کھانے کی اُس خرابی کو دور کرے جو مزاج قلب کو متغیر کرتی ہے یہ ہے کہ شروع طعام میں دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ اس غذا کو طاعت کا معین فرمائیے اور اُس کی دعا میں یہ ہو اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد وما رزقتنا مما نحب اجعلہ عوناً لنا علی ما تحب وما زویت عنا مما نحب اجعلہ فراغاً لنا فیما تحب

تینتالیسواں باب کھانے کے آداب میں

اُن آداب میں سے یہ ہے کہ نمک کے ساتھ ابتدا اور اسی کی ساتھ ختم کرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آنحضرت نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی نمک سے اپنے طعام کی ابتدا کرو اور نمک کے ساتھ ختم کرو اسواسطے کہ نمک ستر بیماری کی شفا ہے اُن میں سے جنون اور جذام اور برص اور درد شکم اور ڈاڑھوں کا درد بھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں پانوں کے انگوٹھے میں سانپ یا کژدم نے کاٹا حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس وہ سفید چیز لاؤ جو آٹے میں ہوتی ہے ہم نمک آپ کے پاس لیگئے تو آپ نے اُسے ہتھیلی پر رکھا بعد ازاں آپ نے اسمیں سے تین بار چاٹا پھر بقیہ اُس کا کاٹی ہوئی جگہہ پر رکھا تو اُس سے تسکین ہوگئی اور کھانے پر جمع ہونا مستحب ہے اور وہ سنت ہے صوفیہ کی خانقاہ وغیرہ میں جابرؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین کھانا وہ ہے جسپر بہت سے ہاتھ پڑیں اور روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں اور پیٹ ہمارا نہیں بھرتا آپ نے فرمایا شاید کہ تم لوگ اپنے کھانے پر الگ الگ بیٹھتے ہو اکھٹے ہو کر کھایا کرو اور اللہ تعالیٰ کا نام اسپر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اسمیں برکت دیگا اور صوفیہ کی عادت سے ہے کہ دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں اور وہ سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی چوکی پر کھانا کھایا اور نہ تشتری میں راوی نے کہا پھر کس چیز پر کھانا کھاتے تھے تو اُس نے کہا سفرہ یعنی دستر خواں پر اور لقمہ چھوٹا بناوے اور کھانے کو اچھی طرح چباوے اور اپنے سامنے نظر رکھے اور کھانے والوں کا منہ نہ دیکھے اور اپنے بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھے اور داہنے پانوں کو کھڑا رکھے اور تواضع کا بیٹھنا بیٹھے نہ تکیہ لگائے اور نہ متکبرانہ بیٹھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اس سے کہ آدمی تکیہ لگا کر کھانا کھائے اور روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بکری (یعنی پکی ہوئی) ہدیہ بھیجی گئی۔ تو آپ زانوں پر دو زانو بیٹھے ہوئے کھانے لگے ایک اعرابی بولا کہ یہ کیسی نشست ہے یا رسول اللہ تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بندہ بنایا ہے اور جبار عنید (یعنی متکبر سرکش اور حق سے پھرنے والا) نہیں بنایا اور کھانے کی ابتدا نہ کرے جب تک کہ (اس مجلس کا) مقدم یا شیخ ابتدا نہ کرے حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ ہم جب کبھی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھتے تو ہم سے کوئی ہاتھ نہ ڈالتا جب تک کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نہ کرتے اور داہنے ہاتھ سے کھائے ابوہریرہؓ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے چاہیئے کہ ہر ایک تم میں سے کھانا داہنے ہاتھ سے کھائے اور داہنے ہی ہاتھ سے پانی پیئے اور داہنے ہی ہاتھ سے لے اور داہنے ہی ہاتھ سے دے اسواسطے کہ شیطان ہر آئینہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور اگر کھانے کی چیز چھوارے ہوں۔ یا ایسی چیز جسمیں گٹھلی ہو تو اسمیں سے جو چیز پھینکی جاتی ہے اور جو چیز کھائی جاتی ہے (ان دونوں کو) نہ تو طبق (سینی) اور رکابی میں جمع کرے اور نہ اپنے ہاتھ میں بلکہ اُسے اپنے منہ سے اپنے ہاتھ کی پشت پر رکھے۔ اور اسکو پھینک دے اور ثرید یعنی چوری ہوئی روٹی کی چوٹی (یعنی وسط) سے نہ کھائے عبداللہ بن عباس رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب کھانا سامنے رکھا جاوے تو اسکے حاشیہ یعنی اردگرد سے لو اور اسکے درمیان چھوڑ دو اسواسطے کہ برکت بیچ میں نازل ہوتی ہے اور طعام کو عیب نہ لگائے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہا کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانیکو ہرگز عیب نہیں لگایا اگر چاہا تو اسے کھایا نہیں تو اُسے چھوڑ دیا اور جب لقمہ گر پڑے تو اسے کھالے۔ اسواسطے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو چاہیئے کہ جو کچھ اُسے لگ گیا ہو اُسکو صاف کر ڈالے اور اسکو کھا جائے اور اسکو شیطان کیلئے نہ چھوڑ دے اور اپنی انگلیوں کو چاٹ لے کہ ہر آئینہ جابرؓ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو چاہیئے کہ اپنی انگلیوں کو چوس لے اسواسطے کہ اُسکو نہیں معلوم کہ اُس کے اس کھانیکے کے کس حصہ میں برکت ہو اور اسی طرح حضرت علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ پیالہ کو صاف کرے مراد لگے ہوئے کھانے سے اُس کا صاف کرنا ہے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالہ کو صاف کرنے کا امر فرمایا ہے۔

(باقی آئندہ)

۵؎ مطلب یہ ہے کہ رکابی میں گٹھلی جمع نہ کرے کیونکہ اس سے ردی اور کھانے کی چیز ایک جگہ ہو جاویگی۔ جو خلاف نظافت ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

+ + + +

یا وہ نعوذ باللہ مرتد ہو گئی۔ سو سمجھ لینا چاہیے کہ مہر ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے موکد ہو جاتا ہے اس کے
بعد وہ کسی طرح ساقط نہیں ہوتا خواہ طلاق ہو یا نہ ہو پھر خواہ طلاق کا سبب مرد کی زیادتی ہو یا عورت
کی البتہ اگر عورت معاف کر دے یا مہر پر خلع کرے اس صورت میں بیشک مہر ساقط ہو جاویگا۔ ایک
غلطی مہر کے متعلق (اگرچہ اس کا تعلق مابعد الطلاق کے ساتھ نہیں مگر یہاں استطراداً ذکر کیجاتی
ہے) یہ ہے کہ بعضے دیندار تقلیل مہر کی ترغیب و فضائل سنکر ہر جگہ اسپر عمل کرتے ہیں حالانکہ بعضے
مواقع اس سے مستثنےٰ ہیں اور وہ موقع ایک مسئلہ ہے وہ یہ کہ اگر نابالغ لڑکی کا نکاح کرنے والا
بجز اس کے باپ یا دادا کے کوئی اور ولی ہو جیسے بھائی یا چچا تو اس صورت میں اس کا مہر اگر مہر مثل سے
بہت کم ہے تو حسب تصریح درمختار یہ نکاح ہی صحیح نہ ہوگا اور صاحب درمختار نے صدر الشریعہ کے حکم
صحت کو وہم کہا ہے پس ایسے موقع پر یا تو مہر مثل مقرر کرے اور یا اس صغیرہ کو بالغ ہونے دے پھر اسکی
رضا سے مہر قلیل مقرر کیا جاوے ایک اور مسئلہ مہر کے متعلق استطراداً ذکر کیا جاتا ہے وہ یہ کہ مہر موجل
میں اگر اجل مجہول بجہالت فاحشہ ہو تو حسب تصریح فقہاء وہ تاجیل صحیح نہو گی مہر معجل واجب ہوگا
لیکن اگر یہ اجل طلاق یا موت ہو گو جہالت فاحشہ ہے مگر اسکی صحت میں اختلاف ہے بعض نے اسکو
جایز کہا ہے مگر احقر کو اسمیں تردد ہے علماء محققین سے مراجعت کیجاوے اور اگر اس قول کو کوئی شخص
لیتا ہے تو اسی کے ساتھ ایک اور قول بھی مفتی بہ کہا گیا ہے وہ یہ کہ اگر کل مہر موجل ہو تو عورت کو
اس اجل کے قبل انکار کرنا تسلیم نفس سے جایز ہے اور اگر ایک بار صحبت ہو جاوے دوسری بار میں بھی
یہ انکار جایز ہے اور تاجیل کے اس حکم میں گو اختلاف ہے مگر درمختار میں اسکو مفتی بہ اور استحسان
کہا ہے سو اگر موجل بالطلاق و بالموت میں مرد اس فتوے کو لیگا تو عورت اس فتوے کو لے سکتی ہے
ایک غلطی مہر کے متعلق کہ وہ بھی استطراداً مذکور ہوتی ہے یہ ہے کہ بعضی عورتیں کسی وقت خوشی ہو کر
بلا کسی شرط یا قید کی مہر معاف کر دیتی ہیں پھر دوسرے وقت ناخوش ہو کر کہدیتی ہیں کہ میں اپنی
معافی کو واپس لیتی ہوں سو اس صورت میں مہر معاف ہو جاویگا اور اس کہنے سے وہ عود نہ کریگا
البتہ اگر معافی میں کوئی شرط ہو اور مرد نے اس شرط کے خلاف کیا تب البتہ وہ معافی نہ رہیگی
اسی طرح ایک غلطی یہ ہوتی ہے کہ عورت کے معاف کرنے کے وقت مرد اسکو قبول نہیں کرتا اور پھر
جب دوسری وقت عورت مطالبہ کرتی ہے تو اس پہلی معافی کو یاد دلا کر اس سے تمسک کرتا ہے

۸۴

سو سمجھ لینا چاہئے کہ معافی کو اگر مخاطب رد کر دے تو وہ معافی کالعدم ہو جاتی ہے یہ اخیر کی دو غلطیاں اسی وقت ایک پیش شدہ واقعہ سے ذہن میں آئیں اب مضمون طلاق کے متعلق ایک مضمون بعنوان **رفع اشتباہ** لکھکر اس باب طلاق کو ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اوپر جو مبغوضیت طلاق کا مضمون ذکر کیا گیا ہے اُسپر ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ اہل تاریخ نے بالاتفاق نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسن رضؓ عورتوں کو کثرت سے طلاق دیتے تھے تو ایسے امام جلیل الشان ہو کر اس فعل مبغوض کا کیوں ارتکاب فرتے تھے اُس کا جواب یہ ہے کہ مبغوضیت اُسوقت ہے جب ضرورت نہو اور اُن کو ضرورت تھی وہ ضرورت یہ تھی کہ اُن کو طبعی طور پر جدید عورتوں کی رغبت تھی اور جدید نہ رہنے کے وقت اُن سے طبیعت ہو جاتی تھی اور چار سے زیادہ جمع نہ کر سکتے تھے تو اب بجز طلاق قدیمہ و نکاح جدیدہ کے کیا صورت ہو سکتی ہے نیز مبغوضیت طلاق میں وحشت زوجہ کو بھی دخل ہے اور اُن کے اُس فعل سے منکوحات کو وحشت نہوتی تھی چنانچہ احقر نے کسی مقام پر کہ اسکی تعیین یاد نہیں رہی لکھا دیکھا ہے کہ عورتیں ایہ خیال کر کے کہ اُن کے بدن پر بچپن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابجا پیار کیا ہے تو بلا حائل ان کے بدن کو مس کرنے سے برکت نصیب ہوگی) باوجود ان کے کثرت طلاق کے پھر ان کے نکاح سے انکار نہ کرتی تھیں اور اُن عورتوں کے ساتھ اُن کے اولیا بھی اسکو ناگوار نہ سمجھتے تھے یہانتک کہ ایک بار حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ اے اہل کوفہ حسن رضؓ سے عورتوں کو مت بیاہو کہ وہ کثرت سے طلاق دیتے ہیں قبیلہ ہمدان میں سے ایک شخص بولا واللہ ہم اُن سے ضرور نکاح کرینگے وہ جسکو پسند کریں رکھیں اور جسکو ناپسند کریں طلاق دیدیں اور وہ فی تاریخ الخلفاء عن ابن سعد اور میں نے احیاء العلوم میں دیکھا ہے کہ حضرت علی اس جواب سے خوش ہوئے اور قبیلہ ہمدان کیلئے اس ارشاد سے شفاعت کا وعدہ فرمایا لو کنت بوابًا علی باب جنة لقلت لهمدان ادخلي بسلام ثم ما يتعلق بابواب الطلاق۔

احکام النفقہ

اسمیں بھی متعدد و مختلف غلطیاں اور کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ غلطی سے مراد علمی خلال اور کوتاہی سے مراد عملی اخلال ہے دونوں مختلط طور پر مذکور ہوتی ہیں۔ ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ بی بی کا نفقہ

۸۵

اس وقت واجب سمجھتے ہیں کہ وہ نادار ہو اور اگر وہ مالدار ہو تو اس صورت میں اُس کا نفقہ واجب نہیں سمجھتے سو یہ بالکل غلط ہے بی بی کا نفقہ دونوں مذکورہ حالتوں میں واجب ہوتا ہے صرف اتنی شرط ہے کہ بی بی کی طرف سے تسلیم نفس میں بلا عذر کوتاہی نہو اور اگر عذر سے ایسا ہو جیسے مہر معجل کے لینے کیلئے اپنے نفس کو تسلیم نہ کرے اسمیں نفقہ واجب رہیگا البتہ اگر براہ سرکشی شوہر کے گھر سے چلی گئی اس صورت میں نفقہ واجب نہ رہیگا جب تک کہ واپس نہ آجاوے - اسی طرح اگر بی بی بہت کمسن ہو کہ قابل ہمبستری کے نہو لیکن اس قابل ہو کہ مرد کے پاس رہنے سے مرد کا جی بہلے معمولی خدمت کرسکے تو تسلیم نفس کے بعد اس کا بھی نفقہ واجب ہے - البتہ اگر اس قابل بھی نہو بالکل بچہ ہی ہو جیسے بعض قوموں میں بہت ہی کم عمری میں شادی کر دیتے ہیں اس کا نفقہ واجب نہوگا (کذا فی الدر المختار) لیکن جو قابل تمتع کے نہو محض انس و خدمت کی لائق ہو خود شوہر اُسکو اپنے گھر رکھنے پر مجبور نہیں ہے اگر رکھیگا نفقہ دیگا - اگر نہ رکھیگا نہ دیگا (کذا فی الدر المختار ایضاً) اور بعض قوموں میں یہ بھی عادت ہے کہ جوان عورت کا کم عمر لڑکے سے عقد کر دیتے ہیں اس عورت کا نفقہ زوج کے مال سے اگر وہ صاحب جائداد یا مالک نقد ہو واجب ہوگا - کیونکہ مانع تمتع سے مرد کی طرف سے ہے عورت کی طرف سے نہیں - ایک غلطی بعض عورتوں کی جانب سے یہ ہے کہ شوہر سے مخالفت کر کے اپنے میکہ جا بیٹھتی ہیں اور نفقہ کا مطالبہ کرتی ہیں سو ابھی مذکور ہوا ہے کہ اس صورت میں نفقہ واجب نہوگا ایک کوتاہی بعض مردوں کی طرف سے یہ ہوتی ہے کہ باوجود فارغ البالی کے بی بی کے خرچ میں بیحد تنگی کرتے ہیں اور اتنا کم دیتے ہیں کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے پکاوے تو کافی ہو سکتا ہے ورنہ ماما رکھنے کی گنجائش نہیں ہوتی حالانکہ مرد اگر ذی وسعت اعلیٰ ہو تو اُسکے ذمہ ماما کا خرچ بھی واجب ہے اور ایک کوتاہی بعض عورتوں کی طرف سے یہ ہوتی ہے کہ باوجود شوہر کے تنگدست ہونے کے اُسکو مجبور کرتی ہیں کہ ماما لادے حالانکہ شوہر کی تنگدستی کی صورت میں مرد اسپر مجبور نہیں ہے بلکہ دیکھا جاویگا کہ عورت اپنے کام پر قادر ہے یا نہیں اگر قادر ہے تو اپنا کھانا بھی پکاوے اور شوہر کا بھی پکاوے - اور اگر قادر نہیں خواہ کسی مرض کے سبب خواہ امیر گھر کی ہونے کے سبب تو نہ شوہر ماما لانے پر مجبور ہے اور نہ عورت کھانا پکانے پر بلکہ شوہر سے کہا جاویگا کہ تیار شدہ کھانا عورت کو لاکر دے خواہ بازار سے یا کہیں اور سے پکوا کر (کذا فی الدر المختار) ایک کوتاہی بعض عورتوں کی طرف سے یہ ہوتی ہے کہ جہاں ذرا نفقہ میں تنگی ہوئی انہوں نے

نے تفریق کی درخواست شروع کی سو سمجھ لینا چاہیے کہ سخت تنگی کی حالت میں گو بعض ائمہ کے نزدیک قاضی کو تفریق جائز ہے لیکن اول تو یہاں شرعی قاضی نہیں اور بدون قاضی شرعی کے کسی کے نزدیک بھی تفریق صحیح نہیں دوسرے ہمارے مذہب حنفی میں خود قاضی ہوتے ہوئے بھی اس خاص وجہ سے تفریق جائز نہیں۔ بلکہ قاضی عورت کو حکم دیگا کہ تو قرض لے لیکر خرچ کرتی رہ اور وہ قرض بذمہ شوہر ہوگا۔ بعضے روشن خیال ایسی صورتوں میں بزعم خود علماء پر اور درحقیقت شریعت پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ تفریق کا جائز نہ ہونا عورت کے حقوق کا تلف کرنا ہے کیونکہ ہمارے دیار میں شرعی قاضی تو ہے نہیں تو خود عورت کو ایسی مجبوری میں تفریق کے اختیارات ہونے چاہئیں۔ ورنہ اگر اس کو قرض بھی نہ ملے تو پھر کہاں سے کھائے میں کہتا ہوں کہ آپ صاحبوں کو یہ تو آسان ہے کہ عورت کی ہمدردی میں شریعت پر اعتراض کر کے اپنا دین برباد کرنے لگے اس سے زیادہ آسان تو یہ تھا کہ اُنکی ہمدردی میں اپنا کچھ مال صرف کرتے۔ اور ایسی ستم دیدہ غم رسیدہ کی مدد کرتے اور یہ تو خیال کرنا چاہیئے کہ آپ کی اس رائے میں عورت کی تو ہمدردی ہو گئی لیکن کیا ایسا مجبور مرد قابل ہمدردی کے نہیں کیا اُسکی یہی ہمدردی ہے کہ اُس کی بی بی کو جو اُس کے لئے کسیقدر مایۂ انس و تسلی تھی اُس سے جدا کر دیا جاوے اور جو طریقہ ہمدردی کا ہمنے بتلایا ہے اُسمیں دونوں کی امداد ہے مرد کی بھی عورت کی بھی اور دونوں اپنے گھر پر آباد بھی رہیں گے انصاف کیجیے ہمدردی کہنے کی لائق کونسی صورت ہے ایک کوتاہی بعض عورتوں کی طرف سے یہ ہے کہ شوہر کے مال کو بے دریغ اڑاتی ہیں اور سب فضول اخراجات اور تمامی تنعمات کا خرچ بذمہ شوہر سمجھتی ہیں خصوص پان چھالیہ یا بعض جگہ دکانی میں اسقدر زیادتی کرتی ہیں کہ خود بھی کھاتی پیتی ہیں اور آنے جانے والیوں کو تقسیم کرتی ہیں اور یہ سب شوہر کے ذمہ جرمانہ سمجھتی ہیں حالانکہ فقہاء نے یہانتک تصریح کی ہے کہ مرض میں دوا اور طبیب کی فیس بھی شوہر کے ذمہ نہیں اور عبارت ذیل میں یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ قہوہ اور حقہ اور موسمی پھل بھی شوہر کے ذمہ نہیں۔ اگرچہ قہوہ اور حقہ کی عادت بھی ہو کہ اُس کے چھوڑنے سے تکلیف ہو تب بھی شوہر کے مال میں یہ صرف نہ ڈالا جاویگا عبارت یہ ہے قد علم مما ذکرانہ لا یلزم لہا القہوۃ والدخان وان تضررت بترکہما لان ذلک ان کان من قبیل الدواء او من قبیل التفکہ فکل من الدواء والتفکہ لا یلزمہ کما علمت (رد المحتار ج ۲ صفحہ ۱۰۶۸)

(باقی آئندہ)

اضی ہوتا تھا دیہات میں یہ امور نہ تھے جیسے آج کل کچہری فوجداری منصفی وغیرہ دیہاتوں میں
یں ہوتی ہے۔ اسلئے اگلے لوگوں نے یہی علامات بیان کیں۔ پھر جب زمانہ میں تغیر ہوا تو وہ
علامات زائل ہوگئیں اور مختلف تعریفیں لوگوں نے کیں بلکہ ایک ایک شخص سے کئی کئی تعریفیں فقہ
کی کتابوں میں مروی ہیں اور یہ تعریف المصر ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ بھی اسی بنا پر صحیح ہو
جبکہ اسکو رسم ناقص اور علامات کہا جاوے اور اگر حد کہا جاوے تو اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مکہ اور مدینہ
مصر نہ رہے اور ان دونوں جگہ میں جمعہ درست نہ ہو کیونکہ موسم حج میں تمام دنیا کے حجاج جمع ہوتے
ہیں پھر بھی مسجد خالی رہتی ہے تو لا یسع کہاں ہوا بلکہ یسع صادق آگیا اور جو تعریف مکہ مدینہ پر صادق
نہ آوے وہ صحیح نہیں جیسا کہ کبیری میں ہے اختلفوا فی تفسیر المصر اختلافا کثیرا والفصل
فی ذلک ان مکۃ والمدینۃ مصران تقام بہما الجمعۃ من زمانہ علیہ الصلوۃ والسلام
الی الیوم فکل موضع کان مثل احدہما فہو مصر وکل تفسیر لا یصدق علی احدہما فہو
غیر معتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین کصاحب المختار والوقایۃ
وغیرہما وہو ما لو اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعہم فانہ منقوض بہما اذ کل منہما یسع
اہلہ وزیادۃ ولم یعلم ان مکۃ والمدینۃ فی زمان النبی علیہ الصلوۃ والسلام والصحابۃ
اکبر مما ہی الآن ولا ان مسجدہا کان اصغر مما ہو الآن فلا یعتبر ہذا التعریف اسکے بعد
فرماتے ہیں والحد الصحیح ما اختارہ صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امیر و قاض ینفذ الاحکام
و یقیم الحدود وتزئیف صدر الشریعۃ لہ عند اعتذارہ عن صاحب الوقایۃ حیث
اختار الحد المتقدم ذکرہ لظہور التوانی فی احکام الشرع سیما فی اقامۃ الحدود فی الامصار
تزئیف۔ اور جو اس تعریف میں اقامت حدود کی قید لگائی ہے اُن کی مراد قدرت اقامت حدود ہے
نہ اجراء حدود بالفعل کما فی الشامی بان المراد القدرۃ علی اقامۃ الحدود ہاں تعریف مذکور
یعنی المصر ما لا یسع الخ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جب اسکو رسم ناقص اور علامات مصر کہا جاوے
کیونکہ مصر میں اکثر متعدد مساجد ہوا کرتی ہیں اور ایک اکبر مساجد بھی ایسی ہوتی ہے وہاں کے لوگ
اسمیں سما نہ سکیں یہ علامات وعوارض سے ہیں نہ حقیقت مصر تا کہ لازم آوے کہ اُن کے ارتفاع سے
وہ بلا مصر نہ رہے بلکہ مصر اور قریہ ہونے کا مدار عرف پر ہے کہ عرف میں جو آبادی بڑی ہو اسقدر کہ لوگ

۲۵

اُسے شہر یا قصبہ کہتے ہوں اور وہ بڑا قریہ جو مشابہ قصبہ کے ہو اور وہاں بازار اور دوکانیں اور مسلمان کثرت سے ہوں اور اس شان کی ہو کہ اطلاق کے وقت اگرچہ فلاں گاؤں یا بازار سے موسوم کرتے ہیں لیکن اگر کوئی اسکو شہر کہدے تو اسکو تسلیم کرتے ہیں اور کوئی اسکو رد اور تکذیب نہیں کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ آبادی کے علاوہ جہاں بازار اور دوکانیں ہوں اور خرید فروخت کیلئے کہیں باہر دوسری جگہ نہ جانا پڑتا ہو ایسی آبادی کو قریہ کبیرہ اور مصر شرعی کہتے ہیں عرف بھی اسکے مصر ہونیکا انکار نہیں کرتا ہے ایسی آبادی میں جمعہ جائز ہے کما فی الشامی وتقع فرضاً فی القصبات و القری التی فیہا اسواق اور جو گاؤں اس شان کا نہو اسپر لفظ شہر اطلاق کرنے سے ہر خاص و عام رد کرتے ہوں اور وہ قائل اگر اسپر اصرار کرے تو کذاب اشر او مجنون فیدمی کہکر دفع کرتا ہو ایسی آبادی کو عرفاً و شرعاً گاؤں کہتے ہیں ایسے گاؤں میں اگر اکبر المساجد ہو تو اتفاقی امر ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں از روئے مذہب حنفیہ نماز جمعہ اور عیدین ایسے گاؤں میں ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔ لما فی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما اور شامی میں ہے قولہ صلوۃ العید الخ ومثلہ الجمعۃ یعنی عیدین کی طرح نماز جمعہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔ فنا مصر کی تعریف یہ ہے کہ جس موضع سے مصر کے باشندوں کے مصالح و اغراض متعلق ہوں کسی مقدار او مسافت کی تحدید نہیں ہے علامہ شامی فرماتے ہیں والتعریف احسن من التحدید لانہ لا یوجد ذلک فی کل مصر وانما ہو بحسب کبر المصر وصغرہ بیانہ ان التقدیر بغلوۃ او میل لا یصح فی مثل مصر لان القرافۃ والترب التی یلی باب النصر یزید کل منہما علی فراسخ من کل جانب نعم ہو ممکن لمثل بولاق فالقول بالتحدید بمسافۃ یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیہ بانہ المعد لمصالح مصر فقد نص الائمۃ علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی وحوائج المصر کرکض الخیل والدواب وجمع العساکر والخروج للرمی وغیر ذلک مصر اور فنا مصر کے باہر کے باشندوں پر جمعہ واجب نہیں جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے ومن کان مقیما فی عمران ق اطراف

ولیس بین ذلک الموضع وبین المصر فرجۃ فعلیہ الجمعۃ ......

...... ولو کان بین ذلک الموضع وبین عمران المصر

فرجۃ من المزارع والمراعی نحو القلع بخارا لا جمعۃ علی اہل ذلک الموضع وان کان

۲۷

الندا ء یبلغہم والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشیٔ ھکذا روی الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ وھو اختیار شمس الائمۃ الحلوانی واللہ اعلم وعلمہ اتم

تصحیح الجواب من صاحب الفتاوی

نعم التحقیق ونعم التطبیق فی الجزء الاول یعنی فی ما یتعلق بتعریف المصر واما الجزء الثانی ای وجوب الجمعۃ او عدم وجوبہا فمختلف فیہ ونقل ھذا الاختلاف مع تصحیح بعضہا فی رد المحتار ج ۱ صفحہ ۵۲۰ ولم یحصل لی الی الآن التنقیح فیہ لکن یلتصق بالقلب وجوبہا علیہم واللہ اعلم۔

سوال

یہاں سال گذشتہ میں جو وبا ہوئی تہی جو کہ دنیا میں وبا ہوئی تہی اسمیں ایک لڑکا جسکی عمر اکیس ۲۱ سال کی تہی مرگیا اور متوفی وصیت کر مرا کہ میری قبر پکی بنوانا اُس کے والد نے بعد مرنے دو ماہ اور دو دن کے اُس قبر کو پکی بنوائی جب واسطے پکی کرنے کے وہ قبر کھودی گئی تو اُسکے اندر مردہ بدستور صحیح اور سالم دیکہا گیا بلکہ یہاں قصبہ کے اکثر مرد اور عورتیں بہی واسطے دیکہنے کے قبرستان میں گئے تھے اور جاکر دیکہا۔ اب یہاں اکثر کا یہ خیال ہوگیا ہے کہ وہ لڑکا چونکہ وبا میں مرا تھا اور کفن بہی میلا نہیں ہوا اور بدن کے بہی ٹکڑے نہیں ہوئے شہید ہوا اور شہید کے ہی بدن کے ٹکڑے نہیں ہوتے ہیں حالانکہ متوفی کچہ نمازی یا پرہیزگار نہ تھا اسکا کیا خیال کرنا چاہیے یا ایسا عقیدہ جو کہ تحریر کیا گیا کہنا درست ہے یا نادرست۔

الجواب

ممکن ہے کہ یہی سبب ہو بخار کا بہی شہادت ہونا وارد ہوا ہے اور ممکن ہے کہ اُسکے بدن میں رطوبات مرنے سے پہلے فنا ہوگئی ہوں ایسا مردہ بہی نہیں گلتا باقی رہا پہلے احتمال پر اس وصیت غیر مشروع کے منافی شہادت ہونیکا شبہ سو یا تو شہادت سے اس کا بہی کفارہ ہوگیا ہو اور زیادہ ناواقف ہو اور اس کی ناواقفی معاف فرمادی ہو۔

۲۷

سوال

ایک کاشتکار کو ایک قطعہ آراضی کا پٹہ بقید نمبر و رقبہ و لگان بہ در بندی مبلغ پانچ روپیہ بیگہ دیا گیا پٹہ میں جو زمیندار کی طرف سے کاشتکار کو دیا جاتا ہے یہ شرط بھی منجملہ اور شرائط کے درج ہے کہ کمی بیشی آراضی کی صورت میں لگان بحساب مبلغ پانچ روپیہ بیگہ کم و بیش کیا جاویگا۔ چونکہ محال کچھ اراضی کی کمی بیشی کا احتمال رہتا ہے اسوجہ سے یہ شرط لکھدی جاتی ہے۔ اب ادائے لگان کے وقت کاشتکار نے لگان طے شدہ بلا کسی عذر و دباؤ کے ادا کیا یعنی اراضی کی کمی بیشی کا کوئی عذر نہیں کیا بلکہ جو لگان باجود ہا طے ہو چکا تھا وہ ادا کیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا زمیندار کو محض اپنے اس شبہ پر کہ ممکن ہے اراضی موقع پر کم و بیش ہو تو شرعاً اُس کے ذمہ اُس اراضی کی جانچ یعنی صحیح رقبہ کیا ہے ضروری ہے یا نہیں اور اگر برضامندی کاشتکار لگان وصول ہو گیا اور اراضی کے متعلق کوئی جانچ کمی بیشی کی نہیں کی گئی تو وہ رقم لگان حلال ہے یا نہیں اور اسکو اپنی صرف میں میں لانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر کاشتکار نے رضامندی سے دیا ہے اور قرائن سے معلوم ہو گیا کہ اُس نے زمیندار پر اعتماد نہیں کیا بلکہ کمی بیشی پر بھی راضی ہے تب تو درست ہے اور اگر قراین سے معلوم ہوا کہ زمیندار کے بیان پر اعتماد کیا ہے تو اس صورت میں جانچ ضروری ہے۔

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پڑھا لکھا اور درویش آدمی بکر کے مکان پر جایا آیا کرتا تھا اتفاق سے اُس کا قصد حج بیت اللہ کا ہوا اُس کی معیت میں خالد اور ولید تھے وہ بکر کے مکان پر گیا دروازہ میں سے بکر کی زوجہ کو بلایا اور کہا کہ میرا قصور معاف کر دو میں حج کو جاتا ہوں بکر کی زوجہ نے کہا تمنے ہمارا کیا قصور کیا ہے اسمیں زید نے بہت اصرار کیا کہ ہمارا قصور معاف کر دو زیادہ اصرار کی وجہ سے زوجہ بکر نے کہا کہ معاف کیا اس کے بعد دختر بیوہ بکر کو آواز دی اور کہا کہ تم کچھ وظیفہ پڑھتی ہو اُس نے کہا کہ نماز پڑھتی ہوں اور جو دعا آپنے بتائی تھی وہ پڑھتی ہوں وہ کیا دعا ہے اُس نے کہا وہ یہ ہے نحمدہ و نصلے علیٰ رسولہ الکریم اسکے بعد زید نے کہا یہ اور پڑھا کرو

(باقی آئندہ)

جسکا کفر برمرنا صحابہ تابعین و تبع تابعین کے عصروں میں بالاجماع محقق ہو۔ ہم فاسق ہو جاویں
ولا قائل بہ آہ

تنقید

یہ مضمون بوجوہ عدیدہ سرتاپا مختل ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ انھوں نے لکھا ہے گو کہ وہ بہت سے
لوگوں کو اپنا ہمخیال پاویں گے۔ لیکن الحق احق بالاتباع لا تنظر الی من قال وانظر الی ما
قال آہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حکم عدم جواز لعن جمہور علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہے
نیز انھوں نے اس کا معتمد ہونا شامی سے نقل کیا ہے مگر معترض صاحب یہ جان کر بھی کہ یہ مذہب
جمہور علماء ہے اور یہی مفتی بہ ہے اپنے اجتہاد کے گھمنڈ پر مذہب جمہور و مفتی بہ کی مخالفت کرتے ہیں
اور باوجودیکہ خود ان کا یہ فعل قابل اعتراض ہے مگر وہ اُلٹے مولانا مدظلہم العالی پر اعتراض کرتے ہیں
یہ کسقدر بے انصافی ہے۔ اگر وہ مجتہد ہیں تو ہوا کریں۔
حضرت مولانا نہ مجتہد ہیں نہ معترض صاحب کے مقلد پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ حضرت مولانا پر کس بنا پر
اعتراض کرتے ہیں نیز اگر وہ مجتہد ہیں تو ہم ان کو مجبور نہیں کرتے کہ وہ عدم جواز کے قائل ہوں لیکن
بہشتی زیور کی اشاعت کو روک کر (جیسا کہ وہ چاہتے ہیں گو ایسا ہونا انشاء اللہ تعالیٰ ناممکن ہے)
عوام کو اپنی ذاتی رای کا جبراً مقلد بنانا اُن کے لئے کہاں تک جائز ہے نیز بہشتی زیور اُسوقت کی لکھی
ہوئی ہے جبکہ معترض صاحب کو درجہ اجتہاد حاصل نہ تھا۔ اور نہ مولانا کو اسکی خبر تھی کہ فرنگی محل میں
ایک نرالا مجتہد پیدا ہوگا جو دنیا کو اپنی تقلید کے لئے مجبور کریگا اور مسلمانوں پر نام لے لیکر جواز لعن کا
فتوی دیکر روافض کو بھی مات کر دیگا۔ ایسی حالت میں مولانا بہ تقلید معترض جواز لعن کا فتوی
کیونکر دے سکتے تھے۔ اور ثانیاً اسلئے کہ انھوں نے لکھا ہے کہ آیت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر اپنے
اوپر لعنت بھیجتا ہے اگر لعنت مطلقاً ناجائز ہوتی تو کیوں لعان کا حکم ہوتا آہ کیونکہ بہشتی زیور میں اُس
لعنت کی ممانعت نہیں ہے جو کہ لعان کے ضمن میں ہوتی ہے بلکہ اس لعنت کا ذکر ہے جو کہ عام
طور پر کیجاتی ہے نیز مشروعیت لعان سے جواز لعن معین ثابت نہیں ہوتا اور اسکی کئی وجہ ہیں
اول یہ کہ واقعہ لعان میں شوہر اپنے صدق کا مدعی ہوتا ہے پس شریعت اس سے کہتی ہے
کہ اگر تو سچا ہے تو یوں کہہ کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ کیونکہ اگر تو سچا ہے جیسا کہ تیرا

دعویٰ ہے تو یہ لعنت تجھپر نہ ہوگی۔ شوہر کہتا ہے کہ میں بے شک سچا ہوں اور پیچھے میں کہتا ہوں
کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھپر خدا کی لعنت پس نہ شریعت اسکو جھوٹا قرار دیکر لعنت کا حکم دیتی ہے
اور نہ وہ اپنے کو جھوٹا کہکر اپنے اوپر لعنت کرتا ہے بلکہ شریعت اُسکے صدق کی تقدیر پر اُسکو ایسی
لعنت کا حکم دیتی ہے جو ایسی شرط پر معلق ہے جو فرضاً منتفی ہے اور شوہر اپنے اوپر اس شرط کیساتھ
لعنت کرتا ہے جسکے انتفار کا وہ مدعی ہے۔ اسلئے نہ فی الحقیقت شریعت اسے اپنے اوپر لعنت
کا حکم دیتی ہے اور نہ وہ اپنے اوپر لعنت کرتا ہے یہ امر آخر ہے کہ وہ واقع میں جھوٹا ہو اور اس پر
لعنت پڑجاوے۔ پس معلوم ہوا کہ مشروعیت لعان سے جواز لعن معین ثابت نہیں ہوتا یہ دقیقہ
مجتہد صاحب کی فہم سے تو بالاتر ہے اسلئے ہمیں ان سے تو امید نہیں ہے کہ وہ سمجھیں ہاں دیگر اہل علم
سے توقع ہے کہ وہ اسکو سمجھیں گے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس سے ثابت ہوتا ہے تو جواز لعن معلق ثابت ہوتا ہے نہ کہ مطلق اور
گفتگو مطلق میں ہے نہ کہ معلق میں پس یہ ما نحن فیہ سے خارج ہو تیسری وجہ یہ ہے کہ واقعہ لعان میں لعن قائم مقام حد ہے
اسلئے لعن معین زیر بحث کو جو کہ قائم مقام حد نہیں ہو اُسپر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ چوتھی وجہ یہ ہے
کہ واقعہ لعان میں قیاس کی گنجائش نہیں کیونکہ وہ مشروط ہے ایسی شرائط کے ساتھ جو اور جگہ
نہیں پائی جاتیں۔ پس جواز لعن ان ہی شرائط کیساتھ مشروط رہیگا۔ اور اس کا تعدیہ نہو سکے گا
نیز اگر مشروعیت لعان جواز لعن شخصی کی دلیل ہوگی تو لازم آئیگا کہ جنکے لیے لعان جائز ہے ان کی
لعن شخصی بھی جائز ہے اور چونکہ لعان صحابہ کیلئے بھی مشروع ہے تو لازم کہ صحابہ پر لعن شخصی بھی
جائز ہو ولا یقول بہ مسلم ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ مشروعیت لعان جواز لعن معین کیلئے
دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور غالباً یہی وجہ ہو کہ صاحب بحر الرائق نے هل یشرع الدعاء باللعن
علی الکاذب المعین کے جواب میں مشروعیت لعان سے کام نہیں لیا بلکہ مباہلہ ابن مسعود کا ذکر
فرمایا ہے جسکا جواب آگے آئیگا اس سے وہ اشکال بھی دفع ہوگیا جو علامہ شامی کو پیش آیا ہے
جسکو انھوں نے حاشیہ بحر الرائق اور شامی میں نقل فرمایا ہے۔ اور جسکا ذکر معترض نے اپنے
اعتراض میں کیا ہے جسپر ہم آگے کلام کریں گے۔ اور ثالثاً اسلئے کہ انھوں نے لکھا ہے اسی کیساتھ
آپ کو معلوم ہوا کہ لعنت خداوند تعالیٰ کی جانب سے ہو تو لعنت علیک کے معنی طردتک
وابعدتک عن الخیر کے ہیں لیکن اگر لعنت خدا کی جانب سے نہو جیسا کہ عموماً آج کل عورتیں

کرتی ہیں کہ تجھپر پھٹکار تجھپر لعنت جسکے معنی سوائے گالی کے اور کچھ نہیں ہوتے اور یہ قسم ثانی عموماً ممنوع ہے
بلکہ ہمکو معنی اول کے اعتبار سے گناہ کبیرہ ہونے میں کلام ہے۔ آہ اسمیں کئی وجہ سے تخبیث ہے اول
یہ کہ یہ عبارت بے ربط ہے کیونکہ اسمیں لیکن اگر لعنت خدا کی جانب سے ہو الخ کی جزا ندارد ہے
(لیکن اگر یوں کہا جاوے کہ اسکی جزا تو اسکے معنی سوائے گالی اور کچھ نہیں ہوتے اور سبق قلم یا سہو
کاتب سے تو اس کی جگہ جس کی لکھا گیا ہے تو اسوقت عبارت درست ہو جاویگی) دوسری اسمیں
یہ خرابی ہے کہ اسمیں لعن بمعنی سب وشتم کا گناہ کبیرہ ہونا تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ اسمیں مذکور ہے کہ
قسم ثانی (لعن بمعنی سب وشتم) عموماً ممنوع ہے (اور اس کے گناہ کبیرہ ہونے میں ہمکو کلام نہیں)
بلکہ ہمکو معنی اول (یعنی لعن بمعنی ابعاد عن الخیر) کے اعتبار سے گناہ کبیرہ ہونے میں کلام ہے
انتہی کلامہ توضیحات الزائدۃ بین القوسین اور یہ مضمون مناقض ہے اس مضمون کے جو ان الفاظ
سے بیان کیا گیا ہے وہ لعنت جو عموماً ہمارے دیار کی عورتوں میں مستعمل ہے اس معنی میں نہیں ہے
وہ صرف ایک گالی کا لفظ ہے پس اگر کسی وجہ سے کسی معین کے واسطے کہا جاوے تو حرمت کی
کوئی وجہ نہیں آہ۔ اور تیسرے یہ کہ تاج العروس کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب خدا کسی لعنتک
یا لعنتی علیک تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ ابعد نک عن الخیر اور جبکہ بندہ کہے لعنتک یا لعنتی
علیک تو چونکہ ابعاد عن الخیر اسکا فعل نہیں ہے اسلئے یہ سب اور بددعا ہوگی جسکے معنی یہ ہونگے
ابعدک اللہ عن الخیر۔ اس تقریر پر مجتہد صاحب کا معنی اول میں کلام کرنا بے معنی ہے کیونکہ
وہ خدا کا فعل ہے اور حکم جواز و عدم جواز افعال عباد سے متعلق ہے نہ کہ افعال خداوندی سے اور اگر
اس نے تاج العروس کی عبارت کا اور کچھ مطلب سمجھا ہے تو وہ غلط اور مجتہد صاحب کی بد استعدادی
کی بین دلیل ہے اور چوتھی یہ کہ مجتہد صاحب کا فقرہ لعنت علیک ظاہر کرتا ہے کہ وہ عربیت سے
ناآشنائے محض ہیں کیونکہ انھوں نے خود ہی تاج العروس سے نقل کیا ہے کہ یہ متعدی بلا واسطہ ہے
مگر پھر بھی وہ لعنتک کے بجائے لعنت علیک لکھتے ہیں اور ابعاد اسلئے کہ لعنت کے خدا کی جانب
سے ہونے اور بندہ کی جانب سے ہونے کے معنی نہیں بتلائے گئے کہ کیا ہیں۔ اگر یہ معنی ہیں کہ خدا لعنت
کرے تو اسکے معنی ابعاد ہیں اور بندہ لعنت کرے تو وہ سب وشتم ہے تو اسپر یہ اعتراض ہے کہ
لعان میں بندہ خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے لہذا اسکو معنی سب وشتم ہونا چاہئے اور جبکہ لعان

میں لعنت بمعنی سب و شتم ہے تو لعن بمعنی ابعاد میں کلام کرنا اور جواز لعان سے استدلال کرنا تمانتک صحیح ہو اور اگر یہ معنی ہیں کہ جو لعنت خدا کی طرف مضاف ہو اور یوں کہا جاوے کہ لعنۃ اللہ علیک تو وہ بمعنی ابعاد ہو اور اگر بندہ کیطرف ہو اور یوں کہا جاوے کہ لعنتی علیک تو وہ بمعنی سب و شتم ہو تو اول تو یہ معنی تاج العروس کا مقصود نہیں دوسرا اسپر یہ اعتراض ہے کہ عورتیں جو کہتی ہیں تجھپر پھٹکار تجھپر لعنت تو اسمیں مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے اور اضافت خدا کی طرف ہوتی ہے چنانچہ وہ یہی کہتی ہیں کہ تجھپر خدا کی مار خدا کی پھٹکار خدا کی لعنت خدا کی سنوار وغیرہ پس اسکو بمعنی سب و شتم کہنا اپنے مسلمہ اصول کے خلاف ہے اور خامساً اسلیئے کہ معترض نے اپنے مقصود پر شامی کی عبارت سے استدلال کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ شامی نے جو لعن علی المعین کے بارہ میں مذہب معتمد و مفتی بہ لکھا ہے وہ یہی ہے کہ جائز نہیں یہ امر آخر ہے کہ اسمیں ان کو ایک اشکال پیش آیا جسکو دور کرنے پر وہ قادر نہو سکے اس سے مذہب معتمد و مفتی بہ غیر معتمد نہیں ہو سکتا پس معترض کا مذہب مفتی بہ کو چھوڑ دینا اور علامہ شامی کے اشکال سے استدلال کرنا یہ ان کی لیاقت و استعداد علمی کو ظاہر کرتا ہے رہی قہستانی کی عبارت سو اس سے جواز لعن علی المعین کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اور علامہ شامی کا یہ کہنا وعن ھذا قیل ان المراد باللعن فی مثل ذلک الطرد عن منازل الابرار۔ اس سے لعن علی المعین کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ امثال ذلک سے مراد وہ نصوص ہیں جنمیں ایک مفہوم عام کے ذریعہ سے مسلمانوں پر لعنت کیگئی ہے جیسے لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ ولعن اللہ المحلل والمحلل لہ کما لا یخفی علی من طالع رد المختار اسکو لعن علی المعین سے کچھ سروکار نہیں۔ پھر اگر لعن بمعنی طرد عن منازل الابرار کو علی التعیین جائز کہا جاویگا تو لازم آئیگا کہ نعوذ باللہ صحابہ اور انبیاء پر بھی لعنت جائز ہو کیونکہ منازل ابرار کے درجات مختلف ہیں پس صحابہ پر لعن بمعنی طرد عن منازل الانبیاء جائز ہوگا اور انبیاء پر بمعنی طرد عن منزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہوگا ولا یقول بہ مسلم۔ اور سادساً اسلیئے کہ معترض نے بحر الرائق کی عبارت سے استدلال کیا ہے حالانکہ وہ اس کے لیئے مفید نہیں کیونکہ مباہلہ میں لعن علی المعین نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک مفہوم عام کے طور پر ہوتی ہے جیسا کہ انکی عبارت کانوا یقولون اذا اختلفوا فی شیٔ بہلۃ اللہ علی الکاذب سے ظاہر ہے یہ دوسری بات ہے کہ وہ کاذب نفس الامر میں معین ہو کیونکہ نفس الامر میں معین ہونا اور چیز ہے اور لاعن کا نام لیکر اور خاص کر کے لعنت دینا اور شئے ہے

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ونصلی علی رسولہ الکریم

فہرست کتب فروختنی بکفایت

نام کتاب	قیمت
...جلالین مصری برحاشیہ کتاب ...نقول فی اسباب النزول و ...الناسخ والمنسوخ مجلد	ے
...جلالین مصری بشرح صدر مجلد ...ورق ناقص یا کیڑا -	عہ ۸
...صة الکشاف المعروف بہ غرائب ...القرآن کشوری مجلد - -	ے ۸
...سبق الغایات فی نسق الآیات مجتبائی مجلد	۸
...ح وقایہ مع شرح عمدة الرعایة ...عمدہ مجلد نایاب الاحصار -	عہ ۸
...الروح مجلد لابن القیم مطبوعہ حیدرآباد	عہ ۸
...الرسالہ الامام الشافعی مع ...عقل کل و کتاب اطواق الذہب	عم ۸
...مشکوٰة الانوار الغزالی مصری مجلد	۶
...اشراق الانوار فی اطلاق الاعذار ...عین فی مشہود حسین -	۸
...ی مجتبائی کامل مجلد -	عم
...شذور الذہب مصری مجلد	عم
...برقی مصری مجلد عمدہ -	عم
...زوائد جمع الفوائد فی اختلافات ...الاشاعرہ	عمر

نام کتاب	قیمت
کتاب [13] حاشیة الشنوانی علی مختصر البخاری لابن ابی جمرہ مصری مجلد عمدہ	عہ
کتاب [15] القول البدیع فی الصلوٰة علی الحبیب الشفیع مطبوعہ الہ آباد عمدہ	عہ
مجموعہ [16] شاطبیہ الامرہ والطیبہ والرائیہ والجزریہ والوجوہ المسفرہ فی تتمیم العشرہ وغیرہ مصری مجلد	عم ۸
کتاب [17] مراقی الفلاح مصری مجلد	عم ۱۲
مجموعہ الرسائل الخمس لمولوی عبدالحی مصطفائی - - -	
مجموعہ [18] اصول شاشی حسامی و شرح عقائد النسفی مجلد نولکشوری	عہ ۸
فصول [19] الحواشی لاصول الشاشی مجتبائی - - -	عہ
کتاب [20] منار الہدیٰ فی الوقف و الابتدا مع کتاب التبیان فی آداب حملة القرآن للامام النووی مجلد مصری عمدہ - - - -	عہ ۸
ابجد [21] العلوم المسمی بالوشی المرقوم للعلامہ نواب صدیق حسن خان مطبع بھوپال کتاب نفیس مجلد -	عـہ
انشائے [22] عجب العجاب عربی مطبوعہ بمبئی	عم ۸

نام کتاب	قیمت
کتاب [23] الاتحاف بحب الاشراف وبہامشہ کتاب حسن التوسل فی آداب زیارة افضل الرسل عمدہ مصری مجلد - - -	عہ
کتاب [24] الخلفاء للعلامة السیوطی وبہامشہ حل اللغات مجتبائی مجلد	عہ ۱۲
کتاب [25] القدوری مطبوعہ محمدی دہلی وکتاب حاسات اللبیب مطبوعہ لاہور - مجلد -	ے
کتاب [26] عرائس المجالس عربی مصری یعنی قصص الانبیاء وبرحاشیہ مختصر روض الریاحین للعلامہ یافعی مجلد	عہ
کتاب [27] لواقح الانوار وبہامشہ کتاب البحر المورود وکلاہما للامام الشعرانی مصری مجلد -	عہ ۸
مجموعہ [28] اسمائے اہل بدر -	۱۲
شرح [29] ملا جامی محشی عمدہ نولکشوری مجلد مع التقریر المعقول فی بحث الحاصل والمحصول	عہ
کتاب [30] الاعمال الماثورہ فی الایام المشہورہ ترجمہ ماثبت بالسنہ للشیخ عبدالحق دہلوی مجتبائی مجلد و تحفہ سلام فی فضائل سید الانبیاء عربی ترجمہ فارسی	ے

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ سے کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کر کے عہ کا ویلو ہوگا۔ امسال ہے کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر یہ رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدائی رجب ۱۳۳۷ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جاویں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب تالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

ف

دلیل اس حق قدر کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی البخاری عن ابن مسعود کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا [illegible]

امتثالا للآیة کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث کہ دال است بر مندوبیت

قدرے از فصل دار شاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدة و تربیة السالک

فی الاحوال الخاصة من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامة منہ و ملفوظات خیرت و مکتوبات

مجموعہ فی الفوائد المختلفة النقلیة والعقلیة و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آن از افادات مسلسلہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ است باد خل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ

محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ مشیر است بہ تبرک بنام نامیش تبرزنا منہا الاشتات از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل

عدد (۸) — بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ ہجری — جلد (۵)

باداراة الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

محمد شاکر حسین تھانوی

این صحیفہ کامدش امداد نام — یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

(جو)

بہ برکت دعا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔

(مدیر رسالہ)

کچھ انسان کرتا ہے بسبب منفعت کیلئے کرتا ہے یا دفع مضرت کے واسطے اسمیں کسی عاقل کو
کلام نہیں اور نہ اسپر براہین ودلائل قائم کرنیکی ضرورت ہے البتہ منفعت ومضرت کی تعیین میں
البتہ اسکے داخل ہونے میں اختلاف ہے باقی نفس مسئلہ میں اتفاق ہے چنانچہ اول واضح ہوچکا ہے
میں البتہ بہت سا اختلاف ہے تفصیل اسکی اجمالاً یہ ہے کہ منفعت کی تحصیل تو ہر ایک کا
مقصود ہے لیکن منفعت کی تعیین میں ہر ایک نے ایک معیار قائم کر رکھا ہے ایک شخص سامنے کی
چیز کو مثلاً تحصیل زری یا تھانہ داری یا ڈپٹی کلکٹری وغیرہ اشغال کو جو باختلاف المقاصد
جاتا ہے کہ اسمیں بڑی ترقی وابستہ ہے دوسرا سمجھتا ہے کہ مجھ کو شاید کسی غریب پر ظلم ہوگا چنانچہ
منصوبہ زور دیا جاتا ہے کہ حکومت قبول کرو اور وہ نہیں کرتے ایک وہ لوگ ہیں جنھوں نے
سلطنت کیلئے ہزاروں جانیں ضائع کردیں اور ایک وہ تھے کہ بھاگتے تھے وجہ اسکی یہی ہے
کوئی اس کو منفعت سمجھا اسکی تحصیل کیلئے سعی کی اور دوسرے نے اسکو مضرت خیال کیا اسلئے
اسکے دفع میں کوشش کی اور جسقدر اختلافات عالم میں ہیں سب کی وجہ یہی ہے کہ ایک شخص
ایک امر کو منفعت و مستحسن سمجھتا ہے اسکو اختیار کرلیتا ہے اسکی تحصیل کے درپے ہوتا ہے دوسرا
اسی کو مضرت سمجھتا ہے اسلئے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ اختلاف مذاہب کی یہی
وجہ ہے۔

کونسی منفعت قابل تحصیل ہے اور کونسی مضرت قابل احتراز ہے

اس وقت قابل غور یہ امر ہے کہ اسکا فیصلہ ہونا ضرور ہے کہ آیا کون منفعت واقع میں قابل
تحصیل کے ہے اور کون مضرت قابل دفع کے ہے تو بعد تامل یہ سمجھ میں آتا ہے کہ منفعت وہ لائق
تحصیل کے ہے جسمیں دو صفتیں ہوں ایک تو یہ کہ وہ منفعت زیادہ باقی رہنے والی ہو دوسرے
یہ کہ خالص ہو مشوب بضرر نہ ہو دیکھئے اگر کوئی منفعت چار سال رہنے والی ہو اور دوسری
آٹھ سال تو ہر عاقل دوسری ہی کو پسند کریگا اور اسی کو اختیار کریگا مثلاً دو مکان ہوں ایک
عالیشان اور خوبصورت ہو اور دوسرا اچھا تھا اور بدصورت ہو اور وہ مکان کسی شخص کے
کرنے کیلئے لیکن یہ کہا گیا کہ بڑا مکان چار یا پانچ روز کے بعد خالی کرالیا جاویگا اور

۲۶۳

اور چھوٹا کبھی خالی نہ کرایا جاویگا تو ظاہر ہے کہ ہر عاقل اس چھوٹے ہی مکان کو پسند کریگا اور
اگر یہ کہدیا جاویگا کہ نسلاً بعد نسل تمکو دیدیا جاویگا تو ضرور ہی پسند کریگا معلوم ہوا کہ منفعت جسقدر
باقی رہنے والی ہوگی اسی قدر زیادہ اعتبار کے قابل ہوگی اسی طرح اگر وہ مکان عالیشان
باوجود اپنی خوبصورتی کے کسی ضرر پر مشتمل ہو مثلاً ہمسایہ اچھا نہ ہو یا اور کوئی مضرت کا احتمال
ہو اور اس چھوٹے مکان میں یہ اندیشہ نہو تو ظاہر ہے کہ وہ چھوٹا ہی مکان پسند ہوگا پس یہ قاعدہ
ثابت ہوا کہ منفعت وہ قابل تحصیل کے ہے جو مضرت سے خالص ہو اسی طرح مضرت بھی وہ زیادہ
قابل اہتمام کے ہوتی ہے جو زیادہ باقی رہنے والی ہو اور نیز من کل الوجوہ مضرت ہی ہو اور کوئی شائبہ
اسمیں منفعت کا نہو دیکھو اگر اثناء سفر میں آدمی کسی مکان میں ایک دو شب کیلئے قیام کرتا ہے اور
وہاں کوئی ناگوار امر پیش آتا ہے تو اسکے دفع میں زیادہ اہتمام اور فکر نہیں کرتا بخلاف اس کے
کہ وطن اصلی میں کوئی امر پیش آجاوے تو اسکی دور کرنے کی زیادہ فکر ہوتی ہے اس لئے کہ وہاں ہمیشہ
رہنا ہے اور مثلاً اگر کہا جاوے کہ اگر تم چار دن کیلئے دھوپ میں سفر کرلو تو تمکو عمر بھر راحت ملیگی
یا اگر چار ماہ راحت سے رہوگے تو عمر بھر جیلخانہ میں رہوگے تو ظاہر ہے کہ ہر عاقل اس چار روز کے
سفر کی مشقت کو گوارا کرے گا اور دوسری صورت کو پسند نہ کریگا معلوم ہوا کہ مضرت باقیہ وخالصہ
زیادہ فکر کے قابل ہے اور مضرت فانیہ زیادہ قابل التفات نہیں ہے پس منفعت و مضرت دونوں کی
دو قسمیں ہوئیں منفعۃ باقیہ خالصہ منفعۃ فانیہ غیر خالصہ مضرت باقیہ خالصہ مضرت فانیہ غیر خالصہ
اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ دنیا کی منفعۃ و مضرت تو ہر شخص کے پیش نظر ہے ہمکو اللہ ورسول صلعم
نے ایک اور منفعت و مضرت کی بھی خبر دی ہے جو مرنے کے بعد واقع ہونے والی ہے۔
اب محل کے اعتبار سے منفعۃ و مضرت کی دو قسمیں اور نکلیں منفعۃ دنیویہ منفعت اخرویہ مضرۃ دنیویہ
مضرۃ اخرویہ۔

نعمائے آخرت اور نعماء دنیا و مضرت آخرت اور مضرت دنیا کا باہمی تفاوت

اب ہمکو یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ چار قسمیں اخیر کی یعنی منفعت دنیویہ و اخرویہ مضرت دنیویہ و اخرویہ

۲۶۴

پہلی اقسام کی کس قسم میں داخل ہیں یعنی غور کرنا چاہیے کہ منفعۃ دنیویہ آیا منفعۃ باقیہ خالصہ ہے
یا فانیہ غیر خالصہ اسی طرح مضرت دنیویہ کو بھی دیکھنا چاہیے اور منفعۃ اخرویہ و مضرت اخرویہ کو
بھی دیکھنا چاہیے یعنی یہ کہ کونسی منفعۃ اور مضرۃ کس قسم میں داخل ہے سو دیکھ لیجیے کہ دنیا کی منفعۃ
تو فانیہ اور آخرۃ کی باقیہ ہے اور آخرۃ کی مضرت باقی رہنے والی ہے اور دنیا کی مضرت فنا ہونے والی ہے

اسی طرح دوسرے اعتبار سے دیکھیے کہ دنیا کی منفعۃ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی ہو مگر خالص نہیں مثلاً
کھانا ہی لے لیجیے اول تو حاصل کس کلفت سے ہوتا ہے کہ اول زمین کو درست کیا جاتا ہے اس کیلئے
بیل و آلات زراعت مہیا کرنے ہوتے ہیں اس کے بعد بوتے ہیں پانی دیتے ہیں حفاظت کرتے
ہیں کاٹتے ہیں گاہتے ہیں اوڑاتے ہیں پیستے ہیں پکاتے ہیں اسقدر کلفتوں کے بعد جب اس سے
عین انتفاع کا وقت ہوتا ہے کہ اسوقت بظاہر تمام کلفتیں ختم ہو جاتی ہیں اور التذاذ ہی کا وقت
ہوتا ہے لیکن اسوقت بھی اکثر اوقات کوئی نہ کوئی کلفت پیش آجاتی ہے کہ وہ کلفت التذاذ میں
سد راہ ہو جاتی ہے مثلاً روٹی کا ٹکڑا گلے میں اٹک گیا کھانا کھانے بیٹھے کسی عزیز کے مرنے کی
خبر آگئی یا اور فکر میں ڈالنے والی کوئی بات سن لی کہ سب کھانا پکا پکایا بے لطف ہو گیا یا یہ کہ
وہ کھانا ہضم نہیں ہوا قبض ہو گیا یا دست آنے لگے سلاطین و امراء کے عیش سے زیادہ کسی کا عیش
نہیں ہے لیکن ان کو سب سے زیادہ پریشانیاں ہیں اولاد کو دیکھ لیجیے کہ بڑی بڑی تمناؤں کے بعد
پیدا ہوتی ہے انواع انواع کی تکالیف اٹھا کر ان کو پرورش کرتے ہیں پھر اکثر اولاد خلاف مزاج
ہوتی ہے والدین کو سیکڑوں طرح کی ان سے تکالیف پہنچتی ہیں غرض دنیا کی جس منفعۃ کو دیکھیے
خالص نظر آویگی اور اپنے مقصد کے موافق نہوگی حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں ام للانسان ما تمنی
فللہ الآخرۃ والاولیٰ کیا انسان کیلئے جو جو تمنا کرے وہ حاصل ہو جاتی ہے (یعنی نہیں)
میں آخرت اور دنیا سب اللہ کے اختیار میں ہے لیکن اسپر کوئی شبہ نہ کرے کہ للہ الآخرۃ والاولیٰ
سے تو یہ معلوم ہوا کہ جیسے دنیا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

اسی طرح آخرۃ بھی نہیں ہے پھر فرق کیا ہوا بلکہ نہ وہ قابل تحصیل ہوئی نہ یہ ہوئی تو جو اس
تقریر سے تمہارا مقصود ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرۃ کی رغبت دلانا وہ حاصل نہوا جواب
یہ ہے کہ دوسرے مقام پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء

۲۶۵

لمن نرید ثم جعلنا لہ جہنم یصلاہا مذموما مدحورا ومن اراد الآخرة وسعی لہا سعیہا
وهو مومن فاولئک کان سعیہم مشکورا یعنی جو شخص صرف دنیا طلب کرے تو دنیا میں
جو ہم چاہیں گے جسکو چاہیں گے وہ دینگے پھر اس کیلئے ہم جہنم تجویز کرینگے اسمیں داخل ہوگا اس حالت
میں کہ مذموم و مردود ہوگا اور جو شخص آخرة چاہے گا اور اس کیلئے پوری سعی کرے اور وہ مومن بھی
ہو پس ان لوگوں کی سعی کی قدر کیجاوے گی دیکھئے دنیا کی نسبت تو یہ فرمایا کہ ہم جسکو چاہیں گے
اور جتنی چاہیں گے دیں گے اور آخرة کی نسبت وعدہ فرمایا کہ جو اس کیلئے سعی کریگا اسکی سعی کی
قدر کیجاویگی یعنی اس کا بدلہ ملیگا دونوں جگہ قضیہ شرطیہ ہے مگر دوسری جگہ کامیابی کا وعدہ
ہے اور پہلی صورت میں نہیں ہے پس حاصل یہ ہوا کہ اختیار میں تو خدا ہی کے ہے دنیا بھی آخرة
بھی مگر آخرت کی سعی پر آخرت دینے کا وعدہ ہوا اس لئے وہ قابل تحصیل ہوئی بخلاف دنیا کے
بہرحال آیۃ ام للانسان ما تمنی الخ سے جو شبہ ہوا تھا وہ مرتفع ہوگیا اب ہم لوگوں نے
برعکس معاملہ اختیار کیا ہے کہ جسکا (یعنی دنیا) وعدہ نہیں ہے اور اسکو اپنی مشیة پر رکھا ہے
اسکی طلب میں تو منہمک ہیں اور نیز اس کے اسباب تحصیل (نوکری تجارت زراعت وغیرہا) کی
نسبت تو ایسا جازم کرتے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک مسبب ان پر ضرور مرتب ہوگا اور جسکا وعدہ
ہے (یعنی آخرة) اس کے اسباب (صلوة صوم حج زکوة وغیرہا من المامورات) کی طرف
التفات نہیں رح ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + خلاصہ یہ کہ دنیا کی ہر منفعت کے اندر
کدورت ہے بخلاف آخرت کے منفعت کے کہ جسکو حق تعالی اپنی رضامندی کے ساتھ
نصیب فرماتے وہاں اسکو کوئی آزار نہیں فرماتے ہیں ولکم فیہا ما تشتہیہ الانفس یعنی
تمہارے لئے جنت میں وہ شئی ملیگی جسکو تمہارا جی چاہے گا دوسری جگہ فرماتے ہیں لا یمسنا
فیہا نصب ولا یمسنا فیہا لغوب یعنی ہم کو جنت میں نہ تعب لگیگا اور نہ اسمیں تکان ہوگا

اہل جنت میں باوجود تفاوت درجات حسد نہ ہوگا

اگر کوئی کہے کہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک کے پاس دنیا کا سامان جیسے مال ولاد
مثلاً گھوڑے عمدہ وغیرہ زیادہ ہوتا ہے تو دوسرا دیکھکر اسکو حسد کرتا ہے اور حسد کی آگ

۲۶۶

جلتا ہے تو یہ مسلم ہے کہ جنت میں سب نعمتیں ہونگی لیکن اختلاف درجات کی وجہ سے شاید اسمیں حسد ہو تو یہ بھی ایک قسم کی تکلیف اور کدورت ہے جواب یہ ہے کہ وہاں پر حسد نہو گا ہر شخص اپنے حال اور نعمتوں میں بیحد خوش ہوگا اور کوئی یہ شبہ نکرے کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو دوسرونکو اپنے سے افضل سمجھیگا یا نہیں اگر افضل جانیگا تو حسد ہوگا اور اگر نہ جانیگا تو جہل لازم آئیگا جواب یہ ہے کہ ہم اس شق کو اختیار کرتے ہیں کہ وہ افضل کو اپنے سے افضل جانیگا لیکن وہ ان کے درجات کی تمنا کریگا اسلئے کہ اپنی استعداد اسکو معلوم ہوگی اور اپنے اعمال اسکو پیش نظر ہونگے اور تفاوت درجات چونکہ وہاں تفاوت اعمال سے ہونگے اسلئے اسکو معلوم ہوگا کہ اس سے زیادہ درجہ مجکو نہیں ملسکتا اس لئے وہ اسی میں خوش ہوگا نہ کسی پر اسکو حسد ہوگا اور نہ زیادہ کا متمنی ہوگا

دوسرا جواب اس سے زیادہ بیہودہ یہ کہ وہاں سب عبد کامل ہوں گے تمام مقامات باطنی حاصل ہونگے اور مقامات میں سے رضا بھی ہے اسلئے مقام رضا بھی اسکو حاصل ہوگا اور وہ اسمیں اسقدر خوش ہوگا کہ درجات فاضلہ کی اسکے قلب میں تمنا نہوگی جیسا کہ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ بعض طبائع میں قناعت کا مضمون ایسا راسخ ہے کہ ان کے قلب میں ترقی دنیا ہونا کیا معنی بلکہ اس سے نفرت ہے ایک پولیس کے اہلکار دیکھے گئے کہ ان کے افسر کوشش کرتے ہیں کہ انکی ترقی کریں مگر وہ منظور نہیں کرتے اور ان سے بچشم انکو ہنستے ہیں بات یہ ہے کہ طبائع کا مذاق مختلف ہے جبکہ دنیا میں اس کا نمونہ موجود ہے آخرت میں تو کیا بعید ہے ہاں ایک شبہ رہا وہ یہ کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ جنتی آپس میں ملینگے اور ایک جنتی دوسرے کو دیکھکر تمنا کریگا کہ جیسا لباس اسکا ہے ایسا ہی میرا بھی ہو چنانچہ فوراً اسی طرح کا اس کا لباس ہو جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ تمنا کریگا۔ جواب یہ ہے کہ یہ تمنا صرف لباس کے بارہ میں آئی ہے درجہ کے بارہ میں نہیں ہے اور لباس کے اندر مساواۃ ہونے سے درجہ کی مساواۃ یا فضیلت لازم نہیں کما ھو الظاھر جیسا کہ اتفاقی جنسیں فرق نہ ہونا ضروری ہے یعنی درجہ اسکی تو تمنا نہوگی اور جسکی تمنا ہوگی یعنی لباس اسمیں

فرق ہونا ضروری نہیں پس حسد کی

کوئی گنجائش

نہوئی۔

عود بجانب سرخی سابق یعنی نعمائے آخرت اور نعمائے دنیا اور مضرت آخرت اور مضرت دنیا کا باہمی تفاوت

حاصل یہ کہ جنت کی نعمتیں سب خالص ہونگی کدورت کا ان میں نام ونشان نہوگا بخلاف نعماء دنیا کے کہ ان سب میں کچھ نہ کچھ کدورت ضروری ہوتی ہے اب مضرت دنیوی کو دیکھیے کہ مضرت دنیویہ خواہ کیسی ہی اشد ہو لیکن فنا ہونے والی ہے اگر کسی کو کوئی بیماری ہے اول تو دنیا ہی میں صحت ہو جاتی ہے ورنہ مر کر تو تمام مصائب کا خاتمہ ہو ہی جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی افلاس میں یا کسی اور طرح کے رنج وغم فکر میں مبتلا ہوتا ہے سب ایک نہ ایک دن ختم ہو جاتے ہیں معلوم ہوا کہ مضرت دنیا کو بقا نہیں ہے اسی طرح دوسرا اعتبار سے دیکھیے کہ مضرت دنیا خالص مضرت نہیں بلکہ تامل سے دیکھا جاوے تو اس میں سینکڑوں منفعتیں دنیا اور دین کی ہوتی ہیں دنیا کی منفعت تو یہ کہ مثلاً ایک شخص کسی بیماری میں مبتلا رہتا ہے تو اگر یہ تندرست رہتا تو خدا جانے کیا کیا فساد کرتا اور اس کے سبب سے یہ بے آبرو ہوتا جیلخانہ جاتا اور ظاہر ہے کہ عاقل کیلئے آبرو جان سے زیادہ عزیز ہے اور دین کی منفعت تو بہت ہی ظاہر ہے کہ بیماری ذنوب کو محو کرتی ہے اور بہت سے منہیات سے روکتی ہے خلاصہ یہ کہ دنیا کی مضرت فنا ہونے والی بھی ہے اور من کل الوجوہ مضرت نہیں ہے بخلاف مضرت اخرویہ کے کہ وہ مضرت ہی مضرت ہے تمام مضرتیں وہاں علی الکمال موجود ہیں پس ثابت ہوا کہ منفعت دنیویہ فانی بھی ہے قلیل بھی ہے اور مشوب بہ کلفت ہے اور اخروی منفعت باقی بھی ہے کثیر بھی ہے اور خالص بھی ہے اسی طرح مضرت دنیا فانی ہے اور غیر خالص اور اخروی مضرت باقی بھی ہے اور خالص ہے

آخرت ہی کی منفعت قابل تحصیل ہے اور آخرت ہی کی مضرت قابل اجتناب ہے اور دنیا کی نہ منفعت قابل تحصیل ہے نہ اسکی مضرت قابل اجتناب

اب روز روشن کی طرح فیصلہ ہو گیا اور آپ خود موازنہ کر سکتے ہیں کہ حاصل کرنے کے قابل

کونسی منفعت ہوئی ظاہر ہے کہ مسلمان (جو کہ اللہ و رسول کو سچا جانتا ہے) اس سوال کا یہی جواب دیگا کہ منفعت اخرویہ تحصیل کے قابل ہے اسی طرح دنیا اور آخرت کی مضرتوں میں موازنہ کریجئے کہ کون مضرت زیادہ بچنے کے قابل ہے ظاہر ہے کہ دنیا کی مضرت آخرت کی مضرت کے مقابلہ میں اصلاً قابل التفات نہیں زیادہ اہتمام کے قابل آخرت کی مضرت ہے اسکے بعد یہ سمجھئے کہ آخرۃ کی منفعت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور آخرت کے ضرر سے کس طریق سے بچ سکتے ہیں۔

آخرت کی منفعت حاصل ہونے اور آخرت کی مضرت سے بچنے کا طریقہ

تو سمجھ لیجئے کہ آخرۃ کی منفعت جنت ہے اور اس کے حاصل کرنیکا طریق اعمال صالحہ ہیں اور آخرۃ کی مضرت دوزخ ہے اور اس سے بچنے کا طریق بد اعمالیوں سے بچنا ہے خلاصہ یہ کہ اعمال صالحہ کو اختیار کیا جاوے اور ذنوب سے بچا جاوے اور جو ہو چکے ہیں ان سے توبہ کیجاوے خلاصہ یہ کہ مقصود دو شے ہیں اصلاح اعمال محو ذنوب اور محو ذنوب کے معنی یہ ہیں کہ گذشتہ سے توبہ کیجاوے اور آئندہ سے بچنے کا عزم کیا جاوے۔

اعمال صالحہ لوگوں پر بہت گراں ہیں بالخصوص حج اور اُسکے متعلق بعض اعتراض اور ان کے جواب

لیکن اعمال صالحہ کی تحصیل اور گناہ سے بچنا اول تو اکثر لوگوں پر ہمیشہ ہی سے گراں اور ثقیل ہے۔

پھر خصوصاً اس زمانہ میں تو اعمال صالحہ لوگوں پر بہت ہی بھاری ہیں چنانچہ بڑی ضروری اعمال صلوٰۃ صوم حج زکوۃ ہیں لیکن دیکھا جاتا ہے کہ سب کے اندر بجد سستی کیجاتی ہے بلکہ مصیبت سمجھتے ہیں یہانتک کہ اخبار میں شائع ہوا تھا کہ نماز نے ترقی کو روک دیا ہے کیونکہ یہ سنکر کسی مسلمان

۲۶۹

ہو کر پانچ وقت نماز پڑھنی پڑے گی اسلام سے بعضے آدمی رک جاتے ہیں اسلئے اسکو اسلام سے خارج کر دیا جاوے نعوذ باللہ ان احمقوں سے کوئی پوچھے کہ جس اسلام میں نماز نہیں وہ کیا اسلام ہوا اس بیہودہ رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عقل پرستوں پر نماز بہت ہی بھاری ہے۔

حکایت ہماری مدرسہ دیوبند میں ایک طالب علم نووارد آئے تھے منطقیوں کی صحبت میں بہت رہے تھے دین کی مطلق پروا نہ تھی نماز کی پابندی نہ تھی اور یہاں دیوبند میں نماز کا بڑا اہتمام ہے پانچ وقت سب طلبہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو جب نماز کا وقت آتا ان کو بھی زبردستی لیجاتے ایک روز کہنے لگے کہ حضور معراج میں تشریف لیگئے تھے وہاں پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں پھر کم ہوتے ہوتے پانچ رہی تھیں معلوم ہوتا ہے کہ دیوبند میں پوری پچاس کی پچاس ہی باقی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ نماز ان کو سخت مصیبت معلوم ہوتی تھی حق تعالیٰ بھی فرماتے ہیں انھا لکبیرۃ الا علے الخاشعین یعنی بیشک نماز بہت بھاری ہے مگر ان لوگوں پر جو خشوع کرنیوالے ہیں اسی واسطے میں تو نمازی کو ولی سمجھتا ہوں حق تعالیٰ کا فضل ہی ہے کہ نماز پابندی کیساتھ ادا ہوتی ہے۔

علی ہذا روزہ کو بہت ثقیل سمجھتے ہیں کانپور میں ایک شخص تھے انھوں نے کبھی روزہ ہی نہیں رکھا میں نے ان سے کہا تو کہنے لگے کہ میں کسی طرح متحمل ہی نہیں میں نے کہا کہ امتحان کیلئے ایک تو رکھو چنانچہ رکھا اور پورا ہو گیا تب معلوم ہوا کہ یہ خیال کتنا غلط تھا کہ میں متحمل ہی نہیں۔

بعضے لوگ حج کا نام سنکر وہاں کی بہت مذمت کرتے ہیں کہ وہاں بدو مار ڈالتے ہیں لوٹ لیتے ہیں اور بعضے تو گئے بھی نہیں مگر اوروں سے سن سنکر وہ بھی مذمت کیا کرتے ہیں یہ سب کم ہمتی کی باتیں ہیں میں ان کو قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا ہندوستان میں ایسے واقعات نہیں ہوتے بلکہ اگر وہاں کے مجمع پر نظر کیجائے تو حق تو یہ ہے کہ جسقدر واقعات ہونا چاہئے ان سے بہت کم ہوتے ہیں ہندوستان میں اس کا عشر عشیر بھی اگر مجمع ہو جاوے تو بہتر سے واقعات ہو جاویں بلکہ بغیر مجمع کے بھی راستوں میں واقعات ہو جاتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے جیسا بعض کہتے ہیں کہ بدؤں کو لوٹ مار حلال ہے اسلئے کہ وہ دائی حلیمہ سعدیہ کی اولاد ہیں یہ تو بالکل لغو ہے

باقی آئندہ

حال - اور جو کچھ کمی ہے اُسکو ارشاد فرماویں -

تحقیق صحبت اور مکالمہ و مواعظ سے خود کمی کا علم ہوجاویگا -

حال - ایک امر دریافت طلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے مزار پر بیٹھکر ذکر کرنے سے فیض ہوتا ہے اور کس کو ہوتا ہے -

تحقیق - آپ اس قصہ میں نہ پڑیں -

حال - احقر سے بوجہ موانع عرض حالات میں تاخیر ہوئی امید کہ حضور معاف فرماکر ممنون فرماویں
حضور والا - تربیت کی برکات صحبت سے بعد استغنا ماسوی اللہ رغبت الی اللہ اور آخرت میں
جو جو نعمتیں ہیں سبکا بیحد شوق ہوتا - اور دنیا کو ایک ایسی جگہ جہاں کوئی الفت کی چیز نہو بالکل
غیر آباد و ویرانہ معلوم ہوتا - اور ہر وقت دل چاہتا تھا کہ کسی طرح اس ویرانہ سے نکلکر اپنے محبوب سے
ملجاؤں - باوجود سب کے ہوتے ہوئے اپنے کو ایک غریب کے جو ایک یار و یاور بھی اُسکا نہو معلوم
ہوتا - اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں قبر میں ہوں کسی سے مجھے کوئی کام نہیں سوائے اپنے رب سے اور
وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کی محبت کا ارادہ ہوتا - اور طرح طرح کی نعمتوں کو یاد ہونے سے اور انکے
احسان کا ہر جزئی امر میں پیش نظر ہوکر غایت تذلل سے اُس کے اوامر کا بجالانے کا خیال
پیدا ہوتا - اور منہیات سے اجتناب کی فکر ہوئی اور ذکر و تلاوت قرآن شریف و نماز میں بیحد
الفت ہوئی اب وہ حالت عرض کرتا ہوں جس سے ایک زمانہ یہ اول مرتبہ حاضر ہونے کا تھا
سخت حیران و پریشان تھا - اور مسلمانوں کو دیکھکر حسرت پیدا ہوئی اور حضرت کیخدمت میں
عرض کرنے کی ہمت ہوتی - اور اس حالت سے ذکر چھوٹ جاتا - اور اُس ہی سخت وحشت
ہوتی اور قریب قریب یاوسی کی حالت پہونچتی - اور میں دل کو سمجھاتا تھا لیکن کسی طرح تسلی
نہوتی تھی - آخر کار اس سے اور ایک حالت جو اور وحشتناک ہے پیش آئی جس سے بالکل
مایوسی ہوئی اور خوفناک ہوکر مکان چلا گیا تھا دونوں حالت مرتب عرض کرتا ہوں حالت
اولی حالت کفر اپنے اندر پاتا تھا نعوذ باللہ من ذلک - یہانتک کہ وجود باری تعالیٰ میں
شیطان لعین نے شک ڈالا جس سے بیقرار تھا بیحد بیقرار ہوکر ایک روز صبح کو بازار کے
مشرقی جانب تنہا چلا گیا تھا - اور سوائے تسبیح کے اور کوئی چیز نہ تھی - ایک کتا سامنے آیا اور

۸۵

بہت زور سے بھونکنے لگا اور سخت حملہ کرنے لگا اسوقت میں نے بہت ہی جہر ذکر شروع کیا اور نفس سے کہا میں تو وجود باری تعالیٰ میں شک کرتا تھا اب کس طرح خدا کو بلا رہا ہے نفس کو کسیقدر تسلی ہوئی۔ الحمد للہ اپنے اندر ایمان ہے یہ سب شیطان کا وسوسہ ہے۔ اس سے کچھ خوف سوء خاتمہ نہ ہونا چاہیے۔ آخر انجام بہت دیر کے بعد کتا خود بخود چلا گیا۔ اتنی ہی دیر تک میں بھی ذکر میں مشغول تھا۔ اور اُس کتے کے حملہ کی کیفیت تھی۔ کہ کچھ دُور جاکر پھر لوٹ کر آتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس دفعہ کاٹیگا۔ اور کوئی شخص کہیں نظر نہ آتا تھا۔ اُس روز کا واقعہ اب بھی یاد آنے سے تعجب ہوتا ہے کہ خدا نے کیسے کتے کے کاٹنے سے بچایا۔ الحاصل حجرہ میں آیا۔ لیکن اس قصہ کو ابتک کسی سے ذکر نہیں کیا۔ اس واقعہ کے بعد وساوس کفریہ کم تو ہوگئے۔ لیکن بالکل منقطع نہیں ہوئے۔ اُسکے بعد اور ایک بُری حالت ہوئی تھی۔ جسکے اظہار سے شرم آتی ہے وہ یہ کہ حضور کے متعلق برے برے خیالات آتے تھے ہر چند میں روکتا تھا۔ اور بھی ہجوم کرتے تھے کہ یہاں اگر یہ حالت روز پیش آئی۔ یہانتک جب نوبت آئی۔ اپنے دل میں یہ خیال ہوا کہ مکان چلا جانا چاہیے اور جب تک یہ خیالات دُور نہ ہوویں۔ خدمت میں حاضر رہنا موجب ہلاکت ہے کیونکہ حضرت تو مقرب ہیں سلیے مقرب سے یہ خیالات ہلاکت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے اسی کشاکشی میں تھا پھر بیمار ہوگیا جس سے سہارنپور جانا پڑا اسوقت یہ خیال ہوا کہ شاید اب وہ خیالات لایعنی جاتے رہیں گے جب مفارقت ظاہری ہوئی اور بھی پریشان حال ہوا ایک دوری اور وہ خیالات آخر محبت حضور تو قبل اس حالت کے پیدا ہوگئی تھی اس سے بھی پہلے جب استاذنا جناب مولوی حبیب اللہ صاحب تفسیر جلالین شریف پڑھاتے تھے اسی وقت حضرت کی محبت ہوگئی تھی کیونکہ تذکرہ اکثر کیا کرتے تھے کبھی عادات شریفہ بیان فرماتے اور کبھی آیات قرآنی کے حل میں اقوال جناب نقل فرماتے تھے اس سے حضرت کی محبت سویدائے قلب تک پہونچی تھی الحاصل محبت کی وجہ سے تو دوری تلخ تھی اور ان حالات سے حضوری مشکل بیماری سے کچھ صحت کے بعد یہاں رہنے کے خیال سے آیا تھا پھر وہی حالت محسوس ہوئی لہذا رخصت کا پرچہ دیکر چلا گیا تھا بقیہ حالات کل پیش کرونگا۔

تحقیق۔ اسوقت جواب دونگا۔ جو حالت سابقہ اس پرچہ میں لکھی ہے وہ گو بظاہر مکروہ ہے

۸۶

مگر جب غیر اختیاری تھی تو مذموم نہ تھی اور ناگواری کے سبب ایک مجاہدہ ہونے کی حیثیت سے وہ نافع تھی ایسی حالت کو قبض کہتے ہیں وہی مقدمہ ہوئی اس حالت لاحقہ بسط کا۔ اس بسط کا اسقدر لذیذ ہونا یہ بدولت اُس قبض ہی کے ہے وہو معنی قولہ؎

از دست ہجر یار شکایت نمی کنم گر نیست غیبتی ندہد لذتے حضور

مبارک ہو کام میں لگے رہیں۔

سوال۔ اکثر جان پہچان والے سے رخصت لینے کے وقت یہ لفظ (خطا و قصور معاف کرنا) کیا ایسے رسمی لفظ سے حقوق معاف ہونگے یا نہیں یا تفصیل کرنے کی ضرورت پڑے گی۔

جواب۔ اگر مخاطب کو اُن حقوق کا علم ہے تو لفظ کافی ہے اور اگر علم نہیں تو اسکو پوری تفصیل بتلانا ضرور نہیں لیکن یہ کہنا ضرور ہے کہ مجھسے آپکے کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں یہ کہنا کافی ہوگا کہ اگر کوئی حق ہو تو معاف کردیں یا جو کچھ ہوں معاف کردیں۔

حال بعض اوقات ایسے گناہ اور اُن کے عذاب کو پیش نظر رکھکر اکثر عقلی ندامت اور رنج تو ہوتا ہے لیکن روحانی اور قلبی رنج جسقدر ہونا چاہئے نہیں ہوتا ہے۔ اگر یہ حالت قساوت کی وجہ سے ہے تو وعدہ وعید دیکھنے کیلئے مشکوٰۃ کی کتاب الرقاق اور احوال جنت و نار میرے حق میں زیادہ تاثیر کریگا خصوصاً حضرت کی تصانیف میں اس مضمون کی کوئی کتاب میرے پاس نہیں اور یوں تجربہ سے دیکھا مجھے حدیث کی عبارت سے ...... بہ نسبت اور کتاب کے زیادہ اثر ہوتا ہے

تحقیق۔ یہ قساوت تو نہیں لیکن اگر ایسا حال ہو جاوے تو زیادہ نافع ہے مشکوٰۃ دیکھئے اسی طرح اور حدیث بھی۔

حال بہت کوشش کے بعد فقط پرسوں بعد تلاوت گناہ پر خیال کر کے عذاب کا بھی خیال آیا اور گڑگڑا کر خدا کی درگاہ میں توبہ اور استغفار کیا ویسے ہی گذشتہ رات کے ایک بجے دو رکعت نفل پڑھکر استغفار کیا تصنعاً گریہ کی شکل بنائی تھی اللہ و رسول اور استغفار کا خیال بفضل تعالیٰ زیادہ۔ دھن جسکو کہنا چاہئے ابتک وہ نہیں۔

تحقیق۔ اسکا نہ ہونا مضر نہیں۔

حال پستان کے ذرا اوپر بائیں انگشت نیچے کیا چیز حرکت کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

۸۷

تحقیق پھیرا

حال۔ بندہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بڑی مسجد میں حضرت والا ہیں اور احقر اور خواجہ صاحب اور بھائی محمد الیاس صاحب وغیرہ بہت سے خدام ہیں اور سندیں دیجا رہی ہیں ایک مسودہ لکھکر اسکی نقلیں احقر سے اور اور ایک دو خادم سے کرائی گئی ہیں اور غالباً بھائی صاحب سے بھی نقل کرائی گئی ہے تو نقلیں ہوئی تھیں فرمایا اسوقت یہی کافی ہیں یہ دیدیجاویں ابھی مکان پر چلکر اور لکھ لیجاویں گی تو کی ضرورت شدید ہے معلوم ہوا کہ ایک ان میں سے مجھکو بھی ملنے والی ہے اور ایک بھائی صاحب کو۔ بھائی صاحب نے جلدی سے اپنی سند لیلی اور میں نے لکھکر حضرت کے سامنے رکھدی اس خیال سے کہ جلدی کیا ہے۔ خود لینا خلاف ادب ہو۔ اگر حضرت کی رائے ہوگی خود دیدینگے ورنہ مکان پر چلکر ملجاویگی اتنے میں دیکھا کہ حضرت اس مسجد میں داہنی طرف کو ہٹکر بیٹھ گئے اور چند خدام دو زانو مودب سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہوئے اور حضرت ایک کالا نہایت سیاہ چمکدار جبہ سر سے پیر تک پہنے ہوئے ہیں کہ نہایت ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور حالت استغراق کی سی ہے میں نے بھی چاہا کہ اس مجمع میں شریک ہوجاؤں اور دبے پاؤں داہنی طرف کو حضرت کے متصل پہونچا فوراً حضرت نے میری طرف نظر اٹھائی اور غایت شفقت سے بٹھایا یہ خواب صبح صادق کے وقت دیکھا ہے۔

تحقیق۔ خواب نہایت مبارک ہو یہ سندیں تکمیل کی ہیں آپ میں بشارت ہے ان اصحاب سند کی تکمیل کی مع اختلاف احوال اہل سند کے کسی میں اضطراب ہے کسی میں اناۃ اور سیاہ رنگ کا جبہ صورت ہے فنا کی اور اس کا سابغ ہونا اشارہ ہے فنا کے کمال کیطرف حالاً یا مآلاً رزقنا اللہ تعالیٰ وایاکم۔

حال۔ رمضان شریف میں ایک رات میں دوبار جناب والا کی زیارت ہوئی قبل سحر کے دیکھا کہ میں بیمار ہوں حضور نے توجہ ڈالی فوراً اچھا ہوگیا۔ پھر بعد سحر دیکھا کہ حضور نے دو قسم کی مٹھائی مجھکو سب سے علیحدہ ہوکر کھلائی پھر سب کے ساتھ دسترخوان پر شریک فرمایا وہ مٹھائی بظاہر کوئی مربی کے قسم سے تھی میں نے نام پوچھا حضور نے فرمایا ایک کا نام عشق دوسری کا نام شفا تعبیر یہ سمجھ میں آئی کہ عشق سے اللہ کا عشق ہے اور شفا سے امراض قلبی کی شفا ہے

۸۸

خدا حضور کے توسل سے یہ دونوں باتیں بیداری میں بھی عنایت فرمائے۔

تحقیق۔ قاعدہ سے یہی تعبیر ہے اللہ تعالیٰ صادق فرمائے۔

حال۔ اب حضرت بہت کوفت یہ ہو رہی ہے کہ اسباق و مطالعہ کے اوقات میں معبود حقیقی کا حضور نہیں رہتا۔ اگر حضور کی طرف توجہ کرتا ہوں اُدھر کتاب اور نہ مطالعہ سمجھ سکتا ہوں اور نہ سبق سمجھا سکتا ہوں۔ اور اگر یہ ہوتا ہے تو حضور باقی نہیں رہتا۔

تحقیق۔ اوہو بڑی غلطی میں پڑے ہیں حضور بواسطہ بس حضور ہی ہے اور یہ حضور بواسطہ ہے اگر سمجھ میں نہ آیا ہو مفصل لکھوں۔

حال۔ آج کل ذکر کے وقت جب الفاظ کی طرف دھیان ہوتا ہے تو سانس لینا ناگوار معلوم ہوتا ہے دل چاہتا ہے ایک ہی دم میں وظیفہ ختم ہو جاوے بعض وقت قصد کرتا ہوں کہ چند ضربیں کے بعد سانس توڑوں مگر دل میں بڑا خلجان ہوتا ہے اور سانس بے اختیار آخر میں بند ہو جاتا ہے اسکی کیا وجہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے

تحقیق۔ کیا اسی طریق خاص و قیود خاصہ سے یہ حالت ہوتی ہے اگر یہ ہے تو ان قیود کو چھوڑ دو جس طرح سہولت و دلچسپی ہو کرو اور مجھکو اطلاع دو یا مطلق ذکر سے بھی یہ حالت ہوتی ہے۔

حال۔ حضور والا مدتے مدید روبرو رہنما و از ارسال خط و کتابت بجناب والا محروم و مہجور بیشتر ازیں احقر بخواب دید کہ حضرت مرا می پرسند کہ مدت داخل شدن شما بسلسلہ چند سال و تعداد و مقدار خط و کتابت کہ بمن کردہ بود چہ حیثیت بجواب احقر گفت مدت داخل شدن بندہ بسلسلہ قریب دہ سال است و بعد نمودن دستہ خط ہائے کم بحضور کردہ بودم بنہایت قلیل و اندک نظر آمد بنا بر آں حضرت بر بندہ بصورت ملامت سکوت فرمودہ از یں بیقین میدانم کہ دریں خاندان از خط و کتابت کردن فیض و برکات می رسد۔

تحقیق۔ ہمچنیں است۔

حال۔ پہلے جو لکھا تھا کہ آج کل اثناء ذکر میں سانس توڑنے کو دل گوارا نہیں کرتا ہے دل چاہتا ہے کہ ایک ہی سلسلہ سے وظیفہ ختم ہو جاوے اور درمیان میں سانس نہ توڑا جاوے۔ یہ کیفیت ذکر کے وقت ہوتی ہے جب اسکی طرف خیال و دھیان رکھوں اگر بے خیال ذکر کروں تو یہ بات

نہیں ہوتی ہے اور جب ذکر خیال و دھیان کے ساتھ کرتا ہوں ایک قسم کی خفیف سی لذت معلوم ہوتی ہے جسکی وجہ سے یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے اگر خیال نہ رکھوں تو یہ کیفیت و لذت جاتی رہتی ہے اور بہت وساوس آتے ہیں اور بلا اختیار دیر کے بعد سانس بند ہونے پر اور اسوقت سانس اختیار سے نہ لینے پر کچھ تکلیف ہوتی ہے لیکن بعد اسکے کوئی اثر دل پر معلوم نہیں ہوتا ہے بلکہ دل شادان و فرحان رہتا ہے اور اول سے آج کل سانس کی مقدار کچھ بڑھ گئی پہلے کبھی ایکدم سے ذکر اسم ذات کا رفتاری سے ۱۰۰ تک کر لیتا آج کل ڈیڑھ سو اور دو سو تک کر لیتا ہوں تکلیف نہیں ہوتی

تحقیق۔ پہلے یہ پوری بات نہ لکھی تھی اب جواب دیتا ہوں کہ اس سے کچھ ضرر نہیں اور سبب اس کا میری رائے میں پھیپھڑے کا ضعف ہے کسی طبیب سے مشورہ لو۔

حال۔ یہ کیا حالت ہے کہ میں کبھی کبھی مؤدب غلام کی طرح جیسے منیب کے سامنے خوفناک ترسان اور فرماں برداری کے منتظر غلطی خطاکاری سے ندیم ایسی ہی حالت میری باخدا ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی ناز نخرہ کی باتیں جیساکہ باپ بیٹے میں ہوتی ہیں ویسی ہی میں بھی کرتا ہوں۔

تحقیق۔ پہلی حالت ہیبت دوسری انس کہلاتی ہے۔ انس میں انبساط کو حد ادب سے نہ گذرنے دیا جاوے کہ بعض اوقات عتاب کا سبب ہو جاتا ہے۔

حال۔ ایک دفعہ یہ کہا کہ خدا اگر کسی لباس میں مجھ سے تنگی کرے تو میں ہرگز وہ لباس تازندگی نہیں پہنونگا اور کہونگا کہ غنی ہوکر فقیر کو کیوں نہ دیا وغیرہ۔

تحقیق۔ یہ ادب سے متجاوز ہے۔

حال۔ بزرگان دین کی حالت دیکھنے سے اور اپنی حالت کو موازنہ کرنے سے اسوقت خیال ہوتا ہے کہ اس ناقابل کی اصلاح ہونا مشکل ہے۔

تحقیق۔ یہ خیال غلط ہے خطاب اصلاح کا عام ہے اور بدون قابلیت خطاب نہیں ہوتا۔

حال۔ جیسا قصد تسہیل میں ارشاد حضرت ہے بخوبی نباہ کرتا ہوں اور جیسا یقین ہے وہ حضرت پر بخوبی روشن ہے۔

تحقیق۔ ایسا مبہم نہ لکھنا مجھکو کیسے روشن ہو سکتا ہے۔

حال۔ صرف نوکری سے مجبور ہوں ورنہ حاضر خدمت شریف ہوکر بیعت ہوتا مگر مجبوری ہے۔

۹۰

آپ دعا فرمایئے تاکہ پنشن قریب ہے اور نام بھی لکھا گیا ہے امید ہے کہ پنشن ہو جاویگی۔ اور آپ اللہ کے واسطے بیعت کر لیجئے گا دل کو بغیر بیعت تسلی نہیں ہوتی ہے بیعت ہونے سے خاص تعلق ہو جاویگا اور جو کچھ آپ پڑھنے کیلئے ارشاد فرماوینگے اُس سے بہت نفع کی امید ہوگی اسی وجہ سے آپ کو بار بار تکلیف دیتا ہوں اور اپنے جملہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ بیعت فرما لیجئے گا تاکہ دل کو اطمینان ہو جاوے۔

تحقیق۔ اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ آپ مجھسے زیادہ مصلحتیں جانتے ہیں آپ کو کیا معلوم اگر بیعت نہ کرنے میں اس سے زیادہ مصلحتیں ہوں۔

حال۔ عرض یہ ہے کہ موت کا خوف اسقدر غالب ہو گیا کہ بیٹھنے سے اُٹھنے کی امید نہیں ہوتی اور اُٹھنے سے بیٹھنے کی امید نہیں ہوتی ہے۔ ہر صبح کے وقت شدت سے یہ خوف ہوتا ہے کہ آج کیا حال مجھپر گذریگا اب کسوقت موت آجاویگی غرض یہ خوف تمام اوقات میں ہوتا رہتا ہے اور آخرت کی طرف خیال کرنے سے بہت ہی زیادہ خوف ہوتا ہے کہ کس طرح ان امور سے نجات ملے گی اگر میرا یہ خوف قابل علاج ہو تب علاج فرماویں اور دعا فرماویں خدا تعالیٰ دنیا و آخرت کی سب آفات سے نجات بخشیں اور میرے دل سے ان امور کا خوف دفع فرماویں اور اسکے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی محبت و انس عطا ہو اور میرے لئے جو کچھ نافع و مناسب ہو عنایت فرماویں۔

تحقیق۔ میرے رسالہ شوق وطن کا مطالعہ کریں اس سے تعدیل ہو جاوے گی۔

حال۔ حضور میرے امراض باطنی کی اصلاح کی ذمہ داری فرماویں تاکہ بندہ بھی حضور سے اسی طرح فیضیاب ہو جیسے کہ آج ہزارہا بندۂ خدا حضور کے برکات و فیض سے مشرف ہو رہے ہیں۔

تحقیق۔ اصلاح کی ذمہ داری کون کر سکتا ہے ہاں طریق اصلاح کی تعلیم کا وعدہ تو ذمہ داری کیسے ہو سکتی ہے۔ مگر اس تعلیم کے لئے وعدہ لینے کی کیا حاجت ہے کیا بدون وعدہ مجھکو تعلیم سے انکار ہے۔

حال۔ احقر کی فی الحال یہ حالت ہے اگر کوئی بات کسی سے کروں تو ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے میری اس بات میں کوئی قسم کا کذب و غیبت تو نہیں بلکہ اس خیال سے بعض وقت بعض بات رک جاتا ہوں مجھے یہ حالات یہاں آنے سے پہلے ہی تھے مگر اسوقت اکثر اوقات تاویل کرکے

کرلیتا تھا اب تاویل کرنا برا بہت معلوم ہوتا ہے علی ہذا بعض وقت حالات لکھنے میں بھی کذب کا خوف ہوتا ہے اور لکھنا موقوف کردیتا ہوں چونکہ حالات بعض وقت مشتبہ رہتے ہیں اور بعض حالات تھوڑی دیر رہتے ہیں ان صورتوں میں زیادہ خیال کذب کا ہوتا ہے لہٰذا اکثر حالات نہیں لکھتا ہوں جو مناسب ہو ارشاد فرماویں۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ بہت اچھا حال ہے حالات لکھنے ضرور ہیں مگر اپنے نزدیک احتیاط کرلیجائے

حال۔ عرض یہ ہے کہ خادم کی اوقات بسری صرف حجامت بنانے پر ہوتی ہے اور اس وقت کا فیشن یہ ہے کہ فیصدی ۹۰ مسلمان ڈاڑھی منڈاتے ہیں گو اب تک میں نے مسلمانوں کی ڈاڑھی مونڈنے سے احتراز کیا اور اب بھی برا سمجھتا ہوں ایسے لوگوں کی حجامت میرا لڑکا بنایا کرتا تھا مگر قریب ایک ماہ کے ہوا کہ وہ بمبئی بلا میری اجازت چلا گیا ہے اب اگر میں اس پر عمل کرتا ہوں کہ لوگوں کی ڈاڑھی نہ مونڈوں تو دوکان پر کوئی آتا نہیں اور نہ کچھ ملتا ملاتا ہے دوکان کا کرایہ الگ للعہ ر ماہوار چڑھتا جاتا ہے گذر اوقات تک کیلئے تو ملتا نہیں کرایہ کہاں سے دیا جاوے۔ ایسی صورت میں میرے لئے کیا حکم ہوتا ہے آیا ایسی حالت میں میرے لئے ڈاڑھی مونڈنا جائز ہے یا نہیں جیسا حکم حضور فرماویں عمل میں لاؤں۔

تحقیق۔ بہت سوچنے کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ اگر طبیعت میں پختگی ہے تو اللہ کے نام پر ایسے لوگوں سے صاف انکار کردیا کرو۔ رازق حق تعالیٰ ہے اور اگر طبیعت میں خامی ہے تو اپنے کو گنہگار سمجھ کر یہ کام کرتے رہو اور روزانہ نہایت عاجزی کے ساتھ توبہ اور یہ دعا کیا کرو کہ اللہ اس سے نجات دے۔

حال۔ خادم نے تخفیف مالگذاری کی غرض سے جو کہ بندوبست حال میں سخت اضافہ ہوگیا ہے عدالت بالا میں اپیل کیا تھا اور اپیل سے قبل بطور استخارہ جناب والا سے بھی اجازت حاصل کی تھی اور خود بھی دعاء استخارہ کے عمل سے اطمینان حاصل کرلیا تھا لیکن مقدمہ اپیل مذکور میں خلاف حکم ہوا یعنی اپیل ڈسمس ہوگیا لہٰذا جمع مجوزہ سابق میں کمی نہیں ہوئی لیکن قلب کا تقاضا ہے کہ پھر مرافعہ ثانی کیا جاوے۔

تحقیق۔ ضرور اور نتیجہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہو ورنہ تیس برس تک حسرت رہیگی اور مرافعہ سے ارمان تو نکلجاویگا۔ حدیث میں ہے کہ اول کوشش کرو فان غلبک امر فقل حسبی اللہ او نحوہ۔

(باقی آئندہ)

بخلاف اسکے جب یہ کہا جائے کہ صوفیہ صوف کے پہننے کے سبب نام رکھ لیا ہے تو دعویٰ سے دور ہوگا اور جو چیز دعوی سے زیادہ دور ہو وہی اُن کے لائق حال ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ صوف کا پہننا اُن کے ظاہری حال پر ایک حکم ظاہر ہے اور ان کے کسی حال یا مقام کی طرف اُن کو منسوب کرنا (جیسا دوسری وجوہ میں ہے) حکم باطن ہے اور ظاہر پر حکم کرنا زیادہ موافق اور بہتر ہے پس یہ کہنا کہ اُن کا نام صوفیہ صوف پہننے کے سبب رکھا گیا تواضع اور فروتنی سے زیادہ قریب اور لائق تر ہے اور یہ بھی لگتی ہوئی بات ہے کہ کہا جائے کہ ہرگاہ ان لوگوں نے افسردگی اور گمنامی اور تواضع اور انکسار اور اوجھل[۱] اور آڑ کو اختیار کیا ہے تو وہ ایسے ہی ہو گئے جیسے صوفہ یعنی پھٹے پرانے لتے جنکو پھینک دیا جاتا ہے اور کوئی اُن کو نہیں پوچھتا اور نہ اُن کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے تو صوفہ کی نسبت سے صوفی کہدیا جاوے جیسے کوفہ کی نسبت سے کوفی کہا جاتا ہے اور یہ وہ ہے جو بعضے اہل علم نے بیان کیا ہے اور جو معنی اسمیں مقصود ہیں وہ قریب اور اشتقاق کے مناسب ہے اور ہمیشہ سے صالحین اور زہاد اور متقین اور عباد کو صوف ہی کا لباس مرغوب اور مطبوع رہا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں تو آپ صوف کا جبہ پہنے ہوئے تھے اور صوف ہی کی ازار بھی اور چادر بھی صوف ہی کی تھی اور کلاہ بھی صوف کی تھی اور آپ کی جوتیاں غیر مذبوحہ گدھے کی کھال کی تھیں اور بعضوں نے کہا صوفیہ اسلئے نام رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے صف اول میں ہیں اپنی علو ہمت سے اور اللہ تعالیٰ کی حضور میں ہیں بدل و جان حاضر رہنے سے اور اسکے سامنے اپنے اسرار باطن کے ساتھ کھڑے ہونے سے اور بعضوں نے کہا یہ اسم دراصل صفوی تھا پھر وہ ثقیل سمجھا گیا اور صوفی بنا لیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صوفیہ نام صفہ کی نسبت سے رکھا ہے جو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فقرا و مہاجرین کیلئے مخصوص تھا جنکے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض الآیۃ یعنی اُن فقرار کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں روکے گئے ہیں زمین میں چلنے کی طاقت نہیں رکھتے اور یہ توجیہ ہر چند اشتقاق لغوی کی صورت سے ٹھیک نہیں ہے مگر مضمون کے لحاظ سے صحیح ہے اسواسطے کہ صوفیہ کا حال اُن کے حال کے مشابہ ہے بایں وجہ کہ وہ باہم جمع اور ملے جلے ایک دوسرے سے صحبت رکھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت میں

[۱] یعنی مستوریت ۱۲ منہ

۷۱

جیسے اصحاب صفہ تھے جو چار سو آدمی کے قریب تھے مدینہ میں نہ ان کے گھر تھے نہ کنبے قبیلے مسجد میں بیٹھے رہتے تھے جیسے اگلے پچھلے زمانہ میں صوفیہ کا گوشوں اور خانقاہوں میں اجتماع رہا ہے۔ اور وہ نہ کھیتی کیاری کرتے نہ دودھ کو دینے والے جانور پالتے اور نہ بیوپاری تھے دن کو لکڑیاں جمع کرتے اور گٹھلیاں پیس رکھتے اور رات کو عبادت اور کلام اللہ کے سیکھنے اور تلاوت میں مشغول ہوتے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غمخواری کرتے اور لوگوں کو ان کی غمخواری پر برانگیختہ فرماتے تھے اور ان کے پاس بیٹھتے اور ان کی ساتھ کھاتے تھے اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ یعنی اور مت نکال ان لوگوں کو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی ذات چاہتے ہیں اور یہ آیت بھی واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یعنی مقید کیجئے اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں۔ اور ابن ام مکتوم کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی عبس وتولی ان جاءہ الاعمی یعنی تیوری چڑہائی اور منہ پھیر لیا اس سے کہ ان کے پاس اندھا آیا اور وہ اہل صفہ سے تھے تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے باعث شکایت کیگئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان لوگوں سے مصافحہ فرماتے تو ان کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ نہ کھینچا کرتے اور ذی مقدور لوگوں پر ان کو بانٹ دیتے کسی کے ساتھ تین اور کسی کی ساتھ چار بھیجدیا کرتے اور سعد بن معاذ اپنے گھر میں ان میں سے اسّی آدمیوں کو لیجاتے اور کھانا کھلاتے تھے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ہر آئینہ ستر آدمی اہل صفہ سے دیکھے ہیں کہ وہ ایک کپڑے سے نماز پڑھتے تھے بعضے ان میں کے ایسے تھے کہ کپڑا ان کے زانو تک نہیں پہونچتا تھا تو وہ جب رکوع میں جاتے ہاتھ سے پکڑ لیتے کہ مبادا انکا اندام شرم کھلجائے بعضے اہل صفہ نے کہا ہم ایک جماعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ چھواروں نے ہمارے پیٹ جلادیئے (یعنی بوجہ گرم ہونے کے) یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی اور منبر پر چڑھے بعد ازاں فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو کہتے ہیں کہ چھواروں نے ہماری پیٹ جلادیئے کیا تم نہیں جانتے کہ یہ چھوارے مدینہ والوں کا کھانا ہے اور ہر آئینہ اہل مدینہ نے ان سے ہماری خدمت کی اور جس چیز سے انھوں نے ہماری خدمت کی اسی سے ہم نے تمھاری خدمت کی اور مجھے اسکی قسم ہے جسکے قبضہ میں محمد کی جان ہے ہر آئینہ دو مہینے ہم

کہ رسول اللہ کے گھر میں سے دھواں نہیں اٹھا اور اُن کے پاس پانی اور کھجور کے سوا اور کچھ نہیں ہے
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا ایک روز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اہل صفہ پر کھڑے ہوئے اور اُن کی محتاجی اور مشقت اور (اس حالت پر قناعت کے
سبب) خوش دلی دیکھی تو فرمایا اے اصحاب صفہ تمھیں بشارت ہو جو تم میں سے اس صفت پر قائم
رہیگا جس پر تم آج کے دن ہو اور اس حالت کے ساتھ راضی رہیگا جو جسمیں ہے وہ ہر آئینہ قیامت
کے دن میرا رفیق اور ساتھی ہے اور کہتے ہیں کہ اہل طریق میں سے ایک گروہ خراسان میں تھا جو غاروں
میں رہا کرتے دیہات اور شہروں میں اُنکی سکونت نہ تھی خراسان میں اُنکو شکفتیہ کے نام سے
پکارتے اسواسطے کہ شکفت غار کا نام ہے بود وباش کی جگہ کے طرف ان کو منسوب کرتے تھے اور اہل شام انکو
جوعیہ کہا کرتے اور حق تعالیٰ نے اہل خیر وصلاح کا ذکر قرآن شریف میں جو فرمایا ہے تو ایک قوم کو
ابرار دوسروں کو مقربین اور ان میں سے بعض کو صابرین اور صادقین اور ذاکرین اور محبین کے نام
سے موسوم کیا ہے اور جسقدر متفرق اوصاف ان مذکورہ ناموں میں جمع ہیں صوفی کا نام ان سب کے
مشتمل ہے۔ اور یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا اور بعضوں کا قول ہے کہ تابعین
کے زمانہ میں تھا اور حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ آپنے فرمایا میں نے ایک صوفی
کو طواف میں دیکھا سو میں نے اُسکو کچھ دیا اُس نے نہیں لیا اور کہا میرے پاس چار دانگ ہیں جو مجھے
میری موجودہ حاجت کو کافی ہے اور اسکو تقویت اُس روایت سے ہوتی ہے جو سفیان سے ہے کہ
انھوں نے کہا کہ اگر ابوہاشم صوفی نہوتے تو میں ریا کے دقیقے نہ جانتا اور یہ دلیل ہے اسپر کہ یہ نام معروف
قدیم ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ نام دو صدی ہجری عربی تک مشہور نہ تھا اسواسطے کہ جناب
رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپکے اصحاب کو صحابی کے نام سے موسوم کیا کرتے بوجہ حصول شرف
صحبت رسول اللہ صلعم کے اور اسکی طرف اشارہ کرنا اور سب اشاروں سے اولیٰ اور افضل تھا اور جب
عہد رسول اللہ صلعم کا آخر ہوا تو جسنے صحابی سے علم حاصل کیا انکا نام تابعی رکھا گیا اسکے بعد جب زمانہ
رسالت بعید ہو گیا اور عہد نبوت کو عرصہ گذر گیا اور وحی آسمانی بند ہو گئی اور نور مصطفوی چھپ گیا
اور رائیں مختلف ہو گئیں اور طریقے انواع اقسام کے ہو گئے اور ہر ایک ذی رائے اپنی رائے میں منفرد ہو گیا
اور علوم کے گھاٹ ہوائے نفسانی کے میل سے گدلے ہو گئے اور متقین کی بنیادیں ہل گئیں اور زاہدین نے

عزم الٹ پلٹ ہو گئے اور جہالتیں غالب آگئیں اور حجاب اُن کے کثیف ہو گئے اور عادات طبعیہ بنسبت عبادات کی بڑھ گئیں اور وہ عادات اپنے موصوفین پر قابض ہو گئیں اور دنیا نے بناؤ سنگار کیا اور اسکے چاہنے والے بڑھ گئے تو ایسے وقت میں) ایک گروہ اُن سب سے جدا ہو کر اعمال صالح اور احوال روشن اور صدق عزیمت اور قوت دین میں ممتاز ہو گئے اور دنیا اور اسکی محبت میں اُنھوں نے کم رغبتی کی اور گوشہ نشینی اور تنہائی کو غنیمت جانا اور اپنے نفوس کے لئے گوشے اختیار کئے جنمیں وہ کبھی مل بیٹھتے تھے اور کبھی جدا ہو جاتے اہل صفہ کے اقتدا میں اور اسباب کے تارک ہو گئے رب الارباب کیطرف منقطع ہو کر پس اُن کے لئے نیک اعمال مثمر احوال روشن ہو گئے اور علوم کے قبول کے لئے اُن کے فہم میں صفا آگئی اور (اس متعارف) زبان کے بعد اُن کے لئے ایک اور زبان (کامل) اور عرفان (عام) کے پیچھے ایک اور عرفان (خاص) اور ایمان (عام) کے بعد ایک اور ایمان (خاص) ملا جیسا کہ حارثہ نے کہا تھا صبح اٹھا میں سچا مومن ہو کر جبکہ ایمان میں انکو ایک اور مرتبہ اسکے علاوہ مکشوف ہوا جسکا وہ پہلے مشاہدہ کرتے تھے تو اسکے اقتضا سے ان لوگوں کو بہت سی علم حاصل ہوئے جنکو وہ پہچانتے ہیں اور بہت سے اشارات حاصل ہوئے جنکا وہ مشاہدہ کرتے ہیں پس اُنھوں نے اپنی ذات کیلئے خاص اصطلاحیں تجویز کیں جو ان معانی کی طرف اشارہ کرتی ہیں جنکو یہ حضرات پہچانتے ہیں اور جو ان احوال کو ظاہر کرتی ہیں جنکو وہ پاتے ہیں پس اُن اصطلاحات کو متاخرین نے قدما سے اخذ کیا یہاں تک کہ وہ ہر ایک عہد اور زمانہ میں ایک امر مستمر اور خبر مستقر ہو گئی تو یہ نام ان لوگوں میں پھیل گیا اور اُس کے ساتھ خود بھی موسوم ہوئے اور دوسروں کا بھی نام رکھا پس یہ اسم اُن کی نشانی ہے اور علم باللہ اُن کی صفت ہے اور عبادت اُن کا زیور ہے اور تقویٰ اُن کا لباس ہے اور حقیقت کے حقائق اُن کے اسرار ہیں کنبے اور قبیلوں سے یکسو ہیں فضیلتوں سے موصوف ہیں غیرت کے قبوں میں رہنے والے اور حیرت کے گھروں میں بسنے والے ہیں گھڑیوں کے ساتھ (یعنی ہر گھڑی) اُن کے لئے فضل الٰہی سے ترقی ہے اور اُن کے شوق کی آگ شعلہ زن ہے اور ہل من مزید کہہ رہی ہے اے اللہ ہمکو انکے گروہ میں اٹھا اور اُن کے حالات ہمارے نصیب کر واللہ اعلم۔

(باقی آئندہ)

۳۴۷

اور کھانے میں پھونک نہ مارے اسواسطے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کی ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ کھانے میں پھونکنا برکت کو دور کرتا ہے اور عبد اللہ بن عباس نے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ کھانے میں پھونکتے تھے اور نہ پینے کی چیز میں اور نہ آپ
کبھی برتن میں سانس لیتے تھے کیونکہ یہ ادب میں سے نہیں ہے اور سرکہ اور ساگ سبزی دسترخوان پر
سنت ہے کہا گیا ہے کہ ملائکہ دسترخوان پر نازل ہوتے ہیں جب کہ اسپر سبزی ہوتی ہے ام سعد رضی اللہ
عنہا نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور میں ان کے
پاس تھی سو آپنے فرمایا کہ کچھ صبح کا ناشتا ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس روٹی اور چھوارے
ہیں اور سرکہ ہے تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا سرکہ بہت اچھا لگاون ہے الٰہی سرکہ میں برکت دیجئے
کہ وہ انبیا کا جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں لگاون تھا اور جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہیں اور کھانے
چپ نہ بیٹھے کہ یہ عجمیوں کی سیرت ہے اور گوشت اور روٹی کو چھری سے نہ کاٹے کہ اسمیں نہی اور ممانعت
آئی ہے اور کھانے سے اپنے ہاتھ کو نہ روکے جب تک کہ تمام جماعت نہ کھا چکے کہ ہر آئینہ ابن عمر رضی اللہ
عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دسترخوان بچھایا جاوے
تو کوئی شخص نہ اٹھے جب تک کہ دسترخوان نہ اٹھایا جائے اور نہ کوئی اپنا ہاتھ کھینچے اگرچہ پیٹ
بھر گیا ہو یہانتک کہ قوم فارغ ہو جائے اور چاہیے کہ بہلانے کے طور پر کھاتا رہے اسواسطے کہ بعض
آدمی اپنے پاس کے بیٹھنے والے سے شرما جاتا ہے اور اپنا ہاتھ روک لیتا ہے اور ممکن ہے کہ ابھی اسکو
کھانے کی حاجت ہو اور جب روٹی رکھی جاوے تو دوسری چیز کا انتظار نہ کرے اسواسطے کہ ہر آئینہ
ابو موسیٰ اشعری رضی سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روٹی کی تعظیم کرو
اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے (روٹی دیتے ہیں) تمہارے لئے برکات آسمان اور زمین اور لوہے اور
میل اور بنی آدم کو مسخر اور تابع کر دیا ہے اور احسن ادب اور اہم ادب سے یہ ہے کہ کھانا نہ کھاوے
مگر جبکہ بھوک لگے اور کھانا کھانا بند کر دے پہلے اس سے کہ پیٹ بھرے کہ ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آدمی نے کوئی برتن ایسا نہیں بھرا جو اسکے پیٹ سے زیادہ بدتر ہو اور
صوفیہ کی عادت سے ہے کہ خادم کو لقمہ دے جبکہ وہ مجلس میں قوم کیساتھ نہ بیٹھا ہو اور یہ سنت سے ہے
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہا کہ حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب

تم میں سے کسی کے پاس اُس کا خادم کھانا لائے تو اگر اُسکو ساتھ نہ بٹھلاوے تو اُسکو ایک یا دو لقمے ہی دیدے۔ اس واسطے کہ اُس نے اُسکی گرمی اور دھوئیں کو برداشت کیا ہے۔ اور جب کھانے سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ ابو سعیدؓ نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھا چکتے تو کہتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کھانا کھایا اور کہا الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ تو اُسکے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور خلال کرے کہ ہر آئینہ روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تخللوا فانہ نظافۃ والنظافۃ تدعوا الی الایمان والایمان مع صاحبہ فی الجنۃ یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا خلال کرو تم اسواسطے کہ وہ نظافت ہے اور نظافت یعنی صفائی ایمان کی طرف بلاتی ہے اور ایمان صاحب ایمان کیساتھ بہشت میں ہے اور اپنا ہاتھ دھووے اسواسطے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی سوئے اور اُسکے ہاتھ میں چکنائی لگی ہو جسکو نہ دھویا ہو پھر اسکو کچھ اذیت پہونچے[۵۱] پس وہ ملامت نہ کرے مگر اپنے نفس کو۔ اور ایک طشت میں سب ہاتھوں کا دھونا سنت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طاسوں کو لبریز کرو اور چھلکاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ اور آنکھوں کا مسح ہاتھ کی تری سے[۵۲] مستحب ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم وضو کرو تو اپنی آنکھوں کو پانی پلاؤ یعنی تر کرو اور اپنے ہاتھوں کو نہ جھاڑو اسواسطے کہ وہ شیطان کی مورچھل ہیں ابو ہریرہ سے پوچھا گیا کہ وضو اور غیر وضو میں کہاں وضو میں اور غیر وضو میں اور ہاتھ کے دھونے میں اپنے ہاتھ کے اندر اشنان اور صابون لے اور خلال کرنے میں جو کچھ دانتوں سے خلال کے ساتھ نکلے گلے کے نیچے نہ اُتارے لیکن جو کچھ زبان کے سہارے سے نکلے اُس کا مضائقہ نہیں کہ نگل جائے اور کھانا کھانے میں تصنع اور بناوٹ سے پرہیز کرے اور اس کا کھانا جماعت کے اندر ایسا ہی ہو جیسا کہ وہ تنہائی میں کھاتا ہے اسواسطے کہ ریا اور دکھلاوٹ بندہ پر ہر شئے میں داخل ہوتی ہے بعض علما کے سامنے بعض عابد کا وصف کیا گیا تو عالم نے اُسکی ثنا نہیں کی اُس سے کہا گیا کہ آپ اُس میں کوئی ناجائز بات جانتے ہیں کہا ہاں میں نے اُسے دیکھا کہ کھانے میں تصنع کرتا ہے اور جس نے

[۵۱] یعنی کوئی جانور وغیرہ کاٹ کھائے ۱۲ منہ

[۵۲] یعنی تر ہاتھ آنکھوں پر پھیر لے ۱۲ منہ

کھانے میں تصنع کیا تو عمل میں تصنع کرنے سے اُسپر امینی نہیں یعنی ممکن ہے کہ عمل میں بھی تصنع کرے اور اگر اکل حلال ہو تو چاہیے کہ کہے الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وتنزل البرکات اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد اللھم اطعمنا طیبا واستعملنا صالحا اور اگر کھانا شبہ کا ہو تو کہے الحمد للہ علی کل حال اللھم صل علی محمد ولا تجعلہ عونا علی معصیتک اور اگر شبہ کا کھانا کھانے کا اتفاق ہو جاوے تو) چاہیئے کہ کثرت سے استغفار اور حزن کرے اور (اس) اکل شبہ پر گریہ کرے اور ہنسے نہیں اسواسطے کہ جو شخص کھاتا ہے اور روتا ہے وہ اُسکے برابر (جرم میں) نہیں ہے جو کھائے اور ہنسے اور کھانا کھانے کے بعد پڑھے قل ھو اللہ احد اور لایلاف قریش اور کسی قوم کے پاس کھانا کھانے کے وقت نہ جائے اسواسطے کہ ہر آئینہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ایسے کھانے کی طرف جائے جسکے لیئے وہ نہ بلایا گیا ہو تو وہ شخص فاسق ہو گیا اور حرام کھانا کھایا اور ہے دوسرے لفظ سنے ہیں دخل سارقا وخرج مغیرا یعنی وہ سارق بنکر داخل ہوا اور لوٹیرا ہو کر خارج ہوا۔ مگر اُس صورت میں کچھ حرج نہیں کہ اُس کا آنا ایسی قوم کے پاس ہو جنکے ساتھ کھانا کھانے سے اُن کی فرحت معلوم ہو اور آدمی کا اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازہ تک جانا مستحب ہے اور مہمان بلا اجازت صاحب خانہ کے نہ جاوے اور میزبان تکلف سے اجتناب کرے مگر اسوقت مضائقہ نہیں کہ اُسکی نیت کھانے میں زیادہ خرچ کرنے کی ہو اور شرم اور تکلف سے یہ بات نہو اور جب کسی جماعت کے پاس مہمان ہو کر کھانا کھائے تو اگر نماز مغرب کے بعد کھانا ہو تو (بحالت روزہ) یہ کہے افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ یعنی خدا کرے روزہ دار تمھارے یہاں روزہ افطار کیا کریں اور ابرار لوگ تمھارا کھانا کھایا کریں اور فرشتے تمھارے اوپر درود بھیجیں اور یہ بھی روایت ہے علیکم صلوۃ قوم ابرار لیسوا باثمین ولا فجار یصلون باللیل ویصومون بالنھار یعنی تمھارے اوپر دعا ہو اُس قوم ابرار کی جو گنہگار نہیں ہیں اور نہ فاجر ہیں رات کو نماز پڑھتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں بعضے صحابہ یہ کہا کرتے تھے اور منجملہ ادب کے یہ بات ہے کہ اُسکے لیئے جو کھانا پیش کیا جاوے اُس کا استحقار نہ کرے یعنی حقیر نہ سمجھے اور بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے کہ ہم نہیں جانتے کہ انمیں سے کون شخص زیادہ گنہگار آیا وہ شخص جو اُسکی حقارت کرے اوسکے سامنے کھانے کیلیئے لایا جاوے یا وہ شخص جو اُس چیز کی حقارت کرے

جو اسکے پاس ہو کہ اُسے پیش کرے[۱] اور طعام مباہات و نمود کا کھانا مکروہ ہے اور اسی طرح جو کھانا بیاہ شادی اور غمی میں تکلف پکایا جاتا ہے پس جو کھانا نوحہ کرنے والوں کے لئے تیار ہوتا ہے نہ کھایا جائے اور جو اہل ماتم پرسی کے لئے تیار ہو اسکا کھانا (اہل تعزیت کیلئے جب وہ پردیسی ہوں) مضائقہ نہیں ہے اور اسی طرح جو اُسکے قائم مقام ہو[۲] اور جب ایک شخص اپنے بھائی کے حال کو جانتا ہو کہ وہ اسکے بے تکلفی سے خوش ہوتا ہے تو کسی کھانے کی چیز میں تصرف کرے تو کچھ حرج نہیں ہے کہ اُس کے کھانے میں سے بغیر اُسکی اجازت کے کھاوے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے او صدیقکم - روایت ہے کہ سفیان ثوری کے پاس ایک جماعت آئی اور اُن کو موجود نہ پایا تو انھوں نے دروازہ کھولا اور دسترخوان بچھایا اور کھانا کھایا پھر سفیان آئے اور خوش ہوئے اور کہا تم نے مجھکو سلف کی اخلاق یاد دلادئے کہ وہ ایسے ہی تھے اور جو شخص کھانے کیلئے بلایا جاوے تو اجابت اُسکی سنت ہے اور اسمیں زیادہ تاکید والا ولیمہ ہے اور کبھی بعض لوگ دعوت سے غرور کے سبب تخلف کرتے ہیں اور یہ خطا ہے اور جو یہ بات بناوٹ اور ریا سے ہو تو وہ تکبر سے کم ہے - روایت ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کا ایک ایسی مساکین کی قوم پر گذر ہوا جو راستوں پر لوگوں سے سوال کرتے ہیں اور انھوں نے زمین پر ٹکڑے روٹیوں کے پھیلا رکھے تھے اور آپ ایک خچر پر سوار تھے سو جب آپ اُن پر گذرے تو اُن سے سلام علیک کی اور انھوں نے وعلیکم السلام کہا اور عرض کی کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے کھانا حاضر ہے آپنے فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ متکبرونکو دوست نہیں رکھتا پھر اپنی ران کو پھیرا اور اپنی سواری سے اُترپڑے اور زمین پر اُن کی ساتھ بیٹھے اور اُن کے ساتھ کھانے لگے پھر اُن کو سلام کیا اور سوار ہو گئے اور کہا جاتا تھا کہ بھائیوں کے ساتھ کھانا کھانا کنبے کے ساتھ کھانا کھانے سے افضل ہے - روایت ہے کہ ہارون رشید نے ابی معاویہ نابینا کو بلایا اور حکم دیا کہ اُن کے لئے کھانا لایا جاوے پھر جب وہ کھانا کھا چکے تو رشید نے اُن کے ہاتھوں پر طشت میں پانی ڈالا پھر جب وہ فارغ ہوئے تو کہا یا ابا معاویہ تم جانتے ہو کہ تمھارے ہاتھ پر کس نے پانی ڈالا کہا نہیں کہا کہ امیر المومنین نے کہا اے امیر المومنین صرف بات یہ ہے کہ تم نے علم کا اکرام و اعزاز و اجلال کیا اللہ تعالیٰ تمھارا اجلال کرے اور تمھارا اکرام کرے جیسا کہ تمنے علم کا اکرام کیا -

[۱] مطلب یہ کہ میزبان اگر کسی کھانے کو حقیر سمجھکر پیش نہ کرے یا مہمان کسی پیش کئے ہوئے کھانے کو حقیر سمجھے دونوں گنہگار ہیں خواہ یہ زیادہ ہو یا وہ زیادہ ہو ۱۲ ۔ [۲] شاید یہ مطلب ہو کہ جو چیز کھانے کے قائم مقام ہو مثلاً استعمال کی چیزیں یا یہ مطلب ہو کہ اہل ماتم کے قائم مقام ہو مثلاً اُن کے چولھے کا شریک ہو گو وہ اہل غم میں سے نہیں ۱۲ منہ -

(باقی آئندہ)

شوہر ان مصارف میں سے جتنے کا متحمل ہوجاوے اُس کا احسان ہے اور شوہر کی شان کے لائق
بھی یہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ وسعت دے تو بی بی کو کہ اُس کے لیے سرمایہ راحت ہے راحت پہونچانے
میں دریغ نہ کرے۔ مگر عورت کو بھی مناسب نہیں کہ اس راحت پہونچانے کا یہ صلہ کرے کہ اُسکو کلفت
پہونچاوے۔ واقعی ان عورتوں کی فضول خرچیوں کی بدولت بالخصوص پان اور لباس آرائش
اور رسوم تقریبات میں مسلمان پنپنے نہیں پاتے۔ اور ان کے گھر کو جائداد کو تجارت کو گھن سا لگ رہا
ہے۔ کہ آہستہ آہستہ بالکل خاتمہ ہوجاتا ہے بلکہ ان اخراجات کی بدولت دنیا کی ساتھ انکا
دین تک برباد ہوتا ہے ملازم مردونکی رشوت کے زیادہ حصہ کی ذمہ دار یہی فضول خرچیاں
ہیں۔ ورنہ اکثر گھروں میں دنیا کی بھی رونق رہے اور مردوں کا تقویٰ بھی محفوظ رہے بلکہ اگر ذرا
عورت مضبوطی اختیار کرے تو مردوں کو بمجبوری متقی بننا پڑے۔ بہت نظائر ایسے موجود ہیں
کہ عورتوں نے مردوں پر زور دیا کہ اگر تم رشوت نہ چھوڑوگے تو ہم تمھاری کمائی کا کھائینگی
نہیں ادہر مرد و عورت کا تعلق ادہر اس خلوص کی برکت مجموعہ کا اثر یہ ہوا کہ مردوں کو رشوت سے
توبہ کرنا پڑی۔ ایک کوتاہی عورتوں کی طرف سے یہ ہے کہ بری کے جوڑے انبار کا انبار اُن کے
صندوقوں میں ذخیرہ رہتا ہے پھر بھی روزانہ شوہر سے جوڑے بنوانے کی فرمایش کیجاتی ہے سو
سمجھ لینا چاہیے کہ شوہر کے گھر کے جوڑے جب تک موجود رہیں اسوقت تک شوہر کے ذمہ نیا جوڑہ
بنانا واجب نہیں اور یوں وہ بنا دے اس کا احسان ہے اسی طرح اکثر عورتوں کو اکثر بیکار چیزونکی
بیحد حرص اور دہاند ہے کہ خواہ ضرورت بھی نہو بس پسند آنیکی دیر ہے۔ کہ فوراً ہی خرید لیتی ہیں
اور ذخیرہ کرتی چلی جاتی ہیں۔ پھر لطف یہ کہ نہ وہ کام میں آتی ہیں نہ اُن کی حفاظت کرتی ہیں
یوں ہی ضائع جاتی ہیں تو اس طرح سے خاوند کے مال کو اڑانا قیامت میں موجب باز پرس ہے
حدیث المرأة راعية في بيت زوجها الخ میں اسکی تصریح ہے علیٰ ہذا عید بقرعید کیلئے یا تیوہار
شرکت کیلئے مستقل جوڑہ بنانا شوہر کے ذمہ نہیں تو اُس کے مال میں سے بلا اسکی رضا کے بنانا بھی
عورت کیلئے جائز نہوگا۔ یہ تو دنیوی مصارف ہیں ان میں تو بلا رضائے شوہر اُس کا مال صرف
کرنا کہاں جائز ہوتا۔ دینی مصارف میں بھی مثلاً کسی سائل کو دینا یا کسی مسجد یا مدرسہ وغیرہ
کے چندہ میں دینا یا کسی عالم یا واعظ یا یتیم و مسکین و بیوہ و محتاج کی خدمت کرنا بھی بلا رضائے

۸۸

شوہر اسکے مال میں سے جائز نہیں نہ ایسا دیا ہوا خدا تعالیٰ کے یہاں قبول ہے۔ حدیث میں ہے
ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب۔

مشورہ۔ چونکہ ایسے مصارف دنیویہ و دینیہ کی اکثر حاجت واقع ہوتی ہے اور اکثر عورتوں کے پاس جداگانہ مال نہیں ہوتا اسلئے مردوں کو مناسب ہے کہ نفقہ واجبہ کے علاوہ حسب وسعت کچھ خرچ ایسے مواقع کیلئے جداگانہ بھی دیدیا کریں پھر اُس کا حساب نہ لیا کریں تاکہ وہ اپنی مرضی کے موافق آزادی کے ساتھ بے تکلف ایسے مصارف میں صرف کر سکیں۔ نیز شوہر کے ذمہ عورت کے مملوک زیور کی زکوٰۃ یا اُسکی طرف سے صدقہ فطر یا قربانی بھی واجب نہیں۔ سو اگر ایسی رقم اُن کو ملجایا کرے گی تو اُن واجبات کی ادا میں بھی اُنکو سہولت ہوگی لیکن چونکہ شوہر پر واجب تو ہے نہیں اگر شوہر نے نہ دیا تو عورت اپنا زیور بیچکر یہ سب حقوق اُس سے ادا کرے شوہر کے مال سے بلا اُسکی رضا کے ان عبادات میں بھی صرف کرنا جائز نہوگا خوب سمجھ لینا چاہیے عورتیں اسمیں سخت بے احتیاطی کرتی ہیں اور اس کے ناجائز ہونے کا اُنکو وسوسہ بھی نہیں آتا۔ گویا شوہر کے مال کا اپنے کو بالکل مالک سمجھتی ہیں سو یہ بنا ہی باطل ہے ان دونوں کی ملک جُدا جُدا ہے یہ شوہر کیلئے بھی ظلم ہوگا اگر عورت کے مال میں بلا اُسکی رضا کے تصرف کرے۔ اور عورت کے لئے بھی خیانت ہوگی اگر مرد کے مال میں بلا اُسکی رضا کے تصرف کرے اور رضا سے مراد سکوت کرنا یا ناراضی کا ظاہر نہ کرنا یا پوچھنے پر رضا ظاہر کرنا نہیں ہے تجربہ سے ثابت ہے کہ اکثر اوقات باوجود گرانی و کراہت کے لحاظ و شرم و مروت کے سبب بھی ایسا کیا جاتا ہے۔ رضا وہ ہے کہ قرائن قویہ غیر مشتبہ سے مالک کا طیب خاطر جزم کیساتھ معلوم ہو جاوے چنانچہ قرآن و حدیث میں اسی مادہ کا استعمال شرط جواز مال میں کیا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ھنیئاً مریئاً و قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الا لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منہ اور یہی حکم ہے چندوں اور مواریث کے متعلق کہ لحاظ سے دیدینا یا معاف کر دینا کافی نہیں طیب خاطر شرط ہے اور مواریث میں تو طیب خاطر سے معاف کرنا بھی کافی نہیں کیونکہ اعیان میں ابراء صحیح نہیں جیسا ہندوستان میں رسم ہے کہ بہنیں بھائیوں کو اپنا حصہ معاف کر دیتی ہیں بلکہ دو صورتوں

سے ایک صورت کی ضرورت ہے یا تو ترکہ میں جو چیزیں قابل تقسیم ہیں اُنکو حسا تقسیم کرکے پھر
جس وارث کا دل چاہے دوسرے وارث کو ہبہ مع القبض کرادے اور اگر اسمیں جھگڑا معلوم ہو تو
اُس دوسرے وارث کے ہاتھ اپنا حصہ بیع کردے۔ پھر زرِ ثمن خواہ معاف کردے اور یہ بہت
سہل ہے شرعاً تو اس طرح سے معاملہ صحیح ہو جاویگا پھر قانونی استحکام جس طریق سے چاہے کرلے
یہ مسئلہ کتاب المیراث کا تھا مگر یہاں استطراداً ذکر کردیا گیا ایک غلطی نفقہ کے باب میں یہ ہے
کہ بہت عورتوں کا گمان یہ ہے (اور مرد بھی اس غلطی میں عورتوں کے مبتلا رہنے کو غنیمت سمجھتے
ہیں) کہ اگر ہم مہر لے لیں گے تو پھر نفقہ میں ہمارا کچھ حق نہ رہیگا اسی وجہ سے خود مانگنا تو درکنار بعضی
خدا کی بندیاں تو مرد کے دینے پر بھی اس ڈر کے مارے نہیں لیتیں سو یہ امر بالکل غلط اور باطل ہے
وہ جدا حق ہے یہ جدا حق ہے ایک کے لینے سے دوسرا ساقط نہ ہوگا۔ اور نفقہ ہی کا ایک جزو بی بی
کو رہنے کیلئے گھر دینا ہے اسکے متعلق ایک عام غلطی میں اکثر مرد مبتلا ہیں کہ جداگانہ گھر دینا اپنے
ذمہ واجب نہیں سمجھتے ہیں اپنے عزیزوں میں عورت کو لا ڈالتے ہیں سو اسمیں حکم یہ ہے کہ اگر شامل
رہنے پر عورت بخوشی راضی ہو تب تو خیر ورنہ اگر وہ سب سے جدا رہنا چاہے تو مرد پر اسکا انتظام واجب
ہے اور یہاں بھی راضی ہونیکے معنی وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے یعنی طیب خاطر سے راضی ہو
حتی کہ اگر مرد کو قرائن قویہ سے معلوم ہوجاوے کہ وہ جدا رہنا چاہتی ہے مگر زبان سے اُسکی درخواست
نکرسکے تب بھی مرد کو شامل رکھنا جائز نہیں۔ البتہ اتنی گنجائش ہے کہ اگر پورا گھر جداگانہ دے سکے تو
بڑے گھر میں سے ایک کوٹھری یا کمرہ ایسا دیدے کہ اُسکی ضروریات کو کافی ہوسکے اور اسمیں اپنا
مال و اسباب مقفل کرکے رکھ سکے اور آزادی کے ساتھ اپنے میاں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھ اُٹھ
سکے بات چیت کرسکے یہ واجب کے ادا کرنے کیلئے کافی ہوگا۔ اور آجکل کے طبائع و واقعات کا
مقتضا تو یہ ہے کہ اگر عورت شامل رہنے پر راضی بھی ہو اور جدا رہنے سے سب اعزہ ناخوش بھی
ہوں تب بھی [illegible] رکھے اسمیں ہزاروں مفاسد کا انسداد ہے۔ اور گو اسمیں چند
روز کیلئے عزیز [illegible] کا مگر آگے [illegible] بمشاہدہ [illegible] ہونگی سب خوش ہوجاوینگے خصوص جبتک
چولہا [illegible] زیادہ [illegible] اس [illegible] سے جھگڑتی ہے فقہاء نے یہاں
فرمایا ہے کہ مرد [illegible] اگر [illegible] سے کچھ اولاد ہو دوسری بی بی کو اُسکی ساتھ بھی شامل رہنے

۹۰

مجبور نہیں کر سکتا۔ اور آجکل واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بالخصوص دوسری اولاد کی ساتھ شامل رہنا بڑے بڑے فساد ونکی جڑ ہے کہ دوسرے عزیزوں کی ساتھ اتنا فساد نہیں ہوتا۔ بعضے آدمی اسکو بڑی سعادتمندی سمجھتے ہیں کہ بی بی کو اپنی ماں کا محکوم ومغلوب بنا کر رکھیں اور اسکی بدولت بیبیوں پر بڑے بڑے ظلم ہوتے ہیں سو سمجھ لینا چاہیے کہ بی بی پر فرض نہیں کہ ساس کی خدمت کیا کرے تم سعادتمند ہو خود خدمت کرو۔ خدمت کیلئے نوکر لاؤ۔ ایک غلطی نفقہ کی متعلق وہ ہے جو اسکے قبل سرخی بقیہ احکام بعد الطلاق کے تحت میں مذکور ہو چکی ہے کہ بعض لوگ طلاق بائن کے بعد نفقہ عدت کا واجب نہیں سمجھتے سو اسکی تفصیل اسی مقام میں مذکور ہو چکی ہے اعادہ کی حاجت نہیں صرف ایک جزیہ جو اس جگہ مذکور نہ تھا ذکر کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اگر افتراق بین الزوجین کا سبب عورت کا کوئی فعل معصیت کا ہے تب اس کا نفقہ واجب نہیں مثلاً عورت کی رضامندی سے حرمت مصاہرۃ ہوگئی یا نعوذ باللہ عورت مرتد ہوگئی اور اسلیئے تفریق واقع ہوئی حرمت مصاہرۃ میں طلاق سے اور ارتداد میں بلا طلاق ان صورتوں میں نفقہ ساقط ہے البتہ مہر ساقط نہوگا جب خلوت صحیحہ سے موکد ہو چکا ہو۔ یہ سب کلام تھا بی بی کے نفقہ کے متعلق اب سمجھیے کہ بی بی کی طرح نابالغ اولاد کا بھی نفقہ باپ پر واجب ہے صرف اتنا فرق ہو کہ بی بی تو اگر مالدار بھی ہو تب بھی شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہے اور اولاد کا اسوقت واجب ہے جب وہ مالدار نہوں ورنہ خود ان کے مال میں سے صرف کیا جاویگا باپ کے مال میں واجب نہوگا۔ مثلاً ایک بچہ کی ماں مرگئی اور اس نے زیور جائداد وغیرہ چھوڑا جسمیں اس بچہ کو بھی میراث پہونچی سو جب تک یہ میراث کا حصہ باقی ہو اسوقت تک اس بچہ کا خرچ باپ کے ذمہ نہیں اگر نقد نہو باپ کو اجازت ہے کہ اسکو بیچکر اسکی ضروریات میں خرچ کرتا رہے البتہ فضولیات میں اگر صرف کریگا اپنے پاس سے بھرنا پڑیگا اور یہ مسئلہ بہت مشکلونکا حل کرنے والا اور بہت ہی بے احتیاطیوں کا بند کرنے والا ہے۔ مثلاً بہت لوگ ایسے موقع پر بچوں کا حصہ تقسیم کرکے جدا نہیں کرتے اور یوں سمجھتے ہیں کہ اس تقسیم سے ہمارا نقصان ہو کہ خرچ ان بچوں کا سب ہمارے ذمہ اور پھر اتنا مال اور الگ کردو تو ہر طرح ہم ہی خسارہ میں رہے اور اسلیئے اسکو بار سمجھتے ہیں تو اب اس مسئلہ سے یہ اشکال رفع ہوگیا کہ تمھارا اسمیں کوئی نقصان نہیں جب تک انکا حصہ خرچ نہو جاوے تمھارے ذمہ ان کا نان ونفقہ ہی واجب نہیں

۹۱

(باقی آیندہ)

رکھنا کیسا ہے اگر فی الواقعی وہ خاص موئے مبارک ہے تو کیا بے ادبی نہیں ہوتی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستہ سے گذر فرماتے تھے وہ کوچہ تین دن تک معطر رہتا تھا موئے مبارک اگر سچا ہے تو نہایت معطر و منور ہونا چاہیئے۔ امید کہ صرف اتنا اظہار فرمایا جاوے کہ اُس سے کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔

جواب۔ ایسی سند حجت نہیں بہتر یہ ہے کہ ایسی مجالس میں نہ شریک ہو اور نہ بحث و انکار کرے اور اعتقاد رکھے کہ دونوں باتوں کا شبہ ہے۔

سوال۔ آنجناب کے اوصاف حمیدہ سُنکر آج حاضر خدمت ہوا ہوں۔ میری دس سالہ جد و جہد کا فیصلہ شاید آپ کے در دولت سے ہی ہو میں نے جس کسی صاحب سے اپنی عرض کی سوائے اس کے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بڑا کافر دجال وغیرہ الفاظ استعمال کریں کبھی کوئی ثبوت نہیں دیا میرے خیالات دس سال سے اسجانب ہیں مگر آجتک میں نے بیعت نہیں کی آج آپ کو تکلیف دیتا ہوں للہ اگر کوئی ثبوت آپ کے پاس دلائل قرآنیہ سے حیات مسیح پر ہو تو تحریر فرما کر کم از کم مجھے تو اس ورطہ ظلمت سے نکالنے کی کوشش فرما کر اجر دارین حاصل کریں گے۔ ہماری نگاہیں آپ ہی کے علوم کی طرف ہیں۔

جواب۔ تحقیق میں اصول مقدم ہوتے ہیں فروع پر۔ بہ نسبت مسئلہ حیات و ممات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ نبوت مرزا زیادہ قابل تحقیق ہے اُسکو مقدم کرنا چاہیئے۔ آپکا عقیدہ نبوت مرزا کا ہے یا نہیں

سوال۔ زکوۃ اُن لوگوں پر واجب ہے جنکے پاس ۵۲ ½ تولہ چاندی یا ۷ ½ تولہ سونا۔ سال بھر تک رہا ہو۔ آہمیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ۵۲ ½ تولہ چاندی کو ۷ ½ تولہ سونے سے کیا نسبت کیونکہ فرض کیجئے۔ کہ چاندی کا نرخ فی تولہ ایک روپیہ ہے تو اُسکی قیمت صرف باون روپیہ آٹھ آنہ ہوتے ہیں اور اگر سونے کا نرخ تیس روپیہ فی تولہ ہو تو اُسکی قیمت دو سو پچیس روپیہ ہو جاتے ہیں کیا پہلے زمانہ میں مذکورہ بالا وزن سونے اور چاندی کی قیمت برابر ہوا کرتی تھی یا کوئی اور وجہ ہے۔ میں فرقہ غیر مقلد یا اہل قرآن وغیرہ میں سے نہیں ہوں بلکہ اہل سنت والجماعت سے ہوں۔ اور نہ میں احکام شریعت پر اعتراض کرتا ہوں۔ بلکہ علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ بات سمجھ میں نہ آئی اسواسطے سمجھنے کیلئے۔ آپکو لکھ رہا ہوں۔

جواب - چونکہ یہ دونوں - نوعیں خلقۃً جدا ہیں - اسلئے اُن میں نسبت ہونے کی ضرورت نہیں ہر ایک اپنے قانون میں مستقل ہے جیسے مال تجارت میں انکم ٹیکس اور اراضی میں مالگذاری اور دونوں کی مقدار میں کوئی نسبت نہیں -

سوال - ضروری عرض یہ ہے کہ ایک شخص مرد صالح ذاکر شاغل نے خواب میں اپنی حقیقی خالہ سے مجامعت کرتے ہوئے دیکھا اور اُسی حالت میں اُسکو بدخوابی بھی ہوگئی - اسوجہ سے سخت پریشانی وندامت لاحق حال ہے اور قبل اسکے اپنی پھوپی حقیقی سے ایساہی واقعہ بحالت خواب پیش آیا لیکن بدخوابی نہیں ہوئی - لہذا جو کچھ تعبیر اسکی ہو اُس سے تشفی اور اطمینان بخشا جاوے تاکہ رفع انتشار وپریشانی ہو ہرچند غور کیا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی - ایک صوفی صاحب حضور صلعم کی زیارت بحالت بیداری کرادینے کو اپنی توجہ سے مدعی ہیں اور اُن کے مریدین لوگوں کو اسکی تبلیغ کرکے مرید کراتے ہیں - اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب حضور صلعم کی زیارت کرادیتے ہیں - اور اکثر سادہ لوح جلد اُن کے متبع بھی انہیں سب باتوں کو سُنکر ہوجاتے ہیں - اور بعضے اُن میں مقر زیارت بھی ہوتے ہیں کہ ہاں حضور کی زیارت کرادیتے ہیں اور بعضے مدتوں رہے وہ کہتے ہیں کہ ہمنے تو کچھ نہیں دیکھا اکثر وہ اور اُن کے مریدین شہرت کے طالب ہیں - اور ایسی ویسی باتیں اڑلیا کرتے ہیں اور شریعت کے متبع بھی نہیں ہیں آیا یہ اُنکا دیکھنا دکھانا - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعی ہوتا ہے - جیسا کہ خواب میں زیارت بعضونکو ہوتی ہے - یا محض شعبدہ ہے اور اس قسم کا تصرف ممکن ہے کہ جب چاہا جسکی زیارت کرادی اور جناب والا نے یہی ایک شخص کے سوال جواب پر حصہ دوم تربیۃ السالک صفحہ ۲۳ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ ایک قسم کا تصرف ہے آیا اس قسم کے تصرف سے زیارت نبوی نفس الامر میں ہوجاتی ہے یا کیا بات ہے اور یہ عمل تصرف کیونکر کرتے ہیں - اُن کے مریدین سے معلوم ہوا کہ حضور کی قبر مبارک کو مستحضر کرکے کثرت سے درود پڑھاتے ہیں اور اس قسم سے درود پڑھنے کو مستحضر کرکے اکثر لوگوں نے بطور مراقبہ لکھا ہے یہ تو کوئی تصرف نہیں ہے -

جواب - حدیث میں ہے الخالۃ بمنزلۃ الام اور اشتراک علت سے عمہ کا بھی یہی حکم ہے اور وہ علت اصل قریب کی اخوۃ ہے خواہ وہ ام ہو یا اب ہو یعنی خالہ ماں کی بہن ہے اور عمہ

کی بہن پس عمہ بھی بجائے ماں کے ہوئی۔ اور محرمہ ہونے میں بھی دونوں شریک ہیں اور ماں کے ساتھ خواب میں ایسا نظر آنا اسکی تعبیر خاکساری کا غلبہ ہے کہ زمین بوجہ اصل ہونے کے گویا ماں ہے اور مقاربت اس سے مقارنت و ملابست ہے پس یہ خواب نہایت مبارک ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دینا۔ بیداری میں یہ ایک قسم کا تصرف ہے جسکی حقیقت یہ ہے کہ عامل اپنے متخیلہ کے تصرف سے معمول کے متخیلہ سے حجب حائلہ فیما بین الرائی والمرئی کو رفع کر دیتا ہے یعنی اسکے ادراک کو مرئی کے ساتھ اس طرح متعلق کر دیتا ہے کہ وہ دوسرے مدرکات سے خالی ہو جاتا ہے اور ایسے تعلق کیلئے انکشاف لازم ہے آگے دو صورتیں ہیں۔ کبھی یہ ارتفاع واقعی ہوتا ہے اور صورۃ واقعیہ منکشف ہو جاتی ہے اور کبھی خیالی ہوتا ہے اور صورۃ خیالیہ منکشف ہوتی ہے پس اولاً اس مدعی کے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں کہ یہ صورت واقعیہ ہے ممکن ہے کہ خیالی ہو دوسرے مرتبہ اس انکشاف کا خواب سے زیادہ نہیں اور بدون اتباع کوئی امر معتبر نہیں۔ اور ایسا مراقبہ بھی ایک قسم کا تصرف ہے اپنے متخیلہ میں۔

۱۱

سوال۔ مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے فتاوے جلد دوم میں روپیہ کا منی آرڈر کے ذریعہ ارسال کرنے کو حرام لکھا ہے اور آپکا مکاتیب رشیدیہ میں چند مکتوبات میں روپیہ کا بذریعہ منی آرڈر وصول پانا لکھا ہے سو حضور سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرح سے منی آرڈر ارسال کیا جاوے تو جائز ہووے اور کس طرح سے ناجائز ہووے۔

الجواب۔ ارسال کرنے کی حرمت سے وصول کرنے کی حرمت لازم نہیں آتی علاوہ اسکے حرمت حکم ہے نفس قواعد کا قطع نظر تاویل سے اور تاویل سے جواز ہو سکتا ہے حقیقت اس تاویل کی طالب علم زبانی سمجھ سکتا ہے۔

سوال۔ فتاوی رشیدیہ میں عبدالوہاب نجدی کو مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے نیکبخت آدمی حنبلی مذہب لکھا ہے حالانکہ نجدی خبیث سب علماء کے نزدیک گمراہ ہے جیسا کہ التصدیقات رفع التلبیسات میں مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے شہاب ثاقب میں بھی ایسا ہی لکھا ہو مولانا گنگوہی کے فتاوے کے مضمون کی توضیح کر کے سمجھا دویں۔ کہ کیا مطلب ہے عبارت عام فہم ہووے

الجواب۔ عبدالوہاب تو اس بدنام شخص کے باپ کا نام ہے اس کا نام محمد بن عبدالوہاب ہے

تو کیا ابن عبدالوہاب کے باب میں فتاوی رشیدیہ و التصدیقات کی عبارتیں متعارض ہیں
دوبارہ دیکھئے اگر ایسا ہے تو دونوں متعارض جواب بنا بر اختلاف روایات کے ہوسکتے ہیں یعنی جو امور
اُنکی طرف منسوب ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو وہ متہم ہے اور جس شخص کے نزدیک وہ روایات ثابت
نہیں وہ بری ہے۔

سوال - اس ہفتہ کی ڈاک سے ایک خط .... صاحب کا ..... سے میرے نام آیا ہے
جو ملاحظہ کے واسطے ملفوف ہے مسئلہ مستفسرہ کے متعلق فی الحلال - جو خلاف کوششیں ہو رہی
ہیں حضور والا خوب واقف ہیں میں تو اس کا جواب کیا لکھتا لیکن اسوجہ سے کہ اگر ..... کو
مسئلہ اچھی طرح نہ سمجھایا گیا - تو وہ اپنے خیالات کی اشاعت میں کوشش کرینگے مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ حقیقت مسئلہ سے آگاہ کر دیئے جاویں - اگر حضور والا کے نزدیک یہی مناسب ہو اور خلاف مصلحت
نہو تو مسئلہ سمجھا دیا جاوے - اگر حضور والا جواب تحریر فرماویں گے تو میں عزیز مذکور کو لکھ دونگا - کہ جواب
لکھنے پر قادر نہ تھا اپنے مقتدا سے لکھا کر بھیجتا ہوں - اگر میری درخواست خلاف مزاج حضور والا
ہو تو معاف فرمایا جاوے میں نے اپنی سمجھ کے موافق ضرورت کا اندازہ کر کے عرض کیا ہے -

جواب - جواب سے کب انکار ہے - مگر جواب مطابق سوال کے ہوتا ہے جس طرز سے انھوں نے
سوال کیا ہے ہم اُنکے جواب میں زیادہ نرمی نہیں برت سکے -

سوال - شیخ .... صاحب کے خط کی نقل کئے دیتا ہوں ممکن ہے اصل خط پڑھنے میں کچھ
دشواری ہو -

جواب - آپ میرے جواب کی بھی اُن کے پاس نقل ہی بھیجیے - اور آپکو عنوان نرم کرنے کا
اختیار دیتا ہوں میں خود نہ کرونگا -

سوال - نقل خط - مجھے ایک مسئلہ میں استصواب کرنا ہے وہ قربانی کا ہے مجھے اُس کا
مفصل اور پورا حال لکھو قربانی جانوروں کی ضروری ہے کہ نہیں کس حکم کی رو سے ہم لوگ بقر عید
میں قربانی کرتے ہیں سنت نبوی ہے یا حکم قرآنی - وہی رقم جو قربانی پر صرف ہو خیرات کیوں
نہ کیجایا کرے - حدیث اور آیات قرآنی کو مفصل لکھنا مع حوالہ کے اور بہت جلد ہر حال ہو
گائے کی قربانی سے تو اُن مسلمانوں کو جو احتراز کر سکیں -

(باقی آئندہ)

۱۲

کیونکہ لعن اللہ السارق کہنا جائز ہے۔ مگر لعن اللہ زیدا کہنا جائز نہیں گو زید سارق ہو۔ پس بحر الرائق کا
استدلال صحیح نہیں۔ اور سابعاً اسلئے کہ انھوں نے حاشیہ بحر الرائق للشامی سے استدلال کیا
ہے مگر وہ صحیح نہیں کیونکہ علامہ شامی نے رد المحتار میں بنا بر مذہب معتمد اُسکے عدم جواز کی تصریح کی ہے
اور یہ تصنیف اُن کے حاشیہ بحر الرائق سے موخر ہے پس اسی کا اعتبار ہوگا نہ کہ حاشیہ بحر الرائق کا
علاوہ ازیں یہ اُن کی ذاتی رائے ہے جسکا مبنے قیاس علی اللعان ہے اور پیشتر معلوم ہو چکا ہے
کہ واقعہ لعان مقیس علیہ بنائے جانے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے
کہ وہ مقیس علیہ بن سکتا ہے تو اس سے جواز لعن معین ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسمیں لعن معین معلق
ہوتا ہے۔ اور تعلیق و تنجیز کے احکام میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے لہذا تنجیز کو تعلیق پر قیاس نہیں کیا
جا سکتا پس جبکہ یہ اُن کی ذاتی رائے ہے جسکا مبنی ایک قیاس غیر صحیح ہے تو وہ مذہب معتمد کے مقابلے
میں معتبر نہیں ہو سکتی۔ یہ گفتگو تو اسوقت ہے جبکہ اسکو انکی رائے تسلیم کر لی جاوے۔ لیکن اگر یوں کہا جاوے
کہ رائے تو اُن کی مذہب معتمد کے موافق ہے یعنی وہ بھی مذہب معتمد کو معمول بہ سمجھتے ہیں لیکن چونکہ انکو
اس مذہب پر اشکال تھا جسکا دفع وہ نہیں کر سکے۔ اسلئے انھوں نے اس اشکال کو ذکر کر دیا۔ ورنہ اس سے
اُن کو مخالفت مقصود نہیں ہے تو اب معترض صاحب کا استدلال اور بھی باد ہوا ہو جاویگا اور
ظاہر احتمال ثانی ہی ہے کما لا یخفی علی من لہ معرفۃ باسالیب کلام العلماء اور ثامناً اسلئے
انھوں نے لکھا ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ لعنت علی المعین بمعنی طرد و ابعاد عن الرحمۃ کا عدم جواز مسلم
نہیں۔ یہ عدم تسلیم بلا دلیل ہے اور بلا وجہ جمہور علماء کی مخالفت جائز نہیں۔ اور تاسعاً اسلئے کہ انھوں نے
لکھا ہے۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے پس وہ لعنت جو عموماً ہمارے دیار کی عورتوں میں مستعمل ہے اس
معنی میں نہیں ہے۔ وہ صرف ایک گالی کا لفظ ہے پس اگر کسی وجہ سے کسی معین کے واسطے کہا جاوے
تو حرمت کی کوئی وجہ نہیں جسطرح حجاج کو فاسق کہنا جائز ہے اسی طرح المحروم من مراتب الابرار کہنا
بھی ہے یا یزید کے افعال پر اسکو فاسق کہنا جائز ہے۔ تو لعنت بمعنی سب و شتم کے استعمال
کرنے میں کوئی قباحت بظاہر نہیں ہے آہ یہ کلام بچند وجہ مخدوش ہے۔ اول تو اسلئے کہ خود
معترض کے کلام سابق کے معارض ہے جیسا کہ گذر چکا اور ثانیاً اسلئے کہ نصوص میں گالی دینے
کی ممانعت آئی ہے چنانچہ فرمایا ہے سباب المؤمن فسوق الی غیر ذالک پس اگر یہ

۱۱۷

محض گالی ہے تب بھی ممنوع ہے اور ثالثاً اسلئے کہ نصوص میں مطلق لعن کی ممانعت وارد ہوئی ہے
چنانچہ فرمایا ہے لعن المومن کقتلہ الی غیر ذلک اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ نہیں فرمایا کہ اگر گالی ہو تو جائز ہے اور اگر گالی نہو تو ناجائز ہے پس اسکو تاویل کرکے جائز نہیں کہا
جاسکتا۔ اب غور فرمایئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی تک پر لعنت کرنے کو
جائز نہیں رکھا (ملاحظہ ہو صحیح مسلم وغیرہ) تو وہ مومن پر لعنت کو کیسے جائز رکھ سکتے ہیں۔ اور
رابعاً اسلئے کہ حجاج اور یزید کو فاسق کہنا اگر بطور گالی کے ہے تو جائز نہیں ہوسکتا۔ اور اگر کسی
ضرورت شرعیہ سے انکی حالت ظاہر کرنے کیلئے ہے تو جائز ہے مگر اس پر لعن کو قیاس نہیں
کیا جاسکتا کیونکہ اسکی ممانعت منصوص ہے اور تاویل المحروم من مراتب الابرار مفید نہیں کیونکہ
معترض کو مسلم ہے کہ مومن پر جو لعنت ہوتی ہے تو وہ بمعنی اسقاط عن درجۃ الابرار ہوتی ہے
اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعن مومن سے منع فرمایا ہے۔ تو ان دونوں باتوں سے
یہ نتیجہ نکلا کہ لعنت بمعنی اسقاط عن درجۃ الابرار بھی جائز نہیں ہے اور خامساً اس لئے کہ معترض
نے کہا ہے کہ اگر کسی وجہ سے کسی معین کے واسطے کہا جاوے تو حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے اچھا
صاحب اگر حرمت کی کوئی وجہ نہیں تو کیا آپ ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم آپ پر یا آپکے اور
بزرگوں پر لعنت کیا کریں یقیناً آپ اسپر راضی نہونگے تو پھر دوسرے مسلمانوں نے کیا قصور کیا ہے
کہ ان کے لئے لعنت کو جائز رکھا جاتا ہے آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند یہاں تک نمبر تاسع
ختم ہوگیا اور عاشراً اسلئے کہ معترضین کہتے ہیں ہمارے اس قول کی تائید علامہ سعد الدین تفتازانی کا
مشہور قول لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ وانصارہ کرتا ہے آہ دیکھئے کتنی بڑی ہٹ دھرمی ہے کہ جمہور
علماء اور نصوص صریحہ کا مقابلہ علامہ سعد الدین تفتازانی کی ایک ایسے فعل سے کیا جاتا ہے جسکا
لغزش ہونا دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور حادی عشر اسلئے کہ انھوں نے کہا ہے ہمکو اسمیں کلام
نہیں کہ لعنت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اسواسطے ممانعت کرنا فعل مختلف فیہ میں بہتر مگر بڑا گناہ
یعنی گناہ کبیرہ ہونے میں تامل ہے۔ ورنہ لازم آئیگا کہ کسی اس کافر پر لعنت کرنے سے جسکا کفر پر مرنا
صحابہ تابعین و تبع تابعین کے عصروں میں بالاجماع محقق ہو ہم فاسق ہوجائیں ولا قائل بہ آہ

اسکی ممانعت فرما رہی ہیں چنانچہ لعن المومن کقتلہ گذر چکا ہے تو پھر کونسی وجہ ہے کہ اسکو بڑا گناہ
کہا جاوے۔ مولانا کوئی آپ کے مقلد ہیں کہ جو آپ تجویز فرماویں خواہ وہ صحیح ہو یا غلط خواہ مخواہ اُسے
مان لیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ آپ تقلید نہ کیجیے۔ آپ حضرت مولانا یا دیگر مسلمانوں کو اپنی ذاتی
رائے منوانے کیلئے کیسے مجبور کر سکتے ہیں ثانیاً اسلیے کہ بہشتی زیور میں لفظ بڑا گناہ بمعنی لغوی استعمال
ہوا ہے آپنے اسکی تفسیر گناہ کبیرہ سے کی ہے۔ یہ تفسیر مناسب نہیں کیونکہ گناہ کبیرہ اور بڑا گناہ ان
دونوں کے مفہوم میں بہت فرق ہے کما لا یخفی علی اہل العلم ثالثاً اسلیے کہ کافر کے اندر جو یہ
قید بڑہائی گئی ہے کہ صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں مرا ہو اور اُس کا کفر پر مرنا بالاجماع
محقق ہو یہ ان کی قابلیت کو پورے طور سے ظاہر کرتا ہے کیونکہ جناب کیا کسی کا کفر پر مرنا بھی
کوئی ایسا امر ہے جسپر اجماع قطعی منعقد ہو سکے کیا خوب۔ رابعاً یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے کافر پر
لعنت کرنے سے فسق کیسے لازم آگیا مسئلہ مجتہد فیہ میں کسی شخص کو قول مخالف پر عمل کرنیوالے
کی تفسیق نہیں کیجاتی ورنہ شوافع حنفیوں کو فاسق کہیں گے اور حنفی شوافع کو ولا یقول بہ احد
نمبر حادی عشر تمام ہوا اور ثانی عشر اسلیے کہ اس مسئلہ میں معترض نے علاوہ مخالفت جمہور علماء کے
خود مولوی عبدالحی صاحب کی بھی مخالفت کی ہے جو کہ خاتم علماء فرنگی محل ہیں۔ اور جنکی تحقیقات
پر معترض اپنی جلا رہیں آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتا ہے چنانچہ انھوں نے عبداللہ بن مبارک کے
اشعار جنمیں فلعنۃ ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابی حنیفہ بھی ہے نقل فرما کر فرمایا ہے
واورد علی البیت الاخیر بانہ مناف لاحادیث المنع عن لعن احد من المسلمین و
بان اللعن یجوز علی الکفار لا علی المومنین۔ وجوابہ ان اللعن المختص بالکفار
ہو بمعنی الابعاد عن الرحمۃ مطلقا لا مطلقا فانہ بمعنی الابعاد عن الرحمۃ المختصۃ
بالابرار جائز علی المسلمین ثم اللعن علی المسلمین لا یجوز علی شخص معین واما علی
غیر المعین فجائز کما ورد فی الاخبار من لعن الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ و
المستوشمۃ والمتشبہات بالرجال والمتشبہین بالنساء ولعن من غیر منار الارض
ومن ذبح لغیر اللہ الی غیر ذلک من العصاۃ انتہی کلامہ فی مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ
اسمیں مولانا مرحوم نے لعن شخصی کو صاف طور پر ناجائز کہا ہے پس تفصیل مذکور سے خوب اچھی طرح

۱۱۹

ثابت ہوگیا کہ بہشتی زیور کا عقیدہ زیر بحث بھی مثل عقیدہ سابق کے بے غبار اور جمہور اہل علم و نیز مذہب مفتی بہ کے مطابق ہے اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ معترض صاحب کو علم دین عربیت اور فہم سے معمولی مناسبت بھی نہیں ہے۔ پس ایسی حالت میں مدرسہ نظامیہ کا درجہ اجتہاد فی المذہب جو کہ جناب مولوی عبد الباری صاحب کی تحریک پر قایم کیا گیا ہے جیسا کہ النظامیہ بابت ماہ مارچ ۱۷ء سے معلوم ہوتا ہے واقع میں درجہ اجتہاد نہیں ہے بلکہ رہزنان دین کی ایک زبردست کمینگاہ ہے۔ کیونکہ اسکے ایک رکن اعظم کے علم و فہم اور دین کی وہ حالت ہے جو ابھی معلوم ہو چکی ہے اور آیندہ اور معلوم ہوگی اور باقی ارکان کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے پس مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہیے۔

ہم جناب مولوی عبد الباری صاحب سے گذارش کرتے ہیں کہ جناب نے تو اپنی تقریر میں دوسرے درسگاہوں پر یہ اعتراض فرمایا ہے کہ وہ حدیث اس طرح پڑہاتے ہیں جو کہ مناسب حال شوافع ہے نہ مطابق مذہب احناف اور اس لئے یہ تجویز فرمائی ہے کہ حدیث اس طرح پڑہائی جاوے جس سے حنفیہ کی مخالفت کا قلع قمع ہو جاوے۔ (جو کہ بدون اس کے ناممکن ہے کہ بہت سی احادیث نبویہ اور مذاہب صحابہ کا قلع قمع ہو حبیب احمد) مگر آپ کے مجتہد صاحب تو مذہب حنفیہ ہی کا قلع قمع کئے ڈالتے ہیں کیونکہ وہ ان کے مذہب صحیح کو غیر معتمد ٹھیراتے ہیں اور جس کتاب میں وہ مذہب لکھا ہوا ہو اس کو بجز ممنوع الاشاعت قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں کیا یہ بھی حنفیت کی حمایت کا کوئی طریق ہے جناب مولوی صاحب میں مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ اس درجہ اجتہاد سے دین الہی کو سخت صدمہ پہونچنے کا اندیشہ ہے اس لئے اس ہوس خام سے دست برداری مناسب ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ہمارے معترض صاحب میں تو جو کہ درجہ اجتہاد کے ایک رکن ہیں مقلدانہ فتوی دینے کی بھی صلاحیت نہیں ہے۔ اجتہاد تو بڑی چیز ہے۔ اسلئے ارکین اجتہاد کو بلند خیالی سے روکئے اور من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرہا و وزر من عمل بہا سے عبرت حاصل کیجئے وما علینا الا البلاغ

(باقی آیندہ)

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمّتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہلِ حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹیوب کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ ےعہ کیگئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔ امسال ےعہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی بھیجا دیگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْماً

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انفعنی بما علمتنی وعلمنی ما ینفعنی ... ربنا وزدنا علماً

انتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم وامداد و للحدیث کہ دال است بر فضیلت قدرے از فضل ورارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت و مکتوبات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است بار جل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ مشہرت بہ تبرک بنام نامش نیز و سابعہا الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

جلد (۵)	بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ ہجری	عدد (۹)

باداراۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

محمد شاکر پریس تھانوی

ایں صحیفہ کا مدرش امداد نام — یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

(جو)

بہ برکت دعا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔ (نائب مدیر)

وہ اگر ایسا کرتے ہیں زیادہ گنہگار ہوتے ہیں لیکن یہ ضرور کہیں گے اور تم اسکو یاد رکھو کہ حج کا سفر سفر عشق ہے راہ عشق میں تو سب کچھ پیش آتا ہے - بلکہ پیش نہ آنا عجیب ہے دنیا کے محبوب سے ملنے کیلئے کیسی کیسی مصیبتیں پیش آتی ہیں مگر سب گوارا کرتے ہیں ؎

نازد عشق رانج سلامت	خوشا رسوائی کوی ملامت
؎ عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود	گوئی گشتن بہر او اولیٰ بود

حکایت - ایک بزرگ ایسے باہمت تھے کہ انھوں نے ۲۳ حج کیئے تھے ایک شخص مولوی منظور احمد صاحب بنگالی تھے مدینہ طیبہ میں رہتے تھے مگر ہر سال حج کیا کرتے تھے اور حج کر کے مدینہ طیبہ لوٹ جاتے تھے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھکر ایک بار یہ شعر پڑھا ؎

زہے سعادت آں بندہ کہ کرد نزول	گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسول

اور بعضے ایسے بھی ہیں کہ قریب بیت اللہ شریف کے رہتے ہیں اور ان کو ابتک بھی حاضری نصیب نہیں ہوئی ایک صاحب فرماتے تھے کہ ایک بدوی بیس پچیس برس سے مکہ معظمہ آتا تھا اس نے ایکدن پوچھا کہ یہ لوگ اطراف و جوانب سے اس کثرت سے یہاں کیوں آتے ہیں۔

اللہ اکبر اسکو اتنی بھی خبر نہیں تھی کہ یہاں کیوں آتے ہیں بعض لوگوں پر زکوٰۃ میں گرانی ہوتی ہے چالیس ہزار میں سے جب ایک ہزار روپیہ نکلتا ہے تو گراں گزرتا ہے حالانکہ چالیسواں حصہ بہت ہی کم ہے امم سابقہ پر چوتھائی حصہ مال کا فرض تھا یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ چالیسواں حصہ ہی فرض کیا گیا یہ بھی لوگوں پر بھاری ہے۔

حاصل یہ کہ جسقدر احکام شرعیہ ہیں سب کے اندر لوگوں کو گرانی ہوتی ہے اور جو احکام کرنے کے ہیں ان میں گرانی ہو تو زیادہ تعجب نہیں ہے جن امور سے منع کیا گیا ہے ان میں بھی گرانی ہوتی ہے حالانکہ ترک فعل سے اسہل ہے فعل میں تو ایک کام کا کرنا ہوتا ہے اور ترک میں کیا مشقت ہے بلکہ سہولت ہونا چاہیے دیکھیے ایک ادنیٰ سی شی غیبت ہے کہ بجز مضرت کے اسمیں اور کچھ نہیں اور گناہوں میں تو کچھ حظ یا نفع دنیوی بھی مرتکب کے زعم میں ہوتا ہے اور اسمیں تو کچھ بھی نہیں ہے لیکن ہم لوگوں سے یہ نہیں چھوٹتی غرض کہ احکام شرعیہ خواہ متعلق فعل کے ہوں یا ترک کے

۲۷۱

سب میں لوگوں کو گرانی ہوتی ہے اور جب ایک ایک فعل اور ایک ایک ترک بھی گراں ہے تو جبکہ پچاس عمل کرنے کے ہوں اور پچاس نہ کرنے کے جیسے احکام کی اب موجودہ حالت ہے تو سو مشقتیں ہوئیں سُنکر جی گھبرا جاویگا کہ میاں یہ تو بڑی مصیبت آپڑی کہ یہ کام کرو وہ نہ کرو سخت الجھن اور دشواری ہے کوئی میاں فلسفی بتلائے تو سہی کہ یہ معمّا کس طرح حل ہو اور یہ دشوار کس طرح سہل ہو اگر تمام فلاسفہ قدیم و جدید جمع ہوکر سوچیں تو ہرگز کوئی طریقہ ایسا نہیں نکال سکتے جس سے یہ پیچیدگی اور یہ گلجھڑی کھُلے اور اگر کوئی سوچ بچار کر کوئی طریقہ نکالے بھی تو وہ سہل نہ ہوگا۔

زبان کی درستی اور خدا تعالیٰ کے خوف پیدا کر لینے سے پھر کوئی گرانی اعمال صالحہ میں نہیں رہتی

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں کی اس مشقت اور اس الجھن کو دفع کرنے کے لئے ایک طریقہ نہایت مختصر لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما (اس آیۃ کریمہ میں اسی طریقہ کا بیان ہے یہ حاصل ہے اس تقریر کا اجمالاً اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اول ثابت ہو چکا ہے کہ دو شے مقصود ہیں اعمال صالحہ کا حاصل کرنا اور محو ذنوب اور ان ہی میں گرانی اسکی سہولت کیلئے دو طریق ارشاد فرمائے ہیں کہ ان کو اختیار کر لو تو وہ دو چیزیں ہیں جو بڑی مشقت کی تھیں وہ آسان ہو جاوینگی ان میں سے ایک اتقوا اللہ ہے اور دوسرے قولوا قولا سدیدا ہے یعنی اللہ سے ڈرو اور بات ٹھیک کہو اس پر دو شے مرتب فرمائی ہیں یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم یعنی اگر تم ان دو باتوں کو اختیار کر لوگے تو اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کی اصلاح فرما دینگے اور تمھارے گناہ بخشدینگے اور ان ہی میں تمکو گرانی تھی جسکا اوپر بیان ہوا حاصل یہ کہ تقویٰ جسکا ترجمہ خدا کا خوف ہے فعل قلب کا ہے اور کہنا فعل زبان کا ہے خلاصہ طریق کا یہ ہوا کہ دل اور زبان کو تم درست کر لو باقی سب کام ہم کر دینگے قلب ایک شے ہے اسکے متعلق صرف ایک شے بتلائی ہے کچھ جھگڑے کی بات نہیں ہے ایک نہایت مختصر کام فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کر لو جیسے کسی

۲۷۲

شخص سے کہا جاوے کہ یہ پچاس گاڑیاں ہیں ان کو ایک دم سے چلاؤ اور وہ سخت پریشان ہو کہ میں کس طرح چلاؤں یہ تو سخت مشکل ہے پھر اسکو ایک طریق بتلا دیا جاوے کہ اسی میں انجن لگا دو سب گاڑیاں خود بخود چل پڑینگی واللہ ایسی بے نظیر تعلیم ہے کہ کوئی حکیم کوئی فلسفی کوئی عاقل مثل نہیں لا سکتا اور کیوں نہو یہ ایک مطب ہے ایسی ذات پاک کا جو انسان کے رگ پٹھوں کے ریشہ ریشہ سے واقف ہے اسلیئے اسکی حالت کو دیکھکر علاج تجویز کیا ہے۔

زبان کی درستی اور خدا تعالیٰ کے خوف کو اصلاح اعمال اور محو ذنوب میں کیا دخل ہے

اب دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں چیزوں کو اصلاح اعمال اور محو ذنوب میں دخل ہے یا نہیں تو بعد تامل یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے افعال کی ترتیب یوں ہے کہ اول قلب سے ارادہ پیدا ہوتا ہے اسکے بعد صدور ہوتا ہے گویا انجن قلب ہے تو اگر قلب درست ہو گیا تو سب کچھ درست ہو جائیگا بلکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ دنیا کا سارا اجماز اور تمام بکھیڑے سب کے سب قلب ہی کے خیال پر چل رہے ہیں یہ پہاڑ کی برابر عمارتیں یہ ہرے بھرے باغ یہ طرح طرح کے سامان سب کا انجن خیال ہی ہے اسی واسطے تو حدیث میں آیا ہے کہ ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله یعنی آدمی کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے اور یہ مسئلہ طبی قاعدہ سے بھی درست ہے اسلیئے کہ امراض قلب تمام امراض میں بہت سخت ہیں اگر قلب صحیح اور قوی ہے تو اور امراض کو طبیعت خود دفع کر دیتی ہے اور اگر قلب میں ضعف اور مرض ہے تو اور جسد کتنا ہی قوی ہو سب بیکار ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ قلب کی درستی سے تمام اعمال کی درستی ہوتی ہے تو قلب کی درستی کس شے سے ہو؟ تو ہم دیکھتے ہیں کہ قلب کے ایسی بہت سے افعال ہیں تو اگر حق تعالیٰ تمام افعال کا حکم فرما دیتے یا اجمالاً یہ فرما دیتے کہ اپنے قلب کو درست کرو تو اس صورت میں بھی نفس کو ایک مشقت ہوتی کہ قلب کو کس طرح درست کریں کیا رحمت ہی کہ دو لفظ کے

۲۷۳

تمام افعال میں سے صرف ایک مختصر سی بات فرمائی کہ صرف ہمارا خوف اختیار کرلو باقی سب ہم درست کر دینگے اور وجہ یہ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ حاکم کا اگر ڈر دل میں بیٹھ جاتا ہے تو اسکی مخالفت پر جرأت نہیں ہوتی اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کا خوف کسی کے دل پر بیٹھ جائے تو اس سے گناہ نہ ہونگے اور اعمال کی اصلاح ہوجاویگی اور گذشتہ سے توبہ اور آیندہ کیلئے عزم ترک بھی کریگا یہ محو ذنوب ہوا پس معلوم ہوگیا کہ تقویٰ کو اصلاح اعمال و محو ذنوب میں پورا دخل ہے اور تقویٰ اصلاح اعمال کیلئے بمنزلہ علت تامہ کے ہے

خوف سے روکنے والی چیزوں کا بیان اور خدا تعالیٰ کے غفور رحیم ہونے کا مطلب

اب اسکے بعد سمجھنا چاہیئے کہ ہر شے کیلئے کچھ موانع ہوتے ہیں اور کچھ ذرایع اس کی تحصیل کے ہوتے ہیں اسی طرح خوف کیلئے موانع بھی ہیں اور ذرایع اسکی تحصیل کے بھی موانع کو بیان کیا جاتا ہے اور طریقہ تحصیل آخر میں بیان کیا جاویگا تو سمجھنا چاہیئے کہ خوف سے روکنے والی صرف دو چیز ہیں اول تو عدم ایمان دوسرے تسویل شیطانی عدم ایمان تو ظاہر ہے کہ بفضلہ تعالیٰ یہاں نہیں ہے اسلئے اسکے متعلق تو کچھ کلام کرنا ضروری نہیں البتہ تسویل شیطانی میں ابتلائے عام ہو رہا ہے اسکو بیان کیا جاتا ہے کہ شیطان نے سب کو یہ پٹی پڑھا رکھی ہے کہ میاں جو کچھ کرنا ہے کرلو اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے اخیر میں توبہ کر لینگے سب بخشدینگے۔ چنانچہ ارشاد بھی ہے قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لاتقنطوا من رحمة الله الی انه هو الغفور الرحیم تو سن لیجئے کہ حق تعالیٰ بیشک غفور رحیم ہے لیکن غفور رحیم کے وہ معنی نہیں ہیں جو یہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ غفور رحیم کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ نافرمانیاں کرچکے ہیں اور نادم ہیں لیکن ان کو یہ تردد ہوتا ہے کہ آیندہ کیلئے تو خیر یہ تدبیر ہے کہ گناہ نہ کریں لیکن گذشتہ کرتوت کی اصلاح کیسے ہو تو ان کیلئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گذشتہ گناہوں کو بخشنے والا ہے چنانچہ شان نزول میں اسی خیال کے جواب میں نازل ہونا اس آیت کا مصرح مذکور ہے پس یہ آیت گناہان ماضی کے لئے ہے نہ یہ کہ آیندہ کیلئے بھی گناہ کی اجازت دے رہے ہیں اب لوگ مستقبل کیلئے بھی اسی آیت کو اپنا تمسک بناتے ہیں یہ سراسر غلطی ہے۔

توبہ اور گناہوں کی مثال

یادرکھو کہ توبہ کی مثال مرہم کی سی ہے اور گناہ کی مثال آگ کی سی ہے مرہم تو اسلئے ہے کہ اتفاق سے اگر جل جاوے تو مرہم لگا دیا جاوے اسلئے نہیں ہے کہ اس اعتماد پر کہ ہمارے پاس مرہم ہے آگ میں گھسا کریں جس شخص کے پاس نمک سلیمانی ہو اسکو یہ کب روا ہے کہ جان جان بہت سا کھایا کرے نمک سلیمانی تو اسواسطے ہے کہ اگر اتفاق سے بہت کھایا جاوے تو نمک سلیمانی کھالیا جاوے اس سے ہضم ہوجاویگا اور جو ایسا کریگا تو ایک روز جان سے ہاتھ دھوئیگا اسی طرح جو شخص توبہ کے اعتماد پر گناہ کرتا رہے گا ایک دن عجب نہیں وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے غرضکہ توبہ کے بھروسہ گناہ کرنا بہت حماقت ہے

بہ نسبت اور اعضاء کے زبان کی درستی زیادہ ضروری ہے

اور اسکی درستی سے تمام اعضاء کی درستی ہوجاتی ہے

اس تمام تر تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ طریقہ اصلاح اعمال ومحو ذنوب کا فقط اتنا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرلو تو اسی سے تمام اعمال درست ہوجاوینگے اور زبان کی درستی بھی اگرچہ اسمیں داخل ہے مگر پھر زبان کی درستی کو استقلالاً طریقہ کا جزو کیوں بنایا گیا اسمیں کیا راز ہے پس بجائے اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا کے یوں فرماتے یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ یسدد لکم لسانکم ویصلح لکم الخ یوں نہیں فرمایا بلکہ وقولوا قولا سدیدا کا اتقوا اللہ پر عطف کیا اور اس کو مستقل طریقہ قرار دیا تو وجہ اسکی یہ ہے کہ اعمال بہت سے ہیں ایک وہ جو ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہا سے ہوتے ہیں ایک وہ جو زبان سے ہوتے ہیں اور ان دونوں قسموں میں کئی قسم کا تفاوت ہے ایک یہ کہ سوائے لسان کے اور سب جوارح عمل کرنے سے تھک جاتے ہیں پاؤں تھک جاتا ہے کثرت چلنے سے ہاتھ تھک جاتا ہے ان اعمال سے جو ہاتھ سے کئے جاتے ہیں آنکھ تھک جاتی ہے زیادہ دیکھنے سے مگر یہ لسان بولنے سے نہیں تھکتی اگر لاکھ برس تک بک بک کرو تو ہرگز نہ تھکے گی یہ بات دوسری ہے کہ بکثرت بولنے سے دل کے اندر بے رونقی سی پیدا ہو کر بولنے سے نفرت ہوجاوے لیکن زبان کو

فی نفسہ کوئی گناہ نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ لسانی اعمال حسب جوارح کے اعمال سے عدد میں زیادہ ہونگے پس گناہ بھی اس سے زیادہ ہونگے ایک تو یہ تفاوت ہوا دوسرے یہ کہ زبان مثل برزخ کے ہے درمیان قلب و جوارح کے قلب سے بھی اسکو مشابہت ہے اور جوارح سے بھی اور مشابہت خلقی بھی ہے اور باطنی بھی خلقی یہ کہ قلب بالکل مخفی مستور ہے اور جوارح بالکل ظاہر اور زبان مستور من وجہ و مکشوف من وجہ ہے چنانچہ شارع نے بھی اس کا اعتبار کیا ہے کہ صائم اگر منہ میں کوئی چیز لیکر بیٹھ جائے روزہ نہیں ٹوٹتا اس میں اسکے مکشوف ہونیکا اعتبار کیا گویا جوف میں وہ چیز نہیں گئی اور اگر تھوک نگلے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اسمیں مستور ہونیکا اعتبار کیا گویا جوف سے جوف میں ایک چیز چلی گئی اور غسل میں کلی کرنا فرض ہوا یہ مکشوف ہونیکا اعتبار فرمایا اور باطنی مشابہت یہ ہے کہ جیسے قلب کی اصلاح سے تمام بدن کی اصلاح ہوتی ہے اسی طرح زبان کی اصلاح سے تمام اعمال جوارح کی اصلاح ہو جاتی ہے جو شخص ساکت ہو کہ بیٹھ جاوے اس کے ہاتھ سے ظلم نہ ہوگا نہ زیادتی ہوگی کسی سے لڑائی ہوگی نہ تکرار ہوگا اسلئے کہ زبان چلانے ہی سے نوبت ہاتھ پاؤں تک پہونچتی ہے ان سب سے حدیث کی بھی تنویر ہو گئی اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلہا تکفر اللسان فتقول اتق اللہ فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا یعنی جسوقت ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضا زبان کو قسم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (اے زبان) ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں پس اگر تو راست ہوگی تو ہم سب راست رہیں گے اور اگر تو کج ہوگی ہم سب کج ہو جاوینگے۔

تیسرا تفاوت دیگر جوارح اور لسان میں یہ ہے کہ زبان قلب کی معبر ہے زبان سے جو کچھ کہا جاتا ہے اس سے پوری حالت قلب کی معلوم ہو جاتی ہے اور اگر ساکت رہے تو کچھ حال معلوم نہ ہوگا کہ یہ شخص کیسا ہے زبان ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص متواضع ہے یا متکبر ہے قانع ہے یا حریص عاقل ہے یا احمق دشمن ہے یا دوست خیر خواہ ہے یا بدخواہ بخلاف ہاتھ پاؤں کے ان میں شبہ ہو سکتا ہے ایک ہی طرح کا فعل ہاتھ پاؤں سے دوست دشمن سے صادر ہو سکتا ہے مثلاً قتل واقع ہوا تو اس سے یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ یہ قاتل دشمن ہی تھا ممکن ہے کہ دوست ہو اور وہ کسی اور کو قتل کرنا چاہتا ہو اور ہاتھ چوک گیا ہو چنانچہ ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ ایک بھائی نے

بندوق چلائی دوسرے بھائی کی آنکھ میں ایک چھرہ جا لگا اسی طرح سے مار پیٹ کبھی عداوت سے ہوتی ہے کبھی تادیب کیلئے ہوتی ہے غرض ایک شق متعین کرنے کیلئے خارجی قرائن کی ضرورت ہوتی ہے بخلاف لسان کے کہ یہ پوری نائب ہے قلب کی چوتھا تفاوت یہ ہے کہ تعلقات دو قسم کے ہیں ایک اپنے نفس کیساتھ دوسرے غیروں کے ساتھ جو تعلق اخوت محبت عداوت کا ہوگا وہ بدولت زبان کے ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ اعمال صالحہ میں ہم کو دوسروں کی امداد کی ضرورت ہے بغیر دوسروں کی امداد کے ہم رکعت تک نہیں پڑھ سکتے اسلئے کہ نماز کا طریقہ ہمکو کسی نے بتلایا ہے اسلئے ہم نماز پڑھتے ہیں قرآن شریف کسی نے پڑھایا اسلئے ہم پڑھتے ہیں روزہ کی فرضیت اور اسکی تاکید اور اسکی ماہیت کسی نے بتائی اسلئے روزہ رکھتے ہیں علی ہذا تمام اعمال صالحہ ان کے بتلانے سکھلانے والوں سے بلا تعلق تو بتلایا نہیں اور وہ تعلق پیدا ہوا ہے لسان سے اور نیز تعلیم بھی ہم کو بذریعہ لسان کیگئی ہے تو اس اعتبار سے لسان کو تمام اعمال صالحہ میں دخل ہوا گویا یہ تمام اعمال صالحہ بدولت اس لسان ہی کی ہم سے صادر ہوتے ہیں جبکہ دیگر جوارح اور لسان میں اسقدر تفاوت ہوئے اور لسان کو اعمال صالحہ کے وجود میں ایک دخل عظیم ہوا اسلئے حق تعالیٰ شانہ نے اسکو مستقل جزو طریقہ اصلاح کا بنا دیا اگرچہ تقوی سے جو درستی ہوگی وہ درستی لسان بھی اسکا فرد عظیم ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ذمہ دو کام ہوئے ایک خدا کا خوف دوسرے زبان کی اصلاح ان دونوں کے جمع ہونے سے آئندہ کیلئے اعمال کی اصلاح ہوگی اور گذشتہ گناہ محو ہو جاینگے

اصلاح اعمال میں ہمکو اپنے اوپر نظر نہ ہونا چاہئے

اور یصلح کی نسبت جو اپنی طرف فرمائی حالانکہ بظاہر اصلاح اعمال کام عبد کا ہے تو وجہ اسکی اشارہ ہے کہ ہم کو اپنے اوپر نظر نہ ہونا چاہئے اور یہ نہ سمجھیں کہ یہ کام ہمنے کیا ہے اسلئے فرماتے ہیں کہ ناز مت کرو جو کچھ کرتے ہیں ہم کرتے ہیں اور خیر اگر ہمارے اختیار میں بھی ہے تو یہ ہے کہ مثلاً ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن پوری درستی جو مفہوم ہے یصلح کا یعنی یہ کہ جیسے چاہئے اس طرح کی نماز پڑھنا اور قلب کا اسمیں حاضر ہو جانا یہ سب خدا کی طرف سے ہے اور اس نسبت میں ایک اور لطیف نکتہ ہے وہ یہ کہ گویا فرماتے ہیں کہ یہ اعمال تم جیسے کرلو لیکن ہم ان کی اصلاح کر کے فرشتوں کے معرفت پیش کرا دینگے جیسے

بچہ سے کہا کرتے ہیں کہ یہ شے اٹھالاؤ اور وہ اٹھا نہیں سکتا تو خود اٹھاتے ہیں اور اس کا ہاتھ بھی لگوا لیتے ہیں اور اٹھانیکی نسبت ان کی طرف کرتے ہیں اور اسپر انعام دیتے ہیں ایسی ہی ہمارا نماز روزہ ہے کہ خود توفیق دیتے ہیں خود رکھواتے ہیں اور خود ہی انعام عطا فرماتے ہیں اللہ اکبر کسقدر رحمت ہے اور دوسری شے جو اتقوا اللہ الخ پر مرتب فرمائی وہ یغفرلکم ذنوبکم ہے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجائے یغفرلکم ذنوبکم کے یجنبکم ذنوبکم فرماتے یعنی تم کو گناہوں سے بچا لینگے یہ نہیں فرمایا اسلئے کہ گناہوں سے بچانا تو یصلح لکم میں آچکا ہے ذنوب ماضیہ باقی تھی ان کی نسبت فرمایا کہ ان کی بھی فکر نہ کرو ان کو بھی اللہ تعالیٰ محو فرماوینگے۔

تحصیل خوف کا نہایت عمدہ طریقہ

اب میں آپ کو خوف (کہ جس سے تمام اعمال درست ہوجاتے ہیں) اسکے حاصل ہونیکا طریقہ بتلاتا ہوں اور وہ طریقہ گویا ایک گر ہے اور وہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہ بھی حق تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے وہ یہ ہے ولتنظر نفس ما قدمت لغد یعنی فکر آخرت کیا کرو اور فکر آخرت کا طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کرلو مثلاً سوتے وقت روزمرہ بلا ناغہ بیٹھکر سوچا کرو کہ معاد کیا ہے اور مرکر ہمکو کیا پیش آنے والا ہے مرنے سے لیکر جنت میں داخل ہونے تک جو واقعات ہونے والے ہیں سبکو سوچا کرو کہ ایک دن وہ آئیگا کہ میرا اس دار فانی سے کوچ ہوگا سب سامان مال اسباب باغ نوکر چاکر اولاد بیٹا بیٹی ماں باپ بھائی خویش اقارب دوست دشمن سب یہیں رہجاوینگے میں تن تنہا سب کو چھوڑ کر قبر کے گڑھے میں جا لیٹونگا اور وہاں دو فرشتے آوینگے اگر میرے دن بھلے ہیں تو اچھی صورت میں ورنہ خدانخواستہ ڈراونی صورت میں نہایت ہولناک آواز سے اگر سوالات کرینگے پس اے نفس اسوقت کوئی تیرا مددگار نہوگا تیرے اعمال ہی وہاں کام آوینگے اگر سوالات کے جواب درست ہونگے تو سبحان اللہ جنت کی طرف ایک کھڑکی کھل جاوینگی اور اگر خدانخواستہ امتحان میں ناکام رہا تو قبر حفرۃ من النار ہوگی اسکے بعد تو قبر سے اٹھایا جاویگا اور نامۂ اعمال اڑائے جاوینگے حساب کتاب کیلئے پیش کیا جاویگا پل صراط پر چلنا ہوگا اے نفس تو کس دھوکہ میں ہے اور ان سب واقعات پر تیرا ایمان ہے اور یقیناً جانتا ہے کہ یہ ہوکر رہیں گے پھر کیوں غفلت ہے۔

(باقی آئندہ)

حال - کمترین کی حالت بفضل حق تعالیٰ اور حضرت والا کی برکت سے ایسی ہوگئی ہے کہ گویا خداوند عالم ہر وقت سامنے ہیں اور دل نہیں چاہتا ہے کہ اللہ اللہ ختم کروں سوتے وقت اللہ اللہ کرتا سو جاتا ہوں اور کبھی کبھی نماز کے اندر ایک روشنی سفید رنگ دکھائی دیتی ہے اور اسوقت ایک قسم کی خوشی اور یکسوئی بہت ہوتی ہے اور ایسا تصور ہوتا ہے کہ گویا خداوند عالم بالکل قریب ہیں جیسے پاؤں پر سجدہ کر رہا ہوں حضرت والا ارشاد فرمائیں کہ یہ حالت کیسی ہے۔

تحقیق - محمود ہے۔

س - اور ایسا تصور کر لیا کروں یا کہ نہیں۔

ج - کچھ حرج نہیں مگر ایسا اعتقاد نہ کرنا۔

سوال - اکثر بزرگوں کے حالات میں دیکھا گیا ہے کہ ایک توجہ میں طالب کی تکمیل کر دی ہے چنانچہ تفسیر عزیزی فارسی میں کسی سورت کی تفسیر میں دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ انھوں نے توجہ اتحادی کسی طالب مرید کو دیکر بالکل انقلاب حالات ظاہراً و باطناً کر دیا تھا اور علاوہ اسکے اور بزرگان کے حالات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی ایسا تصرف و عمل کیا ہے کیا یہ بطور خرق عادات ایسا وقوع اُن سے ہوا ہے یا توجہ متعارفہ انعکاسیہ کے تصرف و عمل سے اس قسم کا انقلاب ہو جاتا ہے اور اس توجہ متعارفہ کے تصرف و عمل سے اس نوع کا انقلاب ہو جانا ممکن ہے یا اس توجہ متعارفہ انعکاسیہ کے علاوہ توجہ اتحادی کی کچھ حقیقت ہی اور ہے۔ غالباً سورۂ الم نشرح کی تفسیر میں شاہ صاحب رح نے حقیقت توجہ کی تین نوع لکھی ہے منجملہ اُن کے ایک توجہ انعکاسی اور دوسری یاد نہیں اور تیسری نوع اُسکی بھی توجہ اتحادی لکھی ہے۔ اُس کے بعد وہی قصہ حضرت خواجہ باقی باللہ اور اُن کے مرید کا نقل فرمایا ہی ان ہر سہ توجہ کی حقیقت ایک ہی منجملہ تصرفات کے ہے یا بطور خرق عادات و کرامت کے ایسا واقع ہوا ہے بہر حال جو کچھ ہو تحقیق فرماکر تشفی و تسلی بخشی جاوے۔

ج - یہ سب تصرفات ہیں جو ایک مشاق آدمی کر سکتا ہے ان سے ایک گونہ استعداد طالب میں پیدا ہو جاتی ہے جسکو قرب میں جو حقیقت ہے ولایت کی کچھ دخل نہیں قرب یا موہوب ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کو یا مکسوب بالاعمال جیسا صلحاء کو اور ان تصرفات کو دونوں سے

کوئی تعلق نہیں۔

حال ایک روز حضور والا کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا ضرور تابعدار کو بڑے بننے کا وسوسہ ہوا تھا فوری حضور والا نے متنبہ فرمادیا تھا کہ بڑے ہونے سے چھوٹا ہونا اچھا ہے تابعدار نے اس وسوسہ پر بابت توبہ کی تھی تابعدار کبھی اس قابل ہو نہیں سکتا۔ مجھسے اسکا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا کہ حضور والا نے چھوٹے بڑوں کی کفش برداری میں منظور فرمالیا ہے تابعدار اپنا مقصود حضور والا کی رضامندی میں سمجھتا ہے تابعدار کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا فرمادیجائے۔

تحقیق۔ دعا کرتا ہوں۔ باقی مجھکو کشف وغیرہ کچھ نہیں ہوا لیکن اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں وہ کسی کی زبان سے ہدایت کرادیتے ہیں۔

حال۔ ایک صاحب عامی آدمی جہاں ...... کا مکان ہے وہیں اُن کا بھی۔ لیکن وہ پڑھے لکھے آدمی نہیں ہیں۔ اصطلاحی وعرفی علوم کے اعتبار سے جاہل مطلق ہیں لیکن اب صحبت وغیرہ ہونے کی وجہ سے کچھ خوش فہم ہوگئے ہیں صوم وصلوٰۃ کے پابند اور خوش عقیدہ ذہین آدمی ہیں اُنکو مجھسے دین کا تعلق ہے اب کچھ کہنے سننے سے قرآن پڑھ رہے ہیں کچھ ذکر وغیرہ بھی کرلیتے ہیں اسی ضمن میں اگر کوئی اُن سے جھاڑ پھونک کیلئے پانی وغیرہ دم کراتا تو اُسکو بھی کچھ پڑھکر دیا کرتے تھے۔

تحقیق۔ بس اول غلطی اسی کا گوارا کرنا تھا۔ ایسے ہی موقع کیلئے کہا ہے ع

سر چشمہ شاید گرفتن بمیل

حال۔ اس شغل سے ہندو مسلمان عوام الناس مخلوق کی رجوعات اُن کی جانب رفتہ رفتہ کثرت سے ہوگئی۔ یہاں تک کہ آس پاس کے لوگ دور دور سے اُن کے پاس آنے لگے کوئی روز ایسا ناغہ نہوتا کہ کچھ لوگ دور نزدیک کے اُن کے پاس اس غرض سے نہ آتے۔ اس لئے انھوں نے آنے والوں سے کہا کہ روز مت آیا کرو۔ ہفتہ میں آؤ۔ چنانچہ ہفتہ میں جب آنے لگے تو اور مجمع ہوا۔ اور لوگونکو نفع بھی ہوتا رہا۔ جسکو جس بات کیلئے متعارف طور پر دم کیا اُسکی حاجت زیادہ تر رفع ہوگئی اگر ایسا نہوتا تو ان کے پاس کیوں کوئی آتا۔ اور انھوں نے خود اور ...... نے یہی بیان کیا کہ جسکو دم کردیتے ہیں اچھا ہوجاتا ہے اور ...... نے

۹۴

یہ بھی بیان کیا کہ میرے پاس اگر کوئی آتا ہے تو میں بھی اُنہیں کے پاس بھیجدیتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ اُن کی عقلمندی ہوئی۔

حال۔ غرض کہ اُن کی شہرت جھاڑ پھونک میں ہوگئی اور لیتے دیتے بھی کسی سے کچھ نہیں تھے یہ بھی ...... سے معلوم ہوا۔ ایک روز میرے پاس آئے اور اپنی سب سرگذشت اور ایک خواب بیان کیا وہ یہ کہ میں نے ایک شخص کو ڈھری دار پائجامہ پہنے ہوئے دیکھا اُس نے کہا کہ تیرے پاس مجمع زیادہ ہوا کریگا میں نے کہا کہ یہ شغل اور یہ خواب تمھارے لیئے فتنہ معلوم ہوتا ہے لہذا اسکو بالکلیہ ترک کرکے اپنی اصلاح کرو تمھارے لیئے ہر حال میں یہ سب باتیں ضرر دہ معلوم ہوتی ہیں اگر کہیں دنیا غالب ہوئی تو تمھارے لیئے یہ سب فتنہ ہے اور دینی ضرر بھی اسمیں بہت کچھ ہے کہ کبھی مشغولی بحق نہوگی اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اگر کوئی آوے تو مسنون طریق سے دعا کردیا کرو۔ اسمیں کچھ مضائقہ معلوم نہیں ہوتا لیکن متعارف طور پر جھاڑ پھونک مت کرو اسمیں تمھارا سراسر دینی نقصان ہے اُن کا بیان ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا ہوں اور واقعی کچھ نہیں جانتے ہیں لیکن جسکو جو کچھ جھاڑ پھونک کردیا اُسکی حاجت رفع ہوگئی۔ چنانچہ میرے کہنے سے انھوں نے اس شغل کو ترک کردیا۔ اب جو کوئی آتا تو یہ کہدیتے کہ مجھے ممانعت اس کام کے کرنے کی ہوگئی ہے۔

تحقیق۔ یہ ایک اور غلطی تھی کسی کا نام نہ لیتے بے مروتی سے کہدیتے کہ میں نہیں کرتا یا نہیں جانتا

حال۔ لیکن اہل حاجت کا آنا بند نہیں ہوا اور وہ لوگ میرے پاس آئے کہ اُن کو جھاڑ پھونک کی اجازت دو۔ چونکہ وہ ہندو تھے میں نے کہا کہ انکو کیسے ٹالوں اور وہ میرے سر پڑے۔ پھر میں نے اُن لوگوں سے یہ کہا کہ جاؤ پولیس میں رپٹ لکھوا کر آؤ کہ ہم اپنی خوشی سے سب مسلمان ہوتے ہیں اسکے بعد تم مسلمان ہوجاؤ ہم تم کو دین سکھلادیں گے جبکہ تم اس دین کو اچھا سمجھتے ہو تو ایسا کرلو پھر تمھارا بھوت بھاگے گا۔ اسکے جواب میں ان سبھوں نے یہ کہا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے میں نے کہا کہ پھر یہ بھی نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ جاؤ اُن سے اجازت لاؤ تب ایسا کرینگے اسلیئے میرے پاس وہ سب آئے تھے جب مجھسے یہ سب باتیں سنیں تو مجبور ہوکر کچھ دیر بعد چلے گئے اور میں نے اُن سبھوں سے یہ بھی کہا کہ ان کے دین کا نقصان ہوتا ہے اسلیئے اُن کو یہ کام کرنیکی اجازت نہیں دیتا۔ اب میرے کہنے سے انھوں نے مسنون طریق سے دعا کرنا شروع کی لیکن

معلوم ہوا کہ اب بھی آنا جانا اہل حاجت کا موقوف نہیں ہوا۔ کیا مسنون طریقہ سے بھی دعا کرنا ترک کرا دیا جاوے۔ جیسا اُن کے لئے ارشاد عالی ہو فہمایش کیجاوے۔ میری سمجھ ناقص میں جو آیا اُسکی موافق فہمایش کردی۔ اب جناب عالی جیسا مشورہ دیویں اُسکی فہمایش کردوں۔ گو اب تک طالب شہرت بظاہر نہیں معلوم ہوتے۔ ورنہ اپنی سرگذشت نہ بیان کرتے لیکن احتمال ہے کہ کہیں آئندہ چلکر دنیا غالب نہو جاوے۔

تحقیق۔ بلاشبہ یہ احتمال قریب ہے۔ اب یہی چاہیئے کہ دعا کرنے سے بھی انکار کردیں اور خلوت میں حق تعالیٰ سے موافق قواعد شرعیہ اہل حاجت کیلئے دعا کردیا کریں مگر اُن پر ظاہر نہ کریں۔

حال۔ باطنی کیفیت یہ ہے کہ احوال میں اب غلبہ کسی بات کا زیادہ نہیں رہتا اور نہ اس بات کی تمنا ہے بالکل طبیعت میں ہر طرح سے ایک سادگی یوماً فیوماً ہوتی جاتی ہے۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ اور عبدیت پیش نظر رہتی ہے اور یہی ہر طرح سے اچھا بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنی طاعت کی توفیق اور رضا بالقضا نصیب فرماویں۔ اور معصیت نافرمانی سے جہانتک ہو دور رکھیں اور اپنے نیک اور مخلص بندوں میں داخل کرلیویں۔ گو اس درجہ کا نہیں ہوں لیکن اُنکے فضل سے امید رکھتا ہوں دعا فرمائیگا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بخشدیویں اور خاتمہ بالخیر فرماویں ورنہ ذخیرہ اعمال سوچتا ہوں تو کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ اپنی حالت سے ایک حیرت سی ہوجاتی ہے کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں لیکن رضائے الٰہی کے سامنے گردن اطاعت ہر وقت سرنگوں رہتی ہے۔ اور جو کچھ اعمال ہوسکتا ہے اُنکی سعی میں لگا رہتا ہوں۔ اور جو کرلیتا ہوں اُس کو غنیمت معلوم کرکے حق تعالیٰ کا بہت شکر کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ ٹیڑھی سیدھی نماز روزہ درود وظائف اور خدمت خلق ہوجاتی ہے محض اُس کا فضل ہے بقول سعدی

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی　　منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

ورنہ میں کس لائق تھا اور میری حقیقت ہی کیا ہے کہ جو یہ خدمت بندگان خدا میرے سپرد کیجاتی یہ محض اُسکا احسان ہے کہ جو ایک ناچیز بندہ کو اپنی غلامی نصیب فرماکر توفیق طاعت بخشی ضعف دماغ سے مافی الضمیر جیسا کہ باتیں اچھی ادا نہیں کرسکتا۔

تحقیق۔ سب حالات محمود بلکہ مقصود ہیں بارک اللہ تعالیٰ فیہا۔

۹۶

حال: معروض اینکہ کچھ مدت بندہ حضور کی خدمت میں رہا ہے جب حضور والا سے رخصت
کر بندہ علیحدہ ہوا تو اسوقت یہ ارادہ تھا کہ دوبارہ جناب کی خدمت میں کچھ عرصہ گذارونگا اسی کے
طابق عاجز کو خیال بھی دامنگیر رہا کہ درگاہ عالیہ میں حاضر ہونا ہے جب مدت بڑھتی گئی سو وہ خیال
ی حسب بنا و دیگر اشیاء میں منقسم ہو گیا اب اسوقت نشان کی طرح رہگیا جو کہ جناب والا کی یادگاری
ہو توقف ہے اگر آپکا قیام ۹ ذی الحجہ اور مابعد میں مسند عالیہ پر ہو تو بندہ کو متنبہ فرمائیگا جو کہ بندہ دو سہ یوم
یلئے ہی شرف زیارت حاصل کر سکے و برکات خانقاہ سے فیضیاب ہو اور اگر اتفاقیہ حضور کو کوئی سفر
یش آویگا تو عاجز اپنی قسمت سمجھے گا جو کہ باعث کلفت کا نہیں ہوگا کیونکہ قساوت بندہ کی طبیعت
یں زیادہ بڑھتی جارہی ہے شاید ترقی ہو کر زیادہ وحشت علماء کرام سے ہو جاوے اور مناسبت
ندہ رہے لہذا عاجز عید الاضحیٰ کی رخصتوں پر حاضر خدمت ہونا چاہتا ہے اگر حضور کو ۹، ۱۰ تاریخ کو
فر درپیش ہو تو زہے قسمت۔

تحقیق: اگر آپ اپنے آنیکی یہ غایت نہ لکھتے بلکہ محض ملاقات کی غرض ظاہر فرماتے گو قصد اس
یت کا بھی ہوتا تو میں جواب میں یہ لکھتا کہ اجازت ہے مگر احتمال ہے کہ ۱۱ یا ۱۲ ذی الحجہ کو دہلی کا سفر
ور سفر میں تعلیم و نگرانی نہیں ہو سکتی اسکو پیش نظر رکھکر اختیار ہے یہ جواب لکھتا لیکن آپنے آنیکی
خاص غایت لکھی ہے جسکا ترتب مجھکو معلوم نہیں کہ متحقق ہو یا نہو تو اب اجازت دینے میں یہ
ر ہے کہ اگر وہ غایت مرتب نہوئی تو آپ کے نفس میں یہ وسوسہ ہوگا کہ سفر اور صرف ناحق ضائع
ور اس تاسف کا سبب بواسطہ اجازت کے میں ہونگا اسلیئے اس صورت میں مجھکو اجازت دینے سے
ف فرمادیں۔

ل: حضرت کی ساتھ تو بفضلہ تعالیٰ خادم کو بہت ہی اعتقاد ہے الحمد للہ علی ذلک مگر دو خواب
سے زیادہ دن ہوئے دیکھے کہ جس سے اور محکم ہو گیا وہ خواب بھی عرض خدمت کرتا ہوں تاکہ حضرت
بان فیض ترجمان سے تعبیر سنکر اور دلکو خوشی اور اعتقاد میں پختگی پختگی ہو جاوے وہ یہ کہ ایک دن
انہ تھانہ بھون میں بیٹھے بیٹھے سو رہا تھا اور زبان پر سبحان اللہ اور الحمد للہ جاری تھا کہ دیکھا
شخص (جہانتک گمان ہوتا ہے وہ شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے) آئے اور حضرت
ف اشارہ کرکے فرمایا ان کی وجہ اور ذریعہ سے تھانہ بھون والوں کی مغفرت ہوگی۔

۹۷

خواب دوم ایک روز مسافر خانہ خانقاہ میں سوتا تھا ایک شخص کوئی بزرگ آئے اور فرمایا کہ یہ
(یعنی حضرت) محبوبیۃ کا درجہ رکھتے ہیں

تحقیق۔ ہاں خدا تعالیٰ کی رحمت سے سب امید ہے ورنہ مجھکو جو حالت اپنی معلوم ہے اسپر نظر
کرکے تو بیحد شرمندگی ہے۔

حال مجمع میں جاتا ہوں تو غیبت ہو جاتی ہے اُسوقت تو سمجھ میں نہیں آتی مگر بعد کو غور کرنے سے معلوم
ہو جاتا ہے کہ غیبت ہوگئی اور تنہائی میں بوجہ بیماری دل گھبراتا ہے۔

تحقیق۔ ہر ایک کے پاس نہ بیٹھیں دینداروں کے پاس بیٹھیں اور اگر دیندار نہ ملیں تو خود غیبت
نہ کریں اور اگر دوسرا کرے برا سمجھیں اور شرکت نہ کریں۔

۹۸

حال بعض وقت راستہ میں چلتے اگر کسی عورت کی آواز کان میں آئی یا اچانک نظر پڑ گئی نفس
چاہتا ہے کہ اسکی طرف نظر کروں مگر اکثر اوقات یہ خیال ہوتا ہے اگر حضرت والا کبھی اس بات سے
دریافت کریں تو لامحالہ اظہار کرنا پڑیگا ورنہ خود علاج کیلئے اظہار کرنا پڑیگا۔ تو حضرت ضرور ناراض
ہونگے جو باعث خرابی کا ہے اگر اظہار نہ کیا تو کذب یا مرض کو چھپانا ہے جو خلاف عقل ہے اس
خیال سے نفس رک جاتا ہے اور حضرت والا کا خوف خدا کے خوف سے غالب معلوم ہوتا ہے کیونکہ
اگر کسی گناہ کا خیال ہو تو فی الفور حضرت کا خیال ہوتا ہے اور اس سے اسقدر خوف طاری ہوتا ہے
جو خدا کے خیال سے نہیں ہوتا ہے مگر خدا کا خوف بھی ہوتا ہے لیکن کچھ کم معلوم ہوتا ہے کیا یہ
محمود ہے یا مذموم اگر مذموم ہو مہربانی فرما کر اس کا علاج فرمادیں لیکن اس سے احقر کو نفع ہے کیونکہ
گناہ سے احتراز کی توفیق ہوتی ہے علی ہذا محبت بھی اور یہ زیادتی و کمی اس سے معلوم کرتا ہوں
کہ حضرت والا کا خوف و محبت دل کو محسوس ہوتا ہے اور خدا کا خوف و محبت ویسا محسوس نہیں

تحقیق۔ واجب محبت و خوف عقلی ہے اور وہ خدا تعالیٰ ہی کا زیادہ ہے چنانچہ اگر میرا
تو صرف اسلئے کہ میرا تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ سمجھتے ہو۔

حال میں نے اپنے ایک عریضہ میں بضمن اس مضمون کی تحقیق کی تھی کہ اکثر مشائخ کے حالات
میں دیکھا گیا ہے کہ ایک توجہ میں طالب کی تکمیل کردی ہے چنانچہ تفسیر عزیزی میں دیکھا ہے
حضرت خواجہ باقی باللہ رح نے اپنے ایک طالب نان پز کو توجہ اتحادی دیکر انقلاب حالات

یا فنا کر دیا تھا حتی کہ فرق فیما بین طالب و شیخ ما بہ الامتیاز باقی نہ رہا تھا اور عدم تحمل توجہ شیخ سے
ہ طالب بھی تھوڑے عرصہ سکا مر گیا غالباً یہ بھی شاہ صاحب نے نقل کیا ہے یا یوں ہی مشہور ہے گو میں نے
پنے اس عریضہ میں عدم تحمل توجہ شیخ سے طالب کے مرجانے کا حال نقل نہ کیا تھا لیکن اب یاد
گیا اسلئے لکھتا ہوں اور علاوہ اسکے اور بھی اس قسم کی بہت حکایات معروف و مشہور اور مکتوب
ں ملفوظات المشایخ ہیں چنانچہ شمائم امدادیہ صفحہ ۹۱ ملفوظ حضرت حاجی صاحب سے منقول ہے فرمایا
شہور ہے کہ بوجہ دعائے حضرت ابراہیم بن ادہم رح اُن کے صاحبزادے حضرت محمود نے وفات پائی
ن محققین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ بوجہ غایت محبت و شفقت پدری اُن کو ایکدم سے بھر دیا انسے
ں نہو سکا انتقال کیا جیسا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نے نان بز کو توجہ اتحادی دی اور اسکو تحمل
دار ہو گیا اور اسی نوع کی حکایت شاہ بھیک صاحب رح کی شمائم امدادیہ صفحہ ۹۴ میں منقول ہے کہ
ضرت شاہ ابو المعالی رح نے اُن کو ایکدم میں توجہ باطنی سے کمال کو پہونچایا اور نیز اسی قسم کی حکایت
ائم امدادیہ صفحہ ۱۶۲ میں حضرت شاہ عبد الباری رح کی منقول ہے کہ اُن کو مطالعہ مثنوی شریف
ں کیفیت ہوئی اور شاہ عبد الرحیم صاحب کو بلا کر اُن پر اسی کیفیت میں نظر ڈالی پہلے تو شاہ
احب کو حالت گریہ طاری ہوئی بعدہ قہقہہ شروع ہوا اور اُن کی بھی دوسری حالت ہوئی
ی حالت میں شاہ عبد الرحیم صاحب کا مقصد دلی حاصل ہوا۔ گو میں نے اُس عریضہ میں یہ سب
کایات نقل نہیں کی تھی صرف خواجہ باقی باللہ اور اُن کے طالب نان بز کا حال لکھکر اس بات
تحقیق کی تھی کہ یہ منجملہ تصرفات کے ہے یا بطور خرق عادات و کرامات کے ایسا واقع ہوا ہے
کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا یہ سب تصرفات ہیں جو ایک مشاق آدمی کر سکتا ہے اُن سے
ک گونہ استعداد طالب میں پیدا ہو جاتی ہے جسکو قرب میں جو حقیقت ہے ولایت کی کچھ
ں نہیں قرب یا تو موہوب ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو یا مکسوب بالاعمال جیسا صلحاء کو اور
ن تصرفات کو دونوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اب مجھکو اُن حکایات بالا حضرت محمود رح اور نان بز
لب کے انتقال سے یہ اشکال پیدا ہوا کہ یہ تصرفات جو بزرگان عمل میں لاتے ہیں جائز بھی ہے
یں اگر جائز نہیں تو پھر اس قسم کا تصرف باوجود صاحب بصیرت ہونے کے کیوں عمل میں لایا گیا
س سے تحقیق فرما کر تشفی بخشی جاوے۔

۹۹

تحقیق۔ جائز ہے اگر کسی ضرر کا ظن غالب ہو جیسے ایک غریب کو کسی نے ایک لاکھ روپیہ دیدیا اور وہ خوشی کے غلبہ سے مرگیا مگر دینے والے کو معلوم نہ تھا اسلئے دینا جائز تھا۔

حال۔ اور حضرت والا نے کلید مثنوی میں صفحہ ۱۴۱ اشرح بیت مولانا رومی رح ؎ یکزمانے صحبتے با اولیاء + میں آگے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اگر محض اوقات کے اعتبار سے لیا جاوے تو کوئی اشکال نہیں اور مراد وہ وقت ہوگا جو احیاناً کسی ولی پر آجاتا ہے جسمیں وہ طالب کی ایک توجہ سے تکمیل فرمادیتے ہیں کہ اسکو صد سالہ مجاہدہ سے بھی میسر نہیں ہوتی۔ کذا قال مرشدی۔ کیا اس مقام پر بھی تصرف کو کچھ دخل ہے۔ بیکر ذوق ناقص میں تو تصرف کا صدور بالقصد و بالاختیار ہوتا ہے اور یہاں جو تصریح فرمائی گئی ہے اس سے تو یہی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی خاص حالت غیر اختیاری ہوتی ہے کہ جو احیاناً کسی ولی پر آجاتی ہے اسی کے غلبہ میں وہ طالب کی ایک توجہ اور ایک نظر میں تکمیل فرمادیتے ہیں اور وہ حالت اُن کی خارج از اختیار ہوتی ہے۔ اور اسمیں متعارف تصرف کو کچھ دخل معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ حکایت بالا حضرت شاہ عبدالباری رح و حضرت شاہ عبدالرحیم رح صاحب سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالباری کو حالت کا غلبہ ہوا اور اسی حالت میں حضرت شاہ عبدالرحیم پر نظر توجہ ڈالی اور ان کا مقصود ولی حاصل ہوا بہر حال جو کچھ ہو تحقیق منظور ہے تسلی فرمائی جاوے۔

تحقیق۔ اکثر تو وہی ہے جو میں نے اولاً لکھا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جیسا آپنے لکھا ہے

حال۔ اور کبھی ایسا بھی تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ طالب صادق شیخ کے قول و فعل اور اسکی قوت عملیہ و حالیہ سے بلا قصد و اختیار اسکے متاثر ہوتا ہے اور جس طالب میں استعداد قوی ہوتی ہے اسکی تکمیل جلد ہو جاتی ہے اور اپنے مقصود کو پہونچ جاتا ہے کیا یہ بھی از قبیل تصرفات کے ہے یا از قبیل برکات کے ہے۔

تحقیق۔ یہ منجملہ برکات ہے اور طریق سلوک یہی ہے۔

حال۔ اور نیز اکثر بزرگوں کے کلام نظم و نثر میں قوت قدسیہ کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ ان حضرات کی اصطلاح میں قوت قدسیہ کس سے عبارت ہے اس سے بھی تشفی فرمائی جاوے۔

تحقیق۔ جس سے نظریات خفیہ بدیہی ہو جاویں۔

(باقی آئندہ)

حال اور تصرف اور دعا میں کیا فرق ہے تصرف بھی بالقصد اختیار کیا جاتا ہے اور دعا میں بھی بالقصد استمداد حق تعالیٰ سے کیجاتی ہے اور دونوں صورتوں میں نظر حق تعالیٰ پر ہوتی ہے اور انہیں سے استمداد چاہی جاتی ہے پھر دونوں میں فرق بین کیا باقی رہا۔ ہاں بعض تصرفات میں بالکل نظر حق تعالیٰ پر نہیں ہوتی ہے صرف اپنی ہمت و توجہ سے کام لیا جاتا ہے لیکن اہل اللہ تو میرے فہم ناقص میں حق تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرکے ہمت و توجہ سے بھی کام لیتے ہیں پھر کیوں محققین اس عمل تصرف کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسمیں انہماک بالغیر ہوتا ہے۔

تحقیق یوں تو نماز بھی اختیار سے ہوتی ہے تو محض اتنے اشتراک سے سب کا اتحاد لازم نہیں آتا جبکہ سب کی حقیقت الگ الگ ہے جیسا کہ آپ نے خود ہی فرق لکھدیا۔ باقی پسند نہ کرنا اسلئے ہے کہ استغراق غیر میں قصداً ہوتا ہے اگرچہ اُسکے قبل نظر حق تعالیٰ پر ہو۔ اور بلا ضرورت ایسا ہونا بُرا ہے

حال خیر جو کچھ ہو میرے ذوق ناقص میں جو آیا بخیال تشفی اپنی لکھدیا تسلی فرمائی جاوے محض تحقیق منظور ہے ورنہ ان تحقیقات سے کوئی مطلب نہیں۔ اگر کوئی بات خلاف مرضی ہو تو تنبیہ فرمادیجاوے۔ تاکہ احتیاط رکھوں چونکہ حضرت سے بھی اجازت ہے کہ تجھکو نفع ہوگا اسلئے بلا تکلف جو دل میں آتا ہے پوچھ لیتا ہوں۔

تحقیق۔ آپ کے لئے کچھ حرج نہیں۔

حال۔ چونکہ بیعت سے شیخ کے ساتھ تعلق زیادہ ہوتا ہے اور زیادتی تعلق سے فائدہ زیادہ ہوتا ہے بنا برعلیہ امید کرتا ہوں اگر حضور کی مرضی مبارک ہو بندہ کو اس دولت سے بہرہ مند کرکے فخر دارین کونین بخشئے گا۔

تحقیق۔ یہ فائدہ اسوقت ہوتا ہے جب شیخ بھی طالب پر مطمئن ہو جاوے ہنوز مجھکو اس حالت کا انتظار ہے۔

حال۔ گذارش ہے کہ حسب ایماء والا۔ تربیۃ السالک خصوصیت سے مطالعہ کرتا ہوں اور ذکر وغیرہ حسب معمول جاری ہے ہاں ایک ہفتہ میں ایک جدید امر ظاہر ہوا۔ اسلئے موجب تصدیعہ جناب والا ہے وہ یہ ہے کہ کچھ زمانہ سے حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ و مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات دیکھنے سُننے کا تھوڑا شوق تھا۔ اتفاق سے اس ہفتہ میں ایک مختصر تاریخ ملگئی جسمیں

حضرات صوفیین کے واقعات مندرج ہیں - بندہ نے اُس کا مطالعہ کیا - چند اوراق تھے ایک ہی مجلس میں سب دیکھ گیا - دیکھتے ہی حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسی سخت کشش ہوئی جی یہی چاہتا ہے کہ وہاں پہونچ جاؤں - اور قلب کچھ بہرا معلوم ہونے لگا - اور قلب کی طرف توجہ کرنے سے خاص ذوق حاصل ہوا - نماز کی یہ کیفیت ہوئی - کہ اگر کھڑا ہو کر قرات شروع کی تو اب اُسکو چھوڑ کر رکوع میں جانا گوارا نہیں - اور رکوع میں ہوں تو رکوع کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا نماز پوری کرنے کے خیال سے بجبر ایک رکن سے دوسرے رکن میں جاتا - لوگوں سے ملنے کی خواہش مطلق نہیں رہی غرض بہت سے آثار محمود ظاہر ہوگئے تین چار روز یہ کیفیت رہی - مگر انہیں دنوں میں جیسے وقت گذرتا گیا - ان کوائف میں اضمحلال ہوتا گیا - یہانتک کہ آج صبح سے اب کوئی کیفیت نہیں - بلکہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں مطلق جی ہی نہیں لگا بمشکل تھوڑا پڑھکر اٹھا دیا - دوسرے وقت معمول پورا کرنے کیلئے جو بیٹھا تو اُسوقت بھی وہی حال اور نہ قلب میں وہ کیفیت ہے تربیت السالک کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ ان احوال کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں یہ سب غیر مقصود ہیں - لہذا اسکے زوال و وجود کے متعلق تو کوئی گذارش نہیں ہے و اجب العرض یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات و نیز خاص دیگر احوال معجزات و اخلاق وغیرہ اکثر دیکھے مگر قلب میں ایسی کشش پیدا نہ ہوئی - جو حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محض جہادی حالات دیکھنے سے پیدا ہوئی جناب والا نے تربیۃ السالک میں موازنہ کا جو ایک قاعدہ بیان فرمایا ہے وہ بھی یہاں چسپاں بندہ کے خیال میں نہیں آتا - وہ یہ ہے کہ جن دو شخصوں کی محبت کا موازنہ منظور ہو دونوں کو موجود مانو یا دونوں کو مدفون اور پھر دیکھو یہاں تو دونوں مدفون ہیں ہاں شاید طبیعت میں اسکا اثر ہو کہ بعضوں کا خیال اس تاریخ میں نقل کیا ہے کہ عین لڑائی سے غائب ہو کر ابتک زندہ ہیں واللہ اعلم کیا بات ہے اگر جناب والا اس کے متعلق کوئی مصلحت بندہ پر ظاہر فرمانا خیال فرمائیں تو تکلیف فرما کر اطلاع فرمائیں گے ورنہ جو حضور کی رائے ہو وہی بہتر ہے - دوسری گذارش یہ ہے کہ بندہ کے اندر حسد کا مادہ ہے آج تربیت السالک کے ایک حال سے متنبہ ہوا - صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی شخص کو کوئی نقصان پہونچنے والا ہوتا ہے مثلاً کسی تاجر نے مال روانہ کیا ہے اب وہاں بازار کم ہوگیا

۱۰۲

اس کی خبر سُنکر بعض شخص کے متعلق جی بھی چاہتا ہے کہ ایسا ہی بازار رہے کہ نقصان ہو۔ آج ہی اتنا علاج تو شروع کر دیا۔ کہ اُس کے لئے دعا کی آئندہ اور بھی توفیق ہو۔

تحقیق۔ احبیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ عقلاً ضروری ہے طبعاً ضروری نہیں۔ اور موازنہ کا طریق۔ اسی میں منحصر نہیں یہ سوچئے کہ اگر نعوذ باللہ کوئی بزرگ جس سے زیادہ تعلق کا شبہ ہوتا ہے اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلاف ہو جاتا تو اُس وقت بھی محبت اُس سے رہتی۔ یا نہیں ہرگز نہ رہتی۔ بس یہی دلیل ہے آپ کی احبیت کی بس کوئی شبہ کی بات نہیں۔ اور حسد سو غیر اختیاری درجہ میں مذموم نہیں۔ بلکہ اُس کا قصد یا اُس کے مقتضا پر عمل یہ مذموم ہے سو یہ اختیاری ہے تحرز رکھئے۔

حال۔ کمترین متحیر ہے کہ احوال پراگندہ اور بے ربط کو کیونکر عرض کرے۔ کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا۔ قبل حاضری کے حالات لکھکر حضور میں روانہ کئے تھے اُنکیں اکثر کی اصلاح ہو گئی۔

تحقیق۔ الحمد للہ۔

حال۔ ایک مرض ضروری عرض کرنا بھول گیا تھا وہ یہ کہ دعا نہیں کر سکتا تھا اس لئے کہ اپنے لئے وجود کے تصور سے وحشت تھی۔ الحمد للہ اس مرض سے بھی صحت حاصل ہوئی۔

تحقیق۔ الحمد للہ کہ عقلیات شرعیات کو ذوقیات پر غلبہ ہوا۔

حال۔ بعد حصول قدمبوسی۔ جو کیفیت ہوئی۔ اُس کے یہ دونوں عریضے موجود ہیں۔ اس کے بعد سے نہ تلوینات ہیں نہ مواجید۔ ایک کیفیت حضوری کی۔ اکثر اوقات رہتی رہی۔

تحقیق۔ یہ اکمل ہے اُن سے لما ذکر آنفا سابقاً اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرماوے۔

حال۔ جب حضور بمبئی تشریف لیگئے۔ کچھ وحشت ہوئی۔ اور انقباض رہا مگر بعد تشریف آوری مٹ گیا۔ کنٹھ مالا کی وجہ سے ہر ماہ میں ہفتہ عشرہ بخار آجاتا ہے اُس سے ضعف بڑھ جاتا ہے جناب حکیم یوسف صاحب کے علاج سے کمی ہو جاتی ہے مقویات کا استعمال جب سے حاضر ہوا ہوں برابر جاری ہے تین ماہ سے بادام کا حریرہ پی رہا ہوں۔ چند دنوں سے

۱۰۳

خمیرہ گاؤزبان کا بھی استعمال ہے برآں مزید کشتہ مرجان کشتہ صدف کشتہ ہرتال
تربھلا اور شہد کے ہمراہ پھر بھی ضعف طبیعت روزافزوں ایک ہفتہ سے اخیر شب میں
اسقدر ضعف بڑھ گیا کہ ذکر سے معذور۔

تحقیق تو ذکر کا تعب برداشت نہ کیجئے جب تک قوت نہ آجاوے۔

حال۔ پھر یہ تدبیر کی کہ ۳ بجے شب کو۔ کچھ روٹی کھاتا ہوں۔ اور چاء بنا کر پیتا ہوں
تو ضعف میں کمی ہوجاتی ہے۔ نصف تسبیح ذکر کچھ جلی کچھ خفی ملا کر پورا کرتا ہوں۔ حضور
کی تشریف آوری سے ایک شب پیشتر باوجود ان سب تدابیر کے نماز تہجد کے بعد
بہت الحاح وزاری کے بعد جب ذکر میں مشغول ہوا۔ تو بلغم گلوگیر ہوا۔ آواز بھی
نہ نکلتی تھی۔ پس نفس غالب آگیا۔ اور اس کمبخت نے دانت پیس لئے اور
بیساختہ یہ کہہ پڑا۔ کہ اگر یہی منظور تھا تو اپنے نام لینے کی رغبت کیوں دلائی۔ موت
ہی دیدیجئے۔

تحقیق۔ غضب کیا یہ تو سخت بات ہے اگر زبان سے کہا۔ اس مادہ کا استیصال
واجب ہے اگرچہ ندامت۔ واستغفار ماضی کا کفارہ ہوگیا۔ مگر با مستقبل میں بھی
انسداد ضروری ہے۔ اور اس کا طریق استیصال ہے اور اس استیصال کا طریق ادب
وعظمت الٰہیہ کا راسخ کرنا ہے قلب میں اور اس کو جمع کرنا ہے عشق کے ساتھ۔ اور میری رائے
میں اس کی کمی ہے جس کا تدارک ضروری ہے۔

حال۔ اس کے بعد ندامت شروع ہوئی۔ حضور قلب جاتا رہا۔ سخت پریشان رہا۔
بار بار نفس کا تقاضا کہ کہیں جنگل وغیرہ میں بھاگ جاؤں۔ بعد تشریف آوری حضور
کے حسب معمول بعد ظہر خدمت شریف میں حاضر ہوا۔ سخت وحشت ہوئی جی چاہے کہ
کہ بھاگ جاؤں۔ مگر کمترین نے طبیعت کو سنبھالا۔ اور یہ خیال ہوا کہ یہی حاضری
اس مرض کا علاج ہے تھوڑے عرصہ میں وہ کیفیت مٹ گئی۔ دو تین روز تک حضور قلب
رہا۔ اب پھر وہی قبض کی حالت پیدا ہوگئی۔ ہر چند ذکر میں مشغول ہوتا ہوں۔
مگر اثر نہیں ہوتا۔ دو حالتوں میں سے ایک رہتی تھی کبھی محض حضور قلب اور کبھی

اس کے ساتھ ایسی دل آویزی۔ اور لذت اور کیفیت کہ جس کے لئے کمترین کو الفاظ نہیں ملتے کہ بیان کرے۔ اس سے پیشتر جو یہ حالت قبض کی ہوتی تھی۔ تو یہ تصور کر لیتا تھا۔ کہ مذکور موجود بس اسقدر کافی ہے جیسے کسی مجمع میں۔ ایک شخص کی آنکھ پر پٹی باندھی جاوے تو اس حالت میں محبوب کو نہ دیکھنے سے پریشانی ہوگی۔ اور یہ خیال کرے کہ محبوب کے پاس ہوں۔ اور وہ دیکھ رہا ہے کچھ تسکین بھی ہوگی۔ اور اب تو یہ حالت ہے کہ تھوڑی دیر ذکر کے بعد وحشت ہوتی ہے اور سخت پریشانی ہوتی ہے۔

تحقیق۔ ابھی تک وجدانیات سے طبیعت مالوفسنہ معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ خطر عظیم ہے اور اوپر جو ایک جرأت کا واقعہ ہے اسی کی فرع ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ قلت ادب خود قلت عشق کی دلیل ہے عشق کا تو مقتضا یہ ہے کہ ؎

ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود

حال۔ جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اسم ذات تعلیم فرمایا اور پانچ سو مرتبہ درود شریف چند دنوں کے بعد یہ حالت ہوئی کہ ذکر اللہ میں نہایت لذت اور درود شریف سے وحشت میں نے عرض کیا فرمایا کہ یہی ذکر اللہ درود ہے۔

تحقیق۔ یہ تسلیہ تھا نہ کہ تحقیق۔

حال۔ یہانتک عریضہ ۱۲ ذی الحجہ کا لکھا ہوا ہے اب وحشت تو نہیں ہے نہ زیادہ حضور قلب ہے حالت موجودہ ایک تمثیل میں عرض کرتا ہوں۔ جیسے ایک درخت ہو پھلا پھولا۔ اور باغبان نے اس کی ڈالیاں۔ وغیرہ کاٹ کر صرف جڑ زمین میں دبادی ہو۔ خیال کے وسیع ہونے سے جو قلب سے دوری ہو جاتی تھی۔ اور طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے تھے جناب کی عنایت سے یہ حالت امید ہے خدا سے کہ نہ پیدا ہو۔ کیونکہ کمترین کا گمان یہ ہے کہ راستہ کا پتہ معلوم ہوگیا۔ کہ کیسا ہی انشراح ہو قلب سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ اور ابتک جو خیال آیا اسی طرف متوجہ ہوگیا۔

تحقیق۔ بارک اللہ زاد اللہ تعالیٰ فی حسن التعقل۔

۱۰۵

حال۔ مکرر گذارش یہ ہے کہ عرصہ ہوا دو تین بار یہ معلوم ہوا کہ قلب بالکل سیاہ ہوگیا
اور اسمیں ایک چراغ روشن ہے اُس تاریکی میں اُس چراغ کی وجہ سے عجب دِل آویزی
تھی دوم مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ نماز میں پورا قرآن شریف ختم کیا اور تعجب کرتا جاتا تھا
کہ حافظ تو ہوں نہیں۔ یہ کیونکر پڑھ رہا ہوں۔

تحقیق۔ لا یلتفت الی المنامات والحالات لان اکثر سببھا ھی الامور
الطبعیۃ۔ الطبیہ۔

حال۔ یہاں حاضر ہونے کے بعد دوم مرتبہ نماز کی حالت میں ایسا معلوم ہوا۔ کہ قرآن شریف
کی آیتیں قلب میں لکھی ہوئی ہیں اور اسمیں ایک قسم کی چمک ہے یہ بیداری حالت میں۔

تحقیق۔ منشأ ذلک کلہ ھی ما ذکرت آنفا۔

حال۔ ہر جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح معمول ہے آج دو تین جمعہ سے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ
صلوٰۃ التسبیح ہر جمعہ کو پڑھنے سے آدمی ریاکار سمجھیں گے۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھکو
بھی کہ ہر جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح پڑھنا شائبہ۔ ریا کا ہے اس دن سے دل میں عارسی
معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بفضل خدا بدستور ادا کرتا ہوں۔ کیونکہ صلوٰۃ التسبیح میں مجھکو
بہت ذوق وشوق معلوم ہوتا ہے اب تفتیش یہ ہے کہ ایسی حالت میں۔ جمعہ کے روز
چھوڑ کر۔ دوسرے روز پڑھنا مناسب ہے یا جمعہ ہی کے روز مناسب۔

تحقیق۔ تبدیل کی حاجت نہیں۔ ریا نیت سے ہوتی ہے عمل سے نہیں ہوتی

۱۰۶

حال۔ ایک دفعہ بندہ نے بوجہ درد شکم ذکر کو موقوف کیا لیکن عادت کے موافق
آنکھ کھلگئی اور ذاکرین صاحبان۔ کا ذکر سنتا رہا۔ کچھ حالت غنودگی سی ہوئی۔ تو بندہ
دیکھتا ہے کہ ایک شخص بہت خوبرو۔ بندہ کے پاس آیا اور کہا کہ تم کیوں ذکر نہیں کرتے
ہو بندہ نے اُسی وقت بے ساختہ یہ جواب[1] دیا کہ مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے کیا ذکر کر

[1] حالانکہ یہ جواب اضطراری تھا فقط درد شکم کی وجہ سے موقوف کا ارادہ کیا تھا۔

فوراً اس شخص نے جواب دیا۔ واہ ہماری صورت جو نظر آتی ہے وہ تو مقصود ہے روز
ایک دفعہ ملاقات ہونے کا وعدہ ہو گیا۔ یہ قول جب سنا تب بندہ نے ارادہ کیا۔ یہ
شخص کون ہے جو ایسی بات کرتا ہے غور کر کے نظر کیا تو حضور والا انور کی صورت تھے
جلدی سے غائب ہو گیا۔ تب بندہ اٹھکر اپنے کاروبار میں مشغول ہو گیا اس واقعہ سے
بندہ کا دل کئی گھنٹہ تک خوش رہا۔ اگر مناسب ہو تو تعبیر سے اطلاع فرماویں۔ والالا

تحقیق۔ واللہ اعلم میرا خیال یہ ہے کہ یہ اشارہ ہے محبت و مناسبت شیخ کی طرف کہ
طریق میں انفع الوسائل واقرب الوسائط ہے۔ اور اس اقربیت کی بنا پر اس کو مبالغۃً
مقصود سے تعبیر کر دیا۔ کہ قرب مقصود گویا بحکم مقصودیت ہے پس اس میں بشارت ہے
حصول مناسبت مذکورہ کی۔ اور ترغیب ہے مزید اتباع کی۔

حال۔ عرض یہ ہے کہ چند روز سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ایسا خیال دل سے
رہتا تھا کہ گویا حق تعالیٰ کی مخلوق ہے ہی نہیں۔ اور اس خیال میں کچھ ایسی بیخودی سی رہتی
تھی کہ اپنی اور غیر کی کچھ اچھی طرح سے خبر نہ تھی اور طرح طرح کے علوم و اسرار قلب پر وارد ہوتے
رہتے تھے۔ اور قلب کی حالت بدلتی رہتی تھی۔ کبھی خوشی ہوتی تھی۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ
سے بہت خوف معلوم ہوتا تھا۔ اب دو روز سے دفعۃً حالت بدلگئی ہے نہ وہ پہلا سا اللہ
تعالیٰ کی ذات و صفات کا خیال رہتا ہے نہ بیخودی سی رہتی ہے بالکل ہوش حواس
درست ہو گئے۔ اور اپنی اور غیر کی سب خبر رہتی ہے اور نہ وہ پہلے سے علوم و اسرار قلب
پر وارد ہوتے ہیں۔ اور نہ کچھ قلب کی حالت بدلتی ہے اور کچھ قبض کی سی حالت رہتی
ہے جسکی وجہ سے طبیعت کو ایک فکر اور پریشانی سی رہتی ہے۔ کہ یہ کیا دفعۃً ہو گیا
اور جلدی پرچہ دینے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ کہ فکر رفع ہو کر اطمینان ہو جاوے

تحقیق۔ یہ قبض ہے اس کی طرف التفات نہ کرو۔ کام میں لگے رہو۔ اور
استغفار کی کثرت رکھو۔ اس کے منافع بسط سے بھی زیادہ ہیں۔ صبر و تسلیم و رضا
و تفویض اس کے آداب میں سے ہے۔

۱۰۷

حال ۔ تصور جناب والا پورا نہیں اُترتا ہے یعنی چہرۂ مبارک جیسا ہے تصور میں ویسا دکھا
نہیں جاتا کچھ جھلک سی رہتی ہے جیسی اور صورتیں ۔ یار احباب کی خیال کرنے سے پوری
ظاہر ہو جاتی ہیں ۔ اس طرح آپ کی صورت تصور کرنے سے پوری نہیں نمودار ہوتی ہے
نہیں معلوم کیا بات ہے ۔
تحقیق ۔ تو اس میں حرج ہی کیا ہے اور اس تصور کی ضرورت ہی کیا ہے ممکن ہے
کہ اسی لئے پورا تصور نہ جمتا ہو کہ اس کا ترک محبوب ہو ۔

تمام شد

حصہ ہفتم تربیۃ السالک

البتہ اُن کا حساب رکھنے میں بہت احتیاط رکھنا چاہیے سو یہ کوئی مشکل بات نہیں یہ تفصیل تو نابالغ ہونے تک ہے اور بالغ ہونیکے بعد پھر نفقہ واجب نہیں رہتا البتہ اگر یہ خود غنی ہے اور لڑکی کی شادی نہیں ہوئی گو بالغ ہے یا لڑکا کسی مرض وغیرہ کے سبب کسب سے عاجز ہے گو بالغ ہے تب اُس کا نفقہ بھی واجب ہوگا۔ ایک غلطی یا کوتاہی کنبے یہ ہے کہ بجز بی بی اور اولاد کے اور کسی کا نفقہ اپنے ذمہ نہیں سمجھتے حالانکہ ایک تو محتاج والدین کا نفقہ مالدار اولاد پر واجب ہے اور دوسرے جتنے اقارب ایسے ذی رحم محرم ہوں اور وہ حاجتمند ہوں اور کسب سے بھی عاجز ہوں ان سبکا بھی نفقہ واجب ہے۔ مگر صرف تنہا یہ نہیں بلکہ والدین کا تو تمام اولاد پر اور ان اقارب کا تمام ایسے رشتہ داروں پر کہ اگر وہ ذی رحم محرم مرجاوے تو ان رشتہ داروں کو اُنکی میراث میں سے حصہ پہونچے بقدر اسی حصہ کے ہر شخص پر واجب ہوگا مثلاً ایک پانچ آدمی کے تین بھائی ہیں ایک عینی ایک علاتی ایک اخیافی تو اب دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ شخص مرجاوے تو ان تینوں میں میراث کس طرح بٹے سو حکم یہ ہے کہ اخیافی کو تو ذی فرض ہونے کے سبب چھٹا حصہ ملے اور عینی کو عصبہ ہونیکے سبب پانچ باقی ملجاویں اور علاتی کو کچھ بھی نہ ملے پس اس شخص کا نفقہ بھی اُن ہی دونوں پر واجب ہوگا اس طرح سے کہ اگر چھ روپیہ مہینہ تجویز کیا جاوے تو ایک روپیہ اخیافی بھائی پر اور پانچ روپے عینی بھائی پر اور یہ نسبت میراث کی اسوقت دیکھیں گے جب سب ذی رحم محرم ہوں ورنہ اگر ایک ذی رحم محرم ہو دوسرا نہو تو نفقہ صرف ذی رحم محرم پر ہوگا اگرچہ اس شخص کے مرنے پر وارث وہ دوسرا غیر ذی رحم محرم ہو جاوے۔ مثلاً ایک شخص کے ایک چچا زاد بھائی ہے اور ایک ماموں۔ تو نفقہ صرف ماموں پر ہوگا اور میراث چچا زاد بھائی کو ملے گی یہ سب نفقات تھے علاقہ قرابت کے سبب ایک فرد نفقہ واجبہ کی مطلق احتیاج کے سبب ہے اسمیں کسی کی تخصیص نہیں جو شخص بھی حاجتمند اور کسب سے عاجز ہو خواہ وہ قریب ہو یا اجنبی اور خواہ مسلم ہو یا کافر بلکہ خواہ آدمی ہو یا جانور سب کی خبرگیری سب پر واجب ہے البتہ اگر جانور کسی کا مملوک ہو تو صرف اُسکے مالک پر نفقہ کیلئے جبر کیا جاویگا اور اگر پھر بھی کوتاہی کرے تو حاکم اُسکو بیع پر مجبور کریگا (کذا فی الدر المختار) اور اگر وہ جانور کسی کا مملوک نہو تو اگر وہ خود چل پھر کر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے تو خیر اور اگر وہ اس سے معذور ہے تو سب پر اُس کا نفقہ واجب ہوگا۔ اور موذی جانور جیسے درندے خزندے اس سے مستثنیٰ ہیں حقوق بہائم میں میرا رسالہ ارشاد الہائم قابل ملاحظہ ہے۔ البتہ بیجان چیزوں پر نفقہ کرنا اگر وہ بدون نفقہ کے

٩٢

ضائع ہوتی ہوں جیسے گھر یا کھیتی وغیرہ پھر بھی اس نفقہ پر مجبور نہ کرینگے۔ گو مال کے ضائع کرنیکی
کراہت اس شخص پر ہوگی مگر نفقہ پر جبر نہ کرینگے لیکن اگر یہ چیز مشترک ہو اور ایک شریک بقدر اپنے
حصہ کے خرچ کرنے کو تیار ہے تو دوسرے شریک کو بھی حاکم جبر کریگا کہ بقدر اپنے حصہ کے خرچ کرے کیونکہ اسکو صرف
اپنے مال کے ضائع ہونے پر راضی ہونے کا حق ہے مگر یہاں تو خرچ نہ کرنے سے دوسرے کا مال بھی ضائع
ہوتا ہے جسکا اسکو حق نہیں اسلئے جبر کیا جاویگا۔ ایک فرد نفقہ واجبہ کی ایسی خاص ہے کہ کسی کا ذہن
بھی اس طرف منتقل نہوا ہوگا۔ اور عوام کا تو کیا ہوتا بہت سے خواص کا بھی نہوا ہوگا۔ اور اس فرد
کے بتلانے سے پہلے اول ایک مقدمہ معروض ہے پھر اس فرد کو بتلایا جاویگا اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ فقہا
نے تصریح کی ہے کہ نفقہ احتباس کی جزا بھی ہوتا ہے یعنی جو شخص کسی کی مصلحت یا خدمت کیلئے
محبوس و مقید ہو اور اس احتباس کے سبب وہ اپنی معیشت کا انتظام نہ کر سکتا ہو تو اس شخص کا نفقہ
اسپر واجب ہوگا جسکی مصلحت و منفعت کیلئے محبوس ہوئے چنانچہ اسکی مشہور مثال جو فقہاء نے
ذکر کی ہے رزق قاضی ہے یعنی قاضی مسلمین چونکہ عامہ مسلمین کی منفعت کیلئے خدمت قضاء میں
محبوس و مشغول ہے۔ اسلئے اسکا گذارہ جسکو رزق و قوت کہتے ہیں عامہ مسلمین پر واجب ہے جسکی شکل
یہ ہے کہ بیت المال میں سے دیدیا جاتا ہے کہ حقیقت اسکی مجمع اموال مسلمین ہے اور اسلئے اسمیں سے دیئے
جانیکی حقیقت یہی ہے کہ عامہ مسلمین سے دلوایا جاتا ہے اسی کی مثال ہے گواہوں کی خوراک اس کا
حاصل بھی یہی ہے کیونکہ ایک خاص وقت تک وہ من لہ الشہادۃ کے کام میں مشغول ہے اسلئے اُس کو
اُس سے خوراک دلوائی جاتی ہے حکام وقت نے بھی شریعت کے اس مسئلہ کو برقرار رکھا ہے اور
یہ مثال خصوصیت کے ساتھ اسلئے بھی وارد کیگئی کہ اس فرد مقصود کے متعلق بعض اعتراض کرنیوالوں
پر حجت ہو اور فقہاء نے زوجہ کے نفقہ کو بھی جزاء احتباس ہی کہا ہے جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اب
اُس فرد خاص کو بتلایا جاتا ہے وہ علماء و طلبہ و مشائخ کی خدمت ہے جسکی حقیقت یہی ہے کہ یہ
حضرات قوم کی دینی مصلحت میں محبوس ہیں چنانچہ علم دین کی تحصیل و تعلیم کا دینی خدمت ہونا
ظاہر ہے باقی اس مصلحت کا قوم کی طرف راجع ہونا وہ اس طرح ہے کہ علوم دینیہ میں تبحر مجموعہ مسلمین
پر فرض کفایہ ہے یعنی قوم میں اتنی جامع علوم ادیان کے موجود رہنے کا انتظام رکھنا ضروری ہے جن سے
عامہ مسلمین کی دینی حاجتیں تبلیغ احکام و جواب اسئلہ وغیرہ پوری ہو سکیں اگر ایسا انتظام نہ کیا جاویگا

تو تمام قوم عاصی و آثم ہونگی اس مسئلہ کی علماء نے تصریح بھی کی ہے اور عقل سے بھی سمجھ میں آتا ہے
اور اسکی عقلی نظیر طبیب کامل کی ہے کہ ہر شخص کو طبیب کی حاجت پیش آتی ہے لیکن اگر ہر شخص
طبیب کامل بنے تو امر معاش بالکل مختل ہو جاوے اور اگر کوئی بھی نہ بنے تو حاجت طبیہ کسی کی بھی پوری نہ ہو
اسلئے صورت مجوزہ عقل یہ ہو کہ قوم میں سے چند آحاد ایسے کامل ہوں جو تمام قوم کی حوائج کو کافی ہو سکیں
اور یہ صورت ایسی ضروری ہو کہ اگر از خود کوئی اس تحصیل کی طرف توجہ نہ کرے تو قوم کو متفق ہو کر اور مصارف
برداشت کرکے اس کا اہتمام ضروری ہو کہ چند آدمیوں کو اس طرف متوجہ کریں اور اُن کے خورد و نوش
کے ذمہ دار ہوں اور جب وہ طبیب ہو جاویں تو اُن کے گذارہ کے ذمہ دار ہو کر اُن کو اپنے شہر میں رکھیں
اور وقتاً فوقتاً اپنے علاج کی حاجتیں اُن کے سامنے پیش کریں بس اسی طرح مطب روحانی کے اہتمام
کو کہ عبارت ہے دینی حاجتوں کے انتظام سے اس مطب جسمانی پر قیاس کر لیا جاوے اور یوں اگر کوئی
اس مطب روحانی ہی کو فضول سمجھے تو وہ ہمارے نزدیک قوم سے خارج ہے اور ہمارا مخاطب ہی
نہیں خطاب مسلمانوں کو ہے جس طرح کوئی وحشی جنگلی مطب جسمانی ہی کو فضول بتلاوے تو وہ مطب
جسمانی کی مثال اسپر حجت نہیں غرض اس تقریر سے اس مصلحت کا قوم کی طرف راجع ہونا ظاہر ہو گیا
جب یہ مصلحت عام قوم کی ہے تو مثال طبیب کی طرح ان صاحبوں کے تعلقات جو کہ اس مصلحت کی تکمیل
میں مشغول ہیں (یعنی دین کے علماء و طلبہ) مجموعہ قوم کے ذمہ واجب ہونگے پھر جس وقت تک بیت المال
منتظم تھا بیت المال سے وصول ہو جاتا عامہ مسلمین سے وصول ہو جانیکی صورت تھی چنانچہ فقہاء نے
قضاۃ و علماء مفتیین و امثالہم کی کفایت کا بیت المال میں سے ہونا تصریحاً لکھا ہے اور جب سے
بیت المال منتظم نہیں رہا اب اسکی صورت صرف یہی ہے کہ سب مسلمان متفق و مجتمع ہو کر تھوڑا تھوڑا
سب ان حضرات کی خدمت بقدر کفایت کریں خواہ مدرسہ کی شکل میں ہو جس میں ضوابط و قواعد مقرر ہوتے
ہیں اور ان صاحبوں کی تنخواہیں اور وظیفے مقرر ہوتے ہیں اور یہ سہل اور اقرب الی الضبط ہے اور
خواہ توکل کی صورت میں ہو جس میں کوئی مقدار معین نہیں جو جسکو توفیق ہوتی بلا واسطہ کسی مہتمم وغیرہ
کے خود اُن کی نذر کر دی اور یہ اقرب الی الخلوص ہے اور یہ مسئلہ قرآنی منصوص بھی ہے قال اللہ
تعالیٰ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضرباً فی الارض الآیۃ اس آیت
میں اگر ان امور پر نظر کیجاوے کہ لام استحقاق کا ہے لفظ فقراء احتیاج کو بتلا رہا ہے احصروا

۹۴

احتباس پر دلالت کر رہا ہے اور فی سبیل اللہ کی تفسیر طلب علم کے ساتھ منقول ہے۔ اور لا یستطیعون
ضرباً عدم تفرغ لاسباب المعاش کی طرف اشارہ کر رہا ہے تو تقریر مذکور کی صریح دلیل ہو گئی علماء و
طلبہ سے جو سوال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ جو علم دین میں مشغول ہیں آخر انھوں نے معاش کا کیا انتظام
کیا ہے۔ اس سے اس سوال کا جواب ظاہر ہو گیا کہ ان کے ذمہ اپنی معاش کا انتظام لازم ہی نہیں
یہ قوم کے ذمہ ہے انکو قوم سے سوال کرنے کا حق ہے کہ ہم تو ایک فرض میں مشغول ہیں اور تمھارے
ذمہ ہماری خدمت واجب ہے تم نے اس خدمت کا کیا انتظام کیا ہے تو عجیب بات ہے کہ سوال کا حق
تو انکو تھا بالعکس وہ ان سے پوچھنے لگے اب معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب انکا انتظام قوم پر واجب ہے تو
اگر یہ ان کی خدمت کرنے میں کوتاہی کرینگے تو قیامت میں ان سے بازپرس ہوگی اور اس تقریر سے
یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ تعلیم دین پر جو تنخواہ لیجاتی ہے اسمیں امام شافعیؒ کے قول جواز اخذ الاجرۃ علی
الطاعات پر فتوی دینے کی حاجت نہیں اسکو اجرت ہی کیوں کہا جائے کفایت جزاء للحبس کہا جاوے
تو خود امام ابوحنیفہ ہی کے مذہب پر اسکا جواز ثابت رہیگا۔ اگر شبہ کیا جاوے کہ یہ سب موقوف اس پر ہے
کہ یہ لوگ اپنی معاش کیلئے فارغ نہیں ہیں سو ہم یہ نہیں مانتے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تجربہ سے
معلوم ہوتی ہے اگر یہ لوگ معاش میں مشغول ہوں توان خدمات دینیہ کا ایسا حق ادا نہیں کر سکتے
جیسا جبکہ بالکل اسکے لئے فارغ ہوں اسوقت کر سکتے ہیں اور تجارت میں منازعت نہیں ہو سکتی
حق تعالی نے جنکی نسبت لا یستطیعون فرمایا ہے وہ اپاہج نہ تھے بلکہ غایت درجہ مشغول فی
سبیل اللہ تھے البتہ اس تقریر سے وہ علماء منتفع ہو سکتے ہیں جنکی نیت محض دینی خدمت ہے طلب
اموال نہیں ہے۔ اور اس کا معیار یہ ہے کہ اگر ایک جگہ تنخواہ میں توسط کیساتھ گذر ہو رہا ہے اور دوسری
جگہ سے زیادہ تنخواہ کا پیام آوے اور دوسری جگہ جانے میں کوئی دینی مصلحت زیادہ نہو تو یہ شخص
وہاں جانے سے انکار کردے بس یہ معیار ہے۔ ورنہ بیشک وہ اجیر ہے اور ایسے شخص کی
تنخواہ کا تعین اس کو رزق کفایت ہونے سے نہ نکالے گا بلکہ
تعین کو بمصلحت قطع نزاع کہا جاوے گا
جس سے وہ اجرت نہوگی۔

تمت احکام النفقہ

(باقی آئندہ)

سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد ۱۳۳۱ جلد ۵

یہ جواب گیا

واقع میں ان دونوں قولوں میں تطبیق نہیں ہوسکتی مگر یہ مسئلہ فن قرأۃ کا نہیں اس لئے میری نزدیک اسمیں قاری کا قول حجت نہیں قواعد فقہیہ کا مقتضا میری نزدیک وہی ہے جو میں نے لکھا ہے واللہ اعلم بعد تحریر سطور ہذا ایک وجہ تطبیق کی جو مجھکو بہت لطیف معلوم ہوتی ہے خیال میں آگئی وہ یہ ابتدا ءبسورۃ التوبہ میں بسم اللہ پڑھنے کی دو حیثیت ہیں ایک حیثیت ابتدا ءبمطلق القرارۃ کی دوسری حیثیت ابتدار بالسورۃ کی پس اغلاط العوام میں اول کا اثبات ہے اور مکررہ و شاطبیہ میں ثانی کی نفی ہے فلا تعارض واللہ اعلم

فصل ششم در رفع تعارض درمیان بعض عبارات بہشتی گوہر و وفتاوی امدادیہ

ذیل کا خط آیا

۹

بہشتی گوہر حصہ یازدہم میں یہ مسئلہ مندرج ہے (بعد نماز عیدین کے یا بعد خطبہ کے دعا رمانگنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ و تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں ہے اگر ان حضرات نے دعا رمانگی ہوتی تو ضرور نقل کیجاتی لہذا بغرض اتباع دعا نہ مانگنا دعا مانگنے سے بہتر ہے) اور فتاوی امدادیہ کو حصہ اول میں جوابًا مرقوم ہے (البتہ بعد نماز کے آثار کثیرہ میں مشروع ہے اور دبر الصلوۃ اوقات اجابت دعا بھی ہے بہر حال بعد نماز دعا نہ کرنا اور بجائے اُسکے بعد خطبہ مقرر کرنا تغیر سنت ہے اور قابل احتراز) عبارت گوہر سے تو بعد نماز عیدین دعا نہ کرنا اولیٰ معلوم ہوتا ہے اور فتاوی امدادیہ سے نہ کرنا تغیر سنت ظاہر ہوتا ہے اندریں صورت قول راجح اور اقوی نماز کے بعد دعا کا کرنا ہے یا نہ کرنا۔

جواب

دونوں جواب قواعد سے ہیں اور دونوں میں تعارض نہیں فتاوی امدادیہ میں مقصود نکیر ہے اس پر کہ بجائے بعد نماز دعا کرنے کے بعد خطبہ کے دعا کیجاوے اور اس کو بہشتی گوہر میں بھی جائز نہیں رکھا گیا۔

فصل ہفتم در تحقیق بعض مقامات اموج طلب

خط آیا

رسالہ امواج طلب بابلاغ طرب کی تمہید صفحہ ۵ سطر ۲ میں ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول الخ۔ اسکے متعلق عرض ہے کہ فی البخاری ص ۲۵ وقال عمر اذا قال مترس فقد امنہ ان اللہ یعلم الالسنۃ کلہا اھ پس یہ اثر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہے اطلاعاً عرض ہے۔

الجواب

جزاکم اللہ وللتموتی علی الصواب۔

فصل ہشتم در تحقیق بعض مسائل تجوید

خط

گذارش یہ ہے کہ احقر نے رسالہ زینت القاری اردو کا مطالعہ کیا۔ بعض مضامین رسالہ جمال القرآن کے خلاف پائی لہذا جناب والا سے استفسار کرتا ہوں امید کہ جواب شافی سے ممنون فرماوینگے۔ فی الحال صرف تین سوال ارسال خدمت ہیں۔ چونکہ جناب کا قاعدہ مقررہ ہے کہ دو تین سوال سے زاید ایکبار میں دریافت نہ کئے جاویں لہذا باقی سوال آئندہ انشاء اللہ ارسال کرونگا۔

الجواب از اشرف علی

السلام علیکم چونکہ فن قرأت کے متعلق سوالات تھے اسلئے میں نے جواب کیلئے قاری محمد یامین صاحب مدرس مدرسہ ہذا کے سپرد کر دئیے چنانچہ ذیل میں منقول ہیں۔

(۱) جمال القرآن میں لحن جلی کی صورتوں میں سے ایک یہ لکھی ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا اور لحن خفی کی تعریف میں لکھا ہے کہ حرفوں کے حسین ہونیکے جو قاعدے مقرر کئے ہیں اُنکے خلاف پڑھنا (صفحہ ۴۳ لمعہ ۲) اور زینت القاری میں صورت مذکورہ کو لحن جلی میں نہیں لکھا بلکہ یہ لکھا ہے کہ لحن جلی تغیر ہیں اعرابیہ کئے گویا الفاظ میں اسکے اصل سے کچھ زیادہ کم کرنیکو۔

(باقی آئندہ)

نمبر ۳۔ بہشتی زیور میں یاد پڑتا ہے کہ جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ نوٹ کو کمی زیادتی میں نہیں بیچ سکتے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوٹ اور روپیہ ایک چیز ہے۔

نمبر ۴۔ تو اس صورت میں نوٹ زکوٰۃ میں بھی ادا ہو سکتا ہے اور زکوٰۃ بھی نوٹ پر واجب ہو سکتی ہے

نمبر ۵۔ آجکل چونکہ رمضان میں زکوٰۃ دینے کا وقت آیا ہے اور یہاں لوگوں کے پاس اکثر نوٹ ہیں نقد روپیہ نہیں ہے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

الجواب

نمبر ۱۔ یہ شبہ غلط ہے اسلئے کہ یہ نوٹ جس روپیہ کی سند ہے وہ تو مال ہے جو بذمہ گورنمنٹ قرض ہے اسپر زکوٰۃ واجب ہے۔

نمبر ۲۔ جب وہ اس نوٹ کو نقد بنا کر قبضہ کریگا اسوقت زکوٰۃ ادا ہوگی۔

نمبر ۳۔ یہ معلوم ہونا غلط ہے کمی بیشی کے ناجائز ہونیکی بنا یہ نہیں ہے کہ دونوں ایک حکم میں ہیں بلکہ اس کے بنا یہ ہے کہ یہ کمی بیشی حوالہ میں بھی درست نہیں اور نوٹ کا معاملہ حوالہ ہے۔

نمبر ۴۔ یہ تفریع غلط ہے جیسا اوپر معلوم ہوا۔

نمبر ۵۔ یہ کرنا چاہیے کہ خود اگر دیں تو اول اُس نوٹ کو نقد بنا دیں اور وہ نقد مساکین کو دیں یا یہ کریں کہ اُس نوٹ کا کپڑا یا غلہ خرید یں اور وہ کپڑا یا غلہ زکوٰۃ میں دیں یا ایسا کریں کہ جس مسکین کو مثلاً دس روپیہ کا نوٹ دینا چاہیں اُس سے کہیں کہ تو کہیں سے دس روپیہ نقد لے آ جب وہ لاوے تو اُس سے کہیں کہ تو اس روپیہ کے عوض ہمارا یہ نوٹ خرید لے جب اس خرید کی رو سے اس زکوٰۃ دینے والے کے پاس نقد روپیہ آجاوے تو وہ نقد روپیہ اُس مسکین کو دیدیں پھر وہ اپنا قرض خواہ نوٹ سے ادا کر دے خواہ نقد سے ادا کرے دوسرے شخص کے ذریعہ سے ادا کریں تو ایسے شخص کو وکیل بنا دیں جو ان طریقوں کو سمجھتا ہو اور اُن کے ذریعہ سے ادا کر دے۔

(**نوٹ**) میں نے بہت واضح کر کے لکھا ہے مگر میرا گمان یہ ہے تاوقتیکہ آپ کسی عالم سے اس خط کو زبانی نہ سمجھلیں سمجھنے میں غلطی ہوگی۔

السوال

درمختار کی ایک عبارت کتاب الصوم بابت روزہ یوم الشک کی لکھتا ہوں اس کا مطلب

سمجھ میں نہیں آتا۔ والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقاً و ان وافق صوماً یعتاد و الا یصومہ الخواص ویفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی نفیاً للتہمۃ انتہی۔

آخر کی عبارت زیر سطر سے معلوم ہوتا ہے کہ خواص جنکو کیفیت نیت یوم الشک معلوم ہو ان کو یوم الشک کا روزہ رکھنا جائز ہے حالانکہ حدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین عام ہے خواص کہاں سے مستثنیٰ ہوئے پھر جب خواص کو رکھنے کی اجازت ہے تو عوام کس طرح بچیں گے قواعد فقہیہ پر نظر کرتے ہوئے عوام کے ابتلا کے خوف سے خواص کو بچنا چاہئے۔

الجواب

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین الا ان یکون رجل کان یصوم صومہ فلیصم ذلک رواہ البخاری۔ اس حدیث سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ بعض عوارض کے سبب بعض افراد تقدم کے مستثنیٰ ہیں پس اگر کسی دوسری دلیل سے دوسرے بعض افراد مستثنیٰ ہوں تو حدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کے معارض نہیں اور صوم یوم الشک کے باب میں دوسری دلیل موجود ہے اور وہ دلیل ان حضرات کا عمل ہے علی رض عائشہ رض عمر رض ابن عمر رض انس بن مالک رض اسماء بنت ابی بکر رض ابوہریرہ رض معاویہ رض عمرو بن العاص یہ اصحاب ہیں جنکا عمل ما لا یدرک بالقیاس میں مرفوع حکمی ہے اور ما یدرک بالقیاس میں دلیل ہے حدیث مرفوع کے ماؤل ہونے کی اور ان تابعین سے بھی یہ عمل منقول ہے مجاہد طاؤس سالم بن عبداللہ میمون بن مہران مطرف بن الشخیر بکر بن عبداللہ المزنی۔ ابو عثمان نہدی۔ یہ سب نام نیل الاوطار ج ۴ ص ۲ میں شمار کئے ہیں۔

پس حدیث لا تقدموا غیر صوم یوم الشک وغیرہ صوم معتاد پر محمول ہو گی یہ تو اہل علم سے منقول ہے اور احقر عرض کرتا ہے کہ اگر غور کیا جائے تو حدیث لا تقدموا الخ کو صوم یوم الشک سے کچھ تعلق ہی نہیں کیونکہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ رمضان سے پہلے روزہ مت رکھو تو ظاہر ہے کہ وہ غیر رمضان کا روزہ ہو گا اور یوم الشک پر غیر رمضان ہونے ہی کا حکم نہیں کر سکتے جو شخص اس کا روزہ رکھتا ہے وہ بحیثیت یوم رمضان ہونے کے رکھتا ہے نہ کہ غیر رمضان کا تعظیم و استقبال رمضان کیلئے اور احتیاط امور دیانات میں خود منصوص و مطلوب شرعی ہے جبتک کوئی مفسدہ لازم نہ آوے

(باقی آئندہ)

تحقیق (۱۴) متعلق بمسئلہ فضیلت ابی بکر صدیق رض

بہشتی زیور میں ہے (حضرت ابوبکر صدیق رض خلیفہ اول کہلاتے ہیں۔ تمام امت میں سب سے بہتر ہیں) اس پر یوں اعتراض کیا گیا ہے ہمیں نہیں معلوم کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قرب قیامت میں تشریف لائیں گے تو حضور سرور عالم کی امت میں بخیال مؤلف کتاب داخل ہوں گے یا نہیں صورت ثانیہ خلاف مذہب اہل سنت ہے صورت اولیٰ صحیح ہے مگر اب دعویٰ کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عیسیٰ بھی امتی ہیں۔ اور ہر امتی اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہتر ہیں پس حضرت عیسیٰ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ بہتر ہیں وھو ظاہر الفساد علامہ محقق دوانی نے شرح عقاید عضدیہ میں کہا ہے واما نزول عیسیٰ علیہ السلام ومتابعتہ لشریعتہ فھو مما یؤکد کونہ خاتم النبیین اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے تحریر فرمایا ہے فان قیل قد ورد فی الحدیث نزول عیسیٰ بعدہ قلنا نعم ولکنہ یتابع محمدا صلی اللہ علیہ وسلم لان شریعتہ قد نسخت فلا یکون الیہ وحی ولا احکام بل یکون خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کا ماحصل یہ ہوا کہ اعتراض پڑتا ہے کہ آنحضرت کو خاتم النبیین کہنا کس طرح درست ہے جبکہ حضرت عیسیٰ حضور کے بعد دنیا میں پھر آئیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک حضرت عیسیٰ دنیا میں آئیں گے لیکن وہ آنحضرت کے متبع ہونگے کیونکہ خود ان کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اسوقت وہ نبی نہوں گے ان پر وحی نہ اترے گی نہ ان کے مخصوص احکام ہونگے بلکہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ ہونگے اور اسکی شرح یہ ہے۔ ای یکون علی شریعتہ ومثلہ قال الماتن فی شرح المقاصد ولفظہ قلنا بلی ولکنہ علی شریعۃ نبینا لا یسعہ الا اتباعہ ان عبارات سے معلوم ہوا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام من حیث النبوۃ تشریف نہ لاوینگے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع اور اور آپ کی امت میں ہوں گے اب رہا یہ امر کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں ہیں۔ یہ ظاہر ہے عموماً کتب فقہ میں مذکور ہے اور خود مؤلف کتاب بھی اسکے مقر ہیں۔ بیشک اگر عقیدہ کی عبارت یہ ہوتی کہ بعد انبیا افضل البشر حضرت ابوبکر ہیں صحیح ہوتا اسواسطے کہ اسمیں شک نہیں کہ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر ہیں انتہی

١٢١

تنقید

عقیدہ بہشتی زیور ترجمہ ہے اس عقیدہ کا جو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے چنانچہ
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر ثم عمر
رواہ الامام احمد فی مسندہ۔ اور مشکوۃ میں عبد اللہ بن عمر رضہ سے مروی ہے کنا نقول و رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم حی افضل امۃ النبی صلی علیہ وسلم بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان رضوان اللہ
علیہم اجمعین لہذا اعتراض معترض ساقط ہے یہ جواب تو اجمالی تھا اب ہم اسکا تفصیلی جواب دیتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ امت سے مراد وہ لوگ ہیں جنکی ہدایت کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث
ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بایں معنی امت میں داخل نہیں ہیں کیونکہ ان کا نزول بغرض ہدایت
نہوگا بلکہ بغرض اعانت دین الٰہی و ترویج شریعت مصطفویہ ہوگا اور اسوقت ان کی مثال ایسی ہوگی
جیسے ایک بادشاہ کسی ضرورت سے اپنے ایک گورنر کو بلالے اور دوسرے گورنر سابق کی جگہ اس غرض سے
بھیجے کہ تم وہاں جاکر قانون سابق کی حمایت کرو اور انتظامات سابقہ میں جو خلل آگیا ہے اُن کو
بحال کرو۔ تمھارا کام صرف قانون سابق کی حمایت کرنا اور انتظام سابق کو بحال کرنا ہے تمکو اسمیں
دست اندازی کا کچھ اختیار نہیں ہے اور تم کو اس جگہ مستقل گورنر کرکے نہیں بھیجا جاتا بلکہ اُس کا
نائب کرکے بھیجا جاتا ہے۔ پس جسطرح اس گورنر کو سابق گورنر کی رعایا نہیں کہا جاسکتا۔ یوں ہی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی امتی نہیں کہا جاسکتا۔ اور نہ کسی نص سے ان کا امتی ہونا ثابت ہوتا ہے
پس انکو امتی کہنا درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے منصب سے گرانا ہے لیکن اگر توسعاً انکو بھی امت
میں داخل کیا جاوے تو بھی عقیدہ بہشتی زیور پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ عقیدہ مذکور میں امت سے مراد
وہ لوگ ہیں جنکی ہدایت کیلئے آپ مبعوث ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ بایں معنی امتی نہیں ہیں گو انکو
توسعاً امتی کہا جاوے اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ معترض کا اعتراض بالکل لغو ہے جب یہ معلوم
ہوچکا تو اب ہم تفصیلی طور پر معترض کی لغزشیں شمار کرتے ہیں پہلی غلطی اُس نے یہ کی ہے کہ اُس نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی ہونے کو خلاف مذہب اہل سنت کہا حالانکہ اُسکا یہ دعوی بالکل
غلط اور بدیہی البطلان ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسوقت میں بھی نبی ہونگے چنانچہ سراج
المنیر شرح جامع صغیر صفحہ ۱۵ ج ۱ میں حدیث ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا

۱۲۲

ی کی شرح میں لکھا ہے اما عیسیٰ علیہ السلام فینزل نبیا لکنہ یحکم بشرع نبینا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اھ مگر اسوقت اُن کا کام ترویج شریعت مصطفویہ بہ نیابت جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہوگا۔ نہ کہ اپنی شریعت منسوخہ کی ترویج اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے
ے ہوں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لحاظ سے حضرت ہارون فرق اتنا ہے کہ حضرت ہارون
علیہ السلام کو منصب نبوت بعد نبوت موسیٰ علیہ السلام عطا ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے قبل سے نبی ہیں۔ اور دوسری غلطی اُس نے یہ کی کہ اُس نے محقق دوانی
عد تفتازانی کی عبارات سے اُن کا امتی ہونا ثابت کیا حالانکہ اُن سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ
ں سے خلافت و نیابت ثابت ہے نہ کہ امتی ہونا و بینھما بون بعید۔ اور تیسری غلطی اُس نے
ی کہ اُس نے بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام اُن کو منصب نبوت سے معزول کیا حالانکہ وہ اسوقت میں
ی نبی ہونگے۔ گو اسوقت اُن کی شریعت منسوخہ معمول بہا نہوگی کما مر من سراج المنیر۔ اور چوتھی
غلطی اُس نے یہ کی کہ اس نے انکار نبوت کو سعد الدین تفتازانی و محقق دوانی کی طرف منسوب کیا ہے
حالانکہ وہ اس اعتقاد سے بری ہیں۔ اور پانچویں غلطی یہ کی کہ اُس نے مؤلف بہشتی زیور کی عبارت
مطلب وہ بیان کیا جو اُن کی مراد نہیں ہے جیسا کہ اُنکے فقرہ "تو مؤلف بھی اس کے مقر ہیں"
ے ظاہر ہے اور چھٹی غلطی اُس نے یہ کی کہ عبارۃ عقیدہ میں جو اصلاح دی وہ ایسی اصلاح ہے جس سے
ہ شبہ نہیں اٹھتا جو کہ اس نے عبارت بہشتی زیور پر کیا ہے۔ کیونکہ جب معترض کو تسلیم ہے کہ بوقت
زول عیسیٰ علیہ السلام نبی نہونگے بلکہ امتی محض ہونگے تو اب وہ امت میں داخل ہونگے اور انبیاء میں داخل
ہونگے لہذا افضلیت ابوبکر صدیق ان پر لازم ہوگی اور یہی وہ محذور تھا جسکے اٹھانے کیلئے یہ ترمیم کی گئی
تھی پس ترمیم لاحاصل ہوگی۔ اور معترض پر بھی وہی اعتراض پڑیگا جو اُس نے بہشتی زیور پر کیا ہے
جب یہ بھی معلوم ہوگیا تو اب ہم محقق دوانی و سعد تفتازانی کے مقصود کی صحیح توضیح کرتے ہیں تاکہ
خاتم النبیین پر جو شبہ ہوتا ہے وہ دفع ہو جائے۔ اور کہتے ہیں کہ تقریر ان کے مدعا کی یہ ہے کہ نزول عیسیٰ
علیہ السلام ختم نبوت میں قادح نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے اسکی اور تائید ہوتی ہے۔ تقریر تائید یہ ہے
یہ مسلم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اور انبیاء سابقین میں ہیں پس اگر ان پر بعد نزول وحی آتی
ی احکام غیر ناسخہ لشریعۃ المصطفویہ نازل ہوتے تب بھی کچھ مضائقہ نہ تھا کیونکہ وہ انبیاء سابقین

۱۲۳

میں سے ہیں نہ کہ لاحقہ میں سے اور ان پر نزول وحی منافی ختم نبوت نہیں اسلئے کہ ختم نبوت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کی نبوت سے انبیاء سابقین نبوت سے معزول ہوجائیں گے بلکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہوگا اور کسی کو ابتداءً منصب نبوت عطا نہوگا پس جبکہ بوقت نزول ان پر بھی وحی اور احکام جدیدہ نازل نہوں گے تو اور کسی کو جدید نبوت کیسے مل سکتی ہے اور اس پر وحی اور احکام کیسے نازل ہو سکتے ہیں اور جبکہ ایسا نہیں ہو سکتا تو ختم نبوت ثابت ہے اور بطریق موکد ثابت ہے واللہ اعلم۔

تحقیق (۱۵)

النظامیہ بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء و جنوری ۱۹۳۱ء میں بہشتی زیور حصہ اول صفحہ ۴۹ کی سرخی کفر اور شرک کی باتوں کا بیان پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے ہمکو نہیں معلوم کہ کفر اور شرک کی باتوں سے کیا مطلب ہے یا تو یہ مطلب ہے کہ وہ باتیں جنکے ارتکاب سے مرتکب کافر اور مشرک ہوجاتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ یہ امور گو شرک اور کفر کے ہیں مگر ان کا مرتکب کافر نہیں کہا جاتا ہے لیکن ان سے اس کا کفر لازم آتا ہے بہر حال دونوں مطلبوں میں ہمکو اس عنوان کے تحت میں جو امور بیان کئے گئے ہیں ان سے اختلاف ہے لطف یہ ہے کہ اسکے بعد ایک عنوان بدعتوں اور بری رسموں کی باتوں کے بیان میں کے نام سے قائم کیا گیا ہے اور دوسری سرخی بڑے بڑے گناہ جن سے بہت گناہ ہوتا ہے جن پر بہت سختی آئی ہے کے عنوان سے قائم کیگئی ہے اگر کوئی منصف مزاج تلاش کرے تو بہت سے ایسے امور سرخیوں میں ملیں گے جنکو اس مقام کے بجائے جہاں ذکر کئے گئے ہیں دوسری جگہ مذکور ہونا چاہئے تھا۔ ہم یہاں پر ان امور کو بیان کرتے مگر طول زیادہ ہوجانے کے باعث ترک کرتے ہیں۔ لیکن وہ امور جو ہمکو خلاف حق معلوم ہوتے ہیں اُن کے متعلق بحث کرتے ہیں آہ

تنقید

قبل اسکے کہ ہم اس ہذیان پر مفصل بحث کریں یہ بتلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین مضمون بالا اور اسپر ہماری تنقیدات کو دیکھکر غور فرمائیں کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کی عداوت نے ان کو کسقدر اندھا کر رکھا ہے کہ وہ ایک عامیانہ مضمون میں اسقدر لفظی اور معنوی غلطیاں کرتے ہیں اور عبارت تک بھی صحیح نہیں لکھ سکتے

(باقی آیندہ)

نمبر ۳ ۔ تتمہ کتب فروختنی بلاعیب قریب الکل مصری مجلد

نام کتاب	قیمت
قرآن مجید قلمی ۱۰۵۵ھ مجلد یادگار قدیم مفت ۔ ۔ ۔ ۔	صہ
کتاب الموطا للامام محمد رح مع التعلیق المجد للعلامۃ المولوی عبدالحی رح	ہے
مجموعہ نخبۃ الفکر و بلوغ المرام للامام العسقلانی رح و آثار السنن للعلامۃ النیموی رح مجلد	سے
الفتاوی الحدیثیہ لابن حجر رح برحاشیہ الدرر المنتثرہ مصری مجلد ۔	عہ
شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور برحاشیہ بشری الکئیب للسیوطی رح مجلد	عہ
الصواعق المحرقہ برحاشیہ تطہیر الجنان واللسان لابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ مجلد ۔ ۔ ۔ ۔	عہ
مجموعہ کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار والروضۃ البہیہ فی مابین الاشاعرۃ والماتریدیہ والقول المسدد فی الذب عن مسند الامام احمد رح والفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان ۔ کاہبا نیشنہ بلا مجلد ۔ ۔ ۔	للعہ
کشف الغمہ عن جمیع الامہ للشعرانی	ہے

نام کتاب	قیمت
و بہامشہ سفر السعادۃ للامام الفیروزآبادی مجلد ۔	
کتاب الصلوۃ ومایلزم فیہا للامام احمد رح ۔ ۔ ۔	عہ
تحفۃ القاری ۔ ۔	۸
المجالس السنیہ بہامشہا کتاب السبعیات مجلد ۔ ۔	عہ
کتاب الخراج للامام ابی یوسف رح برحاشیہ الجامع الصغیر للامام محمد رح مجلد ۔ ۔ ۔ ۔	عہ
الجزو الثانی من کتاب المدخل لابن الحاج رح مجلد ۔ ۔ ۔	سے
المیزان للامام الشعرانی رح برحاشیہ رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ مجلد عمدہ کتاب ۔ ۔ ۔	للعہ
فتاوی عالمگیریہ جلد اول برحاشیہ جزو اول از فتاوی خانیہ ۔	للعہ
ایضاً جلد پنجم و برحاشیہ جزو ثانی از بزازیہ ۔ ۔ ۔	للعہ
واقعات المفتین برحاشیہ فوائد شریفیہ و زوائد خیفہ عمدہ کتاب مجلد ۔ ۔	عہ

نام کتاب	قیمت
سراج الملوک برحاشیہ التبر المسبوک مجلد ۔ ۔ ۔	عہ
المصباح المنیر ہر دو جلد عمدہ کاپی مجلد	عہ
فقہ اللغہ للثعالبی رح لغت مجلد	عہ
البیان والتبیین للجاحظ رح مجلد در ادب ۔ ۔ ۔	سے
اوضح المسالک الی الفیۃ ابن مالک رح ۔ نحو ۔ ۔	عہ
رسالہ تحفۃ الاعالی علی ضوء المعالی علی بدء الامالی ۔ عقائد ۔ ۔	۱۲

کل مصری

نام کتاب	قیمت
الدیوان سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مع حاشیہ عمدۃ البیان مجتبائی ۔	عہ
درایہ شرح ہدایۃ النحو ۔ ۔ ۔	عہ
بحر الجواہر مع رسالہ حدود الامراض در طب	عہ
مجموعہ سراجی و فتاوی میراث و نخبۃ الفکر مجلد ۔ ۔	عہ
الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ مع التعلیقات السنیہ از مولانا عبدالحی عمدہ مجلد کلاں بر تقطیع ۔	عہ
کتاب الشفاء اردو مع متن از مجتبی ورق ممتاز و مجمع البحرین	

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالی شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ ۳ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے کا وی پی ہوگا۔ امسال ۳ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۷ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاوے گی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں اجماعت انتخاب التالیفات مقیم خانقاہ تھانہ بھون [...] سعادت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ میں براہ مہربانی پتہ کے سا[...] نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم
رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظف[...]

ف ویل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۳۹۳ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی الخبر عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث کہ دال ست بر مندوبیت

قدرے از فضل و ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ و العقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت فی مکتوبات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و تحقیق معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آن افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ ست با جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب و العجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ لقب صحیفہ مشیر ست بہ تبرک بنام نامیش نیز و شامنہا الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد (۱۰) بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ ہجری — جلد (۵)

باہتمام ادارۃ الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدش امداد نام
یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ربیع الثانی ۳۸ھ

(جو)

بہ برکت دعا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔

(مدیر رسالہ)

اور کس وجہ سے گناہوں کے اندر دلیری ہے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے اے نفس تو ہی اپنا غمخوار بن اگر تو اپنی غمخواری نہ کریگا تو تجھ سے زیادہ کون تیرا خیر خواہ ہوگا اسی طرح گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ ان واقعات کو تفصیل سے سوچا کرے میں دعوی سے کہتا ہوں کہ انشاء اللہ چند ہی روز کے بعد دیکھو گے کہ خوف پیدا ہوگیا اور خوف پیدا ہونے کے بعد آپ کو ماضی سے توبہ کی فکر ہوگی اور آیندہ کیلئے اطاعت کی توفیق ہوگی اسوقت آپ کو مشاہدہ ہوگا اتقوا اللہ پر کیسے اصلاح اعمال ومحو ذنوب مرتب ہوگئے

اطاعت کاملہ کا محبت پر موقوف ہونا اور محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً یعنی جو شخص اللہ و رسول صلعم کی اطاعت کرے وہ بیشک بڑی کامیابی کو پہنچا یطع میں اشارہ ہے کہ جو شخص خوشی سے کہنا مانے اسلئے کہ یہ طوع سے مشتق ہے اور خوشی سے کہنا ماننا بدون محبت اللہ و رسول صلعم کے نہیں ہوتا۔

اور اللہ کی محبت حاصل ہونے کا طریقہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا یاد کرنا ہے اسکے لیے بھی ایک وقت مقرر کرکے سوچا کرو کہ ہم پر اللہ تعالی کی کسقدر نعمتیں ہیں چند روز کے بعد آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ ہم سر تا سر عنایت اور نعمتوں میں غرق ہیں اس سے آپ کے قلب میں حق تعالی کی محبت اور اپنی ناکارگی اور تقصیر جاگزیں ہوگی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم کہ یطع کا تعلق آپ سے بھی ہے آپکے ساتھ محبت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ حضور نے جو ہمارے لئے مشقتیں اٹھائیں اور اپنی امت پر شفقت فرمائی اسکو سوچا کرو جب محبت پیدا ہوگی اطاعت خوشی سے ہوگی اور محبت ہوگی اور پہلے جو طریقہ بیان کیا اس سے خوف ہوگا یہ دونوں شے آپ کے دین دنیا دونوں درست کردیں گے اور بڑی کامیابی سے مراد یہی ہے۔

عالم غیب کی وسعت اور اسکے کشف سے اسکا اشتیاق اور عدم کشف کا موجب نقصان نہ ہونا

۲۷۹

عالم غیب میں اسقدر وسعت ہے کہ یہ عالم دنیا اُس سے وہ نسبت رکھتا ہے جو سوئی پر لگا ہوا ایک قطرہ سمندر سے نسبت رکھتا ہے یعنی یہ عالم دنیا اُسکے سامنے مثل ایک قطرہ کے ہے اور وہ اُسکے اعتبار سے مثل سمندر کے ہے اہل کشف نے لکھا ہے کہ دونوں عالموں میں وہی نسبت ہے جو کہ رحم مادر اور عالم دنیا میں ہے بچہ اول رحم مادر میں رہتا ہے اور اُسکے لئے وہ ایک عالم ہوتا ہے اور اُس سے اسقدر مانوس ہوتا ہے اگر شاید وہاں سے اُسکی رائے لیکر عالم دنیا میں لایا جاوے تو وہ کبھی گوارہ نہ کرے اور مچل جاوے لیکن اگر اُسکو کسی طرح وہاں سے نکال لیا جاوے جیسا کہ اسی طرح لایا جاتا ہے اور عالم دنیا میں وہ یہاں کی رونق چہل پہل یہاں کی آبادی اور معمورۂ دنیا کو دیکھے تو عالم رحم اُسکو بالکل ہیچ اور عدم معلوم ہونے لگے اسی طرح اہل دنیا جو کہ اس عالم میں محبوس اور اسیر ہیں جنھوں نے آنکھ کھولنے کے وقت سے آنکھ بند کرنے تک اسکے سوا اور کسی عالم کو دیکھا ہی نہیں جب ان سے اس عالم کو چھوڑ دینے اور دوسرے عالم میں چلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ سخت پریشان ہوتے ہیں اُن کا دل مضطرب ہوتا ہے اور وہ کسیطرح اس عالم کی جدائی کو گوارہ نہیں کرتے ہاں وہ لوگ جن کو خدا تعالی نے عیناً یا ذوقاً علم مکاشفہ دیا ہے اور وہ اس عالم کو مشاہدہ کر چکے ہیں اور اُن کو اس کی جدائی کا نہ قلق ہوتا ہے نہ وہ اس سے گھبراتے ہیں۔ بلکہ وہ اس عالم سے انتقال کے متمنی اور آرزومند رہتے ہیں لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ پہلے لوگوں کے مقابلہ میں یہ لوگ زیادہ مقبول اور صاحب کمال ہیں اس واسطے کہ ان کی فضیلت یا تو اشتیاق کی وجہ سے ہو سکتی ہے یا کشف کی وجہ سے سو اشتیاق کی وجہ سے تو اس لئے یہ صاحب فضیلت نہیں کہ جب عالم غیب اور اُسکے نعم و لذائذ کو دیکھ چکے ہیں پھر اُسکی طرف رغبت کرنا اور اسکا مشتاق ہونا۔ کیا کمال کی بات ہے خوشنما باغیچہ کو جو شخص بھی دیکھے گا سیر کا متمنی ہوگا۔ اور کشف کی وجہ سے اسلئے صاحب فضیلت نہیں کہ کشف دلیل بزرگی اور مقبولیت کی نہیں اُسکی بنا محض مجاہدہ اور کثرت ریاضت پر ہے اکثر ہنود کو بھی ہونے لگتا ہے اور مرنے کے بعد تو سب ہی کو ہوگا البتہ اہل کشف کو اس اعتبار سے ضرور فضیلت ہے کہ دنیا میں رہکر جو ذوق انکو حاصل ہے دوسروں کو نہیں۔

کشف ہونیکی صورت میں عمل کا زیادہ موجب کمال ہونا

۲۸۰

اور کشف کی حقیقت (یعنی تحقیق) معلوم ہو جانے سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ بعض ناواقف لوگ جو کشف کے درپے ہوتے ہیں۔ اور اسکو بڑی چیز سمجھتے ہیں یہ اُن کی غلطی ہے بلکہ اگر غور کیا جاے تو معلوم ہوگا کہ کشف نہونے کی صورت میں اگر عمل ہو تو وہ زیادہ کمال کی بات ہے چنانچہ خداوند جل وعلا جائے مدح میں فرماتے ہیں۔ الذین یومنون بالغیب اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ ای الخلق اعجبهم ایمانا یعنی تمام خلق میں سب سے زیادہ عجیب ایمان کس کا ہے صحابہ نے عرض کیا الملائکة یا رسول اللہ الخ یعنی فرشتوں کا ایمان سب سے زیادہ عجیب ہے آپ نے فرمایا کہ اُن کے ایمان نہ لانے کی کیا وجہ ہوتی جبکہ ہر وقت کلام واحکام سے مشرف ہوتے ہیں۔ صحابہ نے کہا کہ پھر انبیاء علیہم السلام کا آپ نے فرمایا بھلا وہ کیوں ایمان نہ لاتے ہر وقت تو اُن پر وحی نازل ہوتی ہے صحابہ نے کہا کہ پھر ہمارا آپ نے فرمایا کہ تم کیوں ایمان نہ لاتے ہر وقت مجھے دیکھتے ہو مجھے سُنتے ہو آخر صحابہ نے عرض کیا کہ حضور پھر کون لوگ آپ نے فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آویں گے جنھوں نے نہ مجھکو دیکھا ہوگا نہ نزول قرآن کی کیفیت دیکھی ہوگی محض چند لکھے ہوے کاغذ دیکھکر ایمان لاویں گے۔ اُن کا ایمان زیادہ عجیب ہے مقصود اس سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ مکاشفہ کی نسبت عدم کلام مکاشفہ کی حالت زیادہ تفضیل اور اسلم ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے۔ کہ مطلقاً غیر مکاشفین مکاشفین سے افضل ہیں اگر اہل کشف میں اور فضائل بھی ہوں جیسے انبیاء علیہم السلام تو وہ افضل ہوں گے اور اعجب ہونا دوسری بات ہے

جن لوگوں کو عالم غیب منکشف نہیں ہوا انہیں عالم دنیا کے چھوڑنے کے قبل موت وحشت ہوتی ہے لیکن اگر اہل ایمان سے ہو تو وہ وحشت بعد انکشاف باقی نہیں رہتی

جن لوگوں کو عالم غیب منکشف نہیں ہوا وہ لوگ اس دنیا کو چھوڑتے وقت گھبراتے اور مضطرب ہوتے ہیں۔ جالینوس کے متعلق مشہور ہے کہ جب مرنے لگا تو یہ تمنا کرتا تھا کہ میری قبر میں ایک

سو لازم رہے کہ دنیا کی ہوا آتی رہے لیکن غیر مکاشفین اگر اہل ایمان کامل ہیں تو گو اُن کو طبعاً اس عالم کو چھوڑنا (قبل موت) گراں گذرے اور وہ موت سے گھبراویں جیسا حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کلنا یکرہ الموت مگر (عین مرنے کے قریب جب مبشر ہوتا ہے اور اسی طرح) مرنے کے بعد جب اُس عالم کی سیر کریں گے۔ اور اسکو دیکھیں گے اور اُسکی وسعت آنکھوں کے سامنے ہوگی تو اُن کی وہی حالت جو کہ رحم مادر سے نکلکر اور عالم دنیا دیکھکر بچے کی حالت ہوتی ہے کہ وہ اسکو بھول جاتا ہے اور عالم دنیا کے سامنے اپنے اس پہلے عالم کو ہیچ بلکہ لاشئی محض سمجھنے لگتا ہے۔ حکیم سنائی رح اسی کی نسبت فرماتے ہیں ؎

آسمانہاست در ولایت جاں	کار فرمائے آسمانِ جہاں
در رہ روح پست و بالاہست	کوہ ہائے بلند و صحراہاست

مرید کو متعارف طور پر توجہ دینے میں خرابی اور اُس کے ضرر مع چند شبہات اور اُن کے جوابات کے

اکثر محققین صوفیہ نے مریدوں پر متعارف توجہ دینے کے طریق کو بالکل ترک فرما دیا اس وجہ سے کہ اس طریق توجہ میں مریدین کے اندر کسی کیفیت کے القاء کیلئے اسقدر استغراق کرنا شرط تصرف ہے کہ بجز اس کیفیۃ القاء کے کسی طرف التفات نہو اور تمام تر خیالات سے بالکل خالی ہو جاوے حتی کہ واقعی اُسوقت حق تعالیٰ کی طرف بھی توجہ کم ہو جاتی ہے سو اسقدر توجہ مستغرق خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اُسکی غیرت آتی ہے اور اُن پر سخت گراں گذرتا ہے کہ یہ شخص خدا سے بالکل غائب ہو جاوے اور ایک ضرر شیخ کو توجہ متعارف میں یہ ہوتا ہے کہ اپنے تصرفات دیکھکر چند روز میں عجب پیدا ہو جاتا ہے دوسرا یہ ضرر ہوتا ہے کہ اس متعارف طریق توجہ سے شہرت ہو جاتی ہے اور جس شہرت کے اسباب مقدور الترک ہوں وہ اکثر مضر ہوتی ہے تیسرا یہ ضرر ہوتا ہے کہ شیخ اگر ضعیف القوی ہو تو بیمار پڑ جاتا ہے۔ یہ تین ضرر شیخ کو ہوتے ہیں۔ اور مرید کو یہ ضرر ہوتا ہے کہ وہ شیخ پر اتکان کر لیتا ہے اور خود کچھ نہیں کرتا۔ اسلئے اس کی نسبت محض انعکاسی ہوتی ہے اکتسابی نہیں

ہوتی۔ اور نسبت انعکاسی۔ کو قیام نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ توجہ تو خود حدیث سے ثابت ہے چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ غطنی فبلغ منی الجھد سو اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس غط کو توجہ کہنا محض بے دلیل ہے اس کا حاصل صرف الصاق بالصدر مع شدۃ ہے نہ کہ توجہ متعارف اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو ممکن ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بوجہ قوت ملکی توجہ میں اسقدر استغراق کی ضرورت نہوئی ہو جو توجہ الی الحق کو مانع ہو۔ وذلک لا یضر۔ اگر کہا جاوے کہ ممکن ہے کہ منفعل کی تفاوت استعداد سے کسی وقت کمال استغراق کی ضرورت نہو تو جواب یہ ہے کہ فاعل کو تو ہر صورت میں کمال استغراق کی ضرورت ہوگی البتہ تفاوت استعداد سے منفعل میں فرق ہوگا کہ تام الاستعداد بسہولت اور جلد متاثر ہوگا اور ناقص الاستعداد بدیر متاثر ہوگا۔

فیض رسانی کی وہ صورتیں جنمیں کوئی خرابی اور ضرر نہیں مع زیادت تحقیق توجہ متعارف

ہاں دو صورتیں فیض رسانی کی اور ہیں ایک تو اُن کے اختیار سے بھی خارج ہے وہ یہ کہ اُن کی ذات بابرکت کے فیوض برکات سے کہ اُن کو اس طرف التفات بھی نہیں عالم مستفیض ہوتا ہے جس طرح بارش کہ اُس کے برسنے سے ہر قابل حصہ زمین میں قوت نمو پیدا ہو ہی جاتی ہے خواہ بارش چاہے یا نہ چاہے یا آفتاب کہ اُس کے طلوع کے وقت جو چیز اُس کے مقابل ہو گی ضرور منور ہوگی دوسری اختیاری ہے جیسے مریدین کے لئے دعا کرنا انکی حال کی نگرانی یا شفقت سے نصیحت کرنا۔ اُسکو بھی توجہ بالمعنی اللغوی کہا جاتا ہے مگر اصطلاحی توجہ یعنی تصرف نہیں سو اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ مسنون ہے کیونکہ طریق توجہ کے ترک کا سبب محض یہ تھا کہ اسمیں ذات باری سے غیبت ہے اور چونکہ اس دوسرے طریق میں ترک التفات الی اللہ نہیں بلکہ زیادت التفات الی اللہ ہے اسلئے یہ مذموم نہیں بلکہ مطلوب ہے اور گو اسوقت توجہ الی الخلق بھی ہوتی ہے مگر وہ توجہ صارف عن التوجہ الی الحق نہیں ہے بلکہ دعا کی تو حقیقت

ہی توجہ الی الخالق ہے گو لنفع الخلق سہی اور یہ نفع بھی خاص مرضیِ حق ہے اور نگرانی و نصیحت
و تعلیم وغیرہ میں بھی اعتدال توجہ الی الخلق غیر مانع عن الحق ہے اور وہ بھی باذن الخالق ہے تو یہ
انہماک فی الخلق و غیبت عن الحق نہیں ہے حاصل یہ ہے کہ توجہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جسمیں خدا تعالیٰ
سے غیبت ہے دوسرے وہ کہ اسمیں احداث التفات الی الخلق ہو پہلی قسم کملا کے ہاں متروک ہے
دوسری قسم مطلوب و محمود ہے البتہ پہلی قسم کی توجہ سے اگر اپنے تصرف کا اظہار یا زیادتِ جاہ مقصود
ہو تو مذموم ہے پس اس کا وہی مرتبہ ہے جو غلام پہلوان اور رنجیت سنگھ کی کشتی کا جس درجہ میں
یہ کشتی محمود و مذموم ہے بالکل اسی درجہ میں یہ توجہ بھی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ توجہ مروج فی نفسہ کوئی
مطلوب و محبوب چیز نہیں ہے لیکن اگر اسکی غایت محمود ہو تو اسمیں بالعرض مطلوبیت کی شان پیدا
ہو جاتی ہے جس طرح ورزش کہ اگر اس سے غرض محض اظہار قوت و صولت ہے تو لغو ہے اور اگر
اعانت مخلوق اس کی غرض ہے تو محمود ہے پس یہ توجہ ایک مرتبہ میں طاعت ہے لیکن اس سے
زیادہ درجہ میں وہ توجہ ہے جو کہ انبیاء اپنے اصحاب و امت پر فرماتے تھے یہی انبیاء کا طریق توجہ ہے
جسکو کاملین نے اختیار کیا ہے کہ اسمیں وہ خطرہ نہیں ہے جو کہ مروج طریق میں ہے اور وہ توجہ ہے خلق
کی طرف جو کہ سالک کے لئے نہایت مضر ہے حتی کہ ابتداء میں مطلق افادہ کے ارادہ سے بھی توجہ
کرنا مضر ہوا ہے۔

حکایت۔ ایک بزرگ کی حکایت مشہور ہے کہ اپنے ایک مرید کو مدت تک ذکر شغل تبلاتے
رہے اور اسمیں تغیر و تبدل بھی کرتے رہے لیکن مرید کو کچھ نفع نہ ہوا آخر مدت کے بعد اس سے پوچھا
کہ تم یہ ذکر و شغل کس نیت سے کرتے ہو اس نے کہا کہ حضرت یہی نیت ہے اگر کسی قابل ہو جاؤں
تو دوسروں کو نفع پہنچاؤنگا شیخ نے کہا توبہ کرو یہ شرک ہے کہ ابھی سے بڑے بننے کا خیال ہے
اور خلق مقصود بالنظر ہے جب اس نے اس خیال سے توبہ کی فوراً فائدہ محسوس ہوا گویا افادہ کی
غرض سے بھی جو کہ بظاہر محمود ہے خلق کی طرف توجہ کرنا ابتداء سلوک میں مضر ہوتا ہے۔

شیخ کامل مرید کی اصلاح سے نہ خود مایوس ہوتا ہے نہ اسکو مایوس کرتا ہے

اور اس حکایت سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ شیخ کامل کبھی مایوس نہیں ہوتا نہ م

مایوس کرتا ہے جیسا یہ شیخ مدت تک تغیر و تبدل کرتے رہے اور نفع نہ ہونے سے جواب نہیں دیا بلکہ اسی کاوش میں رہے حتی کہ مرض اور اس کا علاج نکال ہی لیا - وہ طبیب حاذق کی طرح کسی نہ کسی ادھیڑ بن میں برابر لگا ہی رہتا ہے برخلاف ظاہری اور ناقص پیروں کے وہ ایسے موقع پر گھبرا جاتے ہیں - اور دوسرے کو بھی مایوس کر دیتے ہیں - اسی پر حافظ شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

بندہ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است زانکہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست گاہ نیست

مصرع ثانی میں شیخ سے مراد شیخ ناقص ہے - بلکہ اگر کشف سے بھی کسی کی شقاوت ظاہر ہو جاوے تب بھی مایوس نہیں ہوتے - بلکہ دعا تبدل بالسعادۃ کی کرتے ہیں - البتہ اگر کسی نبی کو وحی سے کسی کا ختم علی الکفر معلوم ہو جاوے تو اس وقت مایوس ہونا وہ خدا ہی کے حکم سے ہے

ہر شخص منصب ارشاد کی لیاقت نہیں رکھتا

نیز اسی حکایت سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ ہر شخص منصب ہدایت کی لیاقت نہیں رکھتا بہت سے نام کے ایسے ہادی ہیں - کہ جنکی غرض ہدایت سے محض طلب جاہ ہے اسی لئے حدیث میں ارشاد ہے لا یقص الا امیر او مامور او مختال یعنی وعظ کہنے کی ہمت وہی کریگا کہ یا تو خود امیر المومنین ہے یا امیر المومنین کی طرف سے مامور ہے یا متکبر اور نفس پرور ہے اس لئے کہ جب ہدایت عامہ کا کام امیر المومنین کی ذمہ داری میں ہے تو اسکو وہ خود کرے گا خود نہ کریگا تو کسی کو اس خدمت پر مامور کریگا - پس جو شخص نہ یہ ہے نہ وہ ہے - اور پھر بھی ایسا کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ہی خواہ مخواہ اپنے کو پانچوں سواروں میں گنتے ہیں

آج کل مخلص واعظوں پر مختال ہونے کا شبہ مع جواب اور اسکی تحقیق کہ وعظ کہنا کسکو جائز ہے

لیکن اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب بغیر امیر یا مامور ہووے وعظ کہنا مختال ہونیکی علامت ہے تو آجکل کے تمام واعظین سے تو ایک شخص بھی امیر یا مامور نہیں تو کیا یہ سب

حدیث کی زیری شق میں داخل ہیں۔ جواب یہ ہے کہ فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ جس جگہ حاکم نہو وہاں اگر متقی پرہیز گار اہل الرائے مسلمان کسی ایک شخص کو کوئی منصب دیدیں۔ تو وہ سب ملکر امیر کے قائم مقام سمجھے جاویں گے اور اُن کا اعطا امیر ہی کا اعطا ہوگا کیونکہ اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو اعطاء مناصب کا اختیار جو امام کو ہے وہ بھی درحقیقت اہل اسلام ہی کو ہے اور امام بحیثیت اُن کا نائب ہونے کے اِن کا کام کرتا ہے کیونکہ امام کا امام ہونا تو خود اہل اسلام کے اتفاق پر ہے پس اگر وہ موجود نہو۔ تو خود اُن کا فعل ضرور جائز ہوگا جیسے جمعہ کی نماز کیلئے انتخاب امام کا کہ اگر امیر موجود نہو اور مسلمان ملکر کسی کو منتخب کریں۔ تو وہ امام صحیح ہو جاتا ہے۔ یا ناظر وقف کو امام کی عدم موجودگی میں اہل اسلام کے انتخاب سے کسی خاص شخص کو عہدۂ نظارت وقف دیا جا سکتا ہے پس جب دیندار فہیم مسلمانوں نے ملکر ایک شخص کو وعظ و نصیحت کے لئے انتخاب کرلیا ہو خواہ قولاً یا حالاً تو ایسے شخص کو وعظ کہنا جائز ہے۔

جو لوگ وعظ کہنے کے اہل نہیں ہیں اُنکے وعظ سے گمراہی پھیلتی ہے

بدون اہل دین اور اہل عقل کے انتخاب کے جو لوگ اِس کام کو کر رہے ہیں اور اہل نہیں ہیں وہ وعظ کے رنگ میں گمراہی پھیلا رہے ہیں۔ ضروری مسائل تک سے اُن کو واقفیت نہیں ہوتی اور وعظ کہنے کی جرأت کر بیٹھتے ہیں۔

حکایت۔ سہارنپور میں ایک جاہل دیہاتی نے اگر وعظ کہا انداز یہ کہ آپنے قبل از نماز پوچھا کہ یہاں اُواج تو نہیں ہوتی معلوم کہ نہیں پس نماز کے بعد پکار ا کہ ساہبو (صاحبو) آواج (وعظ ہوگی سنتیں پڑھ کر وعظ کہنے بیٹھے اعوذ بسم اللہ غلط سلط پڑھکر یٰسین کی شروع کی آیتیں الٹی سیدھی پڑھکر ترجمہ کیا خوبصورت ہوا۔ اے محمدؐ۔ اے محمدؐ۔ اگر تجھکو پیدا نہ کرتا نہ زمین پیدا کرتا نہ آسمان نہ عرش و کرسی وغیرہ وغیرہ پھر فرماتے ہیں۔ بھائیو تجھکے ماندہ ہیں اسواسطے آدھی اُواج اب ہوئی آدھی پھر ہوگی کوئی نابینا ذی علم اُس مجلس میں موجود تھے انھوں نے واعظ صاحب کو اپنے پاس بلا کر بٹھلایا۔ اور پوچھا کہ آپ کی تسیل (تحصیل) کہاں تک ہے فرماتے ہیں کہ ہماری تسیل ہے ہاپڑ (ہماری تحصیل ہے ہاپوڑ) بس ایسے واعظ رہ گئے ہیں لیکن اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہو جاویگا

(باقی آئندہ)

تربیۃ السالک حصہ ششم از ۱۳۳۶ھ

(ملاحظہ ہو تمہید حصہ دوم)

حال - حضور عالی طبیعت بدستور حالت پر آگئی -

تحقیق - الحمد للہ -

حال - اور خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضور نے اِس نالائق کے واسطے دعا فرمائی جس سے ایک عجیب حالت پیدا ہوگئی اور آج تو اسقدر انبساط ہے کہ آنسو نکل رہے ہیں -

تحقیق - مبارک ہو -

حال - اور فرط انبساط سے اگر روح نکل جاتی تو اچھا تھا -

تحقیق - اِس عنوان سے تمنا کرنا ادب عبدیت کے خلاف ہے اِس سے تو یہ لازم آیا کہ روح کا نہ نکلنا برا ہوا - اور ظاہر ہے کہ یہ فعل حق سے ہوا تو فعل حق کی طرف نقص کا انتساب صورۃً ہوتا ہے -

---

حال - اسی اثنا میں میں نے دوبار حضور کو خواب میں دیکھا ایک مرتبہ تو حضور نے یہ فرمایا کہ جو خواب تم نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اِس خواب سے اِس بات کا یقین ہوگیا کہ ا[illegible] میری طرف سے غلطی نہیں ہوئی - کیونکہ مجھکو اِس بات کا سخت خوف رہتا ہے کہ میری وجہ سے کوئی گمراہی یا غلطی میں پڑکر کوئی گناہ نہ کرے یا کسی دینی امر میں میری طرف سے غلط فہمی نہ ہوجائے اور اس کو یقین کرنے کی یہ وجہ ہے کہ حضور نے کسی ملفوظ میں یا کسی اور مقام پر بیان فرمایا ہے کہ شیخ کی صورت میں شیطان نہیں آتا تو ظاہر ہے کہ اگر شیخ اپنے ہونے کا انکار کرے تو وہ لطیفہ غیبیہ ہوگا جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے متمثل ... بشیخ ہوکر تسکین خاطر مرید کے لئے جواب دیتا ہے اور لطیفہ غیبیہ کی طرف سے (چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے) جو بات ہوگی وہ راست و درست ہوگی اور اگر شیخ خود متمثل ہو تو ہو المراد بہر حال وسوسۂ شیطانیہ سے ہر حالت میں محفوظ رہنا ثابت ہوتا ہے جو اصل مقصود ہے -

تحقیق - یہ غالب ہے دائمی نہیں اور مقدمات اِس مدعی کے سب مظنون ہیں قطعی نہیں -

حال ۔ حضرت والا اتباع سنت کا بہت ہی اہتمام رکھتا ہوں۔ اگر ذرا سی خلاف سنت کوئی بات ہو جاتی ہے تو دل میں کھٹک جاتی ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایسی نہیں معلوم ہوتی جیسے جناب کی معلوم ہوتی ہے بعض اوقات اس سے بہت قلق ہوتا ہے اس کا کوئی طریقہ ارشاد فرمایا جاوے کہ جس سے ازدیاد محبت ہو۔ مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں یہ میری بداستعدادی کا باعث نہو بلٰہ حضور اس کیلئے دعا فرمایئے۔

تحقیق ۔ یہ محض شبہ ہی شبہ ہے واقع میں محبت حضور صلی اللہ وسلم ہی کی زیادہ ہے خود مجھ سے محبت ہونے کا واسطہ حضور ہی کا تعلق ہے اگر یہ نہوتا تو اتباع سنت کی یہ کیفیت کیوں ہوتی باقی یہ کہ منشا اُس شبہ کا کیا ہے سو حقیقت یہ ہے کہ بعض امور میں بعض خواص طبعیہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرب جسمانی و اختلاط حسی میں طبعی خاصیت ہے غرام و ولہ کی جو کہ محبت مامور بہا سے ایک امر زاید ہے اور بفضل تعالیٰ حسب مامور بہ حضور ہی کے ساتھ زیادہ ہے

سوال ۔ میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے اگرچہ اُسکی صورت کا لحاظ کر کے تو طبیعت عرض کرنے سے رکتی ہے مگر یہ خیال کر کے کہ حضور سے عرض کرنے میں حرج کیا ہے عرض کرتا ہوں میں بعد تہجد کے ذرا دیر کیلئے لیٹ گیا تھا اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے مکان پر ہوں اور کنوئیں سے غسل کر کے ننگا ہی مسجد میں آگیا کوئی کپڑا بدن پر نہیں ہے مسجد کے فرش پر آکر پیروں کو دھو رہا ہوں اور دل میں یہ خیال تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ننگا کھڑا ہوا ہے اتنے میں اذان کی آواز سے نیند کھل گئی۔ اُسوقت کسی قسم کا خیال نہیں تھا آیا مسجد کی کوئی بے ادبی تو مجھسے نہیں ہوئی جسکو اس صورت میں ظاہر کیا گیا ہو یا اور کوئی بات ہے اطمینان فرمایا جاوے۔

جواب ۔ مراد اس عریانی سے بے غرضی ہے فی الحدیث انا النذیر العریان۔

حال ۔ اکنوں حالت بندہ اینکہ بعض اوقات بوقت تنہائی چنان حالتے طاری میشود کہ خود را و کل موجودات را بجز ذات باری ہیچ نمی یابم دراں وقت عجب کیفیتے میشود اما ایں حالت تا دیر نمی ماند۔

تحقیق ۔ مبارک حالت ست و ایں حالت فنا ست در ابتدا گاہ گاہ پیش آمدن ہم دولت ست بر ثمرات نظر نہ فرمایند در عمل مشغول باشند انشاء اللہ روز بروز ترقی رو خواہد نمود۔

۲

حال - بعض اوقات بوقت تلاوت قرآن مجید شکوک وخیالات فاسدہ می آیند۔

تحقیق - وساوس ضرری ندارند بلکہ بریں بعض مصالح مرتب میشوند لیوش التفات نہ کنند نہ نفیاً نہ اثباتاً خود بخود دفع میشود۔

حال - بسا اوقات مسئلہ در دل می آید چوں تتبع کتب می کنم مطابق وارد فی القلب می یابم ایں چہ حالت ست۔

تحقیق - بریں نظر کردن مہلکہ است ایں را چیزے نہ شمارند۔

حال - گاہ گاہ بجہت بیماری در معمولات اندکے کم وبیش می شود۔

تحقیق - لاباس بہ۔

حال - گاہ گاہ بفرط شوق آمدہ دل می خواہد کہ ذکر اسم ذات زائد از معمول خود کنم انچہ در حق بندہ مصلحت باشد ارشاد فرمایند۔

تحقیق - بشرط تحمل مستحسن ست۔

حال - بندہ بعد صلوٰۃ تہجد بارہ تسبیح پندرہ منٹ سلطان الاذکار اور دن میں چھ ہزار اسم ذات (جاری رکھتا ہے) اور باقی اوقات مختلفہ میں پاس انفاس جاری رکھتا ہے۔

تحقیق - چھ ہزار کم ہے مضاعف کرلو اور بعد چند روز کے اُس مضاعف کا مضاعف کرلو اور بجائے پاس انفاس کے لسانی ذکر کرو۔

حال - سلطان الاذکار میں کبھی غایت لذت معلوم ہوتی ہے کبھی صورت حضور کبھی آفتاب کبھی ماہتاب کبھی سفیدی کبھی چراغ نظر آتا ہے کبھی اپنے آپ کو بڑا کبھی چھوٹا کبھی اُوپر کو جاتا معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق - یہ سب کیفیات محمود ہیں گو غیر مقصود ہیں۔

حال - اور حرکت سینہ میں پورے چار سال سے موجود ہے کبھی کم کبھی زیادہ معلوم ہوتی ہے لیکن زائل نہیں ہوئی ہے۔

تحقیق - اس سے کچھ پریشانی یا گرمی یا خشکی یا خیلات کی کثرت تو نہیں۔

حال - اور سلطان الاذکار میں ہمیشہ جھنجھنی آواز معلوم ہوتی ہے۔

۳

تحقیق - یہ صوت اپنے ہی اندر کی ہے مگر چونکہ ذریعہ ہے یکسوئی کا اسلئے نافع ہے۔

سوال - میرا کھانے کا معمول دونوں وقتوں میں چھ روٹی تھا یعنی صبح تین روٹی کھایا کرتا تھا اور شام کو تین روٹی۔ تبلیغ دین میں کم کھانے کا فائدہ دیکھا اور دعوات عبدیت میں دیکھا کہ دن کو غذا پوری کھائے اور رات کو ربع معدہ چھوڑ کر لہذا میں نے تدریجاً تخمیناً دو ہفتہ میں لقمہ دو لقمہ کر کے شام کی ایک روٹی کم کر دی اسوقت صبح تین روٹی اور شام کو دو روٹی کھایا کرتا ہوں اور شام کو پانی مطلقاً نہیں پیتا۔ اب جواب طلب یہ امر ہے کہ یہ کام جو میں نے اپنی رائے سے کیا اچھا کیا ہے یا برا کیا۔ حضور مہربانی فرما کر ارشاد فرماویں اسی پر عمل کرونگا۔

جواب - شام کو اڑھائی روٹی کھاویں۔

سوال - اگر ایک بار حضور میرے سینہ پر دست شفقت پھیر دیں تو سب صاف ہو جائیگا۔

جواب - آپ ہاتھ پھیرنے کو کہہ رہے ہیں میں دل پھیر رہا ہوں۔

حال - میں اپنے خواب کے اثر کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ پہلے دن جب ذکر شروع کیا اور بعد فراغت تلاوت قرآن مجید اور ذکر کے وقت لیٹ گیا دیکھتا ہوں میرے بھائی ہیں اور میں ہوں دونوں ایک ہی جگہ کھڑے ہیں اتنے میں حضور تشریف لائے اور بھائی صاحب کے سینے کی طرف ملاحظہ کیلئے قصد کیا بھائی صاحب بوجہ خوف گرنے لگے میں نے تھام لیا۔ حضور ان کی طرف سے رُخ پھیر کر میری طرف آئے اور میرے دل پر ہاتھ شفقت کا رکھا میں مارے شرم کے ڈوبا جاتا تھا کہ حضرت میرے عیوب پر واقف ہو گئے بہت ہی شرمندہ تھا اسی میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ مجھکو تو یقین ہے کہ یہ خواب ہی کے دست شفقت کا اثر ہے کہ ذکر و شغل کرتا ہوں ورنہ یہ نالائق اس قابل نہ تھا۔

۴

تحقیق - میں تو کچھ نہیں مگر آپ کو یہ گمان نافع ہوگا۔

سوال - میرا ذکر دو یوم کا قضا ہو گیا اسکی قضا ادا کروں۔

جواب - استغفار کافی ہے۔

سوال - اسم ذات جو میں ہر وقت کرتا ہوں اس صورت میں اگر پان مع تمباکو کے کھایا جائے تو کچھ حرج تو نہیں۔

جواب - کوئی حرج نہیں مگر کوشش کیجاوے کہ تمباکو چھوٹ جاوے -

سوال - بلا وضو ہر وقت اسم ذات کرنا جائز ہے یا نہیں -

جواب - کچھ حرج نہیں لیکن تیمم افضل ہے -

سوال - میں پیشتر جن صاحب سے بیعت تھا وہ فرماتے تھے کہ اسم ذات پاخانہ میں اور جماع کے وقت بھی کرنا چاہیے - اگر نہ کیا جاویگا تو جتنا وقت ضائع ایسی ہوگا اس کا حساب لیا جاویگا یہ فرمانا اُن کا ٹھیک ہے یا نہیں میں نے بسبب بے ادبی کیا نہیں ہے -

جواب - انھوں نے غلط کہا آپکا فعل ٹھیک ہے البتہ دل سے دھیان رکھیں -

سوال - اگر اجازت ہو تو تنبیہات وصیت کی نشست پر جو مختصر اوراد کے عنوان سے اوراد اُس کے نیچے لکھے ہوئے ہیں کر لیا کروں -

جواب - بہتر ہے -

سوال - بعض دن تہجد کے وقت آنکھ نہیں کھلتی تو اُسوقت جو نفی اثبات اور اسم ذات دو ضربی پڑھنے کا معمول ہے صبح کی نماز کے بعد اسم ذات کی تسبیحات شروع کرنے سے پیشتر پڑھ لیتا ہوں کچھ حرج تو نہیں ہے -

جواب - کچھ حرج نہیں لیکن بہتر ہے کہ جو صبح کا معمول ہے وہ پہلے کر لیا جاوے -

سوال - مثل اسم ذات کے اگر نفی اثبات اور اسم ذات دو ضربی کئی مرتبہ ایک سانس میں کر لیا جاوے تو کچھ حرج تو واقع نہیں ہوتا -

جواب - کچھ حرج نہیں -

سوال - آنکھ بند کرکے اوراد یا اذکار کر لئے جاویں یا نہیں -

جواب - جس طرح زیادہ دل لگے -

سوال - اوراد یا اذکار کرنے میں اُن کے معنی کا خیال رکھوں یا یہ کہ خداوند کریم دیکھ رہے ہیں -

جواب - دوسرا خیال زیادہ مفید ہے -

سوال - بفضلہ تعالیٰ ہر کام کرتے وقت سوچ کے کرتا ہوں کہ شاید یہ خلاف شریعت نہو اور اپنے دوست سے عقلاً متنفر ہوتا ہوں طبعاً کبھی ہو جاتے ہیں -

۵

تحقیق - اس سے زیادہ کا انسان مکلف بھی نہیں۔

حال - بجز فرائض کے سنن و نوافل کو تنہائی میں پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہے اگر خلاف ہو تو حضرت والا اسمیں اصلاح فرمادیں۔

تحقیق - سنن مؤکدہ بھی اس حکم میں ملحق بالفرائض ہیں۔

حال - وسوسہ ہوتا تھا کہ اگر خدا ہوتا تو کیا جواب نہ دیتا (نعوذ باللہ من ذلک) میں تعیین کے ساتھ جواب دیتا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تو بلا واسطہ تکلم ہوا ہی نہیں اور اے نفس تو کیا چیز ہے آخر یہ وسوسہ مضمحل ہو گیا اور دیگر وساوس کو بھی میں یوں دفعہ کرتا رہا اور اب سب کم ہو گئے کہ اس وسوسے کی حالت میں اگر تیرا انتقال ہو گیا تو کیسا مرنا ہو گا بس اتنا سوچنے سے دفع ہو جاتا تھا۔

تحقیق - وساوس کو جواب سے دفع کرنا مضر ہے اس کا علاج عدم التفات ہے نہ جلبا التفات ہو نہ سلبا۔

سوال - چھ ہزار اسم ذات دو ضربی کرتا ہوں اگر مناسب خیال فرمادیں تو تعیین سے کچھ زیادہ کرلوں یا فقط دلچسپی پر چھوڑا جاوے۔ ۶

جواب - تعیین زیادت کی مصلحت ہے ایسی مقدار تک جسپر دوام کی امید غالب ہو۔

حال - ذکر چھوڑ کر دیگر کسی چیز کو دل نہیں چاہتا کہ کروں۔

تحقیق - علامت ہے مناسبت بالذکر کی مبارک ہو۔

حال - سینہ میں اکثر ذکر اور غیر ذکر کی حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ شیر و قند بھرا ہوا ہے۔

تحقیق - زیادہ مناسبت کی علامت ہے زیادہ مبارک ہو۔

سوال - خشوع سوا اللہ اللہ دیگر اذکار میں معنی کا سمجھ لینا کافی ہو گا کیا۔

جواب - اس سے زیادہ انفع یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دیکھنے کا خیال رکھا جاوے کما قال تعالیٰ الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین۔

حال - یہ سلیمان کا مضمون ہے حضرت آپنے مجھکو دھمکایا تھا مجھکو بہت نفع ہوا اب تو شکر ہے اللہ میاں کا کہ کام باقاعدہ ہو رہا ہے اور بیوی کیلئے بھی دعا کریں کہ مجھکو بہت تنگ کرتی ہے۔

تحقیق - میاں سلیمان کو معلوم ہو کہ خدا کا شکر کرو کہ سستی جاتی رہی میں بھی دعا کرتا ہوں اور

بیوی کے تنگ کرنے سے پریشان نہوں یہ بھی ایک مجاہدہ ہے جسمیں تمکو ثواب ملتا ہے اور ستانے والی کو ...

حال۔ شاہدرہ کی ریل میں جو اس خاکسار کو آنجناب کی ملاقات سے شرف حاصل ہوا تھا اُس وقت سے خاطر حزین کو حضور کی ملاقات کا از حد شوق ہے بندہ نے اپنی معاصی کی نسبت عرض کیا تھا اور عبادت کی طرف کم شوقی اور مزانہ آنے کا اظہار کیا تھا ارشاد ہوا تھا کہ مجھکو بذریعہ عریضہ کے اطلاع دینا مناسب ہے لہذا حسب الارشاد عرض کرتا ہوں مجمل طور سے یہ ہے کہ معاصی کی طرف رغبت اور عبادت میں سستی اور مزانہ آنا۔

دیگر دل میں یہ خیال کہ کوئی بزرگ نہیں ہے سب ظاہر پرست ہیں گو اپنے کو بھی اچھا نہیں سمجھتا مگر دوسروں کی طرف بھی نیکو ئی کا خیال نہیں جاتا یہ مرض بہت ستا رہا ہے حضرت مولانا ...... صاحب نے ایک علاج مجھکو فرمایا ہے کہ پندرہ منٹ موت کا تصور کر لیا کرو۔ اطلاعاً عرض ہے جناب کی توجہ اور دعا کا منتظر ہوں۔

تحقیق۔ مولانا المکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ جواباً عرض ہے کہ ایک تو رغبت یا سستی طبعی ہے وہ تو مضر نہیں اور ایک عقلی ہے یہ بفضلہ تعالیٰ متحقق نہیں اسی عقلی سے استحکام و دوام کی ساتھ کام لینے سے عادۃ اللہ جاری ہے کہ مرتبہ طبعی بھی پیدا ہو جاتا ہے مگر اُس کی کوئی میعاد نہیں اسباب خارجیہ و استعداد کے اختلاف سے اسکی مدت متفاوت ہوتی ہے سو ہمت کر کے اپنے وسع تک کوشش کرتے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی باقی یہ خیال کہ کوئی بزرگ نہیں یہ البتہ خطرناک بات ہے مراقبہ موت اسکی تدبیر نہیں اسکی متعین تدبیر بزرگوں کی خدمت میں خالی الذہن ہو کر رہنا ہے ایک مدت معتد بہا تک اور اُسکے تعذر کے وقت اُن سے خط و کتابت رکھنا مگر یہ اخیر تدبیر نہایت ضعیف ہے آدمی اپنی دنیوی ضرورتوں کیلئے وقت نکال لیتا ہے یہ تو اصل ضرورت ہے اسکے لئے وقت ضرور نکالنا چاہیے بدون حسن ظن کے انقیاد کا درجہ نہیں ہوتا اور بدون انقیاد کے اس طریق میں ایک قدم آگے نہیں بڑھتا واللہ الموفق۔

ایک صاحب کے چند خطوط آئی جو ترتیب وار نقل کئے گئے

سوال۔ مجھکو نماز میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں اور فجر کی نماز کے وقت آنکھ نہیں کھلتی اکثر

قضا ہو جاتی لہذا مہربانی فرما کر کوئی وظیفہ یا کوئی ترکیب تحریر فرما دیجئے کہ اُسکے موافق عمل کرنے سے تمام خیالات دفع ہو جاویں اور فجر کے وقت آنکھ کھلجایا کرے اور ایک میرے دوست ہیں اُن سے مجھکو از حد محبت ہے اور اُن کے خیالات بھی اکثر نماز میں آتے ہیں لہذا کوئی تعویذ یا کوئی ترکیب عنایت فرما دیجئے کہ جسکے کرنے سے محبت جاتی رہے اور اللہ تعالیٰ اپنا عشق و محبت عطا فرما دیں۔ اپنے حبیب پاک کے صدقہ سے آمین حضور کا نہایت مشکور ہونگا۔

جواب عشاء کی نماز ایسی مسجد میں پڑھو جہاں سویرے ہوتی ہو اور فوراً سو رہو شام کے کھانے میں کسی قدر کمی کرو یعنی دو چار لقمے شام کو پانی بہت مت پیو کسی شخص سے کہکر سو رہو کہ مجھے جگا دینا سورہ کہف کی اخیر آیتیں ان الذین آمنوا سے ختم سورہ تک سوتے وقت ایک بار پڑھکر اور یہ دعا کرکے کہ فلاں وقت آنکھ کھل جاوے سو رہو انشاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے وقت پر کھلا کرے گی اور جس شخص سے آپ نے محبت کی شکایت لکھی ہے وہ شخص کہاں ہے آیا وہ تمسے ملا کرتا ہے یا نہیں مفصل حال لکھکر تدبیر پوچھو اور اپنے جواب کے ساتھ یہ خط بھی بھیجو۔

پھر یہ خط آیا۔ آپنے جو تحریر فرمایا ہے کہ وہ شخص کہاں ہے تو وہ دہلی ہی میں ہے جہاں میں رہتا ہوں اور جس محلہ میں میرا مکان ہے اُسی محلہ میں اُس کا بھی ہے بلکہ میرے مکان سے متصل وہ میرا ہم مکتب اور ہم عمر بھی ہے آپنے جو تحریر فرمایا ہے کہ وہ ملتا بھی ہے یا نہیں وہ ملتا تو ہے لیکن ایک ماہ کا عرصہ ہوا کہ بول چال نہیں ہے فقط نماز میں خیالات آتے ہیں لہذا مہربانی فرما کر اس کی بھی کوئی تدبیر لکھدیجئے تاکہ یہ خیالات بھی دفع ہو جاویں۔

جواب۔ کیا ایسی کچھ تدبیر ہو سکتی ہے کہ جسطرح اُس سے بول چال قطع ہو گئی ہے ہمیشہ قطع رہے بلکہ کبھی اُس کا سامنا بھی نہو اس کے جواب کے ساتھ پہلے دونوں خط بھی آنے چاہئیں۔

پھر یہ خط آیا۔ آپنے جو تحریر فرمایا ہے کہ کوئی ایسی تدبیر بھی ہو سکتی ہے کہ جیسے اب بول چال منقطع ہے ایسے ہی ہمیشہ رہے بلکہ سامنا بھی نہ ہووے تو یہ ہونا محال ہے کیونکہ میرے مکان کے برابر ہی وہ بھی رہتے ہیں اور مسجد میں نماز کے وقت بھی سامنا ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ میں شہر کے باہر چلا جاؤں اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ چلے جاویں غرض دن میں چار دفعہ آمنا سامنا ہوتا ہے۔

(باقی آئندہ)

ساتواں باب متصوف اور متشبہ کے بیان میں ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا کہ ایک شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ قیامت کب آئیگی اسوقت تو آپ نماز کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے جب نماز پڑھ چکے تو آپنے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جس نے قیامت کی نسبت سوال کیا تھا تو وہ شخص بولا میں ہوں یا رسول اللہ آپنے فرمایا قیامت کیلئے تو نے کیا سامان کیا ہے عرض کیا کہ میں نے تو اُس کیلئے کچھ زیادہ نماز روزہ نہیں جمع کیا یا یوں کہا کہ میں نے اسکے لئے کچھ بڑے عمل نہیں اکھٹے کئے مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ کو اور اسکے رسول کو دوست رکھتا ہوں اس پر آپنے فرمایا آدمی اُسکی ساتھ ہے جسکو وہ چاہتا ہے یا یہ فرمایا کہ تو اسکے ساتھ ہے جسکو تو چاہتا ہی حضرت انس نے کہا کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی شئے سے ایسا خوش نہیں دیکھا جیسا کہ وہ اس سے خوش ہوئے پس جو شخص صوفیہ کے ساتھ متشبہ ہے اُس نے جو صوفیہ کا تشبہ اختیار کیا اور انکے سوا دوسرے گروہ سے تشبہ نہیں اختیار کیا۔ اسکی وجہ بجز اُن کی محبت کے اور کچھ نہیں اور اس وجہ سے باوجود اسکے کہ وہ ان باتوں پر قایم ہونے سے جو کہ صوفیہ میں ہیں قاصر ہے مگر پھر بھی اُن کی ساتھ ہوگا اس وجہ سے کہ اُس متشبہ کو صوفیہ کے ساتھ ارادت اور محبت ہے اور جو حدیث ہم نے اس مسئلہ میں روایت کی ہے مضمون میں اُس سے واضح تر ایک دوسری حدیث وارد ہوئی ہے چنانچہ عبادہ بن صامت نے ابی ذر غفاری سے روایت کی ہے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کبھی ایک شخص کسی قوم کو دوست رکھتا ہے اور ان کے سے عمل کر نہیں سکتا آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر تو اسی کے ساتھ ہوگا جسکو دوست رکھتا ہے ابوذر نے عرض کیا کہ ہر آئینہ میں اللہ کو اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں تو فرمایا کہ ہر آئینہ تو اسکے ساتھ ہوگا جسکو تو دوست رکھتا ہے راوی نے کہا کہ ابوذر نے اسکو دوبارہ دہرایا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوبارہ وہی فرمایا پس متشبہ کو جو ان سے محبت ہے اسکی بجز اسکے اور کوئی وجہ نہیں کہ اُسکی روح بھی اس شئے سے آگاہ اور ہوشیار ہو گئی ہے جس سے ارواح صوفیہ کی آگاہ اور خبردار ہیں اسواسطے کہ امر اللہ کی محبت اور اُس شئے کی محبت جو کہ اُسکی طرف قریب کرے اور اسیطرح اُس شخص کی محبت جو اُس کا

۷۵

مقرب ہو بدون جاذب روح کے نہیں ہوتی صرف اتنا فرق ہے کہ متشبہ تو نفس کی ظلمت کے سبب
رک رہا ہے اور صوفی اُس سے رہا ہو چکا ہے اور متصوف وہ ہے جو حال صوفی کی طرف تاک رہا ہے
اور بقیہ صفات نفسانی میں متشبہ کے ساتھ شریک ہے اور طریق صوفیہ کی ابتدا اعتقاد ہے پھر علم
پھر ذوق اور متشبہ صاحب اعتقاد ہے اور طریق صوفیہ سے اعتقاد رکھنا اصل عظیم ہے جنید علیہ الرحمہ نے
کہا ہے کہ ہمارے طریقہ سے اعتقاد رکھنا یہ بھی ایک ولایت ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ ایسے احوال
نادرہ اور ایسے آثار سے ممتاز ہیں جو اکثر خلق کے نزدیک مستبعد ہیں اسواسطے کہ ان حضرات کو اسرار قدرت
اور علوم غریبہ مکشوف ہوتے ہیں اور اُن کے اشارے اللہ کے بڑے بڑے امر اور اسی کے قرب کی
طرف ہوتے ہیں اور اسپر ایمان لانا ایمان بالقدرت ہے اور اہل ملت میں سے ایک قوم نے کرامات
اولیاء سے انکار کیا ہے اور حالانکہ اُسپر ایمان رکھنا ایمان بالقدرت ہے اور اُن کے یہاں اس قسم کے
بہت علوم ہیں پس ان کے طریق پر اعتقاد وہی شخص لاتا ہے جسکو حق تعالیٰ نے اپنی مزید عنایت
سے مختص فرمایا ہے پس متشبہ صاحب اعتقاد ہے اور متصوف صاحب علم اسواسطے کہ اُس نے اعتقاد
لانے کے بعد اُن کے طریقہ کا مزید علم حاصل کیا ہے اور اس سے اُسکو بہت سے مواجید حاصل ہوئے ۷۶
جن سے اُس نے بقیہ مواجید پر استدلال کیا اور صوفی صاحب ذوق ہے پس متصوف صادق کو
تو صوفی کے حال سے کچھ حصہ ملا ہے اور متصوف کے حال میں سے متشبہ کو کچھ حصہ ملا ہے اور سنت
الٰہی اسی طرح پر جاری ہے کہ ہر صاحب حال جسکو اُس حال میں ایک ذوق ہو بالضرور اسے ایسا
ایک حال معلوم اور مکشوف ہو جاتا ہے جو اُسکے حال سے بلند تر ہے تو وہ حال اول میں صاحب
ذوق ہوتا ہے اور جو دوسرا حال اسپر کشف ہوا ہے اسمیں وہ صاحب علم ہوتا ہے اور جو اُس سے بڑھکر
حال ہے اسمیں صاحب اعتقاد ہوتا ہے حتی کہ طریق طلب اسی طرح ہمیشہ برابر جاری رہتا ہے تو ذوق
کے حال میں صاحب قدم ہوتا ہے اور علم کے حال میں صاحب نظر اور جو اس سے بڑھا چڑھا حال ہے اسمیں
صاحب اعتقاد (اسکی مثال) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان الابرار لفی نعیم علی الارائک ینظرون
یعنی بیشک جو نیک لوگ ہیں آرام میں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے اس جگہ ابرار کی
اور ان کی شراب کی تعریف کی ہے بعد اسکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومزاجہ من تسنیم عینا
یشرب بھا المقربون یعنی اس شراب میں کچھ آمیزش چشمہ تسنیم کی ہوگی جسکو مقربین خالص

پیویں گے پس ابرار کی شراب میں مقربین کی شراب میں سے میل ہوگا۔ اور وہ مقربین کیلئے خالص ہے
تو صوفی کیلئے خالص شراب ہے اور متصوف کی شراب میں اس کا میل ہے اور متشبہ کیلئے متصوف
کی شراب میں سے میل ہے۔ پس صوفی بساط قرب میں جو قرارگاہ روح کا ہے وہانتک بڑھگیا ہے
اور صوفی کی نسبت سے متصوف ایسا ہے جیسے کہ زاہد کی نسبت سے متزہد اسواسطے کہ متصوف بہ تکلف
فعل اور عمل اور سبب پیدا کر رہا ہے جس سے وہ اُس بات کی طرف اشارہ یعنی توجہ کر رہا ہے جو صوفی
کے وصف سے اُسکو حاصل ہونا باقی رہگیا ہے پس وہ متصوف ابھی طریق میں مجاہدہ کر رہا ہے اور
اپنے رب کی طرف سیر و سلوک کرنے میں مشغول ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے سیروا سبق المفردون یعنی چلو اور بڑہو مفردین سبقت کر گئے ہیں صحابہ نے کہا مفردین
کون ہیں یا رسول اللہ تو فرمایا کہ وہ شیفتگان ذکر الٰہی ہیں جنکے بار اُن سے ذکر نے اُتار دیئے ہیں
اور قیامت کے دن وہ ہلکے سبک کار آئیں گے۔ پس صوفی مفردین کے مقام میں ہیں اور متصوف
سائرین کے مقام میں اور اپنے سیر میں (اس کا مقام وصول یہ ہے کہ) ذکر الٰہی میں جو قرارگاہ قلب
کا ہے اور قلب سے جو اس کا مراقبہ کیا جاتا ہے اور اللہ کی جو نظر قلب کی جانب ہے اُس نظر حق
کی طرف جو نظر رکھی جاتی ہے اور اس نظر سے لذت حاصل کیجاتی ہے (وہ اپنی سیر میں) یہانتک
پہونچا ہے۔ پس صوفی صاحب مشاہدہ اور روح کے مستقر میں ہے اور متصوف صاحب مراقبہ
اور قلب کے مقام میں ہے اور متشبہ صاحب مجاہدہ و صاحب محاسبہ ہے اور نفس کے مقابلہ میں ہے
تو صوفی کی تلوین اُس کے قلب کے وجود سے ہے اور متصوف کی تلوین اُس کے نفس کے وجود سے ہے
اور متشبہ کو تلوین نہیں ہوتی اسواسطے کہ تلوین ارباب احوال کے لئے ہے اور متشبہ محض ایک سالک مجتہد
ہے جو ابھی احوال تک نہیں پہونچا اور ان سب کا جامع دائرہ اصطفا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
پھر ہمنے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو کر دیا جنکو ہمنے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا ہے تو بعضے
ان میں سے اپنے نفس کے ظالم ہیں اور بعضے ان میں سے متوسط اور میانہ رو ہیں اور بعضے انمیں سے
وہ ہیں جو آگے بڑھگئے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ ظالم زاہد ہے اور مقتصد عارف اور سابق محب ہے
اور بعض کا قول ہے کہ ظالم وہ ہے کہ بلا سے بے صبری کرتا ہے اور مقتصد وہ ہے جو بلا پر صبر کرتا ہے
اور سابق اُسے کہتے ہیں کہ بلا سے لذت پاتا ہے اور بعضوں نے کہا ظالم غفلت اور عادت سے عبادت

کرتا ہے اور مقتصد رغبت اور خوف سے اور سابق ہیبت اور منت سے اور بعض نے کہا ہے کہ ظالم
لسان سے ذکر کرتا ہے اور مقتصد قلب سے اور سابق اپنے پروردگار کو بھولتا ہی نہیں اور احمد بن عاصم
انطاکی رحمۃ اللہ نے کہا ہے ظالم صاحب اقوال ہے اور مقتصد صاحب افعال اور سابق صاحب
احوال اور یہ سب قول صوفی اور متصوف اور متشبہ کے حال کے اعتبار سے قریب قریب متناسب
ہیں اور یہ سب اہل صلاح و فلاح سے ہیں کہ ان کو دائرہ اصطفا جمع کرتا ہے اور ان کی جو خصوصیت
اپنی عطا و بخشش کے ساتھ ہے اس خصوصیت کی نسبت ان سب کو مجتمع کر دیتی ہے حضرت اسامہ
بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے
فرمایا اس قول میں اللہ تعالیٰ کے فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات
کلھم فی الجنۃ یعنی یہ فرمایا کہ یہ سب جنت میں ہیں ابن عطا کا قول ہے کہ ظالم وہ ہے جو اللہ کو دنیا کے واسطے دوست رکھتا ہے اور
مقتصد وہ ہے جو اللہ کو عقبیٰ کیلئے دوست رکھتا ہے اور سابق وہ ہے کہ اپنی مراد کو اللہ کی مراد کے سامنے جو اس کے
بارہ میں واقع ہو ساقط کرے اور صوفی کا یہی حال ہے پس متشبہ اس قوم کے امور میں سے بعض
امور کیلئے متعرض ہوا ہے۔ اور یہ اسکے لئے ان کے قرب کا موجب ہوتا ہے اور ان کا قرب
ہر ایک خیر کا مقدمہ اور دیباچہ ہے میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے کہ کہتے تھے کہ اہل دنیا سے ایک
شخص شیخ احمد غزالی کے پاس آیا اور ہم اصفہان میں تھے یہ شخص ان سے خرقہ چاہتا تھا
تو اس سے شیخ نے کہا فلاں کے پاس جاؤ اور یہ میری طرف اشارہ تھا (یعنی میرے پاس بھیجا)
تاکہ وہ خرقہ کے معنی میں تجھ سے کلام کرے۔ پھر میرے پاس آنا تاکہ میں تجھے خرقہ پہناؤں کہا وہ میرے پاس آیا تو میں نے اس سے
خرقہ کے حقوق بیان کئے اور وہ باتیں جو حق خرقہ کی رعایت سے واجب ہیں اور جو خرقہ پہنے اسکے آداب اور وہ شخص جو
اس کے پہننے کی قابلیت رکھتا ہے تو اس شخص نے حقوق خرقہ کو بہت بڑا سمجھا اور بھاری جانا اور
خرقہ کے پہننے سے ہچکچایا تب شیخ کو اس معاملہ کی خبر پہونچی جو اس کے ساتھ میں نے گفتگو کی تھی
تو مجھے بلایا اور میری اس گفتگو پر خفا ہوئے اور کہا کہ میں نے تو تمہارے پاس اسے اسلئے بھیجا تھا
کہ تم اس سے ایسی باتیں کرو کہ جن سے اسکی رغبت خرقہ کی طرف زیادہ ہو سو تم نے وہ باتیں کہیں
جن سے اس کا ارادہ سست ہو گیا پھر یہ بات ہے کہ جس مضمون کا تم نے ذکر کیا وہ سب صحیح ہے
اور خرقہ کے حقوق سے واجب بھی ہیں مگر جب ہم ان کو مبتدی پر لازم کر دیں تو وہ بھاگ جائے گا

(باقی آئندہ)

چوالیسواں[۴۴] باب صوفیہ کے آداب لباس اور اس میں ان کی نیات اور مقاصد کے بیان میں

لباس نفس کی حاجات اور ضروریات سے ہے کیونکہ وہ گرمی اور سردی کو دفع کرتا ہے جیسے کہ طعام حاجات نفس سے ہے کیونکہ وہ بھوک کو دفع کرتا ہے۔ اور جیسا کہ نفس طعام سے بمقدار حاجت پر قانع نہیں ہوتا بلکہ زیادات اور خواہش کی چیزیں طلب کرتا ہے سو اسی طرح لباس میں انواع اقسام کی پوشاک مانگتا ہے اور نفس کی اسمیں طرح طرح کی خواہش اور قسم قسم کی حاجتیں ہوتی ہیں پس صوفی نفس کو لباس میں صحیح علم کی متابعت پر مجبور کرتا ہے ایک صوفی سے کہا گیا کہ تمہارا کپڑا پھٹا ہوا ہے جواب دیا کہ (گو پھٹا ہوا ہے) لیکن حلال طریقے سے ہے اور اُن سے کہا گیا کہ وہ میلا ہے جواب دیا کہ (گو میلا ہے) لیکن پاک ہے تو صادق کی نظر اپنی پوشاک میں اسپر ہوتی ہے کہ حلال طریقے سے ہو کیونکہ حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جسنے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور اُس کی قیمت میں ایک درم حرام کا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے نہ صرف قبول کرتا ہے اور نہ عدل یعنی نہ فرض نہ نفل پھر اسکے بعد لباس میں صادق کی نظر اسپر ہوتی ہے کہ پاک ہو کیونکہ لباس کی طہارت نماز کی صحت کیلئے شرط ہے اور ان دونوں باتوں کے علاوہ اُسکی نظر اسپر ہوتی ہے کہ وہ گرمی اور سردی کو دفع کرتا ہے اسلئے کہ یہ نفس کی مصلحت ہے اور اُسکے بعد جو نفس چاہتا ہے وہ سب فضول اور زیادت ہے اور مخلوق پر نظر ہے اور صادق کو صرف حق اللہ کے لئے لباس پہننا چاہیے۔ کہ وہ ستر عورت ہے یا حق نفس کیلئے پہننا چاہیے کہ گرمی اور سردی کا دفع کرنا ہے حکایت ہے کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ ایک روز باہر نکلے اور آپ کے بدن میں ایک کپڑا تھا جسکو الٹا پہن رکھا تھا۔ پس آپ کو خبر کیگئی اور آپ کو اس کا علم نہ تھا پس آپ نے ارادہ کیا

---

[۴۴] اس باب کے ترجمہ قدیمہ کی اصلاح احقر نے کی ہے اور جو مضمون محتاج توضیح تھا اُسکی توضیح حاشیہ پر کر دی ہے اور جو مقام میری سمجھ میں نہیں آیا اُسکو حضرت مولانا سے سمجھ لیا ہے اور پھر حضرت مولانا کو سنا دیا ہے ۱۲ انوار الحق

کہ اُسے اُتاریں اور سیدہا کریں پھر اُسکو ویسا ہی چھوڑ دیا اور فرمایا کہ جب میں نے پہنا تھا تو یہ نیت کی تھی کہ میں اسے اللہ کے واسطے پہنتا ہوں اور اس وقت صرف خلق کی نظر کیلئے بدلتا ہوں سو میں ایسا کر کے پہلی نیت کو نہیں توڑتا اور صوفیہ طہارت اخلاق کے ساتھ مخصوص ہیں اور طہارت اخلاق جو انہیں حاصل ہوئی ہے تو صرف اس لئے کہ اُن میں صلاحیت اور اہلیت اور استعداد ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اُن کے نفوس کیلئے مہیا کر دیا ہے اور چونکہ ہیئت نفس میں تناسب ہے اسوجہ سے اخلاق کی طہارت اور اُن کی باہمی معاونت[۵۱] میں بھی ایک قسم کا تناسب واقع ہوا ہے اور اس آیت میں ہیئت نفس کے تناسب ہی کی طرف اشارہ ہے۔ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی یعنی پس جسوقت کہ میں اُسکو مستوی[۵۲] اور ہموار کر دوں اور اپنی روح اُسمیں پھونک دوں الخ پس تناسب سے مراد یہی تسویہ ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اُن کا لباس اُن کے طعام کے مشابہ ہو اور اُن کا طعام اُن کے کلام کے مشابہ ہو اور اُن کا کلام اُن کے سونے کے مشابہ ہو اسواسطے کہ تناسب جو نفس میں واقع ہے علم کے ساتھ مقید ہے (یعنی اقتضاء علم کے موافق ہے) اور احوال میں تشابہ اور تماثل کا حکم علم[۵۳] ہی کرتا ہے اور زمانہ حال کے متصوف کسی قدر تناسب کا التزام آمیزش ہوئی ہے ساتھ کرتے ہیں اور ان کے پاس جو کچھ واقفیت تناسب ہے وہ ان کے سلف کے حال کی تراوش ہے وجود تناسب میں ابو سلیمان دارانی رہ نے فرمایا ہے کہ بعض صوفی تین درم کی عبا پہنتے ہیں اور اُن کے پیٹ کی خواہش پانچ درم کی ہے تناسب نہ ہونے کی وجہ سے انھوں نے اسپر اعتراض کیا پس جسکے کپڑے موٹے ہوں تو مناسب یہ ہے کہ اُس کا کھانا بھی اُسی کی جنس سے ہو اور جبکہ لباس اور طعام میں اختلاف ہو تو یہ اختلاف دلالت کرتا ہے (حال مناسب سے) انحراف پر جسکا منشاء کسی ایک جانب میں ایک پوشیدہ ہوائے نفسانی ہے خواہ وہ کپڑے کی جانب ہو کیونکہ وہ محل نظر خلق ہے (یعنی پہننے والے کی غرض ریا ہو) اور خواہ کھانے

۸۰

[۵۱] یعنی ہر ایک خلق کی طہارت معین ہوتی ہے باقی اخلاق کی طہارت میں ۱۲

[۵۲] اور تسویہ کامل یہ ہے کہ صورت اور سیرت دونوں میں ہو ۱۲

[۵۳] یعنی جو تناسب اقتضاء علم کے موافق ہو اُس کی ضرورت کا خود علم حکم کرتا ہے ۱۲

جانب ہو بوجہ خواہش زیادتی طعام کی (یعنی اچھے کھانے کا منشا زیادتی حرص طعام ہو) اور یہ دونوں امر (یعنی ریا و زیادتی حرص طعام) مرض ہیں جسکے لئے ضرورت ہے علاج کی تاکہ حد اعتدال پر آجاوے ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ دارانی نے ایک کپڑا دھلا ہوا پہنا تو اُن سے احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کاش آپ اس سے اچھا کپڑا پہنتے تو آپنے جواب دیا کاش قلوب میں میرا قلب (ایسا ممتاز) ہوتا جیسا کہ کپڑوں میں میرا قمیص (ممتاز ہے) سو فقرا گدڑی پہنا کرتے اور اکثر گھوروں[ف۱] پر سے چیتھڑے اُٹھا لیا کرتے اور اپنے کپڑوں میں اُن سے پیوند لگاتے ہر آئینہ یہ کام اہل صلاح کی ایک جماعت نے کیا ہے اور یہ وہ لوگ تھے جن کے پاس کچھ مال نہ تھا جسکی طرف رجوع[ف۲] کرتے سو جیسے اُن کے پیوند کوڑیوں کے چیتھڑوں سے تھے اسیطرح اُن کے لقمے گداگری سے تھے ابو عبداللہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ تیس برس فقر اور توکل پر قائم رہے اور حالت آپکی یہ تھی کہ جب فقرا کیلئے کھانا آتا تو آپ اُن کے ساتھ نہ کھاتے اس کے بارہ میں اُن سے کہا جاتا تو جواب[ف۳] دیتے کہ تم حق توکل کے ساتھ کھاتے ہو اور میں حق مسکنت کے ساتھ کھاتا ہوں بعد مغرب اور عشاء کے درمیان دروازوں سے بھیک[ف۴] مانگنے کیلئے نکلتے اور یہ اُس شخص کی شان ہے جو مال کی طرف رجوع نکرے اور کسی کے زیر احسان نہو حکایت ہے کہ خرقہ پوشوں کی ایک جماعت بشر بن الحارث کے پاس گئی تو ان سے آپ نے فرمایا کہ اے قوم خدا سے ڈرو اور اس لباس کو ظاہر مت کرو اسواسطے کہ تم اس سے پہچانے جاتے ہو اور اسکی وجہ سے اکرام کئے جاتے ہو سو سب کے سب خاموش ہو رہے پس ایک لڑکے نے اُن میں سے آپ کو جواب[ف۵] دیا کہ شکر ہے اللہ کا جس نے ہمکو اُن لوگوں میں سے کیا جو اس لباس سے پہچانے جاتے ہیں اور اُسکی وجہ سے اکرام کئے جاتے ہیں اللہ کی قسم البتہ یہ لباس غالب ہو گا یہانتک کہ دین[ف۶] سب کے لئے ہو جاوے تب بشر رحمۃ اللہ علیہ نے اُس سے فرمایا اے لڑکے

۸۱

ف۱۔ بعض جگہ گھورہ کو کوڑی کہتے ہیں۔ ۱۲۔

ف۲۔ یعنی جس سے اپنی حوائج پوری کرتے ۱۲۔

ف۳۔ توکل دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو محض اسباب کو ترک کرنا دوسرے یہ کہ اسکی ساتھ فقار کا اختیار کرنا کہ جیسا اُسکے لئے تجویز ہوا وہی طریقہ اختیار کر لیا ابو عبداللہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا توکل دوسری قسم کا تھا اور آپکے لئے گداگری تجویز کیگئی ہوگی۔ ۱۲۔

ف۴۔ چونکہ مجموعہ احوال کے اعتبار سے آپ کسب پر قادر نہ تھے کما قال اللہ تعالیٰ لا یستطیعون ضربا فی الارض الآیہ اسلئے آپکو سوال کرنا جائز تھا۔ ۱۲۔

ف۵۔ مطلب یہ کہ قصد شہرت سے پہنے تو مذموم ہے اور جب بلا قصد خدا تعالیٰ تعظیم کرائیں تو کیا حرج ہے۔ ۱۲

ف۶۔ یعنی اس کی عظمت تمام لوگوں میں ظاہر ہو جاوے۔ ۱۲

خوب کہا جو کوئی تمھاری مثل ہو وہ (شوق سے) گدڑی پہنے تو اُن میں سے بعض کی یہ حالت تھی کہ عمر بھر نہ کوئی کپڑا تہ کرکے رکھتے اور نہ سوائے اُس کپڑے کے جو بدن پر ہوتا اور کسی کپڑے کے مالک ہوتے اور روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کرتہ پہنا جو تین درم میں خریدا تھا پھر انگلیوں کی طرف سے اُسکی آستینیں کاٹ ڈالیں اور انہیں سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ اپنے صاحب (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملنا چاہتے ہیں تو اپنے قمیص میں پیوند لگائیے اور اپنا جوتا گانٹھیے اور اپنی آرزو کوتاہ کیجئے اور پیٹ بھر کر نہ کھائیے اور جریری سے حکایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک شخص تھے کہ انھیں جاڑے ہوتے یا گرمی ہمیشہ ایک کپڑا پہنے ہوئے دیکھتے اُن سے اسکا سبب دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے پہلے زیادہ کپڑے پہننے کا شوق تھا سو ایک رات میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں جنت میں داخل ہوا پس میں نے دیکھا کہ فقراء کی ایک جماعت میرے دوستوں میں سے دسترخوان پر بیٹھی ہوئی ہے سو میں نے اُن کے پاس بیٹھنا چاہا کہ یکایک فرشتوں کی ایک جماعت آئی اور میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا اور مجھ سے کہا کہ یہ ایک کپڑا رکھتے ہیں اور تم دو کپڑے رکھتے ہو پس تم ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے تب میں جاگ پڑا اور عہد کیا کہ ایک کپڑے سے زیادہ نہ پہنوں گا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں اور کہا گیا ہے کہ حضرت ابو یزید رح نے وفات پائی اور جو کرتا آپ کے بدن پر تھا اُس کے سوا اور کچھ نہ چھوڑا۔ اور وہ بھی مانگا ہوا تھا سو اُسے اُسکے مالک کو واپس کر دیا اور شیخ حماد جو کہ ہمارے شیخ کے شیخ تھے اُن کی ہمیں حکایت پہونچی ہے کہ انھوں نے بڑا زمانہ اس حالت پر بسر کیا کہ صرف اجرت پر لیا ہوا کپڑا پہنتے یہانتک کہ اپنا ذاتی کوئی کپڑا نہیں پہنا اور حضرت ابو حفص حداد رح نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی فقیر کی آرائش اسکے کپڑوں میں دیکھو تو اُس میں خیر کی امید نہ رکھو اور حکایت کیگئی ہے کہ ابن کرنبی رح نے جو کہ حضرت جنید رح کے استاد تھے اس حالت میں وفات پائی کہ ان کے بدن پر ان کی گدڑی تھی کہا گیا ہے کہ انکی گدڑی کی ایک آستین اور اسکی کلیونکا وزن تیرہ رطل تھا تو صالحین کی ایک جماعت تو ایسے موٹے جھوٹے لباس میں ہوتی ہے ایک جماعت گدڑی اور لباس فقراء کے بجائے مکلف کپڑے پہنتی ہے اور اسمیں ان کی نیت یا تو اخفاء حال ہوتا ہے یا اس کا خوف ہوتا ہے کہ (ہم سے) گدڑی کے حقوق واجبہ ادا نہوں گے۔

(باقی آئندہ)

۸۲

اصلاح انقلاب

باب النفقات الروحانیہ

نفقات روحانیہ سے مراد دینی تعلیم و تربیت ہے اوپر اہل و عیال کے حقوق متعلقہ انفاق رزق حسی کے بیان کئے گئے تھے ایک قسم انفاق اور رزق کی معنوی بھی ہے یعنی دینی تعلیم و تربیت کے متعلق جو اہل و عیال کے حقوق ہیں چنانچہ سورہ بقرہ میں ومما رزقناهم ینفقون اور کلما رزقوا منها من ثمرة کی تفسیر میں انفاق کی تفسیر البذل من النعم الظاهرة والباطنة کی ساتھ معہ اسکی موید علم لا یقال بہ ککنز لا ینفق منہ کے اور مرزوق کی تفسیر الطاعات والمعارف التی یستلذ ها اصحاب الفطرة والعقول السلیمة کے ساتھ کرنا کما فی الروح دلیل ہے اسکی کہ رزق عام ہے معنوی کو بھی اور انفاق عام ہے انفاق رزق معنوی کو بھی تو ایک نوع کے نفقات و ارزاق کے بعد دوسری نوع کے نفقات و ارزاق کے احکام کا بیان کیا جانا اولیٰ و احریٰ ہے اسلئے اب دینی تعلیم و تربیت کے متعلق جو اہل و عیال کے حقوق ہیں وہ مذکور ہوتے ہیں جاننا چاہئے کہ جسطرح نفقات حسیہ بی بی اور اولاد اور متعلقین کی جسمی تربیت ضروری ہے جسکا اوپر بیان کیا گیا ہے اسی طرح علوم و طرق اصلاح سے انکی روحی تربیت اس سے زیادہ ضروری ہے اسمیں بھی انواع انواع کی کوتاہیاں اختیار کیجاتی ہیں چنانچہ سب میں اول اور اعظم کوتاہی تو یہ ہے کہ بہت لوگ اس کو ضروری ہی نہیں سمجھتے یعنی اپنے گھر والوں کو نہ کبھی دین کی بات بتلاتے ہیں نہ کسی امر منکر پر اُن پر روک ٹوک کرتے ہیں بس اُن کا حق اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ اُن کو ضرورت کے لائق خرچ دیدیا اور سبکدوش ہو گئے حالانکہ قرآن مجید میں نص صریح قوا انفسکم واهلیکم نارا اور سنت میں حدیث صحیح کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته اسکے وجوب کو صاف بتلا رہے ہیں اور نیز اسمیں متعدد مرفوع حدیثیں ہیں اخفهم فی الله ولا ترفع عنهم عصاك ورجل کانت عنده امته یطاها فادبها فاحسن تادیبها وعلمها فاحسن تعلیمها متفق علیه عن ا

٩٦

موسی کتاب الایمان) ومن عال ثلث بنات او مثلهن من الاخوات فادبهن (رواه فی شرح السنة عن ابن عباس) لان یؤدب الرجل ولده خیر له من ان یتصدق بصاع (ترمذی عن جابر بن سمرة) ما نحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن (ترمذی عن ایوب بن موسی عن ابیه عن جده) مروا صبیانکم بالصلوة وهم ابناء سبع فاذا بلغوا عشرا فاضربوهم یہ سب نصوص صاف دلالت کر رہے ہیں تعلیم و تربیت دونوں کی مطلوبیۃ پر ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ لڑکوں کی تعلیم کو تو ضروری سمجھتے ہیں مگر بیبیوں کی اور لڑکیوں کی تعلیم کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ تعلیم نسوان کو مضر سمجھتے ہیں جیسا کہ اسکے مقابلہ میں بعض نسوان کیلئے تعلیم جدید کو یا تعلیم قدیم کو بطرز جدید بھی ضروری سمجھتے ہیں سو اسکی کافی بحث تعلیم نسوان کی تحقیق میں اسی رسالہ میں گذر چکی ہے[۱] ضرور ملاحظہ فرمائی جاوے اُس سے ان کوتاہیوں کا اور ان کے تدارک کا اچھی طرح علم ہو جائیگا ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ تعلیم کو تو سب کیلئے ضروری سمجھتے ہیں مگر تربیت کو ضروری نہیں سمجھتے حالانکہ تربیت کی ضرورت تعلیم سے بھی اہم ہے تعلیم درسی سے تو من کل الوجوہ اور مطلق تعلیم سے من وجہ تعلیم درسی سے تو اس لئے کہ وہ فرض عین نہیں بہت صحابہ علوم درسیہ سے خالی تھے مگر ان پر کبھی اسکو لازم نہیں کیا گیا اور تربیت یعنی تہذیب نفس ہر شخص پر فرض عین ہے اور مطلق تعلیم سے اسلئے کہ مقصود تعلیم سے تربیت ہی ہوتی ہے کیونکہ تعلیم علم دینا ہے اور تربیت عمل کرانا اور علم سے مقصود عمل ہی ہے اور مقصود کا اہم ہونا ظاہر ہے اور اس کلیے سے اعمال جوارح کا عقائد سے اہم ہونے کا اشکال لازم نہیں آتا کیونکہ عقائد تو خود علوم مقصود بالذات ہیں اور گفتگو ان علوم میں ہے جو عمل کے لئے مقصود ہیں۔ اور من وجہ اسلئے کہا گیا کہ بعض حیثیتوں سے یہ علوم افضل ہیں اعمال سے کہ علم اصل اور بنا ہے اور عمل اُسکی فرع اور اسپر مبنی بہر حال تربیت یا تعلیم سے اہم ہے یا اُسکی برابر مہم ہی سہی مگر اس سے قطع نظر کرنے کی اور ضروری نہ سمجھنے کی تو کسی حال میں گنجائش نہیں ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ تربیت کو بھی ضروری سمجھتے ہیں مگر اُسکی حقیقت تہذیب عرفی سمجھتے ہیں چنانچہ اسی کا اہتمام بھی کرتے ہیں

[۱] ملاحظہ ہو اصلاح معاملہ متعلقہ بہ تعلیم نسوان اس عبارت تک یہی فیصلہ ہے عقلاء کے اس اختلاف کا الخ یہ عبارت سرخی اصلاح معاملہ دا حقوق معلم و متعلم کے قبل ہے ۱۲ منہ۔

۹۷

گو وہ شریعت مقدسہ کے خلاف ہی کیوں نہو حتی کہ میں نے ایک معزز تعلیم یافتہ کا جو کہ طبیب بھی تھے بچشم خود یہ واقع دیکھا کہ اُن کی گود میں ان کا ایک بچہ تھا ایک صاحب اُن سے ملنے آئے تو انھوں نے اس بچہ کو حکم دیا کہ ان کو سلام کرو یہاں تک تو نہایت خوبی کی بات تھی اُس بچہ نے کہا اسلام علیکم تو حکیم صاحب کیا فرماتے ہیں یوں نہیں کہتے اس طرح کہو آداب عرض وہ ملاقاتی صاحب دیندار آدمی تھے بہت بگڑے اور کہا افسوس بچہ تو سنت کی موافق عمل کرے اور آپ اسکو بدعت کی تعلیم دیں تو وجہ اسکی یہی ہے کہ تہذیب شرعی اُن کی نظر میں کوئی چیز نہیں حالانکہ مسلمان کو جس تہذیب کا امر ہے وہ تہذیب شرعی ہی ہے بلکہ دونوں تہذیبوں کی حقیقت اور اُن کے آثار میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب عرفی جو کہ تہذیب شرعی کے منافی ہو اس قابل ہی نہیں کہ اُسکو تہذیب بھی کہا جاسکے بلکہ احقر تو اُسکو تعذیب کہا کرتا ہے کیونکہ حقیقت اُس کی تکلف ہے اور تکلف سے جو کلفتیں ہوتی ہیں وہ ظاہر ہیں بلکہ تکلف کو تکلف کہتے ہی اسلئے ہیں کہ اسمیں کلفتوں کو برداشت کرنا ہوتا ہے امراکی مجالس میں اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے اور حقیقی تہذیب تہذیب شرعی ہی ہے چنانچہ متبعین سنت جو اس تہذیب کے عامل ہیں وہ جس راحت میں ہیں اس کا مشاہدہ محققین علما مشائخ کی مجالس میں کرلیا جاوے اور آخری بات یہ ہے کہ اگر تہذیب غیر شرعی میں کلفت بھی نہو اور تہذیب شرعی میں راحت بھی نہو تب بھی جب مسلمان کیلئے ایک منہی عنہ ہے اور دوسری معمور بہ تو مسلمان پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک کا ترک دوسرے کا فعل لازم ہوگا جیسے اگر نماز کے لئے اُٹھنے میں مشقت ہو اور گرم بستر میں لیٹے رہنے سے راحت ہو مگر اُس مشقت کو اس راحت پر ترجیح ہوگی پھر اس کا بھی مشاہدہ کھلی آنکھوں ہر عاقل کرلیگا کہ یہ مشقت اور یہ راحت چند روزہ ہے پھر تو ایسا ذوق صحیح عطا ہو گا کہ موافقت شرع کی برابر کسی چیز میں راحت اور مخالفت شرع کی برابر کسی چیز میں کلفت نہو گی مولانا اسی کو فرماتے ہیں ع چند روزے جہد کن باقی بخند + غرض تربیت صحیحہ تہذیب شرعی کا نام ہے اُس کا اہتمام کرنا چاہیئے ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے لوگ ضرورت بھی اسی تہذیب شرعی کی سمجھتے ہیں اور اسی کا قصد بھی کرتے ہیں مگر اسکی حقیقت نہیں سمجھتے اسلئے اسمیں عملاً و ارشاداً فروگذاشتیں کرتے ہیں اور اس اخیر کوتاہی میں دیندار بکثرت مبتلا ہیں اُن میں بعضے اہل علم بھی

بلکہ بعضے اہل طریقت بھی ہیں کہ بہت سے شعبے اسکے اُن کے ذہن میں بھی نہیں آتے اور اسوجہ سے خود اُن سے ایسی حرکات صادر ہوتی ہیں جو سراسر عقل اور دین کے خلاف ہوتی ہیں اور ان بزرگواروں کو اُن کا احساس تک نہیں ہوتا جب خود یہ حالت ہے تو دوسرونکی تو یہ کیا اصلاح کرینگے اور وجہ اسکی صرف یہی ہے کہ اُن کو تہذیب حقیقی کی حقیقت نہیں معلوم ہوئی اور باوجود اسکے کہ اُن میں سے بعض نے درسیات بھی پوری کرلی ہیں اور بعضے خدمت تدریس پر بھی مامور ہیں اور شب و روز قرآن و حدیث زبان پر جاری ہیں پھر بھی جو یہ بیخبری ہے اسکی وجہ یہ نہیں کہ قرآن و حدیث میں اُس کی تعلیم نہیں بلکہ وجہ اسکی یہ ہے کہ ان صاحبوں کو اس طرف التفات نہیں قرآن مجید میں اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ کو دیکھتے ہیں مگر فان لم تجدوا فیہا احدا فلا تدخلوھا کو نہیں دیکھتے لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا کے عموم پر نظر نہیں کرتے مجھکو خود ایک ذی علم کے ساتھ اس باب میں مکالمت کا اتفاق ہوا جو شب کے وقت میرے مردانہ مکان کے پھاٹک پر پہونچے وقت ایسا تھا کہ سب سوگئے تھے اور ان کا کوئی شناسا بھی نہ تھا آواز دی ملازم جاگا اور بولا پھاٹک کھولنے کا حکم دیا کہ ہم ٹھہرینگے اسکو بوجہ ناوقت ہوجانے کے اور اُن کو نہ پہچاننے کے بے اطمینانی ہوئی اسلئے اُس نے ادب کے ساتھ کچھ عذر بھی کیا مگر جب تاکیدی حکم ملا تو اُس نے مروت کے سبب پھاٹک کھولدیا اور وہ دیوان خانہ میں آنکر مقیم ہوئے صبح کو مجھکو واقعہ معلوم ہوا۔ میں نے اُن سے یہی آیت پڑھکر بلا اذن ٹھہرنے کی وجہ پوچھی انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت خاص زنان خانہ کے متعلق ہے میں نے اس تخصیص کی دلیل پوچھی جواب ندارد اسی طرح ان آیتوں پر ان کی نظر نہیں پڑتی فان طبن لکم عن شیٔ منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا وان تعفوا اقرب للتقوی۔ کہ حق تعالیٰ نے مہر کی معافی کی صحت کے لئے طیب نفس کی شرط لگائی ہے اور پھر بھی اقرب الی التقوی۔ عالی ہمتی کو فرمایا ہے کہ بجائے اُن سے معاف کرانے کے ان کے حق سے زائد اُن کو دیدو چنانچہ اس نظر نہ پڑنے کا ثمرہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے جنکی ساتھ بیوی کی سی بھی بے تکلفی نہیں یہ لوگ مساجد یا مدارس کیلئے خطاب خاص کی ساتھ چندہ کا سوال کرتے ہیں اور بوجہ بے تکلفی نہ ہونے کے وہ لوگ انکی وجاہت دینیہ یا دینیہ سے مرعوب اور مغلوب ہوکر آزادی کیساتھ اپنی رائے ظاہر نہیں کرسکتے

(باقی آئندہ)

۹۹

اور لحن خفی کہتے ہیں حروف کے مخرج بگڑنے کو اس طرح پر کہ اپنے مخرج سے نہ ادا ہو انتہی (صد مطبوعہ مجیدی کانپور)
پھر بعض مشتبہ الصوت حروف کی مثالیں لکھی ہیں پس مشتبہ الصوت میں ایک کی جگہ دوسرے پڑھنے
سے جمال القرآن کے مطابق لحن جلی ہوگا اور زینت القاری کے مطابق خفی اور خلاف قواعد حسن
پڑھنے کو لحن نہیں لکھا سو محقق امر سے مطلع فرماویں۔

الجواب :- یہ امر ظاہر و مسلم ہے کہ متعارض اقوال میں اسی قول کو ترجیح ہوگی جسکے مؤید و موافق علماء اکابر
و سلف معتبرین کے اقوال ہوں اس بنا پر جمال القرآن کا قول محقق و درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ
ملا علی قاری شارح مقدمۃ الجزریہ اور مرعشی صاحب جہد المقل یہ دونوں حضرات فن تجوید و قراءۃ کے
بڑے محقق و ماہر و مستند عالم اور مسلم ہیں ان دونوں کے کلام کا خلاصہ لحن جلی و خفی کے متعلق نہایۃ
القول المفید فی علم التجوید مطبوعہ مصر کہ فن تجوید میں بہتر تصنیف ہے اور مقبول و متداول بین القراء
والمجودین ہے) صـ۲۲ میں اس طرح منقول ہے وھو (ای اللحن) نوعان جلی و خفی ولکل واحد
منہما حد یخصہ و حقیقۃ یمتاز بہا عن صاحبہ واما الجلی وھو خطأ یطرأ علی الالفاظ
فیخل بالعرف اعنی عرف القراء وسواء اخل بالمعنی ام لم یخل وانما سمی جلیا لانہ
یخل اخلالا ظاہرا یشترک فی معرفتہ علماء القراءۃ وغیرھم وھو یکون فی المبنی
او الحرکۃ او السکون والمراد من المبنی حروف الکلمۃ ومن الخطاء فیہ تبدیل
حرف بآخر کتبدیل الطاء والا بترک اطباقہا واستعلائہما او تاء بترکہما و باعطائہا ہمسًا
واما اللحن الخفی فھو خطأ یطرأ علی اللفظ فیخل بالعرف ولا یخل بالمعنی وانما سمی خفیا لانہ
یختص بمعرفتہ علماء القراءۃ واھل الاداء وھو یکون فی صفات الحروف کذا اطلق لکن
ینبغی ان یقید الخطاء بما لا یؤدی الی تبدیل حرف بآخر کترک الادغام واما اذا ادی الیہ
کترک الاطباق فی الطاء وترک استعلائہا فھو من اللحن الجلی - پس اس عبارت کا مدلول مطابق
ہے جمال القرآن کی مدلول کے - دوسری بات یہ ہو کہ لحن جلی کی تعریف میں فیما بین جمال القرآن و
زینت القاری کچھ تعارض نہیں کیونکہ زینت القاری میں لحن جلی کی چار صورتوں میں سے تین بیان
کی گئی ہیں اور ایک چھوٹ گئی سو ایک کے چھوڑ دینے سے تعارض نہیں ہو سکتا - اور لحن خفی کی تعریف
خود مصنف زینت القاری مولانا کرامت علی صاحب جونپوری اپنے دوسرے رسالہ شرح ہندی جزری

میں جمال القرآن کے مطابق بیان کر رہے ہیں صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں۔ دوسرا طور یہ کہ معنی نہیں بدلتا جیسے باریک کو پر کیا یا پر کو باریک یا اظہار کی مقام میں ادغام کیا یا اخفا کیا اسکو لحن خفی کہتے ہیں اس غلطی سے معنی تو نہیں بدلتے مگر قرآن کی رونق میں خلل ڈالتی ہے اور اسکی خوبی و دلچسپی کو کھو دیتی ہے۔

سوال (۲) جمال القرآن میں ل ن ر کو ذلقیہ اور ظ ذ ث کو لثویہ لکھا ہے (صفحہ ۹ لمعہ ۲) اور زینت القاری میں لکھا ہے حروف ذلقیہ یعنی جو زبان کی تیزی سے یعنی نوک سے نکلتی ہیں ظ ذ ث اور لثویہ یعنی جو مسوڑھوں سے نکلتے ہیں ل ر ن انتہی (صفحہ ۱۰ و ۱۱) یہ بالکل عکس ہے سو کونسی بات ٹھیک ہے تحریر فرمایا جاوے۔

الجواب۔ جمال القرآن کا قول ٹھیک ہے کیونکہ فن تجوید و قراءۃ کتب متداولہ مذکورہ و شرح ملا علی قاری علی المقدمۃ الجزریۃ المسمی بمنح الفکریۃ و دیگر کتب مستندہ زینت القاری کی موافقت نہیں کرتی غالباً ناسخین کی یہ غلطی معلوم ہوتی ہے۔ اور جمال القرآن کا قول تمام کتب تجوید کے موافق ہے۔ فظہر الامر للمقدمۃ المذکورۃ۔

سوال (۳) جمال القرآن میں راء کی صفت تکریر کی متعلق لکھا ہے کہ اس سے بچنا چاہئے اگرچہ اس پر تشدید بھی ہو الخ (صفحہ ۱۷ لمعہ ۵) اور زینت القاری میں لکھا ہے ر کو ایسا ادا کرے کہ اسکے صفت تکرار کی نہ جاتی رہے پر بھی ہو اور صفت تکرار کی بھی باقی رہے خاصکر جب مشدد ہو (صفحہ ۱۲) یہ تو صریح تعارض ہے امید کہ جواب شافی سے جلد مشرف فرمائینگے تاکہ دوسرے سوالات جلد ارسال خدمت کرسکوں۔

الجواب جمال القرآن کا قول محقق ہے کما قال المحقق ملا علی قاری فی منح الفکریۃ علی المقدمۃ الجزریۃ المطبوعۃ فی مصر صفحہ ۲۳ ما نصہ فی شرح قول المتن وبتکریر جعل والمعنی ان الراء یوصف بالتکرار ایضاً کما وصف بالانحراف والتکرار اعادۃ الشیء واقلہ مرۃ علی الصحیح ومعنی قولہم ان الراء مکرر ہو ان الراء لہ قبول التکرار لارتعاد اللسان بہ عند تلفظہ کقولہم لغیر الضاحک انسان ضاحک یعنی انہ قابل للضحک وفی الجعل اشارۃ الی ذلک ولہذا قال ابن الحاجب لما تحسہ من شبہ تردید اللسان فی مخرجہ واما قولہ ولذا للمجرا مجری حرفین فی احکام متعددۃ فلیس کذلک بل تکریرہ لحن فیجب معرفتہ التحفظ عنہ للتحفظ بہ وہذہ المعرفۃ السحر یجتنب عن تضریرہ ولیعرف قبحہ رفعہ قال الجعبری وطریقۃ السلامۃ ان یلصق اللافظ ظہر لسانہ باعلی حنکہ لصقا محکما مرۃ واحدۃ ومتی ارتعد حدث فی کل مرۃ راء قال مکی لا بد فی القراءۃ من اخفاء التکریر وقال واجب علی القاری ان یخفی تکریرہ ومتی اظہرہ فقد جعل من الحرف المشدد حروفاً ومن المخفف حرفین انتہی واللہ اعلم۔ **تمام شد فصل ہشتم**

(باقی آئندہ)

۱۲

ور خواص میں یہ مفسدہ محتمل نہیں اور عوام میں محتمل ہے لہذا قواعد شرعیہ نے دونوں میں فرق فرما دیا۔
رہا یہ کہ فعل خواص سے عوام کو ابتلا ہوگا سو یہ اسوقت محتمل ہے کہ عوام کو اسکی اطلاع ہو تو وہ خواص
سکی اطلاع کیوں کریں بلکہ پوچھنے پر بھی ٹال سکتے ہیں یا انکار کرسکتے ہیں۔ اور ایسا جحود مذموم نہیں۔

سوال۔ آج کل نوٹوں کا اس شدت سے رواج ہوگیا ہے کہ بعض مرتبہ مہینوں بھی روپیہ کی صورت
دیکھنے کو نہیں ملتی۔ تنخواہ وغیرہ میں نوٹ ہی ملتے ہیں اور وہی صرف میں آتے ہیں۔

(۱) بٹّے فی نوٹ ایک پیسہ لیکر ریزگاری دیتے ہیں۔ یہ بٹہ دینا جائز ہے یا نہیں بصورت اثبات
کیا اس کے لیے بھی کسی شرعی حیلہ کی ضرورت ہے جیسا کہ روپیہ کی صورت میں کیا جاتا ہے کہ اسکی
ساتھ ایک پیسہ شامل کرکے دیدیا جاوے۔

(۲) اگر کسی کے پاس بقدر نصاب کے نوٹ جمع ہو جاویں تو حولان حول کے بعد زکوٰۃ نوٹوں پر واجب
ہوگی یا نہیں۔ شبہ کا منشا یہ ہے کہ نوٹ حقیقتاً چاندی یا سونا نہیں اگر یہ کہا جاوے کہ اجرا نوٹوں میں
گورنمنٹ مقروض ہے اور قرض میں زکوٰۃ واجب ہے تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ گورنمنٹ قرضدار ہے لیکن
لیکن گورنمنٹ نے نہ اس کا وعدہ کیا ہے نہ اسکے ذمہ ہے کہ ایک روپیہ کے نوٹ کے عوض میں روپیہ
ہی دے بلکہ اگر وہ چونسٹھ پیسہ یا ۱۶ اکنی یا ۸ دونی جو چاندی کی نہیں ہوتیں۔ دیدے تو لینے والا انکار نہیں
کرسکتا۔ اسی طرح بڑی رقم کے نوٹوں کے معاوضہ میں گورنمنٹ چھوٹی رقم کے نوٹ دے سکتی ہے۔
اور چھوٹی رقم کے نوٹوں میں وہی پیسہ یا اکنی یا دونی والی صورت پیش آسکتی ہے تو ایسی صورت
میں اسکی ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی شخص مثلاً کسی شخص کا ایک لاکھ پیسوں کا مقروض ہو
یا پچاس ہزار کانسی کی اکنی یا دونی کا مقروض ہو تو کیا ایسی صورت میں قرضخواہ کے ذمہ زکوٰۃ
واجب ہوگی۔

(۳) قیاساً علی ذلک یہ جو اسی ہزار ٹنکہ کا مہر بندھتا ہے ان میں وقت ادائیگی مہر زوجہ کے
ذمہ زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو کیا فرق ہوا امید ہے کہ جواب سے عزت بخشی جاوے
دلیل کی ضرورت نہیں صرف جناب کی تحقیق مطلوب ہے۔

الجواب۔ اوّل ایک مقدمہ سمجھ لینا چاہیے وہ یہ کہ حقیقت نوٹ کی کیا ہے سو حقیقت نوٹ
کی یہ ہے کہ جس وقت اوّل میں روپیہ دیکر گورنمنٹ سے نوٹ لیا تھا گورنمنٹ اس روپیہ کی

مقروض ہوگی اور نوٹ اُس قرضہ کی سند ہے پس اصل حق مالک کا روپیہ ہے اور آئندہ کسی کو نوٹ دینا اپنے اسی قرضہ کا بذمہ گورنمنٹ حوالہ کردینا ہے اس سے سب سوالوں کا جواب ہوگیا چنانچہ تصریحاً بھی لکھا جاتا ہے۔

(۱) یہ بٹہ دینا اور اسی طرح سے لینا جائز نہیں۔ کیونکہ حوالہ میں کمی بیشی جائز نہیں۔ اور اس حیلہ کا محل حوالہ نہیں بلکہ بیع یدا بید تقاضلاً ہے جو یہاں نہیں۔

(۲) زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ اس کا اصل حق مال ہے اور یہ مثال اس لئے غلط ہے کہ اس میں اصل حق مال زکوٰۃ نہیں عروض ہے اور دوسری جنس سے ادا ہوجانے سے جو اشتباہ ہوگیا ہے سو وہ قرضہ کا غیر جنس سے بتراضی طرفین ادا کردینا صحیح ہے۔

(۳) اور اسی تقریر بالا سے ٹکوں کے مہر میں اور نوٹ کے بدل میں فرق ظاہر ہوگیا کہ مہر میں اصل سے ہی واجب ٹکے ہیں اور یہاں ایسا نہیں جیسا مذکور ہوا

تمام شد

حصہ سابعہ حوادث الفتاوی

مقولہ عورت یعنی دختر مذکور رب زُوِّنی مولانا یا رب زُوِّنی مولانا جس وقت یہ الفاظ تعلیم کردے
تب بیرون دروازہ سے علاوہ خالد اور ولید کو ایک عربی خواں کو بھی بلایا اُس کا بیان ہے کہ یہ الفاظ
تھے زوجنی للہ یا مولانا اس دختر سے یہ الفاظ صحیح نہ ادا ہوئے۔ تو زید نے پھر بتلائے تب اس دختر
نے زوجنی للہ یا مولانا کہا اور زید نے قبلتُ کہا ایسی حالت میں کہ دختر مذکور اور موجودین میں
سوائے عربی خوان کے یہ جانتے ہیں کہ یہ درویش دعا تعلیم کر رہے ہیں ان کو ہرگز یہ خیال نہیں ہے
کہ ایجاب قبول ہو رہا ہے اور نہ ہم لوگ گواہ ہیں بلکہ وہ یہ جانتے ہیں کہ دعا تعلیم ہو رہی ہے اور وہ
دختر بھی یہی جانکر یہ کلمات کہہ رہی ہے کہ میں دعا سیکھ رہی ہوں اس صورت میں کہ نہ عورت جانتی
ہے کہ میں اپنا نکاح کر رہی ہوں اور نہ گواہ جانتے ہیں کہ اس عورت کا نکاح ہو رہا ہے سوائے عربی خوان
کے ایسی حالت میں زوجنی للہ یا مولانا کہنے سے ایجاب ہو جائیگا یا نہیں اور نکاح زید کا دختر مذکور
سے صحیح ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

اور مکرر یہ ہے کہ نہ اسوقت مہر کا ذکر ہوا نہ اُس کے بعد۔

۲۹

الجواب۔ درمختار میں جہاں جہاں عدم اشتراط العلم بمعنی الایجاب والقبول کا ذکر کیا ہے وہاں
رد المحتار میں درر سے یہ قید بھی لگائی ہے اذا علما ان ہذا اللفظ ینعقد بہ النکاح ای وان لم یعلما
حقیقۃ معناہ ج ۲ صفحہ ۲۲۳ اسی طرح درمختار میں جہاں الفاظ مصحفہ سے انعقاد و عدم انعقاد کی بحث کی ہے
اور رد المحتار میں اُسمیں تفصیل کی ہے وہاں یہ عبارت ہے بل قصدا حل الاستمتاع للفظ الوارد
شرعا اور یہ بھی ہے قاصدا بمعنی النکاح الیٰ قولہ ولا شک ان لفظ جوزت او زوزت لا یفہم منہ
العاقدان والشہود الا انہ عبارۃ عن التزویج ولا یقصد منہ العاقدان والشہود الا انہ عبارۃ
عن التزویج ولا یقصد منہ الا ذالک المعنی بحسب العرف ج ۲ صفحہ ۲۴۳ تا ۲۴۴ اور درمختار میں شاہدین
نکاح کیلئے بحر سے یہ شرط لگائی ہے فاہمین انہ نکاح علی المذہب اور رد المحتار میں بعد نقل اقوال کہا
ہے و وفق الرحمتی بحمل القول بالاشتراط علی فہم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط
فہم معانی الالفاظ بعد فہم ان المراد عقد النکاح ج ۲ صفحہ ۲۴۷ ان سب روایات سے متفقا و مشترکا محقق
و منقح ہو گیا کہ متناکحین و شاہدین کیلئے گو خاص معانی موضوع لہا کا جاننا شرط نہ ہو لیکن یہ سمجھنا یقینا شرط ہے
کہ ان الفاظ سے نکاح ہو جاتا ہے اسلئے صورت مذکور میں بالیقین نکاح منعقد نہیں ہوا بلا یہ لفظ زوجنی تو اگر

معنی سمجھکر بھی کہا جاتا تب بھی اس سے یہ نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکے یہ معنی نہیں کہ تو مجھسے نکاح کرلے
اس کیلئے تو تزوجنی یا زوجنی من نفسک موضوع ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ میرا کسی دوسرے سے نکاح کردے تو یہ
توکیل بالنکاح من نفسہ نہیں بلکہ توکیل بالنکاح من غیرہ ہے اور یہاں تو ایک دوسرا مانع یعنی عدم فہم کو نہ انکا بھی موجود
ہے کما ذکر یعنی صیغہ نکاح انشاء ہونا ضرور ہے اور یہاں یا ذکر نیکے لئے نقل ہے نہ کہ انشاء ایک مانع یہ بھی ہے اور یہ
امر بھی واجب التنبیہ ہے کہ جس شخص نے مقتداؤں کی وضع بنا کر یہ حرکت تلبیسیہ ابلیسیہ کی ہے مسلمانوں پر واجب ہے
کہ اس شخص کے ساتھ وہ معاملہ نہ رکھیں جو مقتداؤں سے رکھا جاتا ہے۔

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ ہوگئی ہے اور اسکے کئی بچے بھی ہیں قوم کی
فاروقی ہے اور اُن کے شوہر عالم دیندار تھے اب وہ چاہتی ہیں کہ کسی عالم دیندار سے عقد کریں اُن کی
برادری اور میل کا کوئی شخص نہیں ملتا ہے انکی مرضی کے موافق ایک صاحب ہیں جو کہ مدرسہ جامع العلوم کانپور
اور مدرسہ اسلامیہ دیوبند سے تعلیم یافتہ ہیں اُن کے جانب انکا میلان طبع بھی ہے مگر اتنا نقص واقع ہے
کہ وہ حسب ضابطہ قوم کے نوربافت ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسماۃ ہندہ کو ایسے شخص سے عقد کرنا جائز ہے　　۳۰
یا نہیں اگر جائز ہے تو اور لوگونکا برا بھلا کہنا کیسا ہے اور مسماۃ ہندہ بغیر رضامندی والدین عقد کرسکتی ہے یا نہیں

الجواب - فی الدر المختار وله ای للولی اذا کان عصبته ولو غیر محرم کابن عم فی الاصح خانیہ
وخرج ذوو الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو الی قوله ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه
اصلا وفی البحر لم یرض به یشمل ما اذا لم یعلم اصلا فلا یلزم التصریح بعدم الرضی بل السکوت منه
لا یکون رضی کما ذکرنا فلا بد حینئذ لصحة العقد من رضاه صریحا وعلیه فلو سکت قبله
ثم رضی بعده لا یفید فلیتأمل وفیه تحت قوله وهو المختار للفتوی وقال شمس الائمة وهذا اقرب
الی الاحتیاط کذا فی تصحیح العلامة قاسم لانه لیس کل ولی یحسن المرافعة والخصومة ولا کل قاض یعدل
ولو احسن الولی وعدل القاضی فقد یترک انفة للتردد علی ابواب الاحکام واستثقالا لنفس الخصومات
فیتقرر الضرر فکان منعه دفعاله فقط ج ۲ صفحہ ۴۸۶، ۴۸۷ اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ والد کی صریح اجازت
لیکر عقد کرنے سے صحیح ہوگا ورنہ نہوگا۔

سوال زید ایک ریلوے ملازم ہے حسب قواعد ریلوے کمپنی اسکے مشاہرہ سے آٹھ روپیہ سیکڑہ کاٹکر جمع کردیئے
ایکسال کے اندر جسقدر روپیہ کٹکر جمع ہوا۔ اسیقدر روپیہ کمپنی اپنی طرف سے ملاکر اصل روپیہ کو دونا کرکے ایک

کاغذ ملازم کے پاس بھیجدیتی ہے اگر اور کچھ نفع زائد ہوا تو کچھ زیادہ بھی دیتی ہے اگر نقصان ہوا تو اسمیں سے
کاٹ بھی لیتی ہے مگر اس جمع شدہ روپیہ پر ملازم کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ وہ تصرف میں لاسکتا ہے تاوقتیکہ
وہ نوکری سے برخاست نہ کیا جاوے کیا فرماتے ہیں علماء دین اس جمع شدہ روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں
اگر ہے تو اصل روپیہ جسقدر کٹتا ہے اسپر یا کل روپیہ پر۔

الجواب فی الطحطاوی ولو آجر عبدہ او دارہ بنصاب ان لم یکونا للتجارۃ لا تجب مالم
یحل الحول بعد القبض فی قولہ وان کان للتجارۃ کان حکمہ کالقوی لان اجرۃ مال التجارۃ
کثمن مال التجارۃ فی صحیح الروایۃ آہ ص ۶۵۷ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس جمع شدہ روپیہ میں
زکوٰۃ واجب نہیں البتہ وصول کے بعد سے اسپر زکوٰۃ واجب ہوگی اس تفصیل سے کہ اگر اسکے پاس
پہلے سے کوئی نصاب نہیں تب تو بعد حولان حول کے اور اگر کوئی نصاب ہے تو اس نصاب کی زکوٰۃ کے ساتھ

سوال غرہ ذیقعدہ جنتری کی رو سے تسلیم کیا گیا اور رویت نہیں ہوئی اس حساب سے شوال کے
۲۹ یوم ہوتے تھے اب ذی الحجہ کی رویت بھی نہیں ہوئی۔ اور ۳۰ یوم پورے کر کے پہلی تاریخ پنجشنبہ
کی قرار دی گئی اب شبہ یہ واقع ہے کہ ذیقعدہ کی رویت ہوئی نہیں جنتری کے اعتبار پر شوال ۲۹ کا
قرار دیا گیا تھا اب اگر اسکو بھی ۳۰ یوم کا قرار دیتے ہیں تو پہلی جمعہ کی ہونی چاہئے کیونکہ رویت
ذیقعدہ تو ہوئی نہیں تھی اب ارشاد فرمایا جاوے کہ ذی الحجہ کی پہلی قرار دینے کیلئے شوال کے ۳۰ یوم
پورے ماننے پڑیں گے یا مطابق جنتری کے ۲۹ یوم جیسے قرار دئے تھے سمجھے جائیں گے نیز اگر چند
ماہ تک بوجہ ابر و غبار مثلاً ۶ ماہ تک رویت نہیں ہوئی۔ تو کیا ایسے سب مہینوں کو ۳۰ یوم کا قرار دینا
چاہئے۔ اگر ایسا عمل ہوگا تو خدشہ ہوتا ہے کہ قمری سال کے ۳۵۵ دن ہوتے اسمیں ضرور زیادتی
ہوگی اور اگر سب کو ۳۰ یوم کا نہ قرار دیا جائے تو یہ شبہ ہے کہ جب رویت نہیں ہوئی تو ۳۰ یوم کا کیوں نہ
مانا جائے۔

الجواب شریعت میں یا رویت حجت ہے یا شہادت رویت یا تکمیل ثلاثین اگر اولین نہوں تو
ثالث متعین ہے اور جو خدشہ لکھا ہے یہ اسوقت صحیح ہوتا جب شریعت اس قاعدہ کو تسلیم کرتی کہ قمری
سال ۳۵۵ سے نہیں بڑھتا اس لازم کے بطلان کی کیا دلیل ہے۔

سوال حضور یہاں ایک اصول ہے جسپر مجھکو سود ہونے کا شبہ ہوتا ہے بلکہ یہاں ایک

۳۱

مولوی صاحب سے دریافت بھی کیا لیکن انھوں نے فرمایا کہ سود تو نہیں ہے لیکن بیع کے خلاف ہے اُن کے فرمانے سے میری طبیعت کو اطمینان نہیں ہوا - وہ اصول یہ ہے کہ مثلاً سو روپیہ کا مال خریدت کیا پندرہ یوم کی میعاد پر یعنی سو روپیہ کا مال پندرہ یوم کیلئے قرض دیا - اب اگر لینے والا - پندرہ یوم میں دیگا تو اسکو دو روپیہ دیں گے کٹوتی کے اگر اُس نے پندرہ یوم میں نہ دیئے ایکماہ میں دئے تو اسکو بجائے دو روپیہ کے ایک روپیہ دینگے اگر اُس نے ایک ماہ میں بھی نہ دئے تو اسکو نہیں دیتے - الغرض دو روپیہ سیکڑہ کٹوتی ہے پندرہ یوم تک -

الجواب - عرف کے سبب یہ شرط ہے اور فاسد ہے اور شرط فاسد سے بیع فاسد ہوجاتی ہے اور بیع فاسد بتصریح فقہاء ربوا یعنی معاملہ سود میں داخل ہے -

سوال - کتاب یوسف زلیخا مصنفہ مولوی عبدالرحمن جامی پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں کیونکہ مولانا عبدالرحمن جامی نے بی بی صاحبہ کے وصف میں حد سے زیادہ تعریف کی ہے چنانچہ پستان کی تعریف میں کہا ہے ؎ دو پستان ہر یکے چوں قبہ نور + حبابے ساختہ از عین کافور + دو نار تازہ تر رستہ زیک شاخ + کف امید شان ناسودہ گستاخ + اور دیگر جا میں کہا ہے ؎ شکم چوں تختہ قاقم کشیدہ + بنرمی دایہ ناف او بریدہ + سرینش کوہ اما سیم سادہ + چو کوہ کز کمر زیر اوفتادہ + علیٰ ہذا القیاس جناب من التماس یہ ہے کہ اگر کسی بڑے زمیندار یا کسی حاکم کی بی بی کی تعریف ایسی کیجائے تو کتنا وہ خشمناک ہوجائیگا غور کرنا چاہیئے کہ یوسف علیہ السلام کی اتنی قدر ہے غصہ ہوگا بینوا توجروا -

الجواب - ایسی مدح گو خلاف احترام ہے مگر ایسی حالت کے اعتبار سے ہے کہ اسوقت وہ واجب الاحترام نہ تھیں یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آنے کے بلکہ اسلام لانے کے بھی قبل جس حالت کے اعتبار سے خود حق تعالیٰ نے اُن کا قصہ با دم احترام ذکر فرمایا ہے وراودتہ التی ھو فی بیتھا الخ قالت ما جزاء الخ المستلزم للکذب والکید ونحوھما سو منع اس کتاب کا بسبب یہ عارض تو ہو نہیں سکتا البتہ اگر ایسے مضامین سے قوی شہوانیہ کو ہیجان کا احتمال ہو تو صرف یہ مضمون نہ پڑھاویں - فقط

تمام شد تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ

۳۲

مختصر فہرست کتب موجودہ مطبع امداد المطابع

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
ید مثنوی دفتر ششم حصہ اول	۱۲/ عہ	توفیر الخیرات کامل	۱/	مفتاح الخیر	۱/
سلاح النسار	۱/	تسہیل الاطفال کامل	۱/	ذکر الرسول	۲/
سلاح النسار	۳/	تسہیل المصادر شرح	۱۰/	رفع الموانع	۳/
ق وطن	۳/	آمد نامہ	۱/	شکر النعمۃ	۴/
یر الاخوان	۴/	قصد الصیغہ	۰/	تجارت آخرت	۱۰/
ات الصحابہ	۶/	تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ	۱۴/	تذکیر الآخرت	۱۰/
یر صادق	۰/	جواب ترکی بترکی	۲/	فوائد الصحبۃ	۱۰/
یر نامہ ہر دو حصہ	۱/	اعمال قرآنی ہر سہ حصہ	۴/	تسہیل المواعظ حصہ اول	۳/
ظ الاربعین	۰/	آمد نامہ مترجم معہ اضافہ	۱/	″ ″ حصہ دوم	۳/
یق سفر	ـ/	ہدیۃ النعام شرح عبد الواسع	۱۲/	اصلاح الرسوم	۶/
ۃ الرضوان	۰/	بہترین جہیز	۰/	فروع الایمان	۱۰/
انی معاملات	۱/	فتاویٰ اشرفیہ حصہ اول	۴/	جزاء الاعمال	۱/
		حصہ دوم	۳/		
ظات خبرت حصہ سوم	۰۴/	الاسلام کامل	۱۲ عہ/۸	اصلاح الخیال	۲/
بات خبرت حصہ دوم وسوم	۱۰/	کلیات امدادیہ	۱۲/	اکسیر فی اثبات التقدیر	۸/
ب فاطمیہ	۶/	تعلیم الدین کامل	۷/	جمال القرآن	۱/
صاد فی الضاد	۵/	ہفت اختر	۱۴/	لب مثنوی	۳/
نامہ بنام سلطان مقوقس	۱۰/	روح الارواح	۶/	الترتیب اللطیف	۳/
مہ بنام عامل بحرین	۱۰/	الظہور	۲/	قصد السبیل	۲/
نعل ۱	۱۰/	السرور	۲/	انتباہات المفیدہ	عہ
نعل ۲	۱۰/	النور	۲/	اصلاح ترجمہ دہلویہ	۱/
النزاع	۰/	انباقی	۱۰/	اصلاح ترجمہ مرزا حیرت	۱/
ارسی شرح قواعد فارسی	۴/	اول الاعمال	۲/	حفظ الایمان	ـ/
ند	۴/	آخر الاعمال	۳/	بسط البنان	ـ/
نامہ مترجم	۱/	راحت القلوب	۳/	تنبیہات وصیت	۳/

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہو گا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹوح کے اڑہائی جزو سے کم نہو گا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ح
سے اس سے بھی بڑہ جائیگا قیمت سالانہ عہ؎ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ ۳ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت
رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ دیلو کا اضافہ کرکے عہ؎ کا ویلو ہوگا۔ امسال ۳ کا ویلو ہوگا
(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں
یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ا
یعنی رجب ۱۳۳۷ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاوے گی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کو
صاحب وسط سال میں بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب لتالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھو
مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے
نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم
ظفر احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر

رجسٹرڈ نمبر ۱۰۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وقال النبی ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا ولو انشئت اذ ذاک

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث کہ دال است بر مندوبیت

قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت مکتوبات خبرت فی الاجوبۃ الخیالفۃ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کل ان انفاوات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است بازجل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج امداد اللہ صاحب است کہ لقب صحیفہ مشیرست بہ تبرک بنام نامیش نیز دو تا منہا الاشتات از تحقیقات دائرہ دیگر از اہل فضل

جلد (۵)	بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳[illegible] ہجری	عدد (۱۱)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدرس امداد نام	یافت امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۳۸

بہ برکت دعا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضامین	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	الرفیق فی سواء الطریق	سلوک و اخلاق	حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہم العالی	۳
۲	تربیت السالک	سلوک یا طب روحانی	”	۱۱
۳	اصلاح انقلاب	فقہ	”	۱۹
۴	مکتوبات خیرت	مضامین مختلفہ	”	۲۳
۵	امداد الفتاویٰ	فقہ	”	۲۵
۶	التحقیقات المفیدہ	فقہ	مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی	۳۵

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔ (مدیر رسالہ)

تو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ گو لغو ہیں اور اپنی اور دوسروں کی تضییع اوقات کرتے ہیں مگر پھر بھی انکے ہاں سے اسقدر نقصان نہیں ہوتا اور اتنی گمراہی نہیں پھیلتی جتنے وہ لوگ پھیلاتے ہیں کہ آب وتاب کی تقریریں مشق کئے ہوئے ہیں بڑے بڑے الفاظ یاد ہیں صوفیہ کی اصطلاحات ازبر ہیں۔ حافظ کا دیوان پیش نظر ہے۔ زبان ہے کہ آب رواں کی طرح بہتی چلی جاتی ہے لیکن واقفیت اور حقیقت دیکھو تو محض ہیچ۔ یہی لوگ ہیں کہ ان سے امت کے اکثر افراد تباہ ہوئے اور ہو رہے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

حرف درویشاں بدزدو مرد دوں	تا بہ پیش جاہلاں خواند فسوں

اور یہی لوگ ہیں جنکو حدیث میں اَوْ مُخْتَالٌ کے لفظ سے فرمایا گیا ہے۔

ابتدائے سلوک میں وعظ کہنا ممنوع ہے

غرض اس حدیث سے یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ وعظ طاعت ہے لیکن اگر اس میں نیت خراب ہو تو وہی گناہ ہو جاتا ہے صوفیہ نے اسی راز کو سمجھکر ابتدائے سلوک میں وعظ گوئی سے بالکل منع فرمایا ہے کہ قبل اصلاح نفس اسمیں اغراض فاسدہ غالب ہوتے ہیں

محقق شیخ کی کیسی شان ہوتی ہے

پس معلوم ہوا کہ ہر شخص اہلیت ارشاد کی نہیں رکھتا سو شیخ ہونا ہر شخص کا کام نہیں ہے دیکھو محقق شیخ کی وہ شان ہوا کرتی ہے جو اوپر کی حکایت میں مذکور ہوئی کہ کس دقیق غرض کو مرید کے سمجھ لیا جسکی نیت ذکر و شغل سے بڑا بننا اور خلق کو مطمح نظر بنانا تھا۔

محققین کے نزدیک متعارف توجہ اور تصور شیخ کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ اور غیر اللہ سے محبت کی حد

یہ توجہ اگرچہ (بالغیر) طاعت ہو لیکن وہ کاملین کیلئے طاعت نہیں کیونکہ اسمیں مخلوق کیطرف

کامل توجہ لازمی اور انکی حق میں غیر اللہ کی طرف التفات کرنا سخت گناہ ہے ؎

بہر چہ از دوست دامانی چہ کفر آں حرف چہ ایماں	بہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

خلاصہ یہ ہے کہ نفس توجہ اگرچہ زیبا ہو لیکن جبکہ اُس نے خدا سے ہٹا دیا تو یقیناً زشت ہے اسی طرح تصور شیخ کا شغل بھی محققین نے اکثروں کو بتلانا بالکل ترک کر دیا ہے سبب یہی ہے کہ تصور شیخ میں بڑی کی پوری توجہ شیخ کیطرف ہوتی ہے ذات باری کیطرف بالکل التفات نہیں ہوتا اور یہ عیب کاملین کے یہاں جرم ہے خوب کہا ہے ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی	شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

ممکن ہے کہ جس وقت یہ شخص پیر کے تصور میں مصروف ہے وہی وقت ادھر کی طرف کی توجہ کے نافع ہونے کا ہو اسی لئے کاملین کی طبیعت اُجھٹتی ہے اور اُن کو سخت وحشت ہوتی ہے اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے اوجھڑی کہ اُسکو حلال تو ضرور کہیں گے اگر غلیظ سے صاف ہو لیکن ایک لطیف المزاج آدمی سے پوچھو کہ اُس کے خیال سے بھی وحشت ہوتی ہے اور اصل جو اصل تو یہ ہے کہ جب ایک دل میں دو خیال نہیں آسکتے ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں پھر کیوں کر کہا جاوے کہ جو توجہ کہ اُسمیں خدا کا خیال ضعیف اور مخلوق کا خیال غالب ہو پھر اسکو قصداً پیدا کیا جاوے تو وہ مطلوب ہوگی۔

حکایت - حضرت ابرہیم ادہم کا واقعہ مشہور ہے کہ جب بیٹے سے جو شیخ محمود کے نام سے مشہور ہیں ملے اور مسرت کا جوش غالب ہوا تو ندا آئی کہ ؎

حب حق ہو دل میں یا حب پسر	جمع اِن دونوں کو تو ہرگز نہ کر

آخر وہ حجاب بھی مرتفع ہو گیا اور اُن کا انتقال ہو گیا لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بیٹے سے بالکل ہی محبت نہ کرے جسقدر اُن کا حق شرعی ہے وہ جب حق پر غالب نہو عین سنت ہے بس شیخ سے بھی ایسی محبت نہ ہونی چاہیئے جو کہ خدا کو بالکل بھلا دے جیسا آج کل جاہل فرقوں میں متعارف ہے اسی طرح بیوی بچوں سے وہ محبت نہو کہ خدا کی طرف توجہ نہ رہے لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ الطاف خداوندی کے قربان ہو جیئے یہ حکم نہیں فرمایا کہ اولاد سے بالکل محبت نکرو کیونکہ جانتے ہیں کہ محبت اولاد طبعی ہے امتثال ہو نہ سکیگا۔ اسلئے یوں فرماتے

ہیں کہ اسقدر اُن کے درپے نہو کہ خدا کو بھول ہی جاوٗ۔

ترک توجہ متعارف پر ایک شبہ اور اسکا جواب

ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ توجہ تو اسقدر مذموم ٹھیری اور جو غرض توجہ کی ہے وہ ضروری ہیں اگر توجہ ترک کریں تو امر ضروری کا ترک لازم آتا ہے اور توجہ اختیار کریں تو امر مذموم کا اختیار لازم آتا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ توجہ سے جو غرض ہے اس کا حصول توجہ ہی میں منحصر نہیں کیونکہ اگر اس کا حصول اسی میں منحصر ہوتا تو انبیا علیہم السلام اسی طریق کو اختیار فرماتے جب انھوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اسی طریق میں اس کا انحصار نہیں ہے بلکہ دوسرا طریق بھی موجود ہے یعنی تعلیم و ارشاد شفقت و دعا اور یہ طریق ایسا ہے کہ جسمیں نہ کوئی خطر ہے نہ کچھ اندیشہ۔

قرآن شریف جمال حق کیلئے آئینہ ہے اور اسکی خوبیاں

۲۸۹

قرآن کی تعریف میں ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

چیست قرآن اے کلام حق شناس		رونمائے رب ناس آمد بہ ناس
حرف حرفش راست در بر معنئے		معنئے در معنئے در معنئے

اور رونما اس واسطے کہا کہ خدا تعالیٰ کو دُنیا میں بلا واسطہ تو دیکھ نہیں سکتے ہیں کلام اللہ کو پڑھنا گویا دیدار خداوندی سے محظوظ ہونا ہے اس موقع پر ایک حکایت یاد آئی اس سے اسکی پوری حقیقت ظاہر ہوگی ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ کے خیال میں اتفاقاً ایک مصرعہ آگیا ع دُر ابلق کسے کم دیدہ موجود مصرعہ کہکر بڑی خوشی ہوئی لیکن دوسرا مصرعہ طیار نہ کر سکے شعرا کو جمع کیا اور مصرعہ لگانے کی فرمایش کی کسی سے مصرعہ نہ لگ سکا کیونکہ ایک مہمل مضمون ہے آخر سب کو زندان کی دھمکی دی۔ ان لوگوں نے پریشان ہو کر ہندوستان میں عالمگیر کے پاس خط لکھا کہ تمھارے یہاں بڑے بڑے شاعر ہیں کسی سے مصرعہ لگوا کر ہماری جان بچاوٗ چنانچہ شعرا کو وہ مصرعہ دیا گیا لیکن مضمون ایسا بے ڈھنگا تھا کہ کسی کی کچھ سمجھ ہی میں نہ آیا شدہ شدہ زیب النسا متخلص بہ مخفی کو بھی اسکی خبر پہونچی اس نے بھی غور کیا لیکن مصرعہ نہ لگسکا اتفاقاً ایکروز مسند پر بیٹھی آنکھوں میں سرمہ

ڈال رہی تھی۔ آئینہ سامنے تھا کہ سرمہ کی تیزی سے آنکھ سے ایک آنسو گرا اسکی ہیئت کو دیکھکر فوراً
دوسرا مصرعہ اُس کے ذہن میں آگیا مگر اشک بتان سرمہ آلود۔ چنانچہ عالمگیر کو خبر ہوئی اور شعر پورا
کر کے ایران بھیجا گیا جب بادشاہ نے مصرعہ سنا اُس کے اور تمام شعراء کے دل میں اس شاعر
کی بڑی قدر ہوئی اور شاہ ایران نے عالمگیر کو لکھا کہ اس شاعر کو ہمارے پاس بھیجدو عالمگیر کو جب
اس پیغام کی خبر پہونچی تو بہت زچ ہوا کہ اگر شاعر کو ظاہر کرتا ہوں تب بھی مشکل ہے اور انکار کرتا
ہوں تو بھی مشکل ہے آخر اس نے زیب النساء سے کہا کہ تمھاری شاعری کا یہ نتیجہ ہوا زیب النساء نے
کہا کہ تم اسکے جواب میں میری طرف سے یہ لکھدو کہ ؎

در سخن مخفی منم چوں بوی گل در برگ گل ۔۔۔ ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

چنانچہ یہ لکھکر بھیجدیا گیا معلوم ہوا کہ مستورات سے ہے پس اسی طرح ہمارا مطلوب حقیقی جس کے
دیدار کے ہم متمنی ہیں بوجہ اس کے کہ ہم اسکے دیدار کی تاب نہیں لا سکتے اور ہم اسکو دیکھ نہیں سکتے
گویا یہ فرما رہے ہیں کہ ؎

در سخن مخفی منم چوں بوی گل در برگ گل ۔۔۔ ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

اور وہ سخن یہی کلام اللہ ہے جسکی شان یہ ہے کہ جتنے در معنے در متنے جسقدر زیادہ بڑھتے
جاؤ اسی قدر زیادہ علوم منکشف ہوتے جاوینگے چنانچہ حدیث میں ہے لا تنقضی عجائبہ اور پھر
لطف یہ کہ جاہلوں کو بھی لطف آتا ہے اور عالم کو بھی مزا آتا ہے صاحب ظاہر بھی جان کھوتا ہے
اور صاحب باطن بھی قربان ہوتا ہے ؎

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ میدارد ۔۔۔ برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

حدیث میں ہے لا یخلق من کثرۃ الرد واقع میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ کتنا ہی سنو جی نہیں بھرتا
نیا مزا آتا ہے۔

قرآن شریف کی دلچسپی پر ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر کہا جاوے کہ یہ سارا لطف خوش آوازی کی وجہ سے ہوتا ہوگا تو ہم کہیں گے کہ آخر وہ لطف
اور وہ ربودگی جو قرآن پڑھنے سے ہوتی ہے شعر پڑھنے سے کیوں نہیں ہوتی اس میں وہ مزا کیوں

نہیں حاصل ہوتا اور اگر کسی کو اسمیں زیادہ مزا آتا ہو تو وہ ابھی قابل خطاب ہی نہیں ہوا اسکو
چاہیئے کہ صحت ادراک و سلامت حال پیدا کرنے کی کوشش کرو پھر موازنہ کرے صاحبو قرآن تو قرآن ہے
کبھی اگر مکہ میں جاکر وہاں کی تکبیر اگر نماز میں سنو جو ایک جزو ہے قرآن کا تو معلوم ہو کہ کیا چیز ہے
سچ مچ اسوقت وہ تکبیر ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ذبح کے وقت کی تکبیر کہ دل میں چھری نکلتی چلی
جاتی ہے

طاعت میں اگر مزہ نہ آوے تو اُس کو ترک نہ کرنا چاہیئے اور لذت حاصل کرنیکی تدبیر

لیکن اگر کسی کو مزہ نہ آوے وہ تلاوت ترک نہ کرے جیسا بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب
ہم تو اُسوقت قرآن پڑھیں گے کہ جب ہمکو مزہ آنے لگے مگر یہ خیال بالکل ہی لغو ہے اسکی تو
ایسی مثال ہے کہ کسی شخص سے کہا جاوے کہ تم مقویات کھا کر جلدی سے بالغ ہو جاؤ تاکہ
تمکو سن بلوغ کے لطف حاصل ہو جائیں اور وہ جواب میں یوں کہے کہ صاحب پہلے سن بلوغ کی
لذت کو میں دیکھ لوں کیسی ہوتی ہے تب اسکی تدبیر کروں گا فرمایئے کہ اس احمق کو کس طرح وہ
لذت دکھلا دیجائے اور سوائے اسکے اور کیا جواب اُسکو دیا جاویگا کہ تم جب بالغ ہو جاؤ گے خود
تمکو معلوم ہونگے اس کے سوا کوئی تدبیر اسکے حصول کی نہیں اسی طرح ان نابالغ پیروں کو یہ
جواب دیا جاتا ہے کہ اس لذت کے حاصل کرنے کی کوئی تدبیر اسکے سوا نہیں کہ ہمت کرکے پڑھنے لگو
چند روز میں جب تمہارا قلب عالم طفلی سے نکلکر سن بلوغ میں پہونچیگا خود بخود اسکو یہ لذت حاصل
ہوگی البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ خاص بلوغ اسوقت حاصل ہوگا کہ تلاوت و دیگر اعمال میں ہوائے نفسانی
کا دخل نہو بلکہ مطلقاً اس ہوائے نفسانی کا اتباع چھوڑ دو اور اطاعت خدا و رسول میں سرگرم ہو جاؤ
کہ طریقت کا بلوغ یہی ہے ؎

خلق اطفال‌اند جز مست خدا
نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

اور بعضے یہی غلطی اکثر اہل سلوک کو ہوتی ہے کہ وہ ابتدا ہی میں یہ چاہتے ہیں کہ ذکر میں لذت

٢٩١

آنے لگے اور جب لذت حاصل نہیں ہوتی تو پریشان ہوتے ہیں اور بعض اوقات ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ سخت غلطی ہے کیونکہ ذکر میں لذت آنے کا اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں کہ ذکر کی زیادتی کرے جسقدر ذکر زیادہ ہوگا قلب زیادہ معتاد ہوگا دوسرے خیالات کمزور پڑیں گے ذکر میں خود بخود لذت حاصل ہوگی اسکی مثال یوں سمجھیے کہ فن شاعری میں جو ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ایک شعر سن لیا اور طبیعت تلملا گئی ایک عمدہ بات کان میں پڑی کہ چہرہ کھل گیا آخر یہ بات کب پیدا ہوتی ہے اور کیونکر پیدا ہوتی ہے ظاہر ہے کہ ایک مدت کے بعد اور کثرت مشق و ممارست سے ہوتی ہے اور ابتدا میں ہرگز یہ حالت نہیں ہوتی بلکہ اول تو محض مشقت ہی ہوتی ہے دیکھئے بچہ کو مکتب میں بٹھلاتے ہیں سبق فارسی کا پڑھاتے ہیں مارتے ہیں پکڑ بلاتے ہیں اسی طرح جب سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے اسکو زباندانی و سخن فہمی کا ایسا سلیقہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کلام لطیف سنکر کیا کچھ محظوظ ہوتا ہے پس کیا کسی شخص نے محض اسوجہ سے کہ ہمکو غالب اور مومن کا سا وجد کیوں نہیں پیدا ہوتا شاعری کی مشق چھوڑ دی ہے یا کسی شاگرد نے اپنے استاد سے یہ فرمائش کی ہے کہ میں اسوقت شاعری شروع کرونگا کہ جب آپ کی طرح مجھے شعر میں لطف آنے لگے گا۔

صاحبو کیا قرآن شریف کی تلاوت اتنی بھی ضروری اور مرغوب نہیں جتنی فارسی اور شاعری کی تحصیل صاحبو جس طرح اس مثال میں ظاہری کیفیات میں ایک وقت وہ تھا کہ نہ تھیں اور اب ایک وقت وہ ہے کہ علیٰ وجہ الکمال ہیں۔

سالک کا کام محض طلب ہے اگر کیفیات باطنی نہوں تب بھی کام کیئے جائے

اسی طرح باطنی کیفیات بھی گو اسوقت حاصل نہیں لیکن اگر کام کیے جاوگے تو ایک وہ وقت بھی ضرور آویگا کہ سب حاصل ہو جاوینگی ارشاد ہوتا ہے کذلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم

اندریں رہ می‌تراش و می‌خراش تادم آخر دمے آخر بود		تا دمے آخر دمے فارغ مباش کہ عنایت با تو صاحب سر بود

اس قسم کے مواقع پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ یہ پڑھا کرتے تھے

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم		حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

۲۹۲

جو کچھ بھی ہو تم کام کئے جاؤ تمہارا کام محض طلب ہے کیونکہ تمہارے اختیار میں وہی ہے ثمرہ کا ملنا نہ ملنا یہ اُن کا کام ہے تم اسکے درپئے نہ ہو ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب	کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائی

ایک دوسرے بزرگ اِس سے بڑھکر فرماتے ہیں ؎

اُرید وصاله ویرید هجری	فاترک ما ارید لما یرید

اور صاحبو اگر یہ نہ کہا جاوے تو کیا خدا سے بدلا لینا ہے اگر وہ ہمارا کام نہیں کرتے تو ہم اُسکا کام کیوں کریں۔ غور کرو اگر ایک مردار بازاری عورت سے تعلق ہو جاتا ہے تو قلب پر کیا کیا صدمے گذرتے ہیں کس کس انداز سے وہ امتحان اور آزمائش کرتی ہے کتنا موقع بموقع ستاتی ہے۔ لیکن آتش محبت مشتعل ہی ہوتی چلی جاتی ہے یہ نہیں ہوتا کہ اُسکے امتحانات یا غمزوں سے گھبرا کر اسکو چھوڑ دیں تو کیا ذات باری جل مجدہ کی محبت اور عظمت مسلمان کے دل میں اتنی بھی نہ ہو جتنی ایک بازاری عورت کی حیف ہے ہم پر اور ہمارے اِس اسلام پر ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود	گوئی گشتن بہر اواولیٰ بود

طالب کیسا ہونا چاہئے

حکایت۔ ایک عارف کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کو ایک روز یہ آواز آئی کہ کتنی ہی عبادت کرو کچھ قبول نہیں اس آواز کو اُن کے ایک مرید نے بھی سنا دوسرا دن ہوا تو وہ بزرگ پھر عبادت کیلئے اُٹھے پھر وہی آواز آئی جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مرید نے کہا کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں اُدہر کوئی پوچھتا بھی نہیں اور آپ ہیں کہ خواہ مخواہ گرے جاتے ہیں جب قبول ہی نہیں تو محنت سے کیا فائدہ اُن بزرگ نے جواب میں فرمایا ؎

تو انی ازاں دل بپرداختن	کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

کہ بھائی چھوڑ تو دوں لیکن یہ تو بتلا دو کہ چھوڑ کر کس در پر جا پڑوں اس جواب پر رحمت باری کو جوش ہوا اور آواز آئی کہ ؎

قبول است گرچہ ہنر نیستت	کہ جز ما پناہ دگر نیستت

کہ اگرچہ تمہاری عبادت تو کسی ڈھنگ کی نہیں لیکن خیر جب ہمارے سوا تمہارا کوئی نہیں ہے تو تمکو بھی ہم ہی لے لیں گے صاحبو طالبین کی یہ حالت ہونی چاہئے کہ ؎

طلب گار باید صبور و حمول ۔۔۔ کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

افسوس ہے کہ طلب خدا طلب کیمیا کی بھی برابر نہ ہو کہ اسمیں تو انسان سالہا سال گنوا دے مال و متاع غارت کردے چین و آرام کو خیر باد کہدے اور طلب خدا میں کچھ بھی نہو سکے طالب کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

برند از برائے دلے بارہا ۔۔۔ خورند از برائے گلے خارہا

اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

خوشا وقت شوریدگان غمش ۔۔۔ اگر ریش بینند گر مرہمش

گدایانی از بادشاہی نفور ۔۔۔ بامیدش اندر گدائی صبور

دمادم شراب الم درکشند ۔۔۔ اگر تلخ بینند دم درکشند

اور جو شخص صرف مرہم کا طالب ہو وہ طالب نہیں ہے وہ بیچارے تو بجائے حصول کی امید پر ہی نظر لگائے بیٹھے ہیں جیسا کہ اوپر کے شعر میں ہے امیدش اندر گدائی صبور ایک طالب کا قول ہے ؎

اگرچہ دور افتادم بایں امید خرسندم ۔۔۔ کہ شاید دست من بار دگر جانان من گیرد

طالب وہی ہے کہ اگر ہزار مرتبہ اسکو کہا جاوے تو دوزخی ہے تو مایوس نہ ہو اور دس ہزار مرتبہ کہا جاوے کہ تو جنتی ہے تو کاہل اور سست نہ بنے اس کے طلب کی یہ حالت رہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست ۔۔۔ ہر کہ بروے میرسی بروے مایست

طالب کے کیسے کیسے امتحان لئے جاتے ہیں

حکایت۔ ایک شخص کی نسبت لکھا ہے کہ اسکو روزانہ یہ آواز آتی کہ تو کافر ہو کر مریگا جب ایک مدت تک یہ آواز آئی تو شیخ سے ذکر کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میاں یہ دشنام محبت ہے مایوس نہو جانا محبوبوں کی عادت ہے کہ محب کو چھیڑا کرتے ہیں خوب کہا ہے ؎ بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا ٭ اور یہ ایک قسم کا امتحان ہے۔

(باقی آئندہ)

جواب - خیر اگر ظاہری دوری نہیں ہو سکتی تو یہ تو ممکن ہے کہ آپ اُسکی طرف کبھی نگاہ اٹھا کر قصداً نہ دیکھیں اگر کبھی سامنا ہو جاوے فوراً وہاں سے علیحدہ ہو جاویں اور قصداً اُس کا تصور دل میں کبھی نہ لاویں اور اُس کا کبھی زبان سے تذکرہ نہ کریں اور اگر بلا قصد کبھی خیال آجاوے تو فوراً اسکی اُس صورت کا تصور اپنے دل میں جمالیں جو کہ مرنے کے بعد مردے کی ہو جاتی ہے کہ تمام رنگ و روغن رخصت ہو جاتا ہے دو چار دن کے بعد بدن پھول جاتا ہے پھر پھٹ جاتا ہے اسمیں تعفن ہو جاتا ہے اسمیں کیڑے پڑ جاتے ہیں اور اُسی وقت یہ سوچا کریں کہ جسکی آخری صورت یہ ہونیوالی ہے اُسپر کیا دل ڈالا جاوے بلکہ دل دینے کے قابل وہ ذات ہے جس کا حسن و جمال لم یزل و لا یزال ہے نیز اسکے ساتھ اپنی موت کا بھی تصور کیا جاوے کہ ایک روز مرنا ہے جسمیں ساری لذتیں اور ساری ہستیاں ختم ہو جاوینگی پھر خدا کے روبرو کھڑا ہونا ہے اور ظاہری و باطنی اعمال و احوال کا حساب دینا ہے اگر حب غیر دل میں لیکر حاضر ہوا کیا مُنہ دکھاؤں گا اگر مجھسے سوال کیا گیا کہ ہمارا بندہ ہو کر تونے غیر سے ایسا دل لگایا جیسا ہمسے لگانا چاہئے تھا تو اُس کا کیا جواب دونگا بس ان مراقبات کے تکرار استحضار سے انشاء اللہ تعالیٰ مرض بالکل رفع ہو جاویگا مگر نباہنا اور قصد کرنا شرط ہے

حال - بحمد اللہ الکریم آنحضور کی برکت سے معمولات بری بھلی طرح ادا ہو جاتے ہیں اکثر اخیر شب میں تہجد اور چھ تسبیح نفی و اثبات اور چھ ہی تسبیح اسم ذات دو ضربی ادا ہو جاتے ہیں اور کوئی حال نہیں اور نہ کسی حال کے قابل ہوں۔ دن رات خانگی امور میں یا پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتی ہے

تحقیق - اعمال کے مقابلہ میں حال چنداں اہم و مہتم بالشان نہیں خدا تعالیٰ کا شکر کیجئے کہ اعمال پر استقامت ہے یہ ہزاروں حال سے بڑھکر ہے لگے رہئے۔

حال - وسواس بہت زیادہ آتے ہیں۔

تحقیق - وسواس مضر نہیں قصداً اُس طرف التفات نہ کریں۔

حال - خصوصاً نظر بد باوجودیکہ خیالات فوراً تبدیل کر دیتا ہوں مگر تھوڑی دیر بعد پھر عود کر آتی ہے

تحقیق - خود تو عود نہیں کرتی آپ کے ارادہ اور اختیار سے ایسا ہوتا ہے تو کیوں اُس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔

حال - جملہ عیوب میں اپنے اندر پاتا ہوں - تفاخر - تکبر - ریا اور اپنی بات و تقریر کی تاویل خواہ حق ہو یا ناحق براہ کرم اس کا جو علاج ہو تجویز فرماویں -

تحقیق - اپنے نفس پر سزا مقرر کیجئے .... قصداً ایسے کام کیجئے جو تفاخر کے خلاف ہوں اعمال خیر بجز فرائض و سنن کے پوشیدہ کر کے کیجئے - سوچکر بولئے اور جب کسی قسم کی کوتاہی ہو جاوے بیس رکعت نفلیں جرمانہ میں پڑھئے -

---

حال - احقر کو اپنے سینہ میں بہت حرارت معلوم ہوتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ قلب میں آگ بھری ہوئی ہے معلوم نہیں کیا بات ہے -

تحقیق - جہر و ضرب چھوڑ دیجئے اور ذکر کے وقت یہ تصور رکھئے کہ میرے قلب پے چاند لگا ہوا ہے

حال - دیگر یہ کہ ذکر کرتے کرتے سیرابی نہیں ہوتی ہے جی چاہتا ہے کہ کوئی ایسی جگہ ہو جہاں شور و شغل بالکل نہ ہو وہاں جا کر رات دن ذکر کرتا رہوں -

تحقیق - مشتاقی ہے کہ ملولی لہذا التعداد میں دوام کا لحاظ رہے ایک یہ کہ شوق کا کچھ حصہ چھوڑ دیا جاوے دوسرے یہ کہ طبیعت کے تحمل سے زیادہ نہ ہو اس طرح سے یہ کیفیت مثمر ثمرات ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ -

حال - گذشتہ رات سے موت کا ڈر بہت زیادہ معلوم ہو رہا ہے یہ خیال میں آتا ہے کہ مرتے وقت میرا کیا حال ہوگا وہ وقت بہت مشکل کا ہوتا ہے خدانخواستہ اگر اسوقت کام نہ بنا تو کیا حال ہوگا پھر تو کتے اور خنزیر سے بھی میرا برا حال ہوگا - اور زبان پر یہ شعر جاری ہے ؎

مرا اے کاشکے مادر نمی زاد	اگر میزاد بسیر از شیرم نمی زاد

یہ خیال دل میں آکر بڑی بے چینی ہو رہی ہے -

تحقیق یہ حالت منجملہ مطالب کے ہے مبارک ہو اگر ایسے وقت میں دم نکل جاوے شہادت ہے اگر زیادہ تکلیف ہو رسالہ شوق وطن کا مطالعہ اس کا علاج ہے -

سوال - کتب مرقومہ ذیل کا مطالعہ کر چکا ہوں تعلیم الدین - آداب المعاشرت - قصد السبیل - تربیۃ السالک کی جلد اول - جلد دوم - جلد سوم - جلد چہارم میں سے کچھ -

جواب - تکشف بھی پورا دیکھ لیا جاوے اور تبلیغ دین بھی اور تربیۃ کی جلد چہارم و پنجم بھی -

حال - حق تعالیٰ کے دیکھنے کا تصور کرنا دیگر اذکار میں تو سہل ہے مگر قرآن شریف پڑھتے وقت
یہ خیال رکھنا کہ مجھکو اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں اسمیں طبیعت پراگندہ ہوتی ہے

تحقیق - اس وقت یہ تصور نہ کریں بلکہ یہ خیال رکھیں کہ حق تعالیٰ میرے پڑھنے کو سن رہے ہیں

سوال - بندہ اٹھارہ ہزار مرتبہ ذکر اللہ اللہ کا ایک مجلس میں کر سکتا ہے اور اگر ایک مجلس
ذکر معین کیلئے شرط نہیں تو چوبیس ہزار مرتبہ بھی ذکر بالایوم ولیل میں کر سکتا ہے مگر متفرق اوقات
میں کہ اسقدر فلاں وقت اور اسقدر فلاں وقت۔

جواب - ایک جلسہ کی قید نہیں دو تین کرلیں اور دو سے زیادہ مناسب نہیں بحالت موجودہ۔

سوال - وقت معین میں اگر نصف گھنٹہ کی تقدیم تاخیر ہو جاوے تو کیا تعین ٹوٹ جائیگی۔

جواب - نہیں ٹوٹیگی۔

سوال - مجھکو خواب بہت نظر آتے ہیں کہ جنکے لکھنے کی فرصت بھی نہیں ملتی اگر ان کا لکھنا ضروریات
سلوک سے ہے تو دیگر کام میں کمی کر کے ان کو لکھکر پیش کیا کروں ورنہ خیر۔

جواب - کچھ بھی ضرور نہیں۔

سوال جب سے بندہ یہاں آیا نماز میں بجد سہو و نسیان واقع ہوتا ہے چنانچہ ظہر و عصر و عشا کی
چار رکعت میں خواہ مخواہ یہ خطرہ گذرتا ہے کہ تین رکعت پڑھی یا چار رکعت اکثر اوقات تیسری یا
چوتھی رکعت کے متعلق شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ تیسری ہے یا چوتھی حتی الامکان یاد رکھنا چاہتا ہوں
مگر ایک سکنڈ میں بھول جاتا ہوں پھر شک ہو جاتا ہے اور نماز دہرایا کرتا ہوں دوبارہ نماز پڑھنے
کا معمول ہو رہا ہے اس نسیان و شک کے دفع کیلئے مہربانی فرما کر اس خاکسار غلام کے لئے
دعا فرما دیں اور کوئی علاج تجویز فرما دیں بندہ ممنون ہوگا۔

جواب - دوبارہ نماز پڑھنا ایسی حالت میں اس مرض کی بد پرہیزی ہے بس احکام شرعیہ
پر عمل کافی ہے اس حالت کے متعلق اگر احکام شرعیہ معلوم نہ ہوں بہشتی زیور باب سجدۂ سہو
سے معلوم کیجئے اگر سمجھ میں نہ آویں لکھئے۔

حال - اسوقت کوئی نیا ایسا حال نہیں جسکو عرض کروں محض دریافت خیریت اس عریضہ
سے مقصود ہے ایک امر البتہ کسی قدر دریافت طلب ہے کہ مجھکو بیشتر ایسا اتفاق پیش آجاتا ہے

کہ نماز وظیفہ میں ناگاہ بلاقصد حضور والا کا تصور پیش نظر ہوجاتا ہے گویا آپ اپنے مقام پر ہیں اور میں اپنی جگہ پر ہوں۔ آپ کو نماز پڑھتے ہوئے قیام کی حالت میں دیکھ رہا اور یہ سمجھ رہا ہوں کہ انوار الٰہی آپ کے قلب میں آرہے ہیں اور آپ کے قلب سے میری طرف وہ انوار متوجہ ہیں فرائض میں تو اس خیال کی جانب میں التفات نہیں کرتا مگر وظیفہ میں اس خیال سے دلچسپی لیتا ہوں اس سے مجھے یہ نفع ملتا ہے کہ اور دوسرے لایعنی خیالات اسوقت مندفع رہتے ہیں اور یہ خیال بھی کسی بُرے عقیدہ سے نہیں بلکہ ایک وسیلہ سمجھکر کرتا ہوں۔ التماس یہ ہے کہ ایسا خیال کچھ مضر تو نہیں ہے اور میرا یہ فعل کہ نماز میں ادہر ملتفت نہیں ہوتا ہوں اور وظیفہ میں دلچسپی لیتا ہوں جائز ہے یا ناجائز زیادہ کیا عرض کروں ع خواجہ تربیت بندہ نکومی داند +

تحقیق نیا حال نہ ہونا یہ بھی ایک حال ہے کیونکہ حاصل اس کا ثبات ہے اور اقل درجہ عدم انحطاط تو ضرور ہے امر مسئول عنہ کا جواب یہ ہے کہ خواص کیلئے اس تفصیل سے تصور جائز بلکہ انفع ہے۔

١٢

حال یکے از منتہیان

حضور کے فیض و برکت دعا سے معمولات روزمرہ تکمیل کو پہونچ جاتے ہیں آج کل چونکہ رات کچھ بڑی ہونے لگی ہے اسوجہ سے رات ہی کے وقت میں پورے بھی اکثر ہوجاتے ہیں اور اگر کبھی نہوی تو صبح کے وقت میں بعد نماز فجر اتمام پاتے ہیں آجکل نئی حالت قلب کی یہ ہو رہی ہے کہ تنہائی کے وقت اکثر خاتمہ کا خیال کرکے گریہ طاری ہوجاتا ہے اور اکثر چیزوں کو دیکھکر خدا کی قدرت کا تصور اپنے آپ پیدا ہوجاتا ہے جسکے سبب سے بعض وقت مشکل سے گریہ ضبط ہوتا ہے اور بتکلف دل کو دوسری چیز کی طرف مائل کرنا پڑتا ہے نوشتہ تقدیر کا خیال کرکے دل قابو میں نہیں رہتا کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے کس گروہ میں شامل کیا ہے چونکہ دارومدار خاتمہ پر ہے اور وہ نامعلوم ہے اور پھر اسکو بعد رحم و فضل محض پر اعتماد اس حالت نے میرے دماغ و دل کو از کار رفتہ بنا دیا ہے اپنی روح کا خیال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جسم کے اندر ہے وقت خاص پر نکل کر چلی جاویگی اور یہ جسم مٹی کی طرح رہجائیگا بعض وقت مجھکو اپنا خیال نہیں رہتا کہ میں ہوں

کیا چیز جو زمین پر چلتا پھرتا ہوں اور وہ کیا چیز ہے کہ جسکے سبب سے میں بولتا چالتا ہوں کام کرتا ہوں روتا ہوں جو کام کرتا ہوں اگر طاعات و دعوات سے ہوتا ہے تو مجھکو یہ یقین رہتا ہے کہ میرا کوئی کام دربار خداوندی کے قبول کے لایق نہیں ہو مگر چونکہ اس کا حکم و فرمان ہے امتثال کے طور پر انجام دیتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ اعمال کے لحاظ سے جزا عطا فرماویں۔ اور مجھ سے خود پوچھیں کہ تو خود اپنے خیال کے مطابق یہ فیصلہ کر کہ تیرے کام کیسے ہوتے ہیں اور جزا خیر کے لایق ہیں یا نہیں تو میں یہی کہونگا کہ نہیں کیونکہ عبادت و طاعت اپنے نزدیک ایسی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے شان الوہیت کے قبولیت کے قابل ہو بعض دفعہ یہ خیال ہوتا ہے کہ جب یہ حالت ہے تو قبول کی امید کیسی مگر محض اس خیال سے

۵ گل را چہ مجال ست کہ پرسد ز کلال		از بہر چہ سازی و چرا میشکنی	

کام میں لگے رہیں ہو رہیگا جو کچھ ہونا ہے اپنی طرف سے کوتاہی حتی الوسع کیوں ہو اگر ازل کے روز خدانخواستہ برے ثابت ہو گئے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم صحیح کے مطابق بہتر ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جسکو جس قابل سمجھا وہ اسی قابل ہے اور اسکے خلاف اس کا برا بھلا ہونا ممکن نہیں ہے تو جس قابل میں تھا اللہ تعالیٰ نے ویسا ہی بنا دیا اور اسکے حکم میں چون و چرا کیسا مگر پھر اس بات پر گریہ طاری ہوتا ہے کہ خود برے ہیں اپنی برائی اور نا اہلی پر رونا آتا ہے اللہ تعالیٰ شانہ کے سعید و شقی بنانے پر بالکل ناگواری نہیں ہوتی کیونکہ اس کا علم کسی چیز کی اہلیت کے خلاف تو ممتنع اور محال ہے جب تک اس خیال کا اثر رہتا ہے ساری دنیا کے لوگوں اور چیزوں سے بے التفاتی ہو جاتی ہے اور نہ کسی چیز سے اور نہ کسی شخص کے افعال و اعمال سے ناگواری ہوتی ہے اور بعض وقت ذرا سی بات شریعت کے خلاف کوئی کرتا ہے یا کہتا ہے تو سخت ناگوار گذرتا ہے اور پہلے خیالات بالکل اسوقت محو ہو جاتے ہیں حالانکہ خود پوری طور سے احکام شرعیہ کی پابندی نہیں کرتا اور ایسے اکثر لوگوں سے میں نے سلام کرنا کم کر دیا ہے جن سے بارہا سلام بطریق سنت کیا اور وہ بجائے وعلیکم السلام کے آداب عرض کہتے ہیں اسوقت میرے قلب میں بڑا بار معلوم ہوتا ہے اگر کوئی بے تکلف ہوتا ہے تو کہدیتا ہوں کہ آداب عرض سلام کا جواب نہیں ہے مگر لوگ ایسے عادی ہو گئے کہ چھوڑتے ہی نہیں چونکہ مجھکو یہ خیال ہو گیا ہے کہ سلام کرنا سنت اور جواب دینا واجب ہے میں نے تو سنت ادا کی اور اس نے واجب کو ترک کیا تو گویا باعث واجب ترک کرانیکا میں ہو گیا اور بجائے اس کے

۱۴۳

کہ ایک مسلمان کو مجھ سے کچھ نفع پہونچا ضرر پہونچا اس خیال سے جن لوگوں کی نسبت ظن غالب ہوتا ہے کہ جواب ٹھیک نہیں دینگے اُن کو سلام نہیں کرتا بعض لوگ متکبر خیال کرتے ہیں اور اکثر ایسے لوگ ہیں بلکہ بعض تو ایسے خبیث ہیں کہ اس طرح سلام کرنے کو بدتمیزی اور بدتہذیبی (نعوذ باللہ) کہتے ہیں بلکہ بعض لوگوں نے مجھ سے بھی ذکر کیا پھر ایسے لوگوں کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں مجھکو ایسے لوگوں کو دیکھکر انقباض اور وحشت ہوتی ہے بعض وقت یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کوئی سامنے سے گذر جاتا ہے یا بیٹھ جاتا ہے یا کسی کا کوئی ذکر کر دیتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے دل میں ایک قسم کی ظلمت پیدا ہوگئی اور غصہ اور نفرت معلوم ہونے لگتی ہے اُس وقت موقع پاکر بارہا استغفار کرتا ہوں مگر اس کا اثر مشکل سے بہت دیر کے بعد جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ کئی دن تک رہتا ہے اور پھر اسکے بعد خیال بھی نہیں رہتا حضور مولانا رومی علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق میرے دل کی خرابیاں تو نہیں ہیں ؎

اے بسا ظلمے کہ بینی در کساں　　خوے تو باشد در ایشاں اے فلاں
اندر ایشان تافتہ ہستی تو　　از نفاق و ظلم و بدمستی تو

حضور اصلاح قلب کیلئے دعا فرماویں والسلام۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ احوال رفیعہ ہیں حاصل ان کا مجموعہ ہے فنا و تفویض و عشق کا مبارک ہو ہزار مبارک دل وجان سے دعائے رسوخ و ترقی کرتا ہوں۔ والسلام۔

(حال یکے از منتہیان)

حال۔ ہفتہ عشرہ سے قلب کے اندر از غیب یہ تقاضا شروع ہے کہ حالات باطنہ سے حضور کو مطلع کر کے علمی ترقی و عروج درجات باطنہ کی درخواست کروں لہذا یہ تقاضائے مذکورہ کچھ جھوٹے موٹے عرض کرتا ہوں اب یہ حالات جیسے ہوں مذموم ہوں خواہ محمود محض حضور کی توجہ و انوار فیض کے ثمرے ہیں ورنہ کیا ہستی بچہ شیر خوار کی کہ بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زنی کرے جزاک اللہ آمین ثم آمین بفضلہ تعالیٰ و بدعائے حضور طبعاً عبادت کی رغبت و معصیت سے نفرت پیدا ہوگئی ادنیٰ سے ادنیٰ معصیت کو سبب پرسش و ادنیٰ خیر کو موجب نجات معلوم کر لیا گو ہر لحظہ غفلت و معصیت ہی میں

گذرتا ہے قلب ذکر سے بیحد مانوس ہو گیا اب زیادہ دیر تک مہلت نہیں دیتا بیداری میں فی س
پانچ منٹ بھی غفلت قلب پر گراں ہے دیر تک کسی دوسری طرف متوجہ ہونے سے اضطراب
شروع ہو جاتا ہے اور یوں بھی بحالت غیر مشغولی ملکہ یادداشت کے اعتبار سے ذکر و مذکور کے
ساتھ ایک خاص تعلق و لگاؤ رہتا ہے مشغولی میں نہ تنگی ہوتی ہے نہ طبیعت اکتاتی ہے پوری
جمعیت رہتی ہے ذوق و شوق سوز و گداز سرور و مستی علم و یقین رضا و تسلیم انس و محبت میں ترقی
محسوس ہے تصور اسم ذات کا رہتا ہے وساوس و خطرات کو اسی تصور سے دفعہ کرتا رہتا ہوں
مطلوب محض ذات حق ہے صفات پر چنداں نگاہ نہیں ذکر حبیب کے سامنے جملہ لذات دنیا پر
خاک ڈالتا ہوں لغو و فضول گوئی پر ندامت ہوتی ہے سکوت و خلوت محبوب ہے شرکت مجمع و
جماعت سے تو قطعاً بزور روک دیا گیا بسط کو غلبہ ہے ضبط پر با آسانی قدرت ہے نیستی و پستی کا یہ
غلبہ ہے کہ اگر اختیار ہو تو از خود زمین میں دھنس جاؤں دعوی کا وہم تک بھی نہیں ہوتا دل میں
یہی بات گڑی ہے کہ بس پرسش پر صاف یہی کہدونگا کہ الٰہی سراپا تقصیر وار ہوں اور بالکل
مفلس میرے پاس جز امید مغفرت اور کچھ بھی نہیں کشف و کرامت نگاہ میں ہیچ و بیقدر ہے خلوت
سے زیادہ خدمت ہی پسند ہے اسی کی توفیق کی درخواست ہے ہجر یار سے دل بیقرار ہے زندگی
سے جی بیزار ہے دنیا بلا و قید سی لگی ہے اس سے جلد چھوٹنے کی تمنا ہے اصلی وطن کی رغبت ہے
یہاں کی بود و باش سے سخت بیکلی ہے ولولہ شوق ہجرت سے قلب لبریز ہے مدینہ طیبہ میں مرنے کی
ہوس ہے بلا و مصیبت میں تشویش و پشیمانی نہیں ہوتی بلکہ لگا ہے تو اسکی طلب پیدا ہو جاتی
ہے ادنی و ضروری تعلق بھی گراں ہے حتی کہ جامۂ تن بھی بار ہے اہل دنیا سے پوری فراغت
حاصل ہے نہ کسی سے خوف و رجا ہے نہ کسی کے مدح و ذم کی پرواہ ہمت و تقویت میں افزائش
ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے ہر صورت میں اُن کو اپنا شفیق ہی جانتا ہوں بس ختم
ہوئی احقر کے تکلف و ریا کی تحریر جو حالات قابل اصلاح ہوں امید کہ اُن کی اصلاح فرمائی جاوے
ع ماحال دل را بایار گفتیم نتوان نہفتن درد از طبیباں - امید کہ دعائے ترقی و توجہ باطنی سے
ہمیشہ ہمیشہ یاد فرماتے رہیں اللہ تعالیٰ حضور کو مقام اقرب عطا فرماویں آمین فقط ہاں ہرچند
احقر وساوس نفسانی سے بالکل بے پرواہ ہے مگر تاہم اس ملعون کے نیت وارادوں سے لگے ہے

سخت تکلیف پریشانی ہوتی ہے۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ حالات رفیعہ ہیں سب کا حاصل عبدیت خالصہ وسرایت سنت ہے مبارک ہو۔

حال۔ اکثر اوقات حضور کی صورت مبارکہ کا خیال جما رہتا ہے حتیٰ کہ جب درود شریف پڑھتا ہوں تو لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حضور کا خیال آجاتا ہے اسمیں دل گھبرا جاتا ہے اور توہم ہو جاتا ہوں جب دعا اللھم انی اسالک حبک وحب حبیبک مانگتا ہوں تو حبیبک سے حضور ہی کا خیال آتا ہے۔

تحقیق۔ صورت کا خیال آجانے کو جو لکھا ہے یہ نہایت مبارک حالت ہے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے حقیقت اسکی آپ کے بفضلہ اکا نہایت درجہ کا تابع سنت ہونا ہے تاکہ اس کے انکشاف سے پورا اطمینان اور تسلی ہو جو شرط اعظم ہے نفع فی الطریق کی۔

حال یکے از منتہیان

۱۷

سوال۔ احقر نے خواب دیکھا کہ ایک مکان نہایت مکلف ہے قالین وغیرہ بچھے ہوئے ہیں اوپر اسکے گنبد ہے اسمیں حضرت والا تشریف فرما ہیں اور وہ ایسا موقع ہے کہ سامنے حضرت کے ایک کنواں سا ہے بندہ سامنے سے حاضر ہوا اور اس کنویں کے پاس کو بالکل کنارہ سے ملا ہوا آنے لگا فرمایا کہ دیکھو کنواں ہے عرض کیا میں جانتا ہوں کنواں ہے بلکہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اوپر سے اسکا منہ گو چھوٹا ہے مگر نیچے سے بہت بڑا اور خطرناک ہے میں انشاء اللہ تعالیٰ اسمیں نہیں گرونگا گو میں کیسا ہی کنارہ سے لگا ہوا آرہا ہوں حضرت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں ذرا یہاں سے اٹھتا ہوں تم یہاں بیٹھ جاؤ آنے والوں کو بتاتے رہنا اور گرنے نہ دینا۔

جواب۔ مبارک خواب ہے اسکے معنی ظاہر ہیں آپ بفضلہ تعالیٰ بندگان خدا کو چاہ ضلالت میں گرنے سے بچا رہے ہیں۔

سوال۔ ایک حال بندہ کا یہ ہے کہ ہفتہ موجودہ میں رات کے وقت ایک مریض کو دیکھنے گیا وہ اجنبی شخص تھا اور ظاہرا بہت غریب ہی نہیں معلوم ہوتا تھا مگر اس نے کچھ دیا نہیں مرض اسکو ہیضہ تھا اور ہیضہ کی حالت یہاں یہ ہے کہ ابتدا بہت ہی معمولی سی ہوتی ہے مگر ذرا دیر میں حالت بگڑ جاتی ہے

اور کراہت کے ساتھ اُس سوال کو پورا کرتے ہیں موٹی بات یہ ہے کہ بی بی جس سے نہایت درجہ بے تکلفی ہے اور جہاں غالب طیب خاطر ہے جب اُس سے، عافی قبول کرنے میں طیب خاطر کو شرط قرار دیا گیا ہے تو تکلف کے موقع پر جہاں ایسا تعلق بھی نہیں اس طیب خاطر کا اہتمام بلیغ کیوں نہ شرط ہو گا چنانچہ ایک حدیث میں اسکی غایت درجہ کی تصریح فرمائی ہے الا لایحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ بلکہ عالی ہمتی و عالی حوصلگی و نیز ابقار عزت دین کا مقتضا تو یہ تھا کہ اس باب میں بالکل ہی یکسوئی رکھتے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت پر رہتے حیث قالوا لا اسألکم علیہ مالا مگر نظر نہونے نے اس غائلہ میں مبتلا کیا اباحۃ تصرف مالی کی شرائط کے متعلق کوتاہ نظری کے شعبوں میں سے ایک اور واقعہ ہے کہ میرے یہاں ایک مولانا مہمان آے گھر سے اُن کے لئے کھانا آیا تو آپ نے ایک دوسرے اپنے ہموطن کو اصرار کر کے کھانے میں شریک کر لیا میرے ملازم نے کہا کہ بلا اجازت مالک کے یہ تصرف جائز نہیں معلوم ہوتا فرمانے لگے کہ ہم تحقیق کریں گے مگر ان کے نزدیک یہ امر اتنا مہتم بالشان ہی نہ تھا جو تحقیق کو ضروری سمجھتے چنانچہ تحقیق نہیں فرمایا اسی طرح کئی روز گذر گئے آخر میں نے ہی ایک روز اُن سے تذکرہ کیا تو فرماتے ہیں کہ میں یہ سمجھا کہ یہ سب میرے ہی لئے ہے اور تھا زیادہ اس لئے دوسرے کو شریک کر لیا میں نے کہا کہ حیرت ہے آپ کے پاس اس کی کیا دلیل تھی کہ یہ تملیکاً آیا ہے بلکہ ظاہر تو یہی ہے کہ اباحۃً آیا ہے اور وہ اباحت مقید ہے تصرف خاص کے ساتھ کہ وہ آپکا نوش فرمانا ہے اور زیادہ اسلئے بھیجا جاتا ہے کہ مہمان کو کمی نہ رہے اور شاید وہ دوبارہ مانگتا ہوا شرمائے تو آپنے یہ دوسرا تصرف کس بنا پر کیا غرض ان باتوں کی پرواہ ہی نہیں سب کی وجہ یہی ہے کہ تربیت اخلاق کی نظر سے قرآن و حدیث کو نہیں دیکھا اسی طرح بعض اہل علم و اہل مشیخت میں ایک بلائے عام شائع ہے الا نادراً کہ اپنی ساتھ دعوت میں دو چار کو (اگر بڑے محتاط ہوئے) یا بڑے مجمع کو (اگر غیر محتاط ہوے) لیجاتے ہیں اور اپنے جی کو سمجھا لیتے ہیں کہ صاحب دعوت کی اجازت ہو ہی گی حالانکہ بکثرت مشاہدہ ہوتا ہے کہ صاحب دعوت کو گراں گذرتا ہے مگر اُن کو کچھ بحث نہیں ان میں بعضے اجازت کی ضرورت سمجھتے ہیں مگر خود اجازت کی حقیقت نہیں سمجھتے اجازت لینا وہ ہے جہاں اجازت دینے والا آزادی سے انکار بھی کر سکے جسطرح

١٠٠

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر دعوت میں ایک زائد شخص کی اجازت لی
مگر اُسکی ساتھ ہی حالت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثار خادموں کو اسقدر بے تکلف
کر رکھا تھا کہ جب اُن کی رائے نہوتی تو صاف انکار ہی کر دیتے چنانچہ ایک فارسی کا شوربا پکانا
اور آپکی دعوت کرنا اور آپ کا حضرت عائشہ رضہ کے لئے پوچھنا اور اس کا انکار کر دینا اور آپکا بریرہ کا امر
نہ ماننا اور اسیطرح حضرت بریرہ سے مغیث کی سفارش فرمانا اور اس کا انکار کر دینا حدیثوں
میں مصرح ہے کیا آج کسی مرید کی ہمت ہے کہ وہ اس طرح پیر کی اجازت لینے پر انکار کر سکے یا
کسی پیر کی ہمت ہے کہ مرید کے ایسے انکار کو بشاشت سے قبول کر لے حضرت قیامت قایم
ہو جاوے تو ایسی اجازت کا نہ لینا معتبر نہ دینا معتبر سو حقیقت میں ان صاحبوں کو اجازت
کی حقیقت ہی سے آگاہی نہیں غرض یہ وہ جماعت ہے کہ ضرورت تو تہذیب شرعی کی سمجھتے
ہیں مگر اُس کی حقیقت سے بے خبر ہیں یہ مختصر نمونہ ہے تعلیم و تربیت کے متعلق کوتاہیوں کا
بہر حال ضرورت دونوں امر کی عام ہوئی اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ ابتدا ہی سے جو تعلیم و تربیت
ہو اُس کا جو اثر ہوتا ہے کہ وہ علوم و اعمال مثل امور فطریہ وطبعیہ کے ہو جاتے ہیں وہ بات بعد
میں نہیں ہوتی اور یہ کام ماں باپ اور سرپرستوں کا ہے اور وہ عموماً اسمیں کوتاہی کرتے
ہیں اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہالتیں اور بداخلاقیاں طبیعت ثانیہ بنجاتی ہیں پھر بعد میں جو شخص
اُس کا اہتمام کرنا چاہے مثلاً عورت کیلئے شوہر اور مردوں کے لئے استاد و پیر اُن کو سخت
دقت کا سامنا ہوتا ہے اور بعض جگہ ناگواری درجۂ منافرت تک پہنچ جاتی ہے دوسرے مصلحین سے
تو یہ منافرت صرف مباعدت کی صورت پیدا کر لیتی ہے مگر زوجین کا تعلق ایسا ہے کہ ہر وقت
کا سابقہ رہتا ہے اور مرد اپنی مصلحتوں سے قطع تعلق کو پسند نہیں کرتا اور نہ عورت کی جہالتوں
کی برداشت کرتا ہے تو یہاں ہمیشہ کیلئے منازعت و مشاقت کی بنیاد قایم ہو جاتی ہے جسکے
نتائج جانبین کے حق میں برے سے برے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور دونوں کی زندگی موت سے
بھی تلخ تر ہو جاتی ہے اور اس سب کا سبب اکثر وہی ابتدا میں اصلاح کی طرف توجہ نہ کرنا ہی
لیکن اگر ایسا اتفاق ہو گیا تو یہ بھی نہیں کہ ان لوگوں کو مہمل چھوڑ دیا جاوے بلکہ جب قدرت
ہوتب ہی سے اسکی سعی کرنا ضروری ہے اور قدرت دو قسم کی ہے ارادی اور قہری سو ارادی

۱۰۱

تو پیر اور اُستاد کی ہے اور قہری حاکم کی ہے خواہ بحکومت عامہ ہو جیسے سلطان و نائب سلطان
خواہ بحکومت خاصہ جیسے عورت کے لئے شوہر یا غلام کیلئے آقا سو مردوں کیلئے تو تہذیب
شرعی کیلئے حکومت قہریہ کے اسباب بہت کم مجتمع ہوتے ہیں کیونکہ سلاطین کو تو اسطرف
توجہ ہی نہیں اور غلام کسی کے ہیں نہیں اب رہگئی حکومت ارادیہ سو اُسکے اثر سے نکل جانا ہر وقت
اُن کے اختیار میں ہے اسلیئے مردوں کی اصلاح کے اسباب بیشک ضعیف ہیں البتہ عورتوں کے
لئے عادۃً شوہر کا ہونا لازم ہے اور گو کبھی اسکی مدت قصیرہ بھی ہوتی ہے مگر اکثر طویل ہی ہوتی ہے
سو عورتوں کی اصلاح کا طریق بہت سہل ہے خلاصہ مقام یہ ہوا کہ ماں باپ یا پرورش کنندہ کے
ذمہ بچوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہوئی اور شوہر کے ذمہ بیبیوں کی اصالۃً اسی مضمون کو بیان
کرنا مقصود ہے باقی جسکو جسپر قدرت ہو اور جس قسم کی ہو وہ اسی پر قیاس کر لیا جاوے ممکن
ہے کہ استطراداً اُسکے بھی کچھ مضامین مذکور ہو جاویں پس سنئے تعلیم و تربیت کے مختصر اور
ضروری قواعد مخلوط طور پر لکھے جاتے ہیں ۱ جب گھر میں بی بی کو نکاح کرکے لاوے اول اُسکو
اپنے سے بے تکلف کرلے اسکے بعد عقائد ضروریہ میں اُس کا امتحان لے یعنی بہشتی زیور کے
اول حصہ میں جو عقائد ضروریہ لکھے ہیں اُن کو سُنا کر اور سمجھا کر اُس سے پوچھے کہ کیا تیرا بھی یہی
عقیدہ ہے جسکا وہ اقرار کرلے اُس اقرار پر اکتفا کرے اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنی زبان سے
پوری تقریر کر سکے بعض عوام اسپر قادر نہیں ہوتے تو ایسے لوگوں کو اسکی تکلیف نہ دیجاوے۔
اور جسمیں وہ تردد ظاہر کرے اُسکو خوب سمجھا کر بتلا دے کہ یہ عقیدہ ضروری ہے اسی کی موافق اپنا
اعتقاد رکھنا ۲ اس کی نماز پوری سن لے یعنی جو جو کچھ اُسمیں پڑھا جاتا ہے وہ بھی اور رکعات
کی تعداد مع فرض اور واجب اور سنتوں کے اور ہر ایک کی جس طرح نیت کیجاتی ہے اور رکوع
و سجود و قعدہ کی ہیئت سب پوچھ لے اور دیکھ لے جہاں کوئی غلطی ہو اُسکو درست کر دے۔
اور درست کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ بس ایک دفعہ زبان سے کہدیا ممکن ہے کہ ذہول ہو جاوے
اور ممکن ہے کہ بہت سی غلطیوں پر ایکدم سے متنبہ کیا اور سب کو ضبط نہ کر سکی اس لئے ایک ایک
غلطی کی اصلاح کرکے اُسپر بار بار عمل کرا کر دیکھ لے۔ اس طرح سے تمام نماز کو درست کر دے۔
۳ اُسکو پردہ کے سب احکام و مسائل بتلا دے کہ کس کس سے پردہ کرنا ضروری ہے اور کون کون

محرم ہیں کون نامحرم ہیں اور اسکی بہت تاکید کردے یہ سب مسائل بہشتی زیور میں ملیں گے اُن کو دیکھ دیکھ کر بتلادے ۴ اُسکو اہل حقوق کے حقوق خصوص جن سے ہر وقت سابقہ پڑیگا سمجھادے رسالہ حقوق الاسلام میں یہ حقوق مذکور ہیں خواہ اُن کو پڑھکر سنادے اور سمجھادے ۵ رسوم جہالت کی قباحت اسکے دل میں بٹھلادے اور اُن سے ایسی نفرت دلادے کہ وہ اُن کے پاس نہ پھٹکے اصلاح الرسوم اسکے لئے کافی ہے نیز اُسکے دیگر اعمال واخلاق وعادات کی اصلاح کی بھی کوشش جاری رکھے جسکے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ کتب ذیل تھوڑا تھوڑا کرکے اسکو سنادے بہشتی زیور تمام فروع الایمان - جزاء الاعمال - تعلیم الدین - اصلاح الرسوم - تبلیغ دین - آداب المعاشرت قصد السبیل احقر کے مواعظ جو کہ تخمیناً سو کی تعداد میں یا کچھ کم و بیش چھپ چکے ہیں یہ رسالہ اصلاح انقلاب جتنا چھپ جاوے ترجمہ روض الریاحین اگر چھپ جاوے اور جب کوئی حرکت اُس سے ان کتابوں کے خلاف ہو نرمی سے مطلع کرے اور بار بار مطلع کرنے سے اوکتاوے نہیں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اثر اور نفع ہوگا قال اللہ تعالیٰ وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین ۷ خرچ کرنے کے آداب اُسکو سمجھادے کہ فضولیات میں صرف نہ کرے ۸ زیور اور لباس کے زیادہ اہتمام کرنے سے اُسکو نفرت دلادے ۹ تھوڑا سا ذکر و شغل قصد السبیل سے اُسکو بتلادے اور اگر کوئی شیخ متبع سنت محقق میسر ہو اُسکی برکات و کمالات اُسکے سامنے بیان کرکے جب اُسکو اعتقاد ہو جاوے اُسکو بیعت کرادے کہ اُسکو اتباع کی سہولت میں دخل عظیم ہے ۱۰ اگر تھوڑا وقت فرصت کا نکالکر کچھ لکھ پڑھ لے اسقدر کہ کتب مذکورہ ۶ کو پڑھ کر سمجھ سکے تو زیادہ بہتر ہے اس سے اُسکی نظر دین پر وسیع ہو سکتی ہے اور جسقدر نظر وسیع ہوگی اسی قدر اصلاح میں ترقی کی امید ہے ۱۱ پھر خدا تعالیٰ جب اولاد دے اور وہ سیانی ہونے لگے تو سب سے اول اُسکو کلمہ توحید سکھلادے پھر اُسکو ضروری آداب کی تعلیم کرے مثلاً ۱۲ جب سامنے آوے سلام کرے ۱۳ کسی کے پاس کوئی چیز دیکھے حرص نہ کرے اور اُس کا طریقہ یہ ہے اپنی وسعت کے موافق اُسکی مرغوب چیزیں خود منگا کر اُسکو کھلاتا پلاتا رہے اور جب وہ ضد کرے ہرگز اُسکی ضد پوری نہ کرے تاکہ ضد کرنے کی عادت چھوٹ جاوے ۱۴ اُسکو یہ عادت ڈالے کہ کوئی چیز تنہا نہ کھاوے بلکہ دوسرے بچوں کو تقسیم کرکے کھاوے اور اُسکے لئے یہ رعایت رکھنا ضروری ہے کہ جو چیز اُسکو دے

(یعنی اگر قربانی جانوروں کی ضروری ہو اور بکرے خریدنے کا یارا نہو اس حال میں تو بیشک گائے کو کسی پردہ کی جگہ کریں ہندوؤں کے سامنے نہیں ذبح کرنا چاہئے) ضرور احتراز کرنا چاہئے۔

الجواب۔ بے تکلفی کی معافی چاہکر جواب میں عرض ہے کہ مجموعی سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل صاحب کے ذہن میں قربانی کی بنار مساکین کی نفع رسانی ہے جب ہی تو انہوں نے یہ رائے پیش کی "کہ وہی رقم جو قربانی پر صرف ہو خیرات کیوں نہ کی جایا کرے"۔ اور اسی بنار پر سوال کو متفرع کیا ہے سو اُسکو بنار قرار دینا۔ یہ ایک دعویٰ ہے تو کیا مدعی ہونے کی حیثیت سے کوئی آن سبنے اس کی دلیل و ثبوت کے مطالبہ کا مستحق نہیں ہے۔ سو اوّلاً اُسکو ثابت کریں اُسوقت یہ سوال موجہ ہوگا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ جواب عرض کیا جاویگا۔ اور اگر محض اظہار یا امتحان کے لئے۔ ہم سے قربانی کی بنار کا سوال کیا جاوے تو اولاً تو ہمارے ذمہ بتلانا اسوقت ضروری ہے جب ہم اُس کے جاننے کا دعویٰ کرتے ہوں یا اسوقت ضروری ہے کہ کسی حکم کی تعمیل موقوف ہو اُس کے راز جاننے پر اور دونوں غلط ثانیاً ہم اُسوقت بتلانے سے انکار نکریں گے جسوقت سائل صاحب صریح الفاظ میں اقرار کریں کہ جو بنار ہمنے سمجھی تھی اُسپر کوئی دلیل نہیں۔ اور ہمکو بنار معلوم نہیں۔ ثالثاً ہم تبرع کرتے ہیں اور ابھی بنار بتلائے دیتے ہیں مگر اشارۃً بتلاتے ہیں تاکہ اگر سائل صاحب غور کر کے سمجھ جاویں تو اُنکی اسلئے قدر ہو کہ قوت فکریہ کو صرف کر کے وہ حاصل ہوئی اور اگر نہ سمجھیں تو اس لئے قدر ہو کہ طلب و سوال کے بعد حاصل ہوئی وہ اشارہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کی قربانی کا حکم ہوا تھا جس سے مساکین کا کوئی نفع نہ تھا محض امتحان محبت تھا۔ دوسرا اشارہ اس اشارہ کی تائید میں یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کا تصدق واجب نہیں ہے خود بھی سارا کھالینا جائز ہے جس میں مساکین کا ذرا بھی بھلا نہیں یہ گفتگو ہے اصل سوال کے متعلق باقی امور زائدہ کہ گائے کی قربانی کیوں کیجاوے اور اُس کو پردہ میں کیا جاوے اُن کا فیصلہ اصل بنار کے فیصلہ کے قبل یہ قبل از وقت ہے

سوال۔ التماس ہے کہ ایک شخص جو کہ شیعہ یعنی رافضی سید ہے وہ کہتا ہے کہ میں سنت الاسلام فرقہ اختیار کرلوں گا مگر اس شرط پر کہ یہ کیا وجہ ہے جو حضرت ابوبکر صدیق کے والد کا نام یعنی ابی قحافہ دیگر کتابوں کے علاوہ خطبوں کے اندر کیوں درج نہیں ہے

۱۳

یہ ثابت کر دیں میں سنت الاسلام فرقہ اختیار کر لوں گا سو جناب بذریعہ ڈاک مطلع فرما دیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے والد کا نام ابی قحافہ خطبوں کے اندر کس واسطے نہیں آتا اور باقی ہر سہ خلیفوں کے والد کے نام خطبوں کے اندر آتے ہیں۔

جواب۔ اول تو باپ کا نام مذکور نہ ہونے سے خرابی کیا ہوئی جس پر شبہ کیا جاتا ہے دوسرے اگر کوئی یہ جواب میں کہدے کہ چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے مناسبت تامہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام خطبہ میں مذکور نہیں اس مناسبت کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق کے والد کا نام مذکور نہیں تو معترض کے پاس اس کا کیا جواب ہے

⁂

۱۴

تمام شد ہفتم

مکتوبات خیرت

تتمہ ششم امداد الفتاویٰ ۱۳۳۸ھ

(ملاحظہ ہو تمہید تتمہ ثانیہ)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمار دین اس مسئلہ میں کہ زید مثلاً ایک بیگہ موروثی زمین کا شتکار ہے
...کا زمیندار خالد ہے۔ زید نے باین خیال کہ یہ زمین موروثی کاشتکاری ہے اور زمیندار کو قانوناً
...یہ اور بیدخلی کا اختیار نہیں بکر سے کچھ روپیہ قرض لیکر اُس زمین کو رہن رکھدیا اور بخوشی اُسکو اجازت
...دی کہ بجائے میرے تم زراعت کرتے رہو اور جو لگان میں زمیندار کو دیا کرتا تھا تم اُسکو دیا کرو
...اس زمین پر قبضہ کر کے زراعت کرنے لگا اب بکر کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ زمین اگرچہ شرعاً مرہون
...نہیں ہوئی کیونکہ کاشتکار شرعاً مالک زمین نہیں ہے مگر چونکہ مجھسے کاشتکار نے قرض بھی لیا ہے
...شاید یہ انتفاع سود نہو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کاشتکار نے جو زمین مذکور کو بطور رہن کے بکر کو حوالہ کردیا
...ہے اور زراعت کی اجازت دیدی ہے اور بکر سے کچھ قرض بھی لیا ہے آیا وہ انتفاع و استقراض دونوں تبرع قرار
...دیکر جائز سمجھے جائیں یا حکماً رہن قرار دیکر انتفاع ناجائز سمجھا جاوے کاشتکار چونکہ شرعاً مستاجر ہے اور بکر دائن
...کا قائم مقام ہے اگر یوں کہا جاوے کہ اصل مستاجر یعنی زید نے اپنے اجارہ کو تبرعاً بکر کو دیدیا ہے اور بکر
...نے تبرعاً زید کو قرض دیدیا ہے تو شرعاً ممکن ہے یا نہیں بینوا و توجروا۔

الجواب۔ بکر کو یہ انتفاع جائز نہیں گو عدم جواز کی بنار یہ نہیں کہ یہ عقد رہن ہے کیونکہ زید کو اس رہن
...رکھنے کا کوئی حق نہیں لیکن تاہم بکر کو اس زمین سے جو انتفاع ہوگا وہ اس قرض ہی کے سبب ہوگا چنانچہ
...ظاہر ہے اور تبرع کا احتمال دونوں جگہ بعید ہے چنانچہ یقینی امر ہے کہ اگر ان متعاقدین سے ایک
...کو بھی معلوم ہو جاوے کہ اس نفع رسانی کے عوض میں مجھکو انتفاع نہ ہوگا تو وہ کبھی اس نفع رسانی پر راضی
...نہو۔ تو تبرع کیسے ہوا۔ دوسری وجہ اس انتفاع کی حرمت کی وہی ہے جو خود زید کے لئے تھی یعنی غیر کی
...چیز سے بلا اذن شرعی منتفع ہونا غرض بکر کیلئے یہ انتفاع دو وجہ سے حرام ہے ایک مالک کا
...اذن نہونا دوسرا مجور بالقرض ہونا۔ یکم صفر ۱۳۳۸ھ　　کتبہ اشرف علی۔

سوال۔ قرآن شریف کی کسی سورۃ کو مثل تصویر کے شیشہ میں بند کر کے رکھنا جائز ہے یا نہیں
بینوا و توجروا۔

الجواب - برکت کیلئے کچھ حرج نہیں اور زینت کیلئے خلاف ادب ہے۔

سوال کیا فرماتے ہیں علمار کرام اس مسئلہ میں کہ حجاج پر قسطنطینیہ میں یا کہیں اور کسی قسم کا ٹیکس لگایا جانا مذہبًا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں۔

الجواب - شرعًا جائز نہیں بلکہ ایسے ٹیکس اس حد تک ناجائز ہیں کہ اگر بدون ایسے ٹیکسوں کو ادا کئے ہوئے حج نہ کر سکے تو بعض فقہار اسلام نے ایسی حالت میں حج کی فرضیت کو ساقط کہدیا ہے چنانچہ درمختار کی کتاب الحج میں ہے جو فقہ کی معتبر کتاب ہے وھل مایوخذ فی الطریق من المکس و الخفارۃ عذر قولان اھ رد المحتار میں اس قول کے تحت میں ہے ومثلہ مایاخذہ الاعراب فی زماننا من الصر المعین من جھۃ السلطان نصرہ اللہ تعالیٰ لدفع شرھم صفحہ ۱۴۹ ج ۲ حاصل ترجمہ عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ حج کے راستہ میں جو ٹیکس وغیرہ لیا جاتا ہے کیا اس سے حج فرض نہیں رہتا بعض کا یہی قول ہے اور یہی حکم ہے اس کا جو ہمارے زمانہ میں بدوی لوگ سلطان سے لیتے ہیں بلکہ اسلامی قوانین میں ایسے ابواب کو یہاں تک ناجائز رکھا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ جو بیت المقدس کی زیارت کو جاتے ہیں اسکی وجہ سے ان سے کوئی رقم لینا حرام کہا گیا ہے چنانچہ رد المحتار میں جسکا اوپر ذکر آیا ہے لکھا ہے قال الخیر الرملی - اقول منہ یعلم حرمۃ مایفعلہ العمال الیوم من الاخذ علی راس الحربی والذمی خارجا عن الجزیۃ حتی یمکن من زیارۃ بیت المقدس ج ۲ صفحہ ۴۲ جب سفر بیت المقدس کے سبب سے غیر مسلم سے لینے کی اجازت نہیں تو سفر حج کے سبب سے مسلم سے کچھ لینے کی کیسے اجازت ہوگی بلکہ قواعد اسلامیہ کا یہاں تک مقتضار ہے کہ اگر ایسی رقمیں حکام غیر مسلم اہل اسلام سے وصول کرتے ہوں تب بھی اپنے مقام حکومت میں حکام اہل اسلام کو غیر مسلم سے اس کا وصول کرنا جائز نہیں نظیر اسکی عشر ہے کہ اگر مال تجارت غیر مسلم تاجر کے پاس نصاب سے کم ہو اور وہ لوگ اپنے مقام حکومت میں تاجر مسلم سے اس مقدار میں عشر لیتے ہوں تو ہم جب بھی تاجر غیر مسلم سے نہ لیں گے اور اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ ظلم ہے اور ظلم میں موافقت نہیں کیجاتی اس وجہ سے صاف ثابت ہوا کہ جس رقم کا وصول کرنا قواعد اسلامی سے ناجائز ہے اگر غیر مسلم سلطنت ایسی رقم مسلمان سے وصول بھی کرتی ہو تو اسلامی سلطنت تب بھی غیر مسلم سے وصول نہ کریگی عبارت اس نظیر پر دلالت کرنے والی رد المحتار میں یہ ہے ولا یأخذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالھم نصابا وان اخذوا منا فی الاصح لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ ج ۲ صفحہ ۴۳ بعینہ پس دلائل مذکورہ صاف صاف دلالت کرتے ہیں کہ ایسے ٹیکس حجاج سے وصول کرنے بروئے اصول مذہب اسلام ناجائز ہیں۔

رسالہ

ضیاء الشمس فی اداء الہمس

از قاری محمد یامین صاحب مدرس تجوید مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون

السوال- کیا فرماتے ہیں علماء دین وقراء قرآن مبین اس مسئلہ میں کہ حرف کاف وتا جو حروف مہموسہ ہیں ان کی صفت ہمس کے کیا معنی ہیں اور کس طرح ادا کیجاتی ہے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ کاف وتاء کی صفت ہمس کسی کو ادا کرنا نہیں آتی اور وہ خود اس طرح ادا کرتے ہیں کہ کاف وتاء ساکن ومتحرک میں ہاء ہوز کی آواز سنائی دیتی ہے آیا یہ اداء صحیح ہے یا نہیں- نیز وہ صاحب اپنی کیفیت اداء کی تائید میں کتاب جہد المقل کی عبارت ذیل پیش کرتے ہیں- واما الشدید المھموس فھی حرفان الکاف والتاء المثناۃ الفوقیۃ فلشدتھما یحتبس صوتھما بالکلیۃ بل نفسھما حین احتباس صوتھما لان احتباس الصوت بالکلیۃ لا یکون الا باحتباس النفس بالکلیۃ لان حقیقۃ الصوت ھی النفس ثم تنفتح مخرجاھما ویجری فیھما النفس کثیرا مع صوت ضعیف لیحصل الھمس اھ آیا اس عبارت سے اُن صاحب کے ادا کی تائید ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو یہ قول قابل عمل ہے یا نہیں- بینوا وتوجروا-

۳

الجواب- ہمس مقابل ہے جہر کا- جہر لغت میں آواز قوی وبلند کو کہتے ہیں اور ہمس آواز ضعیف وخفی کو کہتے ہیں اور اصطلاح قراء میں یہ دس حروف جنکا مجموعہ فحثہ شخص سکت ہے- حروف ہمس اور مہموسہ کہلاتے ہیں کیونکہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کیساتھ ٹھیرتی ہے کہ سانس جاری رہتا ہے اور آواز ضعیف وخفی ہوتی ہے اسی سے جہر کی تعریف اور حروف بھی بمقابلہ معلوم ہوگئے کما قال العلامۃ علی القاری الھمس فی اللغۃ الخفاء وسمیت حروفہ مھموسۃ لجریان النفس معھا لضعفھا ولضعف الاعتماد علیھا عند خروجھا وضدھا المجھورۃ اھ منح الفکریہ علی متن الجزریہ

مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰ اور حروف مہموسہ میں سے دو حرف کاف و تار شدیدہ ہیں اور باقی رخوہ ہیں شدۃ کے معنی لغۃً قوۃ و سختی کے ہیں اور اصطلاحاً یہ آٹھ حروف جنکا مجموعہ اجد لک قطبت ہے حروف شدۃ اور شدیدہ کہلاتے ہیں کیونکہ ان کی ادا کے وقت آواز ان کے مخرج پر ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ بند ہو جاتی ہے اور آواز میں قوۃ و سختی پیدا ہوتی ہے اور چونکہ شدۃ مقابل ہے رخوہ کے لہذا شدۃ کے معنی لغوی و عرفی سے مقابلۃً رخوہ کے معنی بھی معلوم ہوگئے اور علاوہ آٹھ حروف شدیدہ مذکورہ اور پانچ حروف متوسطہ لن عمر کے باقی سولہ حروف رخوہ کہلاتے ہیں پس تمہید مذکور سے معلوم ہوا کہ کاف و تار مہموسہ بھی ہیں اور شدیدہ بھی ہیں۔ لیکن بنا بر تعریف مذکور ہمس و شدۃ کے اجتماع میں بظاہر اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ ہمس کی تعریف میں ضعف اعتماد و صوت اور جریان نفس مذکور ہے اور شدۃ کی تعریف میں قوۃ اعتماد و صوت اور احتباس صوت ماخوذ ہے حالانکہ یہ امور ایک دوسرے کے مخالف و ضد ہیں۔ لیکن درحقیقت کچھ اشکال نہیں اسلئے کہ ہمس و جہر و شدۃ و رخوہ کی تعریف میں جو قوۃ و ضعف اعتماد و صوت اور جریان و احتباس نفس و صوت کہا جاتا ہے یہ امور اضافی و اعتباری ہیں یعنی ہر یک صفت میں اسکے مقابل صفت کی نسبت سے قوۃ و ضعف و جریان و احتباس پایا جاتا ہے۔ پس کاف و تار میں من حیث الہمس جو ضعف اعتماد و صوت اور جریان نفس ہے وہ باعتبار حروف مجہورہ کے ہے اور من حیث الشدۃ جو قوۃ اعتماد و صوت اور احتباس صوت ہے وہ حروف رخوہ کی نسبت سے ہے فارتفع الاشکال۔ نیز ہر ایک صفت کے حروف میں باہم بھی قوۃ و صفت و جریان و احتباس نفس و صوت کا تفاوت پایا جاتا ہے بوجہ دیگر صفات قویہ یا ضعیفہ کی آمیزش کے۔ پس کاف و تار بہ نسبت صاد ضعیف ہیں کیونکہ صاد میں تین تین صفت قوی اطباق و استعلار و صفیر موجود ہیں اور بہ نسبت ثار و حار و خار و سین و شین و فار و ہار قوی ہیں اور بہ نسبت دیگر حروف شدیدہ ضعیف و خفی الصوت ہیں مگر صفت شدۃ کی وجہ سے ان میں جریان نفس کمتر ہے بہ نسبت دیگر حروف مہموسہ کے (لانہ فی الشدۃ یوجد احتباس الصوت و احتباس الصوت یستلزم احتباس النفس کما فی جہد المقل) پس بہ تقریر مذکور سے ثابت ہوگیا کہ کاف و تار میں ہمس حقیقی یعنی ضعف و خفا صوت تو بہر حیثیت پایا جاتا ہے مگر جریان نفس بخوبی نہیں ہوتا۔ اور چونکہ

بہ نسبت دیگر حروف مہموسہ ان میں جریان نفس بہت کم ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے انکے مہموسہ ہونے میں خلاف کیا ہے اور ان کو مجہورہ کہا ہے۔ کیونکہ ایسے جریان نفس قلیل سے تو حروف مجہورہ بھی خالی نہیں چنانچہ ملا علی قاری رحمہ نے اس خلاف کو منح الفکریہ شرح جزریہ میں شافیہ ابن حاجب سے نقل کیا ہے۔ نیز دیگر محققین فن تجوید وقراءۃ کے اقوال سے بھی یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کاف وتار میں جریان نفس بخوبی نہیں ہوتا۔ یا کم ہوتا ہے دیگر حروف مہموسہ سے چنانچہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی تحریر فرماتے ہیں "لیکن جریان نفس در کاف وتار خوب معلوم نمیشود بضعف صوت ہست" لہذا بعض علماء در مہموسہ بودن اینہا خلاف کردہ اند اھ تحفہ نذریہ مطبوعہ جلالی پریس ساڈھورہ صفحہ ۱۹ اور حضرت قاری محمد علی خاں صاحب جلال آبادی تحریر فرماتے ہیں "اما جریان نفس در کاف وتار کمتر ست دور بواقی اکمل" اھ حجۃ القاری مطبوعہ محمود المطابع کانپور صفحہ ۱۶ نیز یہ بھی واضح ہو کہ قوۃ اعتماد یا ضعف اعتماد اور جہر الصوت یا خفی الصوت ہونا تو حروف میں ہر حال میں پایا جائیگا خواہ متحرک ہوں یا ساکن کیونکہ یہ امور صفات حروف کی تعریف میں منجملہ ذاتیات کے ہیں لیکن جریان یا احتباس نفس یا جریان یا احتباس صوت یہ امور منجملہ عرضیات کے ہیں کہ حالات سکون میں ان کا ظہور ہوتا ہے اور جب حروف متحرک ہوں تو جریان واحتباس نفس وصوت نہایت درجہ خفا میں ہوتا ہے کما قال صاحب الرعایۃ ان جری النفس فی الھمس وحبس النفس فی الجھر فی الساکن زائد من المتحرک وفی الوقف ازید من الساکن اھ ھکذا قال الجاربردی وذکر الجاربردی أن جریان الصوت وعدم جریہ عند اسکان الحرف ابین منھما عند تحریکہ الخ۔

پس کاف وتار اگر متحرک ہونگے تو چونکہ حرف کی ادائیگی انفتاح مخرج کے ساتھ ہوتی ہے لہذا انفتاح مخرج کی وجہ سے فی الجملہ صوت کا جریان ضرور ہوگا جب جریان صوت ہوگا تو اس کے ساتھ جریان نفس بھی ضرور ہوگا بموجب قاعدہ مسلمہ جریان الصوت یستلزم جریان النفس کما فی الجہد۔ مگر یہ جریان نفس اول تو بوجہ تحریک حرف کے دوسرے بوجہ صفت شدت قوی کے نہایت درجہ خفا میں ہوتا ہے کہ خود قاری کو بھی اس کا پتہ نہیں لگتا بلکہ معدوم کہنا چاہئے

٥

جیسا کہ بقول بعض حروف قلقلہ سے بحالت حرکت بھی صفت قلقلہ منفک نہیں ہوتی اور نون
ومیم متحرک بھی صفت غنہ سے خالی نہیں مگر بوجہ عدم ظہور وغیرہ محسوس ہونے کے قلقلہ وغنہ کا بعدم
ہوتے ہیں اسی طرح کاف وتار متحرک میں بھی گو جریان نفس ہوتا ہے مگر بوجہ عدم ظہور وغیر محسوس ہونے
کے لا یعبأ بہ ہے یہ تفصیل تو کاف وتار متحرک کے متعلق تھی اور اگر کاف وتا، ساکن ہوں تو
چونکہ حرف ساکن کی ادائگی استقرا صوت والتصاق مخرج کے ساتھ ہوتی ہے بالخصوص حروف
شدیدہ میں کہ ان میں تصادم جسمیں بالقوہ ہوتا ہے لہذا شدۃ اتصال جسمین کی وجہ سے
جب صوت محتبس ہوگی تو نفس بھی ضرور محتبس ہوگا (کما ذکرہ صاحب الجہد) پس جب صوت
ونفس دونوں بند ہوگئے تو جب تک مخرج کو جنبش نہو تب تک کوئی حرف سنائی نہیں دیسکتا
اسی لئے حروف شدیدہ میں سے حروف قُطْبُ جَدٍّ میں بوجہ صفت جہر قوی کے بحالت سکون
صفت قلقلہ یعنی مخرج میں جنبش قوۃ کے ساتھ رکھی گئی تاکہ آواز میں قوۃ وجہر پیدا ہو اسقدر
کہ سامع قریب بھی محسوس کر سکے لان ادنی الجہر اسماع الغیر (مگر ہمزہ کو اکثر نے قلقلہ سے خارج
کیا ہے وتوجیہہ مذکور فی المطولات) اور دو حرف کاف وتار ساکن ہیں بوجہ صفت
ہمس ضعیف کے جنبش نہایت ضعف ونرمی کے ساتھ رکھی گئی تاکہ آواز میں ضعف وخفار
قائم رہے اسقدر کہ خود قاری اسکو محسوس کر سکے۔ لان ادنی المخافۃ اسماع نفسہ مگر اس
جنبش ضعیف سے (کہ صفت ہمس کی ادا کی غرض سے کیجاتی ہے) جو نفس جاری ہوتا ہے
اُسکے ساتھ کسی قسم کی صوت جاری نہونا چاہئے کیونکہ ہمس کی تعریف میں جریان نفس ماخوذ ہے
نہ کہ جریان صوت اور نفس اور صوت میں یہی فرق ہے کہ ہوا رخارج از داخل انسان اگر مسموع ہو
تو صوت ہے اور اگر غیر مسموع ہو تو نفس ہے کما قال صاحب الجہد المقل اعلم ان النفس الذی
ہو الھواء الخارج من داخل الانسان ان کان مسموعاً فہو صوت والا فلا انتہی
صفحہ ۲ وقال مؤلف حقیقۃ التجوید فی رسالتہ المذکورۃ فالتنفس یوجد فی کل صوت
ولا یوجد صوت فی کل تنفس بل بعضہ مع الارادۃ واذا اخرج الحرف من فم الانسان
بغیر ارادتہ فلا یطلق علیہ الحرف ولا یراد منہ المعنی فالصوت علی قسمین جہری و خفی
والجہر ما یسمعہ الغیر والخفی ما یسمعہ النفس کما قال الفقہاء وادنی الجہر ما

يسمعه الغير وادنى المخافتة ما يسمعه النفس فى القراءة والطلاق والعتاق
والبيع والاستثناء والتسمية على الذبح ووجوب السجدة بتلاوة آية السجدة
وغيرها والمراد من الادنى حد الجهر والخفى اھ۔ پس خلاصہ تقریر مذکور کا یہ ہوا کہ اول تو (صفحہ ۲۲)
کاف وتا میں مطلقاً خواہ متحرک ہوں خواہ ساکن جریان نفس بخوبی نہیں ہوتا اور دیگر حروف مہموسہ سے
بہت کم ہوتا ہے اور بالخصوص متحرک میں ساکن سے بھی کم ہوتا ہے جیسا کہ دلائل وشواہد اقوال
محققین سے ثابت کیا گیا۔ دوسرے صفت ہمس کے ادا کی غرض سے کاف وتا متحرک میں انفتاح
مخرج کے ساتھ اور ساکن میں جنبش ضعیف وخفی کی ساتھ جو کچھ نفس کا جریان ہوتا بھی ہے اسکے ساتھ
صوت کا جاری ہونا ضروری بھی نہیں کیونکہ نفس عام ہے اور صوت خاص اور عام کے تحقق
کے ساتھ خاص کا تحقق لازم نہیں۔

نیز صوت کا جاری کرنا درست بھی نہیں نہ عقلاً نہ نقلاً۔ عقلاً اسوجہ سے کہ اگر صوت جاری کیجاویگی
تو کاف وتا شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جائینگے کیونکہ جریان صوت رخوہ میں ہوتا ہے نہ کہ
شدیدہ میں اور یہ بات ادنیٰ تامل سے ظاہر ہوتی ہے کہ جو شدت باری اور جاری کے با اور
جیم میں ہے وہ بھاری اور جھاری کے با اور جیم میں نہیں ہو سکتی۔ اسی قیاس پر جو شدت کلنا
اور تانا کے کاف وتا میں ہے وہ کھانا اور تھانا کے کاف وتا میں نہیں پائی جاتی۔ تو
ایک صفت ہمس جو مختلف فیہ ہے اسکے ادا کرنے کی وجہ سے صفت شدت جو کہ متفق علیہ ہے مفقود
ہو جاویگی اور یہ جائز نہیں۔ اور نقلاً اسوجہ سے کہ امام جزریؒ کے کتاب النشر فی القراءت العشر
میں اور ملا علی قاری کے منح الفکریہ علی متن الجزریہ میں اس کا عدم جواز وغلط ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ
کتاب النشر فی القراءت العشر میں ہے والتاء یتحفظ بما فیہا من الشدۃ والہمس لئلا
تصیر رخوۃ کما ینطق بعض الناس و الکاف فلیعتن بما فیہا من الشدۃ والہمس لئلا
یذہب الی الکاف الصماء الثابتۃ فی بعض لغات العجم فان ذلک غیر جائز فی لغات
العرب ولیحذر من اجراء الصوت معہا کما یفعلہ بعض الاعاجم اس سے صاف
طور پر ثابت ہو گیا کہ اجرا صوت ادا اعاجم ہے جو کہ ممنوع وقابل احتراز ہے نیز ملا علی قاری منح الفکریہ
علی متن الجزریہ صفحہ ۲۰ میں فرماتے ہیں ثم ان النفس الخارج الذی ہو صفۃ حرف ان تکیف

کلہ بکیفیۃ الصوت حتی یحصل صوت قوی کان الحرف مجھورا وان بقی بعضہ بلا صوت یجری مع الحرف کان الحرف مھموسا وایضا وان انحصر الصوت فی مخرجہ انحصارا تاما فلا یجری جریانا سھلا ویسمی شدیدا او اما اذا جری جریانا تاما و لا ینحصر اصلا یسمی رخوۃ اس عبارت سے بھی ثابت ہو گیا کہ مھموس من حیث ہو مھموس میں نفس بلا صوت یعنی غیر مسموع کا جریان ہوتا ہے اور فلا یجری جریانا سھلا سے شدیدہ میں جریان صوت ضعیف کی بھی نفی ہو گئی پس چونکہ جہد المقل کی عبارت مذکورہ فی السوال کا مفہوم بظاہر معارض ہے کتاب النشر فی القرات العشر اور منح الفکریہ کی عبارات مذکورہ کے لہذا امام جزری اور ملا علی قاری کے مقابل صاحب جہد المقل کے قول کا اعتبار نہ کیا جاویگا۔ علاوہ ازیں جہد المقل کی عبارت میں کاف وتا متحرک مراد ہے یا ساکن یا مطلقاً متحرک تو مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اول تو خود جہد المقل کی عبارت صفہ ۶ میں حاصلہ انہما ناقصان عند تحریک الحرف اس کے معارض ہے دوسرے یہ کہ حرکت خود انفتاح مخرج سے پیدا ہوتی ہے پھر ثم ینفتح کے کوئی معنی نہیں بنتے اور اسی سے مطلق کی بھی نفی ہو گئی کیونکہ متحرک کو بھی شامل ہے پس لامحالہ مراد جہد المقل کی عبارت مذکورہ کاف وتا ساکن ہے پس اگر جہد المقل کی عبارت کے موافق تلفظ کیا جاوے تو کاف وتا ساکن کے بعد صوت جاری رکھنا چاہیے کیونکہ حرف ثم تعقیب و تراخی کیلئے ہے اب اگر یہ صوت کسی حرف کی ہے تو زیادتی فی القرآن لازم آئیگی اور اگر صوت مسموع غیر حرفی ہے تو اس کا عدم جواز وادار اعاجم ہونا نشر و منح سے ثابت ہو گیا۔ پس حکم یہ ہے کہ اگر صوت حرفی پیدا ہو تو لحن جلی ہوگا اور اگر غیر حرفی ہو تو لحن خفی ہوگا۔ اور اگر جری صوت کا وہم وشبہ ہو تو یہ ادا مطابق ادا محققین کے ہے اور یہی ہونا چاہیے اور غالباً مراد جہد المقل کی یہی ہے لہذا اگر چہ ان کے کلام کی تاویل کرنا پڑیگی اور یا یہ کہا جاوے کہ ان پر عجمیت غالب تھی اور اس مقام پر اور نیز دیگر مقامات پر جہاں کہیں جریان نفس کثیر و صوت ضعیف کہا ہے یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ مراد جہد المقل کی جریان نفس کثیر سے کثیر بہ نسبت حروف مجہورہ کے ہے گو دیگر حروف مھموسہ کے اعتبار سے قلیل ہو اور مراد صوت ضعیف سے صوت خفی غیر مسموع ہے لان ادنی المخافتۃ ھو اسماع نفسہ تو اس توجیہ پر جہد المقل کی عبارت سے یہ صوت مخصوص یعنی کاف وتا مخلوط بہا ہنوز بھی ثابت نہوئی پس کاف وتا کے جریان

نفس میں اسقدر مبالغہ کرنا جس سے ہار ہوز کی یا کسی اور حرف کی آواز پیدا ہو (جیسا کہ بعض سین مہملہ کی اور بعض تا مثلثہ کی آواز نکالتے ہیں) اور حروف عربی مخلوط التلفظ حروف عجمی ہو جاویں کانا کو کھانا اور ابتر کو ابتھر پڑھنا تَقَلَّتْ کو تقلتھہ اور ذِکْرُكَ کو ذِکْرَکْہہ پڑھنا اس طرح کی صفت ہمس ادا کرنا بالکل غلط و بے اصل ہے نہ کسی ماہر و محقق قاری سے ستا نہ محققین کی کتب معتبرہ میں اس کا ذکر ہے۔ البتہ بعض اعاجم مثل اہل خراساں و ترکستان و ایران یا بعض اعراب عرب مثل اہل نجد و یمن وغیرہ سے اس قسم کی ادا سنی ہے اور کتب ائمہ فن مثل شیخ جزری و ملا علی قاری سے اس قسم کی ادا کی تغلیط ثابت ہوتی ہے کما ذکر اس قسم کی ادا مخترع و بے اصل ہے تو ان بعض علماء کے قول پر عمل کرنا بہتر ہے جو کہ کاف و تاء کو مجہورہ کہتے ہیں نیز دیگر محققین قراء کے اقوال سے بھی اس قسم کی ادا کا غلط ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی تحفہ نذریہ میں تحریر فرماتے ہیں و پیدا آباد کہ در مقدمہ صفات حروف چنان فساد برپا کردہ کہ اگر بطور قواعد مخترعہ او کلام اللہ خواندہ شود ضرور است کہ کلام اللہ محرف گردد چہ میگوید کہ در وقف مہموسہ بعد سکون تاء و کاف آواز دیگر پیدا شود چوں معنی ایں قول از تلامذہ او پرسیدم گفتند کہ در لفظ خَلَقْتَ خُلِقْتُ خَلَقَكَ باید گفت یعنی بعد سکون تاء آواز سین ساکن باید برآورد گو اجتماع ساکنین شود بدون آں صفت ہمس حاصل نمیشود ہمچنیں در کاف ساکن در وقف بعد سکون کاف یک سین ساکن بآواز خفیف باید گفت و ہمچنیں در حروف قلقلہ و دیگر صفات فساد ہا اختراع کردہ تعلیم مردم ساختہ سبحان اللہ در عبارات کتب قراءت چہ غلط فہمی کرد و کدام علم شریف را بجہل مرکب خود فاسد ساختہ انتہی بقدر الحاجۃ صفحہ ۸ تحفہ نذریہ مطبوعہ بلالی پریس ساڈھورہ نیز رسالہ مذکور میں دوسرے مقام پر صفحہ ۳۲ میں فرماتے میں کاف را احتیاط کنند تا کاف فارسی کہ آنرا کاف صمار گویند نگردد خصوصا وقتیکہ مکرر باشد مانند بشرککم و ما قبل مہموسہ آید مانند تستکثر و بسیار احتیاط کنند کہ صوت دراں جاری نشود چنانچہ لغت بعضے عجمیا نست اھ حضرت قاری محمد علی صاحب رحمہ جلال آبادی حجۃ القاری مطبوعہ محمود المطابع کانپور صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں کاف با کاف فارسی نیامیزد و ہار ہوز ہم درو پیدا نشود خاصۃً وقتیکہ پیش از حرف مہموسہ در آید نحو تستکثر و ہمچنیں اگر مکرر باشد نحو

۹

بشرکم آہ وقال العلامۃ الجزری فی مقدمۃ ؎

کثرکم وتتوفی فتنتنا ۔۔۔ وراء شدۃ بکاف وبتا

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ العبد المسکین محمد یامین عفا عنہ رب العلمین

معلم التجوید فی مدرسۃ امداد العلوم تھانہ بھون

اوائل صفر ۱۳۳۸ھ

جواب نہایت صحیح ومدلل اور متقدمین ومتاخرین کی کتب ۱؎ دار کے مطابق ہے۔

عبد الرحمٰن المکی ثم الالہ بادی عفی عنہ

حضرت مولانا ومرشدنا تھانوی افاض اللہ تعالیٰ علینا برکاتہم نے احقر کو یہ فتوی دکھایا احقر حرف بحرف اس جواب سے متفق ہے احقر سے اکثر لوگوں نے اس قسم کے سوالات کئے تھے جن کے مختلف طور سے جوابات دئے گئے جو بفضلہ تعالیٰ اس جواب میں مع شیٔ زائد سب مضامین موجود ہیں احقر بوجہ عدم فرصتی وبے سامانی اس حد تک نہیں کرسکا اس تکمیل سے نہایت مسرت ہے

کمترین خلائق عبد الوحید الہ آبادی عفا اللہ عنہ۔

خادم درجۂ قرارت مدرسۂ عالیہ دیوبند ضلع سہارنپور

میں مدت سے ایسی تحقیق کا شائق تھا۔ اس رسالہ کو دیکھکر جوش مسرت میں یہ شعر بے ساختہ قلب میں آیا ؎

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست ۔۔۔ آمد آخر زپس پردۂ تقدیر پدید

جزی اللہ تعالیٰ مولفہا خیر الجزاء۔

اشرف علی ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

(باقی آئندہ)

اس کے بعد ہم مضمون بالا پر تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معترض کا کلام مختل النظام بوجوہ عدیدہ مخدوش ہے اولاً اسلئے کہ اس نے کفر اور شرک کی باتوں کے معنی ہیں صرف دو احتمال بیان کئے اور وہ بھی وہ جو قابل اعتراض تھے اور تیسرا احتمال جو عبارت کا مدلول اور مصنف کا مقصود تھا اسکو بالکل اڑا گیا یعنی وہ باتیں جنکو کفر و شرک سے ایک خاص تعلق ہے خواہ یہ کہ وہ اپنے مرتکب کو کافر بنا دیتی ہیں یا یہ کہ وہ منجر..... بکفر ہیں یا یہ کہ وہ رسوم کفار و مشرکین سے ہیں الی غیر ذلک ثانیاً یہ کہ اس نے جو لکھا ہے کہ دونوں مطلبوں پر ہمکو اس عنوان کے تحت میں جو امور بیان کئے گئے ہیں ان سے اختلاف ہے اھ سراسر مہمل ہے۔ کیونکہ بہشتی زیور کی جلا دیں ان امور کو بیان کیا جاتا ہے جو کہ بہشتی زیور کو پایۂ اعتبار سے گراتے ہیں اور اسکو ممنوع الاشاعت ٹھیراتے ہیں پس اس بنا پر حاصل کلام یہ ہوا کہ امور مذکورہ کے بارہ میں ہمکو اختلاف ہے اور جس امر میں ہمکو اختلاف ہو وہ کتاب کو پایۂ اعتبار سے ساقط کر دینے والا اور اسکو ممنوع الاشاعت بنا دینے والا ہے اور اس مضمون کا مہمل ہونا کسی ادنیٰ فہم والے پر بھی مخفی نہیں ورنہ بہت سی بلکہ تقریباً کل کتب دینیہ پایۂ اعتبار سے ساقط اور ناقابل اشاعت ہو جاویں گی۔ کیونکہ ان میں ضرور ایسے امور ملیں گے جن سے معترض کو اختلاف ہوگا ثالثاً اس لئے کہ اس نے لکھا ہے کہ ان سرخیوں کے تحت میں ایسے امور ذکر کئے گئے ہیں جنکو بجائے اس سرخی کے جسکے تحت میں وہ مذکور ہیں دوسری سرخی کے تحت میں مذکور ہونا چاہئے تھا اھ بلخصہ یہ بھی مخدوش ہے کیونکہ یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سرخی معلوم کے تحت میں ان کا درج کرنا غلط ہے اور یا یہ مطلب ہے کہ گو اس سرخی کے تحت میں اس کا داخل کرنا صحیح ہے مگر اولیٰ اسکو دوسری سرخی کے تحت میں داخل کرنا تھا۔ اور دونوں مطلب بیہودہ ہیں مطلب اوّل تو اسلئے کہ اس سے معترض کی عبارت میں تناقض لازم آتا ہے کیونکہ وہ آگے کہتا ہے لیکن وہ امور کہ جو ہمکو خلاف حق معلوم ہوتے ہیں اس کے متعلق بحث کرتے ہیں اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ امور متروکۃ البحث معترض کو خلاف حق نہیں معلوم ہوتے اور یہ مناقض ہے مطلب اول کے۔ اور مطلب دوم اس لئے کہ ایک مضمون کا کسی ایسے عنوان کے تحت میں داخل ہونا جسمیں اس کا داخل ہونا صحیح مگر خلاف اولیٰ ہو ایک ایسا امر نہیں ہو سکتا جسکو ان امور کی فہرست میں داخل کیا جاوے۔ جو کتاب کو پایۂ اعتبار سے

گرانے والے اور اسکو ممنوع الاشاعت ٹھیرانے والے ہیں پس عبارت مذکورہ بہ تقدیر یغو اور بیہودہ ہے رابعًا اسلئے کہ اس نے لکھا ہے کہ جو امور ہمکو خلاف حق معلوم ہوتے ہیں ان سے بحث کرتے ہیں۔ یہ بھی سراسر مہمل ہے۔ کیونکہ اسمیں دعویٰ ہے اس امر کا کہ جو امر ہمکو خلاف حق معلوم ہو وہ کتاب کو پایۂ اعتبار سے گرانے والا اور اسکو ممنوع الاشاعت ٹھیرانے والا ہے ولا یخفی سخافتہ کما مر۔ پس ثابت ہوا کہ یہ کلام مختل النظام بالکل لچر اور پوچ ہے اور ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ وہ منصف مزاج اہل علم کے قلم سے نکلے۔

تحقیق نمبر (۱۵) متعلق بہ بحث تصویر

بہشتی زیور میں تصویر رکھنے کو کفر اور شرک کی باتوں میں شمار کیا ہے۔ اسپر معترض نے اعتراض کیا ہے کہ مولف صاحب کتاب نے تصویر بنانے سے تو کوئی بحث ہی نہیں کی ہے صرف تصویر رکھنے کی بحث کی ہے کہ عموما تصویر رکھنا شرک وکفر کی بات ہے "ہمنے جہانتک کتابوں کو دیکھا غیر ذی روح کی تصویر رکھنا شرک وکفر تو کیا مذہب حنفیہ مکروہ بھی نظر نہیں آیا بلکہ امور مباحہ میں شمار کیا گیا ہے۔ رہا ذی روح کی تصویر اسکے متعلق بھی کتب فقہ میں تصریح ہے کہ عموما وہ مکروہ بھی نہیں چہ جائیکہ شرک وکفر ہو اور اگر سب جائز صورتوں کو اس سے نکال بھی لیا جاوے تو بقیہ صور کا شرک وکفر ہونا صحیح نہیں بلکہ سوائے غرض عبادت کے تصویر رکھنے کی اور صورتیں بعض علماء کے نزدیک تو مکروہ ہیں اور بعض علماء نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر شرک وکفر ہونا دوسری چیز ہے اور حرام ہونا شے دیگر۔ یہ بھی خیال رہے کہ بعض کتب حنفیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہوتا ہے جب تک کہ اسپر اصرار اور اسپر دوام نہو۔ نہ کہ گناہ کبیرہ اور شرک وکفر کیونکہ ان کا مرتبہ اس سے اعلیٰ تر ہے۔ اور اصرار اور دوام سے ہر گناہ صغیرہ گناہ کبیرہ میں داخل ہوجاتا ہے کسی خاص گناہ صغیرہ کی تخصیص نہیں پس اس صورت میں یہ لازم آئیگا کہ جن تصویروں کا رکھنا مکروہ تحریمی ہے ان کا رکھنا گناہ صغیرہ ہے ہاں اسپر مداومت مثل دوسرے صغائر کی مداومت کے گناہ کبیرہ تک پہونچا دیتی ہے۔ بالفرض اگر یہ امر پایۂ ثبوت تک نہ پہونچے تو بھی شرک وکفر کہنا صحیح نہیں ہوا اھ اس کے بعد لکھا ہے کہ مسلک صحیح اس بارہ میں یہ ہے کہ تصویر غیر ذی روح کی

…ھنا مثلاً کانات اور جگہوں کے نقشے بلاکراہت جائز ہیں اور ذی روح کی تصویر چاہے چھوٹی
…یا بڑی گھر میں رکھنا اگر عبادت کی غرض سے ہے تو یقیناً حرام ہے ویخاف علیہ الکفر۔ اور اگر
…ض تعظیم مقصود ہے عبادت مقصود نہیں ہے تو بھی حرام ہے گو بعض فقہا نے مکروہ تحریمی لکھا ہے
…ر حاصل فی العمل دونوں کا یکساں ہے (مذہب معتمد) اور اگر ذی روح کی بڑی تصویر عبادت
…عظیم کیلئے نہو۔ اور موضع اہانت میں بھی نہ ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر موضع اہانت
…ں ہو جیسے بچھے ہوئے فرش یا تکیے پر ہو یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ کھڑے شخص کو اس تصویر کے
…عضار بالتفصیل نہ معلوم ہوتے ہوں (اگر وہ تصویر زمین پر رکھی ہو) ایسی تصویر کا رکھنا بعض
…ے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور بعض نے مباح بلاکراہت تحریر فرمایا ہے والاول احوط والثانی
…قرب الی الصواب انتہی۔

تنقید

بہشتی زیور میں جو تصویر رکھنے کو کفر اور شرک کی باتوں میں شمار کیا ہے یہ قضیہ کلیہ نہیں ہے
ورنہ اسمیں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے کلیت مفہوم ہو بلکہ قضیہ مہملہ ہے اور بعض مراد کے لحاظ
…صادق ہے کیونکہ عبادت کی غرض سے تصویر رکھنا کفر اور شرک ہے اور بغرض تعظیم تصویر رکھنا اوضاع
…اطوار کفار و مشرکین سے اور منجر بکفر و شرک ہے۔ ایسی حالت میں اس معنی کے لحاظ سے جو کہ
…کفر اور شرک کی باتوں کے بیان کئے ہیں اس کا ان میں شمار کرنا صحیح ہے۔ اسپر شاید کسی کو یہ شبہ ہو
…کہ گو بہشتی زیور میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے کلیت مفہوم ہو۔ مگر اس کے اطلاق سے کلیت
…مفہوم ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ کہنا صحیح ہے تو پھر الانسان کاتب بھی غلط ہونا چاہیے
…کیونکہ اس کے اطلاق سے بھی کلیت مفہوم ہوتی ہے۔ نیز اطلاق کو موجبہ کلیہ کا سور ہونا چاہیے
…حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ نیز چاہیے کہ حضرت جبریل علیہ السلام پر بھی وہی اعتراض کیا جاوے
…جو کہ بہشتی زیور پر کیا گیا ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ انا لا ندخل بیتا فیہ کلب و صورۃ۔ اور
…کہنا چاہیے کہ نعوذ باللہ حضرت جبریل علیہ السلام نے جھوٹ بولا کیونکہ بلا نکہ ایسے گھروں میں
…داخل ہوتے ہیں جنمیں بے جان کی تصویر ہو۔ وغیرہ وغیرہ اور کچھ جبریل علیہ السلام ہی کی تخصیص نہیں

گ
بلکہ تتبع کیا جاوے تو خود احادیث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایسے اطلاقات بکثرت ملیں گے پس اگر تمام اطلاقات سے کلیت سمجھ لیجاویگی تو نعوذ باللہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بہت سے اعتراض وارد ہونگے نعوذ باللہ من سوء الفہم و فتنۃ الجہل - اس سے معلوم ہو گیا کہ بہشتی زیور کا بیان بے غبار ہے اور اسپر اعتراض کی کوشش مثل اعمال کفار کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء اور بے سود ہے والحمد للہ علیٰ ذلک اب ہم ان لغزشوں کو بیان کرتے ہیں جو معترض سے بیان مذکور میں صادر ہوے ہیں اول یہ کہ اس نے اطلاق کو کلیہ پر محمول کر کے عبارت بہشتی زیور کے معنی یہ بیان کئے کہ عموماً تصویر رکھنا شرک اور کفر کی بات ہے یہ اسکی عبارت بہشتی زیور میں تحریف اور مؤلف بہشتی زیور پر بلا اطلاع حقیقۃ الافترا ہے اور بلا اطلاع حقیقۃ الامر افترا بفتوی مولوی عبدالحی صاحب کبائر سے ہے اسلئے وہ مرتکب کبیرہ ہو کر فاسق ہوتا ہے دوم یہ کہ اس نے کہا ہے کہ اگر سب جائز صورتوں کو نکال بھی لیا جاوی تو بقیہ صور کا شرک و کفر ہونا صحیح نہیں ہے - بلکہ سوائے غرض عبادت کے تصویر رکھنے کی اور صورتیں بعض علماء کے نزدیک تو مکروہ ہیں اور بعض علماء نے حرام قرار دیا ہے اس عبارت کے اگر یہ معنی ہیں کہ غرض عبادت کیلئے جو تصویر رکھی جاوے وہ شرک اور کفر ہے - تو اسپر یہ اعتراض ہے کہ جیسا اس نے تصحیح عبارت کیلئے ان تصویروں کو خارج کیا ہے جنکا رکھنا مباح ہے تو اسکو چاہیے تھا کہ وہ ان صورتوں کو بھی نکالتا جن کا رکھنا ممنوع ہے مگر کفر و شرک نہیں تاکہ عبارت قابل اعتراض نہ رہے - تصحیح عبارت کیلئے بعض صورتوں کو خارج کرنا اور بعض کو خارج نہ کرنا کھلی ہٹ دھرمی ہے جس سے اسکے دلی بغض و عناد کا پتہ چلتا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ جو تصویریں عبادت کی غرض سے رکھی جاویں وہ کفر و شرک تو نہیں مگر بالاتفاق حرام ہیں تو یہ استثنا بیکار ہے لہذا اسکو چاہیے تھا کہ یوں کہتا کہ بقیہ صورتوں کا شرک و کفر کہنا صحیح نہیں ہے - بلکہ تصویر رکھنے کی بعض صورتیں بالاتفاق حرام ہیں اور بعض صورتیں مختلف فیہ سوم یہ کہ اس نے کہا ہے کہ مسلک صحیح اس بارہ میں یہ ہے کہ تصویر غیر ذی روح کی رکھنا مثلاً مکانات اور جنگلوں کے نقشے بلا کراہت جائز ہیں اور ذی روح کی تصویر چاہے چھوٹی ہو یا بڑی اگر عبادت کی غرض سے ہے تو یقیناً حرام ہے - ویخاف علیہ الکفر آہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر غیر ذی روح کی تصویر

باقی آئندہ

تتمہ فہرست کتب

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	الحاشیۃ المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ للامام الترمذی رح مصری مجلد	عمہ/
۲	بستان المحدثین للشاہ عبد العزیز رح و منبہات للامام ابن حجر العسقلانی مترجم والدر الثمین فارسی مجلد	/
۳	مجموعہ رسائل تسعہ و عمدۃ النصائح اردو مجموعہ رسائل ضیاء القلوب و ارشاد محمدی و عقائد الاسلام ترجمہ دار و مناصحہ فی تحقیق مسائل مصافحہ اردو مجلد . .	عہ/
۴	منتخب اللغات فارسی مجلد	عمعہ/
۵	مجموعہ پنج سورہ مترجم اصلاح ترجمہ دہلویہ اور اسلام کی خوبیاں تاریخ احمدی در حالات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و سوانح عمری حضرت علی مرتضیٰ رض و حیات علامہ ابن جبیر رح نیک بیبیاں سوانح عمری بابر بادشاہ دہلی	عمعہ
۶	ترجمہ منتخب التاریخ از مولوی عبد القادر . آئین سلاطین دہلی خاصۃ اکبر بادشاہ کو نگاہ مؤلف مذہبیاً و مشربا دیکھو	عمعہ/
۷	تمدن اسلام ہر حصہ جدا جدا بہر جہت لفضیل لائق دید جیسے شان و شوکت تقسیم خلفائے امویہ و عباسیہ مع دستورات زمانہ قدیم محققانہ طرز پر سند ہے حسب ہر حصہ عمعہ/ . . . . کل	للعہ
۸	مجموعہ دوازدہ رسائل تاریخ سکندر حیات افلاطون حیات ارسطو و معرکہ پانی پت کثیر الاجزا . .	عمعہ
۹	کلیات نثر میرزا غالب یعنی پنج آہنگ و مہر نیمروز مجلد	عمعہ/
۱۰	الندوہ کامل سنہ ۱۳۲۳ کا مجلد بہر جہت قابل پسند	عمعہ/
۱۱	گلزار میرزا داغ دہلوی و مرآۃ الغیب منشی امیر احمد لکھنوی مجلد	عمعہ/
۱۲	سلسلہ آصفیہ از مولوی شبلی عمدہ کاغذ و تحریر مجلد	عمعہ/
۱۳	مجموعہ کتاب در تضمین شرح قصیدہ فرزوق شاعر گلدستہ مولوی محسن مثنوی تجلی و محامد خاتم النبیین منشی امیر احمد مینائی لکھنوی و مہر نبوت و دیوان غالب دہلوی و دیوان گویا وغیرہ رسائل مجلد	عمعہ/ ۱۲
۱۳	میزان الصرف مع ضمیمہ جدیدہ وغیرہ مجلد	/

ملنے کا پتہ ۔ دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

(ضیاء الشمس فی اداء الہمس) یہ رسالہ فن تجوید کے متعلق حرف کاف وتاء کی صفت ہمس کی تحقیق طریق ادا میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ بصورت فتویٰ لکھا گیا ہے اور حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہم وجناب شیخ القراء قاری عبد الرحمٰن صاحب مکی ثم الہ آبادی وجناب قاری عبد الوحید صاحب مدرس دار العلوم دیوبند نے اس کی صحت وتائید میں تصدیقی عبارتیں درج فرمائی ہیں جو کہ رسالہ مذکور کے آخر میں مرقوم ہیں اس کی توصیف اسقدر کافی ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہم نے اس بحث میں اسکو پسند فرما کر بضمن امداد الفتاوی ایک کے جواب میں بعینہ یہ رسالہ نقل فرما دیا ہے جو کہ الامداد کے اسی نمبر (ماہ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ) میں طبع ہوا ہے ۔ اور اسکو علیحدہ بھی طبع کیا گیا ہے شائقین بہت جلد طلب فرماویں کیونکہ تھوڑے سے نسخے چھپے ہیں …

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹیوب کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ عہ رکی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔ امسال عہ کا وی پی ہوگا

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجینگے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب سنہ ۱۳۳۷ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون بہر کیف معاونت فرماکر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رجسٹرڈ نمبر ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا رواہ الشیخان

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم وامداداً للحدیث کہ دال است بر تنوع

قدرے از فصول در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت و مکتوبات خبرت فی الفوائد المتعلقۃ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است و بذیل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب کہ ملقب بہ صحیفہ عشیرت بہ تبرک بنام نامیش نیز نامنہا الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر افضل

عدد (۱۲) بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۳۸ ہجری جلد (۵)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

این صحیفہ کامدیش امداد نام	یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

(جو)

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں

توانشاءاللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔ (مدیر رسالہ)

سارے امتحانات اُس وقت برداشت ہوتے ہیں

جبکہ دل میں خدا کی محبت پوری پوری ہو ❖

لیکن یہ ساری باتیں اُسوقت برداشت ہوتی ہیں۔ کہ دل میں خُدا کی محبت پوری پوری ہو۔ پس اس کی کوشش کرو۔

خُدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

اور اِس طریق کے دو امر ہیں۔ ذکر کی کثرت اور اہل اللہ کی صحبت اُن کے پاس آنا جانا اس سے تدریجاً ماسوی۔ اللہ سب تمہارے دِل سے نکلنے شروع ہوجاویں گے اور یہ حالت ہوگی ؎

عشق آں شعلہ است کہ چوں برفروخت　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند　　در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت　　مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

سلوک کی ترتیب

اِس تقریر سے ترتیب سلوک کی یہ نکلی کہ اول کسی صاحب محبت کو ڈھونڈکر اُس کے پاس جا پڑو۔ اور اُسکی حسب ہدایت کام میں لگجاؤ۔ ثمرات کے طالب نہو۔ خود بخود ہوں تو خدا کا فضل سمجھو۔ طاعت میں لذت نہو تو اُسکو چھوڑو مت کثرت سے ذکر کرو۔ اسمیں قرآن بھی داخل ہے

تلاوت قرآن کے لئے تصحیح الفاظ بقدر طاقت

ضروری ہے اور خلوص قلب اُس سے زیادہ ضروری ہے

اگر پڑھتے ہوئے طبیعت اکتانے لگے تو اُسی کی کثرت کرو۔ اگر الفاظ بھی صحیح نہ ہوں تو اپنے امکان بھر

پھر کوشش تصحیح کی کرو اگر پوری کامیابی نہو تو دلگیر مت ہو اُسی طرح قبول ہے الفاظ پر تو انہیں سے گرفت ہوگی جو الفاظ درست کر سکتے ہیں ۔ اور پھر نہیں کرتے ورنہ زیادہ تر دیکھ بھال اور چھان بین دلوں کی ہوگی اگر موٹی زبان کا آدمی غلط پڑھتا ہے لیکن دل سے پڑھتا ہے تو خدا کے نزدیک یہ غلط اس صحیح سے ہزار درجہ بہتر ہے جسکی غرض ریا یا اظہار کمال ہو۔

حکایت - اس موقع پر مجھے ایک شخص کی حکایت یاد آئی ایک شخص مجھسے تعلق رکھتا تھا۔ مجھسے کہنے لگا کہ میں کسی فقیر سے طالب ہو جاؤں میں اسپر ناراض ہوا اور سمجھا دیا چند روز کے بعد پھر آیا تو میں اُس سے مزاحاً کہنے لگا کہ کیوں کسی فقیر کے طالب بھی ہوئے تو وہ نہایت خلوص اور تازگی سے جواب دیتا ہے کہ بس اب تو تیرا ہی پلہ پکڑ لیا اُس کا یہ تیرا کہنا ہزاروں حضور اور جناب سے زیادہ لذت بخش تھا کیونکہ دل سے تھا۔

بعض وقت بہ نسبت نرمی کی سختی سے زیادہ اصلاح ہوتی ہے

جس طرح نرمی علاج ہے گرمی بھی اُس سے بڑھکر علاج ہے اور یہی وجہ ہے بعضے بزرگ درشت مزاج مشہور ہو جاتے ہیں تو خوب سمجھ لو وہ درشت مزاج نہیں بات یہ ہے کہ بعض اوقات اگر ایک بات کو نرمی سے سمجھایا جاوے تو دل پر اُس کا اتنا اثر نہیں ہوتا اور نہ وہ اتنی مدت تک یاد رہتی ہے جتنا کہ بدرشتی سمجھانے سے کالنقش علی الحجر ہو جاتی ہے۔

جسکا دل محبت سے بھرا ہو اس کو اگر صحیح بولنے پر قدرت نہو تو اُسکا غلط بولنا بھی پیارا معلوم ہوتا ہے غرض غلط بولنا جو پیارا معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس سے زیادہ پر قدرت نہیں ہوتی

حکایت - چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں راعی کا قصہ مشہور ہے کہ زمین پر بیٹھا ہوا محبت کے جوش میں خدا تعالیٰ کو خطاب کر کے یہ کلمات کہہ رہا تھا ؎

۲۹۶

تو کجائی تا شوم من چاکرت　　چارقت دوزم کنم شانہ سرت

وامثال ذالک۔ اتفاقاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس طرف سے گذرے۔ یہ کلمات سُنکر فرمایا کہ میاں کس کو کہہ رہے ہو اُس نے کہا کہ خدا سے حضرت موسیٰ نے ڈانٹا اور ڈانٹکر چلے گئے راعی نے جو یہ سُنا تو مارے خوف کے تھرا گیا۔ اور سخت پریشان ہوا۔ اُسی وقت حضرت موسیٰ پر وحی آئی کہ اے موسیٰ تم نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا۔ اسی حکایت کو مولانا روم فرماتے ہیں۔

زیں نمط بیہودہ میگفت آں شباں	گفت موسیٰ با کیستت اے فلاں
گفت باآں کس کہ ما را آفرید	ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدے	خود مسلماں ناشدہ کافر شدے
گفت اے موسیٰ دہانم دوختی	وز پشیمانی تو جانم سوختی
وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا	بندۂ ما را چرا کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی	نے برائے فصل کردن آمدی

حضرت موسیٰ نے جو یہ سُنا تو گھبرا گئے اور جلدی سے آگر چرواہے سے معافی چاہی یہاں چرواہے کی عجب حالت تھی۔ موسیٰ نے جو معافی چاہی تو اُس نے یہ جواب دیا کہ اے موسیٰ ایسا تازیانہ لگایا کہ میں بڑی دور پہونچ لیا ع آفریں بر دست و بر بازوے تو۔

اِس جملہ حکایت سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر زبان پر بوجہ کم سمجھی اور کم عقلی کے گستاخانہ الفاظ بھی ہوں لیکن دل محبت سے معمور ہو.... تو الفاظ پر نظر نہیں ہوتی۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اُن فروگذاشتوں کی معافی انہیں لوگوں کیلئے ہے کہ جن کو تصحیح پر قدرت نہیں ہے ورنہ اگر قدرت کے باوجود ایسا کرے تو ضرور گناہ گار ہوگا۔

تصحیح الفاظ کے لئے کتابیں پڑھنا کافی نہیں کسی قاری سے مشق کرنا ضروری ہے اور بعض لوگوں کے ایک نامعقول عذر کی تردید

افسوس ہے کہ اس وقت اس امر تصحیح الفاظ کی طرف سے ایسی بے توجہی ہے کہ اول اسکول

۲۹۷

ضروری نہیں سمجھتے اکثر لوگ پوری درسیات ختم کر جاتے ہیں لیکن اُن کو قرآن پڑھنے کا سلیقہ نہیں ہوتا سمجھتے ہیں کہ صرف کی کتابوں میں صفات حروف و مخارج پڑھ لئے ہیں اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے حالانکہ یہ بالکل غلط خیال ہے قرآن کا پڑھنا اسوقت تک نہیں آتا کہ جب تک خاص کسی سے اس کو نہ سیکھا جاوے نری درسیات سے کچھ نہیں ہوتا بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ہمنے مشق نہیں کی تو ہمکو غلط پڑھنا جائز ہونا چاہیئے اور ہمکو معذور سمجھنا چاہیئے لیکن یہ عذر ایسا ہے کہ میں نے ایک سپارہ پڑھنے والے طالب علم سے کہا کہ حاجی جی کو بلالا۔ وہ حافظ جی کو بلا لایا میں نے کہا یہ کیا حماقت ہے کہاں حافظ جی کہاں حاجی جی ان کے تو حروف بھی الگ الگ ہیں تو کہتا ہے جی میں نے مخارج کی مشق نہیں کی تو کیا یہ عذر قبول ہو سکتا ہے تو جیسا یہ شخص اس غلطی سے بچ سکتا تھا اسی طرح جب مشق ممکن ہے تو ایسے اغلاط سے اُن کو بچنا ممکن ہے صاحبو یہ سب بہانے ہیں بات اصلی وہی ہے کہ خدا کی محبت اور اُس کا خوف دل سے جاتا رہا اگر آج یہ اشتہار دیدیا جائے کہ جو شخص مخارج حروف صحیح کر کے سُنا دے اُسکو فی حرف پانچ روپیہ ملیں گے تو آج ہی شہر کے شہر قرأت شروع کر دیں اور کچھ نہ کچھ تصحیح کر کے انعام لینے کھڑے ہو جاویں لیکن افسوس ہے کہ خدا کی رضا کیلئے امنگ نہیں پیدا ہوتی یہ تو تفریط تھی متعلمین کی۔

جسے تصحیح الفاظ پر قدرت نہو وہ جس طرح پڑھ سکے جائز ہے

اب افراط سُنئے بعض معلمین و مصلحین کا کہ جن سے بالکل نہ ہو سکے وہ اُن کو بھی مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بدون اس کے قرآن پڑھنا ہی بے فائدہ ہے جیسا مشہور ہے کہ ایک پیر جی صاحب نے ایک دیہاتی سے پوچھا کہ روزہ کی نیت بھی یاد ہے اُسکو چونکہ کوئی خاص عبارت یاد نہیں تھی۔ اس لئے اُس نے کچھ نہیں تبلائی۔ پیر جی نے فرمایا کہ بے نیت روزہ نہیں ہوتا اور دیکھو روزہ کی نیت یوں کیا کر بصوم غد نویت اُس بیچارے نے کاہے کو کبھی اس قسم کے الفاظ سُنے تھے فوراً تو یاد کر نہ سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دن روزہ نہ رکھا اُن ہی بزرگ نے پوچھا تو یہ کہا کہ بلا نیت روزہ نہیں ہوتا اور نیت یاد نہیں ہوتی غرض جو لوگ صحیح پڑھ سکتے ہیں وہ تو صحیح پڑھیں اور جو لوگ اس پر قادر نہیں اُن کو جسطرح وہ پڑھ سکیں جائز ہے بعض لوگ

۲۹۸

کہا کرتے ہیں کہ صاحب ہماری آواز چونکہ اچھی نہیں اسلئے ہم نہیں پڑھتے سو ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ تحسین صوت اس کو نہیں کہتے کہ خوب راگنی لے گا کر پڑھا جاوے تحسین صوت کے معنی جیسا بزرگوں سے منقول ہے یہ ہیں کہ سننے والے کو اسکی آواز سنکر یہ معلوم ہو کہ اسکے دل پر کسی باعظمت کا رعب چھایا ہوا ہے۔

عشرۂ اخیرہ کے فضائل اور ضعفاء اور اقویاء کیلئے اس میں عبادت کرنے کا دستور العمل

جب قرآن ایسا[1] مشرف و معظم ہے تو جس ماہ میں اس کا یہ نزول دفعی ہوا ہی وہ بھی معظم ہوگا بالخصوص وہ عشرہ خاص ماہ رمضان کا کہ جسمیں شب قدر ہے کیونکہ رمضان کو جب قرآن کی وجہ سے شرف حاصل ہوا تو رمضان کا وہ حصہ خاص جسمیں نزول ہوا ہے دوسرے حصوں کی نسبت کہیں زیادہ اشرف ہوگا اس لئے کہ دوسرے حصوں میں شرف اس حصہ کی بدولت آیا ہے پس جب نزول شب قدر میں ہوا ہے اور شب قدر جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے عشرہ اخیرہ میں ہوتی ہے تو عشرہ اخیرہ بقیہ حصہ رمضان سے ضرور افضل ہوا ایک فضیلت تو عشرہ اخیرہ کی اس نزول قرآن سے ہوئی دوسری فضیلت اس کی اس سے ہے کہ اسمیں شب قدر ہے جسکی فضیلت کے لئے خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وما ادراك ماليلة القدر ليلة خير من الف شهر کیونکہ حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہے یعنی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹ اور بعض حدیثوں میں مطلق عشرہ اخیرہ بھی آیا ہے دونوں کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ایک حدیث دوسری کی تفسیر ہے اور یا اکثر تو طاق راتوں میں ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی جفت راتوں میں بھی ہو جاتی ہے نیز بعض لوگوں کو جفت راتوں میں کبھی ہونا مکشوف بھی ہوتا ہے تو قوی اور تندرست لوگوں کو تو یہ مناسب ہے کہ وہ اس عشرہ کی ہر رات میں اور شبوں سے زیادہ عبادت کریں اور ضعفاء کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ کم از کم طاق راتوں میں ضرور جاگ لیں۔ صاحبو یہ ایسی برکت اور خیر کی چیز ہے

[1] جسکا سرخی (قرآن شریف جمال حق کیلئے آئینہ ہے الخ) میں بیان ہوا۔ ۱۲

۲۹۹

کہ اس سے محروم ہو جانا گویا تمام چیز سے محروم ہو جانا ہے چنانچہ حدیث میں ہے من حرم لیلۃ القدر فقد حرم الخیر کلہ۔

لیلۃ القدر کی فضیلت اکثر حصہ شب میں جاگنے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تمام رات جاگنے کی زیادہ فضیلت اور ترغیب

لیکن اسمیں بعض لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اگر جاگا جاوے تو تمام شب جاگا جاوے اور اگر تمام شب نہ جاگا جاوے تو کچھ فائدہ نہوگا یہ خیال بالکل لغو ہے اگر اکثر حصہ شب میں بھی جاگ لے تب بھی لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر ساری رات بھی جاگ لیا جاوے تو کیا مشکل ہے صاحبو رمضان سال بھر کے بعد آتے ہیں آپکو معلوم ہوگا کہ پچھلے سال رمضان میں بہت سے لوگ ایسے تھے کہ وہ اسوقت دنیا میں نہیں رہے ہمکو کیا خبر ہے کہ آئندہ رمضان تک کس کس کی باری ہے اس لئے اگر ایسی بڑی نعمت حاصل کرنے کیلئے کوئی ایک دو رات جاگ ہی لیا تو کیا دقت کی بات ہے۔

۲۹۰

اگر تمام رات عبادت کرنیکی ہمت نہو تو بہتر ہے کہ اس کے لئے اخیر شب تجویز کیجاوے اور اخیر شب کی خوبیاں

لیکن خیر اگر تمام رات کی ہمت نہو تو اکثر حصہ کو تو چھوڑنا ہی نہ چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر حصہ اخیر شب کا تجویز کیا جاوے کیونکہ اوّل تو اسوقت معدہ کھانے سے پُر نہیں ہوتا دعا میں جی لگتا ہے دوسرے حدیث میں آیا ہے کہ خدائے تعالیٰ اخیر شب میں روزانہ اپنے بندوں کے حال پر برحمت خاص متوجہ فرماتے ہیں اس کے علاوہ اخیر شب میں ویسے بھی سکون ہوتا ہے اور اس میں ہر شب شریک ہے۔

شب قدر کو کیسا شخص پا سکتا ہے

کسی نے خوب کہا ہے من لم یعرف قدر اللیلۃ لم یعرف لیلۃ القدر اور اس قول کی وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر انہیں راتوں میں سے کسی رات میں ہوگی تو جو شخص راتوں کی قدر کریگا وہ لیلۃ القدر بھی پاویگا جو بیقدری کر کے خواب غفلت میں گذاریگا وہ حسب عادت لیلۃ القدر سے بھی محروم رہیگا اس لئے بعضے بزرگوں نے کہا ہے من احیی السنۃ کلہا ادرک لیلۃ القدر کیونکہ جب سال بھر تک برابر شب بیداری کریگا تو لیلۃ القدر میں عبادت ضرور ہوجاویگی کہ انہیں راتوں میں ایک رات وہ بھی ہے بوستان میں حکایت ہے کہ کسی شاہزادہ کا ایک لعل شب کے وقت کسی جگہ گر گیا تھا اس نے حکم دیا کہ اس مقام کی تمام کنکریاں اٹھا کر جمع کریں اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ اگر کنکریاں چھانٹ کر جمع کیجاتیں تو ممکن تھا کہ لعل انمیں نہ آتا اور جب ساری کنکریاں اٹھائی گئی ہیں تو لعل ضرور آگیا ہے کسی نے اسی جملہ کا ترجمہ خوب کیا ہے

اے خواجہ چہ پرسی از شب قدر نشانی	ہر شب شب قدر ست اگر قدر بدانی

رمضان کے عشرہ اخیرہ خاصکر ستائیسویں رات میں ضرور بیدار رہنا چاہئے اور اگر اسمیں شب قدر نہوئی تب بھی امید ہے کہ شب قدر کا ثواب ملے گا۔

لیکن خیر ایسے باہمت لوگ تو اسوقت کہاں ہیں کہ وہ اس گوہر بے بہا کی تلاش میں سال بھر شب بیداری کریں مگر رمضان کے عشرہ اخیرہ میں تو ضرور ہی بیدار رہنا اور عبادت کرنا چاہئے کیونکہ ان راتوں میں شب قدر کا ہونا اغلب ہے اور اگر کوئی شخص نہایت ہی کمزور اور کم ہمت ہو تو خیر وہ ستائیسویں رات کو تو ضرور ہی بیدار رہے کہ وہ شب اکثر شب قدر ہوتی ہے اور میں

کہتا ہوں کہ اگر اتفاق سے وہ رات شبقدر نہ بھی ہوئی تو تمنے بہ گمان شبقدر اسمیں عبادت کی تو انشاء اللہ تعالیٰ تمکو شبقدر ہی کا ثواب عطا ہوگا اور یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے حدیث میں اسکی اصل ہے حضور ارشاد فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات پھر ممکن ہے کہ اس کلیہ سے کسی کی تشفی نہو تو دوسری حدیث موجود ہے حضور ارشاد فرماتے ہیں الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحی یوم تضحون جسکے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک شخص نے نہایت کوشش سے رمضان کے چاند کی تحقیق کی اور اس تحقیق کی بناء پر روزہ رکھنے شروع کردئے پھر ختم رمضان پر عید کے چاند کی اسی طرح چھان بین کی اور اسکی بناء پر عید کرلی اسی طرح عید الضحیٰ میں بھی کیا اور چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ تینوں تحقیق خلاف واقع تھیں تو اس صورت میں دل شکستہ نہونا چاہئے بلکہ جس دن روزہ رکھا وہی دن عند اللہ باعتبار قبول روزہ کا تھا اور جسدن عید کی وہی دن عید کا تھا یعنی روزہ اور عید دونوں مقبول ہیں پس اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر شب قدر کی نیت سے عبادۃ ہوئی ہے اور اتفاق سے وہ شب قدر نہوئی تو ثواب شب قدر کا ملجاویگا صاحبو اس تقریر کے بعد تو بہت ہی آسان معاملہ ہوگیا اب بھی اگر ہمت نہ کیجاوے تو غضب ہے یہ دوسری فضیلت تھی عشرۂ اخیرہ کی۔

۳۰۲

رجوع بجانب سرخی (عشرۂ اخیرہ کے فضائل الخ)

تیسری فضیلت اس عشرہ میں یہ ہے کہ اس میں اعتکاف مشروع ہے اور ممکن ہے کہ یہ پہلی فضیلت کا تتمہ ہو جیسا کہ بعض نے کہا کہ اعتکاف شبقدر ڈھونڈھنے کے لئے ہے اور ممکن ہے کہ یہ مستقل فضیلت ہو جبکہ اعتکاف کو دوسری حکمتوں سے بھی مشروع کہا جاوے خیر جو کچھ بھی ہمکو اس سے کیا غرض ہمکو کام کرنا چاہئے احکام کے حکم اور مصالح کی تلاش اور کاوش ہمارا کام نہیں کیونکہ یہ علوم فکریہ نہیں ہیں کہ سوچنے اور غور کرنے سے سمجھ میں آجاوینگے یہ الہامی علوم ہیں خدا جسکو دے اس لئے جب تک شرح صدر نہو جاوے اسوقت تک کسی ایک کی تعیین نہ کرنی چاہئے دونوں احتمال ہیں

(باقی آئندہ)

اُسکی حالت یہ تھی کہ اسوقت شروع تھا اور وہ اُسکو اپنے نزدیک بہت معمولی بات سمجھے ہوئے تھا میں سمجھ گیا تھا کہ حالت اُسکی عنقریب ہی خراب ہونیوالی ہے نسخہ لکھکر چلا آیا لیکن اُس کا کچھ نہ دینا نہایت ناگوار معلوم ہوا تھوڑی دیر کے بعد اُس کا آدمی خبر دینے آیا تو اُس وقت احقر کو غصہ بہت تھا کہنے کو تو یہ تھا کہ اب دیکھنا کیا ہوتا ہے جسکو معمولی بات سمجھ رکھی ہے وہ معمولی نہیں ہے مرض ہیضہ ہے اور اور بھی جانے کیا کیا کہتا مگر کسی بات کی نوبت نہیں آئی اتنا کہا کہ بہتر ہے کہ علاج کسی اور حکیم کا کرلیں میں علاج نہیں کرتا آدمی کے چلے جانے کے بعد نہایت درجہ پشیمانی ہوئی کہ مریض اسکے معنی یہ سمجھے ہونگے کہ مرض لا علاج ہو چکا ہے اس سے اُس پر اور تمام گھر والوں پر نہایت پریشانی کا اثر ہوا ہوگا بہت دیر تک طبیعت پریشان رہی کہ دلشکنی کی خواجہ صاحب بھی اُسوقت موجود تھے فرمایا کہ ترحم کے خلاف ہے اس مرض کے مریض سے ایسا لفظ نہ کہنا چاہیے تھا میں جب وجہ بیان کی تو خواجہ صاحب کی بھلائے بھی یہی ہوئی کہ مضائقہ نہیں کوئی غریب آدمی ہوتا تو بیشک برا ہوتا لیکن بندہ کی طبیعت پریشان رہی اور سوچتا رہا کہ اس کا منشا کیا ہے ایک خیال تو یہ ہوا کہ صرف فیس نہ ملنا ہے اور ایک خیال یہ ہوا کہ اپنی تشخیص پر وثوق ہے لیکن اسکی تردید یہ ذہن میں آئی کہ یہ لفظ تو نہیں کہا کہ دیکھنا اب کیا ہوتا ہے اور یہ خیال بھی ہوا کہ سنگدلی یا کبر ہے مگر اسکی تردید یوں ہوئی کہ اس واقعہ سے ایک دو دن پہلے ایک شخص مسمی بفلاں کی بیوی بیمار ہوئی یہ شخص فلاں مولوی صاحب سے بیعت ہیں اور بہت ہی غریب ہیں بندہ کا علاج دو دن تک ہوا بندہ نے الحمدللہ محض اُن کی غربت کی وجہ سے بلا فیس گھڑی گھڑی اُن کے گھر بارش ہوتے میں جا جا کر دیکھنا دوسرے دن حالت اُن کی خراب ہوئی اور مجبوری علاج بدلنا پڑا بندہ نے خود رائے دی کہ دوسرے حکیم کو دکھلا دیں۔ انھوں نے ایک ایسے حکیم کا جو بندہ سے جلتے تھے علاج شروع کیا بندہ اُس حالت میں بھی عیادت کیلئے برابر جاتا رہا ایک دفعہ مایوسی کی حالت سمجھکر خواجہ صاحب کو بھی ساتھ لیگیا اور مریضہ کو نماز وغیرہ کی ہدایت کی اُسکے بعد اُسکو آرام ہوا اس واقعہ کو یاد کرکے گونہ سکون ہوتا تھا لیکن پھر طبیعت ایسی پریشان ہوتی تھی کہ اُسکے بعد ایک جگہ کئی بار جانا پڑا اور میں نے فیس کا بالکل خیال نہیں کیا بلکہ دوا بھی قیمتی اپنے پاس سے دی بہرحال خلجان پورا رفع نہیں ہوتا حضرت والا

۱۷

ارشاد فرماویں کہ یہ گناہ ہوا یا نہیں اور گناہ ہوا تو کفارہ کیا ہے۔

جواب۔ ایسے شخص پر غصہ آنا اور اُس سے اعراض کرنا ہرگز مذموم نہ تھا بلکہ اگر غصہ نہ آتا تو مذموم تھا کیونکہ اُس کا یہ فعل بدتہذیبی اور بیقدری تھا جو کہ مذموم ہے اور مذموم پر غصہ نہ آنا ظاہر ہے کہ مذموم ہے اور غصہ آنا غیر مذموم ہے البتہ باوجود غصہ کے اگر اُس غصہ پر عمل نہ ہوتا تو یہ زیادہ کمال کی بات ہوتی مگر صرف اُس حالت میں کہ اس عمل نہ کرنے میں دل میں غبار رہ جانے کا اندیشہ واحتمال غالب نہ ہو ورنہ امضاء غصہ ہی افضل ہے اور غالب یہ ہے کہ یہاں اسی افضل کا وقوع ہوا اور اگر افضل نہ بھی تو جائز کے وقوع میں تو شک ہی نہیں البتہ اگر ایسے وقت میں اسکی رعایت کیجاوے کہ کوئی عنوان ایسا ہو جو مریض کو پہونچنے سے اُسکے لئے موجب یاس ہو تو بہتر ہے لیکن اگر فرط غیظ میں ایسا عنوان سمجھ میں نہ آوے اور جتنے عنوان ذہن میں اُس وقت موجود ہوں اُن میں اسلم واسہل کو برتا جاوے تو بھی غیر ملام ہے۔

حال مجھکو نیند بہت آتی ہے میں نے اپنے معلومات سے بہت علاج کیا مگر کوئی بکار گر نہوا اور یہ بات بھی نہیں کہ میں رات کو نہ سوتا ہوں بلکہ کئی بار ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ میں تمام رات سویا ہوں مگر پھر بھی نیند آتی ہے اور میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ کہاں ہوں باوجودیکہ شکم خالی رکھتا ہوں مگر پھر بھی نیند اپنا رنگ نہیں چھوڑتی اب میری حالت یہ ہے کہ تمام دن کو سینے کے کام میں رہتا ہوں اور مغرب کی نماز کے بعد سے عشا تک کا وقت کلام مجید یاد کرنے اور مسائل کی کتاب دیکھنے کے واسطے مقرر کیا ہے کلام مجید یاد کرنے کے وقت اتنی نیند آتی ہے کہ میں حیران ہو جاتا ہوں اور جب مسائل کی کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں تو اور بھی زیادہ نیند کا غلبہ ہوتا ہے بس حضور مطلب یہ ہے کہ مغرب سے عشا تک جو کام کرنا چاہتا ہوں نیند آنے کی وجہ سے رہجاتا ہے اور دن میں کوئی وقت ملتا نہیں کہ اسمیں مسائل اور کلام مجید یاد کروں باوجود اس بات کے کہ کھانا عشا کے بعد کھاتا ہوں مگر پھر بھی نیند زیادہ ہی رہتی ہے ہاں اگر بجائے کلام مجید یاد کرنے یا مسائل کی کتاب دیکھنے کے اور کسی فضول قصوں بیہودہ باتوں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو نیند بالکل نہیں آتی کھانے کے بعد تو بہت ہی نیند آتی ہے اگر بعد عشا کھانا نہ بھی کھاوں اور پڑھوں تب بھی نیند کا غلبہ ویسا ہی ہوگا جیسا کھانے کے بعد اسکو بھی آزمایا ہے غرضیکہ حضور نیند کی بڑی شکایت ہے کوئی کام اس کے

۱۸

سبب سے ہونے نہیں پاتا اور جسوقت ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہوں پھر نیند کا کیا پوچھنا ہے غرضیکہ
نماز میں انتظار جماعت میں خطبہ جمعہ میں تمام نیند ہی نیند رہتی ہے اس کا علاج حضور کچھ بتلادیں۔

تحقیق میرے نزدیک یہ ضرور مرض ہے کسی طبیب حاذق سے ایک کافی مدت تک باقاعدہ
علاج ضروری ہے متفرق علاج کافی نہیں۔ اور اگر طبیب کی رائے میں مرض نہو تو پھر اسکی وجہ مزاج کی
خصوصیت ہے جسمیں تم معذور ہو اس لئے کچھ فکر مت کرو باقی فضول اشغال میں نیند نہ آنا اور ذکر
وغیرہ میں نیند آنا اسکی وجہ اُن فضول مشاغل کی غرابت اور لذت اور اُن مشاغل کو سوچکر کرنا ہے
جسکی وجہ سے اُسمیں قوت فکریہ متوجہ ہو جاتی ہے اور یہی توجہ فکر کی سبب ہے نیند نہ آنے کا اور ذکر وغیرہ
کوئی نئی چیز نہیں معمولی الفاظ ہیں اور محض یاد ہوتی ہے جنہیں سوچنا نہیں پڑتا اور نیز نفس کو اسمیں
اسقدر لذت نہیں ہے اسلئے قوت فکریہ اسمیں صرف نہیں ہوتی اسلئے اسمیں نیند آتی ہے بہر حال اسمیں
ملامت نہیں البتہ چونکہ کام کرنا ضروری ہے اسلئے اُسکے لئے ایسا وقت معین کرو جسمیں نیند نہ آوے
اور اگر ایسا وقت زیادہ نہ ملے کام کم کردو کیونکہ نوافل میں تقلیل جائز ہے اور جب وہ قلیل بغایت ما
یمکن ہو باطنی برکت بھی اُسکی کثیر سے کم نہیں ہوتی وھو المجرب لا مریۃ فیہ۔ اور اگر بیٹھے ہوئے
پھر بھی نیند آوے تو ٹہل کر پڑھو یا جماعت کا انتظار کرو۔

حال۔ فی الحال یہ حال ہے کہ بے قصد گناہ کے کام سے نفرت ہونی لگی اور جب کسی کو گناہ کرتے
دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص راہی دوزخ ہو گیا اور دل چاہتا ہے کہ نرمی سے مسلمان اور ان
کو گناہ سے باز رکھنے کی کوشش کروں حتی الامکان کوشش کرتا ہوں جناب کی دعا کی برکت سے
کوشش بے سود نہیں ہوتی ہے اب گذارش ہے کہ بندہ کے حق میں جو کچھ مناسب ہو تحریر فرماویں
اور دعا کی درخواست ہے

تحقیق۔ گناہوں سے نفرت پیدا ہو جانا حال رفیع ہے لیکن گناہ کرنے والوں سے نفرت ہونا
یہ مبتدی کیلئے خطرناک حالت ہے اس لئے کہ اکثر منشا اس کا کبر اور ترفع نفس اور دعوی تقدس
ہوتا ہے حصول تمکین تک گنہگار کو دیکھکر یہ سمجھا جاوے کہ یہ شخص تو ہم سے اچھا ہے مگر اسپر گناہ کا
عارض ہو جانا جو کہ قبیح و مذموم ہے ایسا ہے جیسے کسی حسین آدمی کے چہرے پر توے کی سیاہی ملدی جاے
تو اُس شخص کو ابیض سمجھنا اور سیاہی کو اسود سمجھنا دونوں مجتمع ہو جاتے ہیں بس یہی معاملہ

19

عاصی اور معصیت کے ساتھ کرنا چاہئے نیز مبتدی کو کسی کے باز رکھنے کی کوشش میں مشغول نہ ہونا چاہئے جہاں حسب ضرورت خطاب عام یعنی وعظ کہنے کا مضائقہ نہیں جہاں کوئی دوسرا واعظ محق نہو اس سے آگے تجاوز خطرناک ہے اور تعجب ہے کہ یہاں رہکر بھی ان باتوں کی خبر نہیں۔

ایک اجازت یافتہ کی حالت کی متعلق انکی بھائی کا خط

اعلیحضرت مولانا و مرشدنا دامت برکاتہم۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ پس از اشتیاق قدمبوسی گذارش خدمت عالی ہے کمترین آج کل فیض آباد سے بغرض عید فتحپور آیا ہوا ہے برادر معظم مولانا شاہ ...... صاحب کی علالت کا حال حضور پر روشن ہوگا آج تپ کی شدت کی حالت میں ایک عجیب پریشان کن گفتگو فرماتے تھے جسکا مطلب بجز اسکے کچھ نہ سمجھ میں آیا کہ لب خموش و دل پر از آواز ہا خدا جانے وہ کون لذت انگیز تکلیف ہے جس کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہیں لیکن چہرہ بشاش ہے اور ایک بیخودی کی سی کیفیت طاری ہے اس کے قبل دیوان حافظ زیر مطالعہ تھا جسکو یہ کہکر ہٹا دیا گیا کہ یہ دیوان حافظ نہیں ہے بلکہ آتش کدہ ہے ایک عریضہ بھی حضور کی خدمت میں لکھا ہے جو کسی کو محض اس بدگمانی پر دکھلایا نہیں جاتا کہ راز فاش نہ ہو جائے خیر یہ راز و نیاز تو آپ جانیں لیکن برائے خدا تسلی بخش کلمات تحریر فرماکر برادر مذکور کو اطمینان فرما دیجئے زیادہ حد ادب

کمترین ...... عفی عنہ از ضلع بارہ بنکی۔

خود ان اجازت یافتہ کا حالت بخار شدید میں لکھا ہوا خط

جسکو نکر اوپر کے خط میں بدیں عبارت ہے ایک عریضہ بھی الخ

حضرت مولانا صاحب میں عاجزی سے غلامانہ سلام عرض کرتا ہوں اور جو کچھ اسوقت میں گستاخی کروں وہ قابل معافی ہے اسلئے کہ مجھکو تپ و لرزہ آتا ہے اور خیالات جنون کے دماغ میں

دورہ کر رہے ہیں اور بہت دنوں سے جس خلجان میں ہوں آج کہے ڈالتا ہوں جناب عالی آپکے مریدوں سے بلکہ تمام خاندانی بزرگ کے مریدوں میں سے میں سخت شک و شبہ میں ہوں اور اگر میں مدۃ العمر اسکو ہضم کروں تو بھی رفع نہیں ہو سکتا کیونکہ میں اپنی حقیقت سے خوب واقف ہوں اس سے کام نہیں چلتا۔ کہ تو ولی ہے اور میں انا خیر محسن الناس کا نعرہ مارنے لگوں آپنے مجھکو اجازت بعیت کی عطا فرمائی اور تعلیم و تربیت کی بھی اور اسی پر قناعت نہیں سبکے روبرو مجھکو رسوا اور فضیحت کیا جس شخص کو کسی ذریعہ سے اطلاع ہوجاتی ہے میں شرمندگی سے عرق عرق ہوجاتا ہوں کہ اب میں اہل باطل کے طریق پر کس منہ سے اعتراض کروں پہلے مجھکو یہ خیال ہوا کہ حضور نے ضرور سرفراز فرمادیا جب تو اجازت دی بدون اسکے کیونکر خلافت ممکن ہے لیکن کب تک آفتاب روشن ہوگیا پھر خیال ہوا کہ اسرار بزرگوں کے ہماری سمجھ سے خارج ہوتے ہیں اور فی البدیہہ یہ راز سمجھ میں آیا کہ بزرگان دین مقبول الٰہی ہوتے ہیں اگر کسی مردود کو قبول فرمالیں تو وہ مقبول الٰہی ہوجاوے مگر ہائے افسوس پیمانہ صبر کا لبریز ہوگیا قوت امساک کہاں

آنکہ نوشتہ ازل درد و فراق بودہ است	عاشق نامراد کے تا در یار خود رسد ؎

بس خدائے وحدہ لاشریک کا واسطہ اُس کا کہ جسکا نام لوں تو زبان جلجاوے ؎

ورگر نہاں نہم دراں زبان و استخوان سوزد	مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد

ہاں وہ عرض یہ ہے کہ آپ اعلان اس امر کا کر دیجئے کہ .... قابل اجازت نہیں ہے یا مجھپر راز ظاہر کیجئے اور میری مرغ بسمل حسن کو جینے دیجئے میں حلف اٹھاتا ہوں کہ جسطرح وہ راز جو ابھی حج کے وقت کہا تھا ظاہر نہیں کیا یہ راز بھی کسی غیر کے روبرو ظاہر نہ کرونگا الا من رازلہ رازہ[1] اور افسوس ہے کہ ؎ ہائے نالہ نے مجھے رسوا کیا ورنہ (آگے یاد نہیں) اور یا حضور غلام کی خطا معاف آگے جائے ادب مانع زبان بے قابو ہوگیا سلام عرض کرتا ہوں میں خوب جانتا ہوں کہ آپ نے جو کہا میں نے اُٹھا کیا اگر عصی آدم ربہ فغوی نہوتا اسوقت قرآن میرے سر پر ہوتا[2] والسلام ہزار بار توبہ ہزار بار توبہ افسوس خلاف عادت ایسا فعل

[1] بدحواسی میں یہ خیال نہیں ہوا کہ راز لفظ فارسی ہے اسکو ترکیب عربی میں کیسے لایا جاوے ۱۲ ناقل۔
[2] یعنی بجبر سلطہ بالقہر ہوتا مگر اس آیت کا مضمون مع مابعد کے تائب کو بشارت رحمت دیتا ہے ہذا ما فہمنا واللہ اعلم بمرادہ ۱۲۔ ناقل

۲۱

کیا جس نے سبھوں کے روبرو بے آبرو کر دیا لیکن غنیمت کہ جنون کا پردہ بخار ہو گیا اور در اصل یہی بات ہے میرے بادشاہ میرے سردار خفا نہ ہو جئے گا دل کی پھڑک دور کیجئے گا آپ مسیحا ثانی ہیں ہر غلام کے جان جانی ہیں واللہ یوسف ثانی ہیں۔ ؂ لا تثریب علیکم الیوم آپکی شان ورسائل بے پانی ہیں نام کیا لوں معشوق عاشق تام ہو۔ **ف**۔ اس خط کے مضمون سے حضرت مرشدنا حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کے ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے کہ عارف کا ہذیان بھی عرفان ہے۔

جواب جو یہاں سے اس دوسرے خط کا گیا

(از اشرف علی عفی عنہ) بمطالعہ لطف مجسم زاد اللہ تعالیٰ لطفہ۔ السلام علیکم آتش خانہ پہونچا جس نے خود میرے جان و تن میں گرمی پھونک دی عزیزمن جو اعتقادِ ناکامی و فقدان اہلیت آپ کے تمام خط کا مدلول و مفہوم ہے اہل طریق خصوص حضرات چشت کے یہاں وہی مدار اعظم ہے منظور نظر و نور بصر ہونے کا سبارک ہزار مبارک ہم اسی ناکامی کو کامگاری اور اسی بستہ دامی کو رستگاری سمجھتے ہیں زادک اللہ تعالیٰ ھذا التذلل والتحرق والتململ والتعشق۔

؂ مصلحت نیست مرا سیری ازآں آبِ حیات	ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی
؂ کوئی نومیدی مرو کہ امیدہا است	سوئے تاریکی مرو خورشیدہا است
؂ روزہا گر رفت گو رو باک نیست	تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست
؂ گر مرادت را مذاق شکر است	بے مرادی نے مراد دلبر است
؂ ارید وصالہ ویرید ھجری	فاترک ما ارید لما یرید

ترجمہ

؂ میل من سوی وصال و میل او سوئے فراق	ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

والسلام علی العاشق المستھام۔

جواب جو یہاں سے پہلے خط کا گیا

عزیزم السلام علیکم میں نے شاہ صاحب کے خط کے جواب میں حسب مشورہ و حسب ضرورت

۲۲

تسلی بخش اور مقتضائے وقت مضمون لکھدیا ہے اور اُن کے مذاق کی رعایت سے اُسکو جدا لفافہ میں بند بھی کر دیا ہے بدون ملاحظہ اُن کے ملاحظہ میں گذران دیا جاوے انشاء اللہ تعالےٰ نفع ہوگا آپ تندہی کے ساتھ اُن کے قلب و دماغ کا علاج بھی کریں انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی انھوں نے اپنے مضمون میں بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں لکھی آپ اطمینان فرماویں اور بعد افاقہ مجھکو بھی مطمئن کریں۔

حال۔ حال یہ ہے کہ کسی وقت ذکر واذکار کے طرف طبیعت کا میلان بہت ہو جاتا ہے ہر وقت جی چاہتا ہے کہ ذکر میں مشغول رہوں رات کو بھی دن کو بھی چنانچہ اسمیں مشغول ہو جاتا ہوں نوافل میں زیادہ مشغولی رہتی ہے جب سجدہ میں جاتا ہوں تو بہت دیر تک جی نہیں چاہتا کہ سر اُٹھاؤں اُسکے اندر عجیب قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جسکے اظہار سے قاصر ہوں اور بعض وقت برعکس اسکے ایسا نفس کا غلبہ ہوتا ہے کہ بالکل پریشان ہو جاتا ہوں عجیب قسم کی پریشانی پیدا ہوتی ہے الغرض الحرب سجال کا قصہ ہے اُسوقت بہت دعا و استغفار و توبہ کرتا ہوں ہر چند سوچتا ہوں کہ کس وجہ سے ایسی حالت ہوتی ہے کچھ صاف پتہ نہیں چلتا مگر دو چار دن ہوے کہ ایک نوع کی پریشانی پیدا ہوئی اُسکی علت جہانتک غور کیا سوا اسکے کچھ معلوم نہیں ہوئی کہ عورت کے ساتھ ہم بستر ہونے سے یہ پریشانی سخت لاحق ہو رہی ہے مگر اسکی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں شرعی وجہ تلاش کرتا ہوں تو معلوم نہیں ہوتی مگر دل پر اسکی وجہ سے ایسا سخت صدمہ ہوچکا ہے کہ اب قطعاً ارادہ ہوتا ہے کہ ہرگز ایسے فعل کے قریب نجاؤں اُسکی وجہ سے قلب پر ظلمت اور پریشانی بہت ہوتی ہے یا تو مجھ میں کوئی خرابی ہے یا عورت میں ورنہ باطنی طور پر مواخذہ کی صورت کیوں قائم ہوتی ہے مگر حقوق العباد کا خیال کرتا ہوں تو ہر طرف رستہ بند پاتا ہوں اس صورت میں کیا کرنا چاہئے۔

تحقیق تشخیص سبب میں تو آپ ہی کی رائے کو اسلئے راجح سمجھتا ہوں کہ اپنی حالت کا خود زیادہ اندازہ ہو سکتا ہے پھر ماشاء اللہ خداداد فہم بھی میسر ہے لہذا اسی کو سبب قرار دیکر عرض کرتا ہوں کہ نہ آپ میں خرابی ہے نہ عورت میں اور نہ فعل موجب مواخذہ ہے اور نہ یہ اثر فرد مواخذہ کی ہے میرے خیال میں آپکا قلب و دماغ ضعیف ہے اور ایسے شخص کو اس فعل سے بوجہ

تحلل بروح طبعی تکدر و پریشانی ہوتی ہے یہ ظلمت روح حیوانی میں ہے نہ کہ روح انسانی میں خصوص
ایسی حالت میں کہ ہمبستری کا نفس میں شدید تقاضا نہو محض استجلاب شہوت و التذاذ یا ادائی
حق اہل کے لئے ایسا کیا جاوے علاج اس کا بجز اس کے کچھ نہیں کہ مقویات دماغ و قلب کا استعمال
مدت معتدبہا تک رکھئے اور اس فعل میں تقلیل کیجئے یعنی جب بہت ہی تقاضا ہو اسوقت توجہ
کیجئے باقی تقصیر حق کا شبہ ہو تو اول تو لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا دوسرے اُس سے کہہ دیجئے
کہ اگر اس اکتفا پر تم راضی ہو تو فبہا ورنہ میں بجائے امساک کے تسریح پر راضی ہوں اگر تم چاہو۔
جب وہ اکتفا پر راضی ہو گی تو پھر تقصیر میں شرعاً ملامت نہ رہے گی۔

حال۔ آج کل قلب میں بےچینی ہے جب ذکر میں مشغول ہوتا ہوں آرام ملتا ہے اور ہر وقت آواز
سنائی دیتی ہے کہ کوئی قرآن شریف کی آیتیں میرے سامنے پڑھتا ہے کبھی عذاب کی آیت
کبھی ثواب کی کبھی ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ کبھی ان المجرمین فی
ضلال وسعر وغیرہ معلوم نہیں کیا قصہ ہے۔

تحقیق۔ سبب اس کا میری رائے میں ضعف دماغ ہے اس کا علاج بھی ضروری ہے۔

سوال۔ والد صاحب کے ضعف پیری میں روزانہ ترقی ہے چارپائی سے جب کوئی پکڑتا ہے
تب اُٹھتے ہیں اسی حالت کو دیکھکر دور دراز کے سفر سے اسوقت ذرا دل رکتا ہے مجبوری ہے

جواب۔ سفر کی ضرورت نہیں جلدی جلدی حالات سے اطلاع دینا ضروری اور کافی ہے۔

حال۔ عید اضحیٰ کے دو چار روز قبل نماز و تلاوت و ذکر میں بہت جی لگتا تھا اور بہت دلچسپی اور
فرحت محسوس ہوتی تھی لیکن یہ حالت صرف دو ہی تین روز تک قائم رہی میں نے چاہا تھا کہ حضور
سے دعا کراؤں کہ ایسی ہی دل نماز وغیرہ میں لگتا رہے لیکن بعض عوارض سے کوئی عریضہ ارسال نہ کرسکا
نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حالت رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی اور شنبہ و دوشنبہ کی درمیانی شب کی عشا کی نماز
میں بالکل ہی جی نہ لگا اور جب نماز اور ذکر سے فارغ ہوا تو معلوم ہوا کہ بالکل بیگار بھگتی گئی۔

تحقیق۔ کچھ حرج نہیں اعمال اگر راسخ ہو جاویں اور عادت مداومت سے گو بتکلف ہو راسخ ہو جاتے
ہیں تو احوال خود بخود متمکن ہونے لگتے ہیں کچھ غم نہ کیجئے
کام کرتے رہئے۔

(باقی آئندہ)

خواہ نقد یا غیر نقد اسکی ملک نہ کرے کیونکہ ملک ہو جانے کے بعد نابالغ کو تبرع کرنا جائز نہیں بلکہ اباحت کے طور پر دے تاکہ دوسروں کو دینا اور اُن دوسروں کا لینا جائز ہو ۱۵۔ جھوٹ بولنے سے اسکو نفرت دلاوے اسی طرح مکر و فریب کی عادت سے اسکو بہت بچاوے ۱۶۔ پردہ اور حیا کی اسکو تعلیم کرے کہ بے ضرورت کسی کے سامنے برہنہ نہو ۱۷۔ اسکو یہ عادت ڈالے کہ اگر اس سے کوئی غلطی ہو جاوے تو اُس کا اقرار کر لیا کرے اور اگر وہ غلطی متعدی ہو تو صاحب حق سے معاف کرا لیا کرے اسکی عادت ڈالنا بہت سخت ضروری ہے کہ اسمیں اُس کے دین کی سلامتی اور دنیا میں موجب عزت و راحت ہے اور اسمیں پس و پیش کرنا تکبر اور ہمیشہ کے لئے موجب نفرت و ذلت ہے ۱۸۔ اسکی بھی عادت ڈالے کہ سخن پروری کبھی نہ کرے حق واضح ہو جانے کے بعد گو اپنے سے کم درجہ کا آدمی اُسپر مطلع کرے فوراً اُس کا اتباع کرے اور ہر امر میں اسکو تواضع و خاکساری کی عادت ڈالے ۱۹۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک جگہ نہ کھیلنے دے اگر وہ نامحرم ہیں تو آئندہ کے مفاسد کا اسمیں انسداد ہے اور اگر وہ محرم ہیں تو لڑکیوں میں قلت حیا پیدا ہونے کا اور لڑکوں میں نقصان عقل کا احتمال ہے ۲۰۔ اسکی عادت ڈالے کہ وہ چھپ کر کوئی کام نہ کریں چھپ کر بچہ اُسی کام کو کریگا جسکو بُرا سمجھے گا تو گویا ابتدا ہی سے وہ بُرا کام کرنے کا خوگر ہو جاوے گا ۲۱۔ خود بھی بچوں کے سامنے کوئی نامناسب کام مثلاً بیحیائی کا کام نکرے گو بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ بول بھی نہ سکتا ہو کیونکہ اُس فعل کا عکس اُسکے دماغ میں مرتسم و منقوش ہو جاتا ہے پھر اُس کا اثر بڑے ہو جانے کے بعد ظاہر ہو گا ۲۲۔ ہنسی دل لگی کرنے کی عادت اسمیں نہ پیدا ہونے دیں کہ اس سے مادہ بے باکی کا پیدا ہو گا کیونکہ محل بے محل کی بچہ کو تمیز نہیں ہو گی ۲۳۔ اسکا اہتمام رکھیں کہ سیانے بچوں میں دوستی نہ پیدا ہونے پاوے کہ اسکے مفاسد بے شمار ہیں اور اگر اُن کو باہم کھیلنے دینے میں کوئی مصلحت ہو تو اس کھیل کے وقت خود حاضر رہیں بعد میں اُن میں اختلاط نہونے دیں ۲۴۔ سیانے لڑکوں کو علماء محققین اور مشائخ محققین کی مجالس میں اپنے ساتھ لیجایا کریں کہ اُن حضرات کی صحبت موجب برکات و تقویت علی الدین والطاعات ہے ۲۵۔ جب بچہ سیانا ہو جاوے اسکو نماز کی سورتیں اور دعائیں زبانی یاد کرا دے اور نماز پڑھوا دے اور لڑکی ہو تو اسکو پردہ میں بٹھلا دے ۲۶۔ اور جب پڑھنے کا متحمل ہو تو اسکو ایسی مکتب میں جسکا معلم شفیق و دیندار ہو بٹھلا دے لڑکی ہو

۱۰۴

تو زمانہ مکتب میں بٹھلادے مگر آج کل جو زنانہ اسکول ایجاد ہوئے ہیں اُن کی آب وہوا اچھی نہیں اُن سے بچاوے ۲۷ سب سے اوّل قرآن شریف پڑھوادے اگر دماغ متحمل ہو تو حفظ کرانا افضل ہے ورنہ ناظرہ ہی سہی مگر صحیح خوان سے پڑھوادے ۲۸ اگر قرآن حفظ کرائے تو بعد ختم قرآن اور اگر ناظرہ پڑھوادے تو بعد نصف قرآن ایک سبق اُن کتابوں کا شروع کرادے جو ۲۶ میں مذکور ہوئیں ۲۹ اور خواہ ان سبقوں کے ساتھ تھوڑا سا وقت نکال کر یا ان کتابوں کے بعد بقدر ضرورت کچھ حساب اور املا وانشا کی مشق بھی ضرور کرادیجاوے کہ ان چیزوں سے دین میں بھی مدد پہونچتی ہے لڑکیوں کے لئے لکھنے نہ لکھنے کے مناسب یا نامناسب کی تحقیق اسی رسالہ کے مبحث تعلیم نسوان میں گزر چکی ہے ۳۰ اِن کتابوں کے بعد اگر اللہ تعالیٰ فراغ دے تو عربی کی تعلیم بھی کرادے کہ اس زمانہ میں اسکی بڑی سخت ضرورت ہے ورنہ کوئی حلال اور طیب حرفہ کسب معاش کے لئے سکھلادے کہ پریشانی سے ہمیشہ محفوظ رہے بلکہ اگر علوم عربیہ کے ساتھ بھی کوئی پیشہ مناسب حال طلبہ سکھلادیا جاوے تو علم دین کو ذریعہ معاش بنانے سے وہ بچ سکتے ہیں ۳۱ اہل وعیال کی اصلاح وتادیب میں مضامین ذیل سے بہت اعانت ملیگی ضرور ملاحظہ کرکے اسکے موافق عمل کریں رسالہ ہذا کی سرخی طریق اصلاح انقلاب طالبان احکام کے دستور العمل کے ختم تک رسالہ ہذا کی سرخی مسد موانع اصلاح انقلاب امر پنجم کے ختم تک حصہ دہم بہشتی زیور اول سے ہنر اور پیشہ کے بیان تک رسالہ الامداد میں مضمون قوت العیال جواب تک حسب بیان مہتمم رسالہ ان پرچوں میں شائع ہوا ہے جلد اول کے سب نمبر باستثنار ۱۲ جلد دوم کے نمبر ا و ۵ و ۶ و ۹ جلد سوم کے نمبر ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۱۰ جلد چہارم کا نمبر ۳ یہاں تک مضمون لکھنے کے بعد یاد آیا کہ بہشتی زیور کے چوتھے حصہ میں بذیل سرخی (اولاد کی پرورش کرنے کا طریقہ) اس کے متعلق کچھ ضروری دستور العمل ہے دیکھنے سے اس مقام پر اُس کا بعینہٖ نقل کردینا مناسب معلوم ہوا گو اسمیں بعض ماسبق کا تکرار بھی ہے مگر اُس کے مہتم بالشان ہونے کے سبب تکرار کو گوارا کرکے اسمیں تصرف گوارا نہیں کیا گیا وھو ھذا۔

اولاد کے پرورش کرنے کا طریقہ۔ جاننا چاہئے کہ یہ امر بہت ہی خیال رکھنے کے قابل ہے کیونکہ بچپن میں جو عادت بھلی یا بری پختہ ہوجاتی ہے وہ عمر بھر نہیں جاتی اسلئے بچپن سے

۱۰۵

جوان ہونے تک اُن باتوں کا ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے ۱ نیکبخت دیندار عورت کا دودھ پلاویں
دودھ کا بڑا اثر ہوتا ہے نمبر ۲ عورتوں کی عادت ہے کہ بچوں کو کہیں سپاہی سے ڈراتی ہیں کہیں
اور ڈراونی چیزوں سے سو یہ بُری بات ہے اس سے بچہ کا دل کمزور ہو جاتا ہے نمبر ۳ اُس کے
دودھ پلانے کے لئے اور کھانا کھلانے کے لئے وقت مقرر رکھو کہ وہ تندرست رہے نمبر ۴ اُسکو
صاف ستھرا رکھو کہ اس سے تندرستی رہتی ہے نمبر ۵ اس کا بہت بناو سنگار مت کرو۔
نمبر ۶ اگر لڑکا ہو اُس کے سر پر بال مت بڑھاؤ نمبر ۷ اگر لڑکی ہے اُسکو جب تک پردہ میں بیٹھنے
کے لائق نہ ہو جاوے زیور مت پہناؤ اس سے ایک تو اُن کی جان کا خطرہ ہے دوسرے بچپن
ہی سے زیور کا شوق دل میں ہونا اچھا نہیں نمبر ۸ بچوں کے ہاتھ سے غریبوں کو کھانا کپڑا پیسہ
اور ایسی چیزیں دلوایا کرو اسی طرح کھانے پینے کی چیز اُن کے بھائی بہنوں کو یا اور بچوں کو
تقسیم کرایا کرو تاکہ اُن کو سخاوت کی عادت ہو مگر یہ یاد رکھو کہ تم اپنی چیزیں اُن کے ہاتھ دلوایا
کرو خود جو چیز شرع سے ان ہی کی ہو اُس کا دلوانا کسی کو درست نہیں نمبر ۹ زیادہ کھانے والوں کی
برائی اُس کے سامنے کیا کرو مگر کسی کا نام لیکر نہیں بلکہ اس طرح کہ جو کوئی بہت کھاتا ہے لوگ
اُسکو حبشی سمجھتے ہیں اُسکو بیل جانتے ہیں نمبر ۱۰ اگر لڑکا ہو سفید کپڑے کی رغبت اُسکے دل میں
پیدا کرو اور رنگین اور تکلف کے لباس سے اُسکو نفرت دلاؤ کہ ایسے کپڑے لڑکیاں پہنتی ہیں
تم ماشاء اللہ مرد ہو ہمیشہ اُسکے سامنے ایسی باتیں کیا کرو نمبر ۱۱ اگر لڑکی ہو جب بھی زیادہ مانگ
چوٹی بہت تکلف کے کپڑوں کی اُسکو عادت مت ڈالو نمبر ۱۲ - اُسکی سب ضدیں پوری
مت کرو کہ اس سے مزاج بگڑ جاتا ہے نمبر ۱۳ چلا کر بولنے سے روکو خاصکر اگر لڑکی ہو تو چلانے
پر خوب ڈانٹو ورنہ بڑی ہو کر وہی عادت ہو جاویگی نمبر ۱۴ جن بچوں کی عادتیں خراب ہیں یا پڑھنے
لکھنے سے بھاگتے ہیں یا تکلف کے کھانے کپڑے کے عادی ہیں اُن کے پاس بیٹھنے سے اُنکے ساتھ
کھیلنے سے اُن کو بچاؤ نمبر ۱۵ - ان باتوں سے اُسکو نفرت دلاتی رہو غصہ جھوٹ بولنا۔
کسی کو دیکھکر جلنا یا حرص کرنا چوری چغلی کھانا اپنی بات کی پچ کرنا خواہ مخواہ اُسکو بنانا بیفائدہ
بہت باتیں کرنا بے بات ہنسنا یا زیادہ ہنسنا دھوکہ دینا بھلی بُری بات کا نہ سوچنا اور جب
ان باتوں میں سے کوئی بات ہو جاوے فوراً اُسکو روکو اُس پر تنبیہ کرو نمبر ۱۶ - اگر کوئی چیز توڑ پھوڑ دے

یا کسی کو مار بیٹھے مناسب سزا دو تاکہ پھر ایسا نہ کرے ایسی باتوں میں پیار دلار ہمیشہ کو بچہ کو کھو دیتا ہے نمبر ۱۷ بہت سویرے مت سونے دو نمبر ۱۸ سویرے جاگنے کی عادت ڈالو نمبر ۱۹ جب سات برس کی عمر ہو جاوے نماز کی عادت ڈالو نمبر ۲۰ جب مکتب میں جانے کے قابل ہو جاوے اول قرآن مجید پڑھواؤ نمبر ۲۱ جہانتک ہو سکے دیندار استاد سے پڑھواؤ نمبر ۲۲ مکتب میں جانے میں کبھی رعایت مت کرو نمبر ۲۳ کسی کسی وقت ان کو نیک لوگوں کی حکایتیں سنایا کرو نمبر ۲۴ ان کو ایسی کتابیں مت دیکھنے دو جنمیں عاشقی معشوقی کی باتیں یا شرع کے خلاف مضمون یا اور بیہودہ قصے یا غزلیں وغیرہ ہوں نمبر ۲۵ ایسی کتابیں پڑھواؤ جنمیں دین کی باتیں اور دنیا کی ضروری کارروائی آجاوے۔ نمبر ۲۶ مکتب سے آنے کے بعد کسیقدر دل بہلانے کیلئے اسکو کھیلنے کی اجازت دو تاکہ اسکی طبیعت کند نہ ہو جاوے لیکن کھیل ایسا ہو جسمیں کوئی گناہ نہو چوٹ لگنے کا اندیشہ نہو نمبر ۲۷ آتشبازی یا باجہ یا فضول چیزیں مول لینے کے لئے پیسے مت دو۔ نمبر ۲۸ کھیل تماشے دکھلانے کی عادت مت ڈالو۔ نمبر ۲۹ اولاد کو ضرور کوئی ایسا ہنر سکھلا دو جس سے ضرورت اور مصیبت کے وقت چار پیسے حاصل کرکے اپنا اور اپنے بچوں کا گذارہ کر سکے۔ نمبر ۳۰ لڑکیونکو اتنا لکھنا سکھلا دو کہ ضروری خط اور گھر کا حساب کتاب لکھ سکے۔ نمبر ۳۱ بچونکو عادت ڈالو کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں اپاہج اور سست نہو جاویں ان کو کہو کہ رات کو بچھونا اپنے ہاتھ سے بچھاویں صبح کو سویرے اٹھکر تہہ کرکے احتیاط سے رکھدیں کپڑوں کی گٹھڑی اپنے انتظام میں رکھیں ادھڑا پھٹا خود سی لیا کریں کپڑے خواہ میلے ہوں خواہ اجلے ہوں ایسی جگہ رکھیں جہاں کیڑے کا چوہے کا اندیشہ نہو دھوبن کو خود گنکر دیں اور لکھ لیں اور گنکر پڑتال کر لیں۔ نمبر ۳۲ لڑکیوں کو تاکید کرو جو زیور تمہارے بدن پر ہے رات کو سونے سے پہلے اور صبح کو جب اٹھو دیکھ بھال لیا کرو۔ نمبر ۳۳ لڑکیوں سے کہو کہ جو کام کھانے پکانے سینے پرونے کپڑے رنگنے چیز بننے کا گھر میں ہوا کرے انمیں غور کرکے دیکھا کرو کہ کیونکر ہو رہا ہے۔ نمبر ۳۴ جب بچہ سے کوئی بات خوبی کی ظاہر ہو اسپر خوب شاباش دو پیار کرو بلکہ اسکو کچھ انعام دو تاکہ اس کا دل بڑھے اور جب اسکی کوئی بری بات دیکھو اول تنہائی میں اسکو سمجھاؤ کہ دیکھو بری بات ہے دیکھنے والے دل میں کیا کہتے ہونگے اور جس جسکو خبر ہوگی وہ دل میں کیا کہیگا خبردار پھر مت

۱۰۷

(باقی آئندہ)

سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد ۔۔۔ جلد ۔۔۔

لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اس دینے سے وہ دینا مراد ہے جو کسی خاص ضرورت کی وجہ سے نہو اور اگر کسی خاص ضرورت کی وجہ سے ہو تو اسمیں مساوات کرنا ضروری نہیں ۔ مثلاً کوئی بچہ بیمار ہوا اور اسکی علالت میں سینکڑوں ہزاروں کی رقم خرچ ہوگئی تو یہ ضرور نہیں کہ دیگر بچوں کو بھی اتنی اتنی رقم دیجاوے ۔ بلکہ مساوات اس صورت میں ضروری ہے کہ بلا حاجت کسی ایک کو کچھ دیا جاوے تو چاہیے کہ سب کو برابر دیا جاوے مثلاً جائیداد تقسیم کیجاوے تو چاہیے کہ برابر دیجاوے اور بعد موت جو تقسیم ہوتی ہے چونکہ وہ باپ کے اختیار سے نہیں ہے اسواسطے اس کے لئے شریعت نے خود علیحدہ قواعد مقرر کئے ہیں اور ان میں بھی ضرورتوں کی اسقدر رعایت کی ہے کہ کسی ملت میں نہیں ہے مثلاً بیٹی کو ذوی فرض قرار دیا اور بیٹے کو عصبہ یعنی بیٹے ...... کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں کیا بلکہ بقیہ میراث کا وارث ہے اور بیٹی کو حصہ ضرور ملتا ہے اور جب بیٹی اور بیٹے دونوں ہوں تو بیٹی بھی عصبہ ہے اور بیٹے سے نصف پاتی ہے اسمیں جو رعایات ضرورتوں کی ہیں پوشیدہ نہیں ہیں ۔ یہ مسئلہ میراث کا اپنے محل پر مبسوط موجود ہے یہاں طول دینا منظور نہیں صرف یہ بتانا ہے کہ زندگی میں تقسیم کے وقت مساوات کا حکم ہے ۔ اسکی رعایت نہ رکھنے سے باپ اور اولاد میں نزاع کی نوبت آتی ہے اور اولاد میں آپس میں حسد اور نفاق ہوتا ہے ۔ اگر فریقین یعنی اولاد اور والدین دوسرے کے حقوق کے ادا کرنے کا خیال رکھیں تو کبھی خانہ جنگی نہو ۔

میاں بی بی کے حقوق کا بیان ۔ اسمیں جسقدر افراط تفریط آج کل مسلمانوں میں ہو رہی ہے محتاج بیان نہیں اور زیادہ تر تعلق خانہ جنگی کا اسی سے ہے کیونکہ دیگر رشتہ داروں سے تو علیحدگی بھی کبھی ہو جاتی ہے مگر زوجین کا ساتھ تمام عمر کا ساتھ ہے کوئی گھر ایسا مشکل سے نکلے گا جسمیں میاں بی بی میں پوری موافقت ہو وجہ اسکی وہی اضاعت حقوق ہے نہ میاں کو بی بی کے حقوق کا خیال ہے اور نہ بی بی کو میاں کے حقوق کا اور اگر کہیں طرفین کو اس کا خیال ہے بھی تو حقوق کی ماہیت ہی کو انھوں نے بدل رکھا ہے اور عرفی حقوق کو انھوں نے حقوق قرار دیا ہے جنکے بانی مشرکین اور جہلا ہیں اور کچھ ایسے مذاق فاسد ہوئے ہیں کہ شرعی حقوق سے اول تو واقف نہیں اور اگر واقف بھی ہو جاویں تو ان پر اشکال کئے جاتے ہیں اور نعوذ باللہ بمقابلہ ان کے حقوق جاہلیت میں منافع بتائے جاتے ہیں ۔ مثلاً مہر کہ یہ نام نہاد کیلئے نکاح کے وقت ذکر تو

کیا جاتا ہے مگر جاہلوں نے اسکو برائے گفتن ہی سمجھ رکھا ہے حتی کہ بعض دفعہ زبان پر بھی لاتے ہیں
کہ جا ہے جتنا باندھ لو دینا لینا تھوڑا ہی ہے ایک ذرا اس سے دباؤ رہتا ہے ان عقلمندوں سے
کوئی پوچھے کہ جب لینا نہیں ہے تو دباؤ کیسا دباؤ تو جبھی ہو سکتا ہے جبکہ اس کے دینے کی فکر ہو اور
جب دینے کی فکر ہوئی تو اس کے کیا معنی کہ دینا لینا تھوڑا ہی ہے شریعت نے اسکو ایسا موکد
قرار دیا ہے کہ اگر اس کا ذکر نکاح کے وقت نہ بھی آوے بلکہ نکاح کے وقت تصریحاً یہ بھی شرط کر لیجاوے
کہ مہر کچھ نہوگا تب بھی مہر واجب ہو جاتا ہے اور اگر مہر ادا نہوا تو آخرت میں اس کا حکم مثل دوسرے حقوق
ہی کے ہوگا جسکی نسبت نصوص میں وارد ہے کہ تین پیسہ کے بدلے سات سو مقبول نمازیں چھین لی جاینگی
اور شریعت نے اسکے معاف کرانے کو بھی مرد کی شان کے خلاف قرار دیا ہے گویا مہذب پیرایہ میں
منع کیا ہے جسکو سلسلہ قوت العیال میں زیر آیت وان تعفوا اقرب للتقوی ولا تنسوا
الفضل بینکم مشرح بیان کیا جا چکا ہے لیکن فی زمانہ ایسے مذاق بدلے ہیں کہ مردوں کی شروع
ہی سے نیت ادا کرنے کی نہیں ہوتی اسی واسطے بے دھڑک جتنا لڑکی والے کی طرف سے کہا جاوے
باندھ لیتے ہیں بعض بہت ہی معمولی آدمیوں کے مہر اکتالیس لاکھ دیکھے گئے ہیں بلکہ بعض جگہ رواج
یہی ہے کہ اکثر اکتالیس لاکھ ہی مہر ہوتا ہے ایسی فاش بیہودگی ہے جسکو عقلاء زمانہ بھی نہایت
بری نظر سے دیکھتے ہیں بعض ایسے ہی مقاموں پر جہاں اتنی تعداد مہر کا رواج تھا حکام نے یہ دیکھکر
کہ غرباء اور معمولی حیثیت والے تو درکنار بڑی بڑی ریاستوں کو بھی اس سے صدمہ پہونچا کہ رئیس کے
مرتے ہی ساری ریاست پر بی بی صاحبہ قابض ہو کر بیٹھ گئیں اور دیگر سب وارث دیکھتے دیکھتے
رہ گئے اور عورت بوجہ نقصان عقل کے اس سب ریاست کو کارندوں اور مختاروں کے ہاتھ میں دیکر
برباد کر بیٹھی مجبوراً قانون کر دیا کہ پانچ ہزار سے زیادہ کی ڈگری مہر کی نہ دیجاویگی۔ سچ ہے دین کو
جو کوئی چھوڑتا ہے عقل بھی اس سے رخصت ہو جاتی ہے غرض فساد مذاق کی یہ نوبت ہے یہ صراحتاً
کس قدر خلاف عقل ہے کہ آدمی اپنے ذمہ ایسا بوجھ باندھ لے جو کسی طرح اس کے بس کا نہو اور یہ
سمجھنا کہ زبان سے کہنے سے کیا ہوتا ہے دل میں تو نیت ادا کی ہے ہی نہیں یہ اور زیادہ بیوقوفی
کی دلیل ہے اس کو کوئی اہل دنیا بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھتا اور کوئی ادنی عقل والا بھی زبان
سے کہنے کے بعد بلا ادا یا معافی کے اسکو بری الذمہ نہیں قرار دیتا چنانچہ عدالتوں میں محض اقرار

ہی پر وگریاں مہر کی ہوتی ہیں نیز فساد مذاق کی یہ نوبت ہے کہ بہت سے آدمی اس بھروسے
اتنے مہر باندھ لینے کی جرأت کرتے ہیں کہ عورت سے معاف کرالیں گے اول تو یہ کسقدر غلطی ہے کہ
امید موہوم پر اپنے ذمہ اتنا بوجھ باندھ لیا جاوے یہ ایسا ہوا جیسے کوئی طول طویل سفر کو چلے اور
دس آدمیوں کے اٹھانے کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لے اس امید پر کہ آگے سواری اور حمال ملجاویں گے
اگر نہ ملے تو کیا ہوگا ایسے ہی اگر عورت نے معاف نہ کیے تو اکتالیس لاکھ قرض کا حشر آخرت
میں کیا ہوگا اور دنیا میں بھی زمین جائداد اس سے کیونکر بچیگی چنانچہ ایسے واقعات ہوتے ہیں
اور اگر معاف بھی ہوجاوی تو کسقدر بے غیرتی کی بات ہے کہ مرد عورت کا اتنا احسان بلاوجہ
اپنے سر لے اکتالیس لاکھ کا معاف کرنا گویا اکتالیس لاکھ روپیہ دینا ہے جتنی رقم زیادہ ہوا تنا ہی
احسان زیادہ ہوگا بلفظ دیگر خاوند بیوی کا زر خرید غلام ہوگیا یہ کیا مردانگی ہے مگر فساد مذاق اس
حد کو پہونچ گیا ہے کہ کسی کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا یہاں سے شریعت کے اس اصول کی قدر
آتی ہے جو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے خطاب کر کے کہ تم میں بہتر عورت
وہ ہے جسکا مہر کم ہو۔ وہ بہتری یہی ہے کہ رقم تھوڑی ہوگی تو وصول تو ہوجاوے گی اور تھوڑی
رقم جو وصول ہوجاوے وہ اس بہت رقم سے اچھی ہے جو وصول نہو نیز یہ کہ ایسی عورت کا خاوند
بے عزت نہوگا اور اسمیں تمام وہ اوصاف ہونگے جو غیرت پر مبنی ہیں اور ان عیوب سے مبرا ہوگا جو
بے غیرتی پر متفرع ہیں اور اس سے نباہ کی کماحقہ امید ہوگی وہ حق بات کا سننے اور ماننے والا
ہوگا آنکھ میں اس کے مروت ہوگی اور دل والا ہوگا بخلاف اس مرد کے جس کے ذمہ اتنا بار مہر کا ہے
جو اس کے قدرت سے باہر ہے کہ اگر معاف کرایا تو اول ہی دن سے بے غیرتی کا سبق اسکو
حاصل ہے اور اگر معاف نہیں کرایا تب بھی ہر وقت اسکی آنکھ نیچی ہے عورت کے سامنے دلیری
کے ساتھ آنکھ نہیں اٹھا سکتا اور اسکو رفتہ رفتہ بے غیرتی ہی کرنا پڑے گی ایسے شخص سے کسی حق کے
بھی ادا کرنے کی کیا امید ہے وہ جس حق کے ادا میں ہی آنکھ چرا جاوے تو کیا تعجب ہے۔ اس موقع
پر ایک عجیب بات کہی جاتی ہے کہ اگر مہر کم ہوگا تو مرد پر دباؤ کیا رہے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مہر
بہت زیادہ باندھنے کے بعد بھی خاوند دباؤ نہ مانے اور نان نفقہ نہ دے اور جملہ حقوق میں کوتاہی
کرے تو کیا ہوگا اس کا جواب غالباً یہی دیا جاویگا کہ اس صورت میں گواہوں کے سامنے اور

۴۱

بڑوں کے اور حکام کے سامنے اسکو مجبور کیا جاویگا کیونکہ اس کا اقرار اسپر حجت ہوگا۔ یہی ہمارا
جواب ہے بیان اُس کا یہ ہے کہ نکاح میں صرف مہر ہی کا لزوم نہیں ہوتا بلکہ مہر کا لزوم علیحدہ اور
نان نفقہ اور جملہ حقوق کا لزوم علیحدہ ہوتا ہے اور یہ صرف شرعی مسئلہ نہیں بلکہ عقلی اور تمام
جہان کا متفق علیہ مسئلہ ہے کوئی قانون اور کوئی ملت ایسی نہیں جسمیں مہر اور نان نفقہ دونوں کا
لزوم خاوند کے ذمہ نہو اگر مہر کوئی ادا بھی کر چکا ہو تب بھی عدالت میں نان نفقہ کی ڈگری ہو سکتی ہے
حاصل یہ نکلا کہ خاوند پر جیسے برادری میں یا عدالت میں مہر کا دباؤ دیا جاسکتا ہے ایسے ہی نان نفقہ
کا بھی دباؤ دیا جاسکتا ہے دونوں میں فرق کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ دونوں نکاح کے لوازمات
سے ہیں تو جیسے مہر کا لزوم ہے ایسے ہی نان نفقہ اور جملہ حقوق کا ہے اور جیسے مہر کا مطالبہ ہو سکتا
ہے ویسے ہی نان نفقہ وغیرہ کا بھی ہونا چاہئے اور یہ اور بات ہے کہ عقل اور دین سے قطع نظر
کر لیجاوے دلیل عقلی اور نقلی دونوں کا تو مقتضا یہ ہے کہ صرف مہر پر ذمہ داری اور حقوق کا
حصر نہیں بلکہ مہر الگ چیز ہے اور نان نفقہ اور چیز اور دونوں خاوند کے ذمہ واجب ہیں۔ مگر ایک
زمانہ ہے کہ اس جہالت میں مبتلا ہے کہ مہر زیادہ ہوگا تو دباؤ رہے گا اور تھوڑے مہر سے دباؤ نہیں ۶۷
ہو سکتا۔ یہ فساد مذاق رسوم جاہلیت کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے کہ مہر کی کمی میں خرابیاں بتائی
جاتی ہیں حالانکہ اگر کوئی مہر کو شریعت کی موافق کم رکھے مگر دیگر احکام اور حقوق میں بھی شریعت
کو رہبر بناوے تو واللہ باللہ یہ خرابی یعنی خاوند پر دباؤ نہ رہے گا اور بے اتفاقی ہونا اور کسی قسم
کی خرابی بھی کبھی پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ سراسر فوائد ہی فوائد مترتب ہونگے دیکھئے شریعت میں
مہر کی کمی کو پسند کیا گیا ہے اسمیں ظاہراً وہ احتمال ہے جسکی وجہ سے آجکل مہر کی زیادتی کو پسند
کیا جاتا ہے یعنی دباؤ کا نہ رہنا لیکن یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ شریعت نے صرف مہر کی کمی ہی کی
تعلیم دی ہے یا اور بھی کچھ بتایا ہے۔ شریعت میں یہ احکام بھی تو موجود ہیں ولہن مثل الذی
علیہن بالمعروف یعنی عورتوں کے بھی اُتنے ہی حق ہیں مردوں پر جتنے کہ مردوں کے حقوق
ہیں ان پر۔ ایک قاعدہ کے ساتھ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت و مرد دونوں
حقوق میں بالکل برابر ہیں یہ مضمون اس جملہ سے اس طرح ادا ہوتا ہے کہ عورت و مرد دونوں میں
مساوات بالمعنی الحقیقی ہے حتی کہ ضرورت ہوئی ایک دوسرے جملہ کے ملانیکی تاکہ مغالطہ باقی نہ رہ جاوے

وہ جملہ یہ ہے کہ وللرجال علیہن درجۃ یعنی مساوات بیشک ہے مگر مردوں کو کچھ فضیلت اور ترجیح عورتوں پر ضرور ہے یہ اسواسطے فرمادیا کہ حکمت کا یہ اصول ٹوٹ جاوے کہ جس کام میں دو آدمی شریک ہوں اسمیں انتظام بلا اس کے نہیں رہ سکتا کہ ایک کو حاکم اور دوسرے کو محکوم قرار دیا جاوے۔ دیکھا ہوگا حکام وقت کا بھی دستور ہے کہ اگر دو سپاہی کسی کام پر مامور کئے جاویں تو ایک کو ہیڈ کانسٹبل اور ایک کو کانسٹبل مقرر کر دیا جاوے تاکہ اختلاف رائے نہو اور کام کا انضباط نہ جاتا رہے قربان جایئے شریعت مطہرہ کے کہ عقلی اور حکمی اصول کو کیسا نباہا ہے حتی کہ شریعت کی تعلیم ہے کہ جب چند آدمی یا دو آدمی بھی سفر کریں تو ایک کو امیر یعنی بڑا بنالیں اور سب اس کے مطیع رہیں اس کے بلا اجازت کوئی کام نکریں حتی کہ کسی ضرورت کے لئے بھی اس سے ذرا دیر کے لئے علیحدہ ہوں تو اس سے اجازت لیکر علیحدہ ہوں یہ بات اسوجہ سے ہے کہ مسلمانوں کی عادت اس کے خلاف ہے بالکل معمولی سی معلوم ہوتی ہے مگر حق تعالیٰ نے جس عنوان سے اس کا امر فرمایا ہے قابل غور ہے فرماتے ہیں۔ انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ و اذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستاذنوہ۔ ترجمہ مومن وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور رسول پر اور جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجمع کے طور پر ہوتے ہیں تو بلا اجازت لئے ہوئے کہیں نہیں جاتے۔ اس عمل کو حق تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ بیان فرمایا اس سے کس قدر اہتمام اس عمل کا ثابت ہوتا ہے اور اس پر بس نہیں کیا بلکہ تاکیداً اسکو اس عنوان سے مکرر فرمایا ان الذین یستأذنونک اولئک الذین یومنون باللہ ورسولہ۔ یعنی جو لوگ اجازت لیکر کہیں جاتے ہیں یہی لوگ مومن ہیں بلفظ دیگر اس کا حاصل یہ ہوا کہ بلا اجازت مجمع سے الگ ہو جانا نعوذ باللہ ایمان سے نکل جانا ہے اس سے کس قدر تاکید اس امر کی مفہوم ہوتی ہے۔ یہ اس بات کا اہتمام ہے جسکو آج کل ایک معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ استیذان ظاہراً گو معمولی سی بات ہے لیکن اسکی بنا اطاعت اور انضباط پر ہے اور یہ دونوں وہ اصول ہیں جنکی ضرورت صرف سفر ہی میں نہیں ہے بلکہ ہر حالت میں ہے نفس ایمان اور اسلام کی بنا بھی اسی پر ہے کیونکہ جس شخص میں اطاعت کا مادہ نہوگا وہ اللہ و رسول پر ایمان کیسے لائے گا اور جسمیں انضباط کا مادہ نہوگا وہ نماز روزہ وغیرہ اعمال کو کیسے ادا کریگا یہ وجہ ہے اس امر کے بارہ میں اسقدر اہتمام کی اسی طرح شریعت نے

۷۳

عورت و مرد دونوں کو حقوق میں برابر فرمایا مگر انضباط کیلئے دونوں کو بالکل برابر نہیں رکھا بلکہ مرد کو حاکم اور عورت کو محکوم کر دیا شریعت کا ہر ہر حکم فطری اور عقلی اصول کے موافق ہے شرعی تمام احکامات میں غور کیا جاوے تو سمجھ میں آسکتا ہے کہ کسقدر مصلحتوں اور ضرورتوں پر ان کی بناء ہے مہر ہی کو متعلق دیکھئے کہ مہر کم ہونے کو شریعت نے پسند کیا ہے اسمیں کیا کیا فوائد ہیں مرد کو بار قرضہ سے ہلکا کیا تاکہ آخرت کے مواخذہ سے بچا رہے اور بے غیرتی کا مادہ آمیں پیدا نہو کہ اپنے زیردست سے آنکھ نیچی ہو یا معافی کی درخواست کرنا پڑے اُدھر ساتھ ہی حقوق عورت کے اسکے ذمہ اسقدر مقرر کیئے کہ کبھی وہ سر نہیں اٹھا سکتا چنانچہ صاف فرمادیا ۔ ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف یعنی عورتوں کے حقوق ذمہ مرد کے اُتنے ہی ہیں جتنے اُن کے ذمہ مرد کے حقوق ہیں اور ایک جگہ فرمایا ہے عاشروهن بالمعروف فان کرهتموهن فعسی ان تکرهوا شیئا ویجعل الله فیه خیرا کثیرا ۔ یعنی عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گذران کرو اور اگر وہ تمکو بری معلوم ہوں یعنی اُن سے کوئی تکلیف بھی پہونچے جن سے تمکو تکدر پیش آوے تو ممکن ہے کہ تمکو کوئی بات ناگوار ہو اور حق تعالیٰ اسمیں بہت بھلائی پیدا کردیں اس آیت میں مرد کو کس قدر نرم کیا گیا ہے ۔ حق تعالیٰ کے حکم سے زیادہ کس چیز کا دباؤ ہو سکتا ہے جسکو لوگ مہر کی زیادتی سے پیدا کرنا چاہتے ہیں الغرض شرعی تعلیمات ایسی ہیں کہ دین کی بھلائی کے ساتھ دنیا کی بھلائی بھی اُن کے ساتھ وابستہ ہے اور تمام تعلیمات سراسر حکمت اور فطرت کے موافق ہیں بمقابلہ اُن کے دوسری تعلیمات میں منافع اور مصالح سمجھنا سوائے جہالت کے کچھ بھی نہیں ہے جیسا کہ آج کل شائع ہو رہا ہے کہ خود اختراع کردہ رسوم میں منافع اور شرعی احکام میں اُن منافع کی اضاعت بلکہ بعض مضرتوں کا عائد ہونا سمجھتے ہیں اسکی وجہ صرف جہالت اور علم اور علماء کی صحبت سے بے بہرہ ہونا ہے ورنہ شرعی جس تعلیم کو دیکھا جاوے گا عین مصلحت ثابت ہوگی اور اپنی اختراعی جو بات بھی ہوگی مفاسد و مضار سے کبھی خالی نہوگی اسی جنس سے میاں بی بی کے حقوق بھی ہیں کہ شریعت نے اُن کی تعلیم ایسی مکمل اور صحیح کی ہے کہ سبحان اللہ اور صل علی ۔ اگر مسلمان اُن کے کاربند ہوں تو آخرت کے نتائج تو انشاء اللہ تعالیٰ پیدا ہوں ہی گے دنیا میں بھی چین اور آرام کی زندگی میسر ہو اور بالکل اس کا مصداق ہو ؂

کسے را با کسے کارے نباشد		بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

اور اسوقت معلوم ہو کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو
مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ترجمہ جو کوئی مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ ایمان بھی
رکھتا ہو تو اُس کو ہم اچھی زندگی نصیب کریں گے یہ کسقدر سچا وعدہ ہے حقوق زوجین کے بارہ میں
افراط و تفریط ہونے سے اور شرعی حقوق کے مقابلہ میں اختراعی اور رسمی حقوق کو اختیار کرنے سے
آپس میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور خانہ جنگی کی نوبت آتی ہے جس سے فریقین کے لئے زندگی تلخ ہو جاتی ہے
اور اس کا مصداق ہو جاتا ہے ؎

زنہار از قرین بد زنہار   وقنا ربنا عذاب النار

چونکہ اس کتاب میں اُن ہی باتوں کا بیان ہے جن سے گھروں میں بگاڑ ہوتا ہے اس واسطے
کل حقوق کا بیان نہیں کیا جاوے گا بلکہ صرف وہی حقوق بیان کیے جاویں گے جنکے ضائع ہونے
سے فساد ذات البین کی نوبت آتی ہے۔ بطور تمہید یہ اول سمجھ لینا چاہیئے کہ شریعت نے حقوق صرف
رشتہ داروں ہی کے نہیں مقرر کیے ہیں بلکہ ہر اُس شخص کے حقوق مقرر کیے ہیں جو ذرا سا بھی علاقہ
رکھتا ہے یعنی نوع انسان سے ہے چاہے رشتہ دار ہو یا نہو بلکہ ان چیزوں کے بھی حقوق مقرر کیے
ہیں جو انسان کے ساتھ صرف ذیجان ہونے کا تشابہ رکھتے ہیں یعنی حیوانات بلکہ ترقی کر کے
یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اُن چیزوں کے بھی حقوق مقرر فرمائے ہیں جو جاندار نہیں ہیں اور انسان کے
ساتھ صرف موجودیت میں مشابہت رکھتی ہیں یعنی جمادات کے دیکھو شریعت کی تعلیم ہے
کہ رات کو چراغ گل کر کے سوؤ اسمیں علاوہ دیگر حکمتوں کے یہ بھی حکمت ہے کہ آگ کو بلا ضرورت
اُس کے مرکز سے جدا نکیا جاوے۔ یا پانی کو فضول خرچ نکرو حتی کہ وضو میں بھی زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے
یا مردہ کو نہ جلاؤ کہ اس سے ہوا گندی ہوتی ہے یا راستہ میں پیشاب نکرو کہ اُس سے ہوا خراب
ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ چونکہ جمادات کے حقوق کی بحث طویل اور دقیق ہے نیز ما نحن فیہ سے
بعید ہے۔ اسواسطے یہاں اُسکو قلم انداز کیا جاتا ہے۔ جانوروں کے حقوق دیکھیے حدیث میں آیا ہے
من قتل عصفورا بغیر حقہا سئل عنہا یوم القیمۃ۔ ترجمہ جو کوئی ایک چڑیا کو بھی ناحق
مارے گا تو اُس سے قیامت کے دن سوال ہو گا (حق کے معنی یہ ہیں کہ اُس کو کھانے کے لئے
قتل کرے جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح ہے) اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک سفر میں تھے ایک پرند کے بچے ایک شخص نے گھونسلہ میں سے اُٹھا لئے تو وہ پرند اُس پر بار
بار آ کر گرتا تھا حضورؐ نے دیکھ لیا تو بے چین ہو گئے اور فرمایا جاؤ ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ ماں
باپ سے جدا نہ کرو وعلی ہذا حکم ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر نہ کھڑے ہو کہ یہ تعذیب بلا ضرورت ہے اور جن
جانوروں کے ذبح کرنے اور کھانے کو بھی جائز کیا ہے اُن کے بارہ میں بھی حکم ہے کہ تیز چھری سے
ذبح کرو کیونکہ کند چھری سے ذبح کرنا تعذیب فوق الضرورت ہے حدیث میں صاف آیا ہے
ان اللہ کتب الاحسان فی کل شیئ۔ غرض جانوروں کے بھی حقوق تعلیم فرمائے ہیں (اُن کی
توضیح منظور ہے تو کتاب ارشاد الہائم فی حقوق البہائم مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب
تھانوی مدظلہم میں دیکھ لو) حقوق بہائم کے بیان کی بھی یہاں ضرورت نہیں اتنا سمجھ میں آگیا
ہوگا کہ شریعت نے ہر چیز کے حقوق مقرر کئے ہیں اور دعوی سے کہا جا سکتا ہے کہ جملہ حقوق کے
درجات علی قدر مراتب ایسے صحیح مقرر فرمائے ہیں کہ دنیا کے تمام فلاسفر اور عقلاء جمع ہو کر تجویز کریں
تو نہیں کر سکتے جیسا کہ کتابوں کے مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہاں بیان انسانوں
کے حقوق ما فیما بینہم ہے شریعت نے ان حقوق کی تعلیم اس طرح کی ہے کہ ان انسانوں کو بھی اس سے
محروم نہیں رکھا جو مسلمانوں سے بالکل مبائنت رکھتے ہیں یعنی کفار ہیں دیکھو حق تعالی نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے کافر کی نسبت ارشاد فرمایا فقولا لہ قولا لینا یعنی اس سے
بات نرمی سے کرنا شان جلال سے کام نہ لینا چنانچہ مدت دراز تک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
باوجود تمام قوم پر فرعون کی بیجا زیادتیوں کے بد دعا نہیں کی بلکہ قوم کو بھی یہی تعلیم کرتے رہے
ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین جس کا مطلب یہ ہے
کہ ملک ایک کافر کے قبضہ میں ہے تو اس کا غم نہ کرو بلکہ صبر کرو کیونکہ آخرت کا ثواب نیکوکاروں
ہی کے واسطے ہے حتی کہ قوم نے نہایت حسرت کے ساتھ کہا قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا
ومن بعد ما جئتنا۔ یعنی ہم آپ کے آنے سے پہلے تو عذاب میں تھے ہی آپ کے آنے کے
بعد بھی عذاب ہی میں ہیں اس سے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوش نہیں آیا۔ قال عسیٰ
ربکم ان یہلک عدوکم۔ فرمایا صبر کرو خدا تعالیٰ ان کو ہلاک کریگا۔ غرض کافر سے بلا وجہ
سخت کلامی کا حکم نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

یہانتک کہ جو چیزیں کہ آسمانوں کے اندر اور اُن سے اوپر ہیں اور زمین کے اوپر اور اُسکے نیچے ہیں عقل اُن کو معاینۂ چشم سے بھی بڑھکر کھلم کھلا مشاہدہ کرتی ہے (چنانچہ اہل کشف اسکو بخوبی جانتے ہیں اور جو اہل کشف نہیں اُن کو بھی نعمت ایمان کی بدولت حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور جنت و دوزخ کا ایسا یقین ہے کہ آنکھ سے دیکھی ہوئی چیزوں میں اُن کو غلطی کا احتمال ہوسکتا ہے مگر ان نظر سے پوشیدہ ہونے والی چیزو نپر وہ ایمان بالغیب ہے کہ کبھی ان میں شک و شبہ کا احتمال تو کیا خطرہ بھی نہیں ہوتا یہی مشاہدہ عقلی ہے جو خداداد عقل کی وجہ سے اُن کو حاصل ہے) پس عقل حکمت کی جگہ ہے اور علم کا معدن ہے جسقدر اُس کے علوم بڑھتے جاتے ہیں اُسی قدر اُنمیں وسعت و قوت بڑھتی جاتی ہے (عقل ایسا حاکم ہے کہ جب وہ) اعضاء کو حرکت کا حکم دیتی ہے تو یہ امتیاز نہیں ہوسکتا کہ حرکت کا ارادہ پہلے ہوا یا فوری اطاعت کی وجہ سے اعضاء کی حرکت پہلے ہوئی اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ ارادہ ہی پہلے ہوتا ہے (مگر عقل کی اعضاء پر کچھ ایسی حکومت ہے کہ اُسکے ارادہ کے بعد وہ ایسے جلدی اُسکی اطاعت کرتے ہیں کہ بسا اوقات یہی نہیں معلوم ہوتا کہ ارادہ عقل و حرکت اعضاء میں کون پہلے ہوا اور کون پیچھے) پھر عقل باوجود اتنی بڑی تدبیر و علم و حکمت کے خود اپنی ذات کی معرفت سے عاجز ہے وہ اپنی ذات کیلئے خود کوئی صفت یا ہیئت نہیں بیان کرسکتی جن چیزوں کے اوصاف کو وہ بیان کرچکی اور بتلا چکی ہے اُن کو تو بوجہ علم حاصل ہوجانے کے تسلیم کرتی ہے اور چونکہ اپنی ذات کی کوئی صفت وہ نہیں بتلا سکتی اس لئے اپنی بابت جہل ہی کا اقرار کرتی ہے (اپنی ذات کی نسبت اقرار جہل سے زیادہ وہ کچھ نہیں کہسکتی) مگر باوجود اپنی ذات سے جاہل ہونے کے وہ ایسی عالم و حکیم ہے کہ باریک باریک تدبیروں کا خوب امتیاز کرتی ہے صنعت الٰہی کی دقائق اور امور عالم کی رفتار کی باریکیاں جلد جلد بیان کردیتی ہے کبھی امور عالم کی تدبیر اس طرح کرتی ہے کہ اُن کے انجاموں کی تصویر پہلے ہی سے

لہ اس سے پہلے یہ مضمون تھا کہ انسان کے اندر خود اُسکی ذات میں بعض چیزیں ایسی موجود ہیں جن سے وہ بخوبی حق تعالیٰ کی صفات کمال پر استدلال کرسکتا ہے چنانچہ اُس میں عقل ایک ایسی چیز ہے کہ اُس کے اپنے اندر موجود ہونے کا ہر شخص کو یقین ہے مگر اُس کی حقیقت کوئی نہیں جانتا عقل اُن چیزوں کا ادراک کرتی ہے جو اُسکے حواس سے پوشیدہ ہیں۔

اعتذار از مترجم

رسالہ الامداد میں ابتدا سے علامہ حجت الاسلام امام غزالیؒ کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف مسمی بکتاب الحکمۃ کا ترجمہ بنام لباب النعمۃ شائع ہوتا رہا ہے مگر چند وجوہ سے ابتک اسکا سلسلہ منتظم نہ رہا یہانتک کہ رسالہ ۳۵ھ کے رسالہ ماہ رجب کے بعد پھر سلسلہ بند ہوگیا اسکی زیادہ تر وجہ احقر مترجم کی سستی اور بے انتظامی تھی مدیر رسالہ کیطرف سے ہمیشہ اس کا تقاضا رہا مگر پے در پے بیماری کے سبب نیز مشاغل تعلیم و تدریس کی وجہ سے میں خود اس سلسلہ کو قائم نہ رکھ سکا یہانتک کہ اب ۳۸ھ میں جبکہ ایک خاص وجہ سے احقر کا قیام تھانہ بھون میں عرصہ تک کیلئے ہوگیا تو پھر اس سلسلہ دیرینہ کے از سر نو قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا حق تعالیٰ سے

سونچکر اپنے سامنے کھڑی کرلیتی ہے اور سب کاموں کے مختلف انجاموں کو بتلادیتی ہے
پس اُس کا اپنی ذات سے جاہل ہونا اور دوسری چیزوں کا جنمیں وہ تدبیر و تمیز سے کام لیتی ہے
عالم ہونا بتلا رہا ہے کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی چیز ہے تمام کاموں کی تدبیر کرتی اور اُن کا فوٹو
و تارتی ہے مگر خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت کے نیچے ہے کیونکہ وہ اس حکمت اور روشنی بصیرت
کے باوجود بہت جگہ عاجز اور ذلیل ہوجاتی ہے بسا اوقات ایک بات کو یاد رکھنا چاہتی ہے
مگر بھول جاتی ہے کبھی ایک بات کو بھلانا چاہتی ہے مگر وہ یاد سے نہیں اترتی کبھی اپنے
آپ کو خوش رکھنا چاہتی ہے مگر غم اور حزن ساتھ نہیں چھوڑتا کبھی متنبہ اور بیدار رہنا چاہتی
ہے تو غفلت اور سہو میں گرفتار ہوجاتی ہے یہ سب باتیں اُس کے مغلوب و مقہور ہونے پر دلالت
کرتی ہیں اور لطف یہ کہ جن چیزوں کا اُسکو علم بھی ہے اُن معلومات کی حقائق سے جاہل ہے
باوجود اتنے بڑے مدبر ہونے کے اسکو اتنی خبر نہیں کہ منہ سے نکلنے والی آواز کتنی دور پہونچتی ہے
اور آواز منہ سے نکلتی کیونکر ہے کلام کے حروف زبان سے کس طرح ترکیب پاتے ہیں نظر کا منتہا
کتنی دور ہے اُسکی مسافت کسقدر ہے نگاہ کی روشنی کس ترکیب سے آنکھوں میں پیدا ہوتی ہے
اور اُس سے صورتوں کا ادراک کیونکر ہوتا ہے (یہ باتیں حالانکہ روزمرہ عقل کے سامنے ہوتی رہتی
ہیں مگر ان کی حقیقت کا اُسکو ہنوز پتہ نہیں بلکہ) اُسکو خود اپنی قوت کی مقدار کی بھی خبر نہیں
(کہ مجھ میں خدا نے کتنی قوت رکھی ہے اور میں کہانتک اپنی قوت سے کام لیسکتی ہوں بعض جگہ
وہ اپنے کو عاجز کردیتی ہے حالانکہ اُسکی اصلی قوت کے سامنے وہ بات کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی)
اُسکو یہ بھی خبر نہیں کہ اُس کے اندر ارادہ اور قصد کیونکر اور کس ترکیب سے پیدا ہوتا ہے پس بہت
سی معلومات کو وہ جانتی ہے مگر اُن کی حقیقت بیان کرنے سے انکار کرتی ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ عقل خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور اُس کی بنائی ہوئی چیز ہے خدا نے اُسکو ایسی
[illegible] صنعت اور کامل حکمت سے بنایا ہے جس سے اُس صانع خالق عزوجل کے علیم و دانا
ہونے کی بڑی دلیل ملتی ہے اور اُس کے ارادہ و قدرت کے کمال کا پتہ چلتا ہے ۔ پھر دیکھو
حق تعالیٰ نے انسان کے اندر اُسکی طبیعت کے موافق ایک خواہش اور تقاضا پیدا کیا ہے
[illegible] اگر اس نے خواہش کے احکام میں روشنی عقل سے کام لیا تو سلامتی کی منزل پر پہونچ

۵۲

جاے گا اور آئندہ درجۂ کرامت سے جنت میں فائز المرام اور کامیاب ہوگا اور اگر اُس نے اپنی
خواہش کو اغراض نفسانی اور اُنکی لذتوں میں صرف کیا تو جن باتوں کا ادراک انسان کے
سوا کوئی نہیں کر سکتا اُن کے معلوم کرنے سے رک جائیگا اور وہی خواہش اُن کی معرفت سے حجاب
بنجاے گی اور آخرت میں جو اسپر عذاب اور دیدارِ الٰہی سے حجاب ہونے کا اندیشہ ہے وہ جدا ہے
پس عقل ہی تمام کاموں کے کرنے اور صنعتیں بنانے اور ذہن و خیال میں تمام چیزوں کے
انداز لگانے اور تدبیر کرنے کا آلہ ہے اور غور و فکر کی باریکی سے نئی باتیں سمجھنے اور ہر زمانہ کی اقوام کے
مکارم اخلاق معلوم کرنے کا ذریعہ ہے وہی عقلاء و فضلاء کی اچھی عادات کا اچھا ہونا بتلاتی
ہے اُسی سے لوگوں کی قبیح عادات اور بیہودہ رسموں کی قباحت معلوم ہوتی ہے پس غور
کرو کہ انسان کا کتنا بڑا شرف ہے کہ اُسمیں خدا نے ایک ایسی چیز رکھی ہے جسکے ذریعہ اسکو ایسے علوم
و معارف حاصل ہوتے ہیں کیونکہ برتن کی شرافت اُسی چیز کی شرافت سے ہوتی ہے جو اُسمیں
رکھی جاتی ہے (ورنہ یوں تو سارے برتن برابر ہیں اگر سونے کے برتن میں پیخانہ و پیشاب رکھدیا
جاوے ظاہر ہے اُس سے گھن کیجائیگی اور ہر شخص اُس سے بچیگا اور مٹی کی رکابی میں اگر عمدہ پلاؤ
بھر دیا جاوے ہر شخص اُسکی عزت و حرمت کریگا اسی طرح انسان اگرچہ ظاہر میں مٹی کا بنا ہوا ہے
مگر چونکہ اُسمیں ایک ایسا جوہر لطیف خدا نے رکھدیا ہے اسلیئے وہ تمام مخلوقات سے افضل و اشرف ہے
بشرطیکہ وہ اُس سے کام لے اور اُسکی حفاظت و قدر کرے اور بیہودہ طور پر اسکو ضائع و برباد
نہ کردے کہ پھر اس صورت میں اُس سے بدتر بھی کوئی مخلوق نہوگی کیونکہ حفاظت نکرنے سے لطیف
چیز جلدی سڑتی ہے اور اُسمیں کثیف چیزوں سے زیادہ بدبو ہو جاتی ہے) اور چونکہ انسان کا
دل حق سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت پیدا ہونے کی جگہ ہے اسلیئے وہ تمام قوی انسانی سے
افضل ہے (کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ برتن کی شرافت اُس چیز کی شرافت سے
ہوتی ہے جو اُس کے اندر رکھی جاوے اسلیئے جب انسان کا دل معرفت الٰہی کی منزل ہے
اور معرفت الٰہی سب سے بڑی دولت ہے تو دل ہی سب سے بزرگتر اور اشرف چیز ہے) اور چونکہ باری
سبحانہ کے علم و ارادہ و حکمت میں یہ بات پہلے ہی مقدر ہو چکی تھی کہ مخلوق کو اس عالم سے ایک
دوسرے عالم کی طرف جانا ہے اور ان کی عقلی قوت اُس دوسرے گھر کے احکام پر پوری طرح

۵۳

مطلع ہونے کے لئے ناکافی ہے اسلئے خدا نے اس نور عقل کی تکمیل نور رسالت سے فرمادی
پس مخلوق کی طرف انبیاء صلوات اللہ علیہم وسلامہ مبعوث فرمائے جو اہل طاعت کو خوشخبری
سناتے ہیں اور اہل معصیت کو ڈراتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی امداد وحی سے
فرمائی اور اُن میں وحی کے تحمل وقبول کی استعداد وقوت پیدا فرمائی اور اُس نور وحی کو جو کہ خدا
کی طرف سے رسول کو عطا ہوتا ہے نور عقل کے ساتھ وہ نسبت ہوتی ہے جو کہ نور آفتاب کو ستاروں
کے نور کے ساتھ ہے پس انبیاء علیہم السلام نے بندوں کو دنیا کی بھی اُن مصلحتوں پر مطلع کیا
جنکے معلوم کرنے کے لئے انکی عقل مستقل طور پر کافی نہ ہو سکتی تھی اور آخرت کی تمام مصلحتوں پر بھی مطلع
کیا جنکے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ مخلوق کے پاس بجز انبیاء علیہم السلام کے نہ تھا اور خدا تعالیٰ نے
انبیاء علیہم السلام کی حقانیت اور صداقت پر بہت سے دلائل ومعجزات ایسے ظاہر فرمائے جنکے
بعد اُن کی تمام باتوں کا سچ ماننا واجب اور ان پر ایمان لانا اور اُن کا مطیع ومنقاد بنجانا ضروری
فرض ہوگیا اس طرح حق تعالیٰ کی نعمت اُسکے بندوں پر کامل ہوگئی اور اُسکی عظمت بخوبی ظاہر
اور حجت تمام ہوگئی پس دیکھو آدمی کا کتنا بڑا شرف ہے جسکی نسل میں ایسے ایسے فضلاء یعنی انبیاء
علیہم السلام پیدا ہوئے جو ایسی اعلیٰ اور فاضل قوتوں کی قابلیت رکھتے ہیں (یعنی انوار وحی کے
تحمل کی طاقت خدا نے اُن کو عطا فرمائی ہے) پس اب جبکہ شریعت کے انوار جو کہ مانند آفتاب
کے ہیں اور عقل کے انوار جو کہ ستاروں کے مانند ہیں اسمیں مجتمع ہوگئے تو جس شخص کیلئے خدا نے
بھلائی مقدر کردی ہے اُسکی سعادت تمام ہوگئی اور جس نے انبیاء کی تکذیب کی اور دنیا کی زندگی
کے سوا اور کچھ نہیں چاہا اُسکی بدبختی پوری ہوگئی۔ پھر حق تعالیٰ نے انسان پر کتنا بڑا احسان فرمایا ہو کہ وہ
نیند میں یا حالت غنودگی میں خواب دیکھتا ہے جسمیں خاص خاص صورتیں اُسکی پیش نظر ہوتی ہیں
جو اُسکو ایسی باتوں کی بشارت دیتی ہیں یا خوف دلاتی ہیں جنکا اُسکو آئندہ اندیشہ یا امید ہوتی ہو یہ سب حق
سبحانہ کی عنایت اور اُسکی جود وکرم کی بخششیں ہیں۔ اور ظاہر وباطن میں طاعت پر استقامت بھی کو
خواب کے اکثر اوقات سچے ہونے میں بڑا دخل ہے اُس سے انسان کو عبرت ونصیحت حاصل ہوتی یا بعض
کاموں میں پیشقدمی کرتا اور بعض کاموں سے رکجاتا ہے اور وہ ایسے امور ہیں جنکے عاقبت وانجام کی
خبر سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہوتی ہاں جس کسیکو چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں تبلا دیتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

بغرض عبادت رکھی جاوے تو وہ بھی مباح ہے۔ حالانکہ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہوسکتا
چہارم یہ کہ عبارت مسطورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغرض عبادت تصویر رکھنا معترض کے نزدیک
حرام ہے جسمیں کفر کا خطرہ ہے مگر کفر نہیں ہے۔ حالانکہ یہ صورت بے شبہ کفر ہے۔ کیونکہ جو شخص عبادت
کی غرض سے تصویر رکھتا ہے وہ اسکو معبود مانتا ہے خواہ علماً یا عملاً ایسی صورت میں اسکے اس
فعل کو کفر کیوں نہ کہا جاویگا بالخصوص جبکہ یہ کلیہ بھی مصرح ہے کہ رضا بالکفر کفر ہے۔ پنجم اسلئے
کہ معترض نے کہا ہے کہ بعض کتب حنفیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہوتا ہے اور
دوسرے مقام پر کہا ہے کہ ردالمحتار میں ہے۔ قد صرح العلامة ابن نجیم فی رسالته المؤلفة
فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے
کہ معترض کے نزدیک بعض فقہاء کا یہ قول محقق ہے اس صورت میں اسپر اعتراض یہ ہے کہ اس مسئلہ
میں اس نے حضرت مولانا کی عداوت کے سبب اپنے امام معصوم یعنی مولوی عبدالحی صاحب کی مخالفت
کی ہے اور ان کے قول کو غیر محقق ٹھیرایا ہے کیونکہ انھوں نے مکروہ تحریمی کو گناہ کبیرہ ٹھیرایا ہے

۱۲۹

چنانچہ سعایہ جلد ثانی صفحہ ۲۷۰ میں فرمایا ہے لعلک تفطنت من ههنا ان ترک الواجب کبیرة
لانه حرام وکل حرام فهو کبیرة وکذا ترک السنة المؤکدة فانه مکروہ تحریما والمکروہ تحریما
ایضاً من الکبائر کیف لا فانه قریب من الحرام وورد علیه الوعید الشدید نیز اس
صورت میں معترض پر لازم ہے کہ وہ مولوی عبدالحی صاحب کو بھی اپنے مسلم قاعدہ کی بناء پر غیر
محقق ٹھیرائے اور ان کی تصانیف کی بے اعتباری کا اعلان کرے۔ اسلئے کہ وہ ذرا ذرا سی بات
پر حضرت مولانا پر غیر محقق ہونے کا حکم لگا دیتا ہے اور ان کی تصنیف کو بے اعتبار بنا دیتا ہے
جیسا کہ اسکے کلام کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ لیکن اگر اسکے نزدیک بعض فقہاء حنفیہ کا یہ قول
محقق نہیں ہے تو یہ اسکی عداوت کی دلیل صریح ہے کہ اس نے حضرت مولانا کے مقابلہ میں ایسے
قول سے احتجاج کیا جسکو نہ وہ خود تسلیم کرتا ہے اور نہ مولانا نے صراحةً یا اشارةً اسے تسلیم کیا ہے
اس مقام پر ایک نکتہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو کہ اہل علم کے لئے نہایت کار آمد ہے
وہ یہ کہ شارع علیہ السلام چونکہ حکیم ہیں اسلئے وہ سد باب فتنہ کے لئے بعض احکام مقیدہ کو
بلا قید بیان فرما دیتے ہیں جس سے اُن کے حکم کے مطلق ہونے کا شبہ ہوتا ہے تاکہ لوگ اسکے

تمام صورتوں سے اجتناب کریں۔ خواہ وہ مباح ہوں یا حرام یا مکروہ اور اس سے وہ ارتکاب محرم سے بہت دور ہو جاویں اور یہ حکم ان کا خلاف واقعہ نہیں ہوتا کیونکہ اطلاق ظاہر اُن کی مراد نہیں ہوتا علی ہذا کبھی وہ بعض احکام کو اسی مصلحت سے تغلیظی صورت میں بیان کرتے ہیں اور چونکہ حقیقۃ کلام مقصود نہیں ہوتی۔ اسلئے وہ حکم بھی خلاف واقع نہیں ہوتا مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الطیرۃ شرك اس مثال میں اگر طیرہ سے مراد خاص طیرہ ہے یعنی وہ جو باعتقاد موثر ہو تو وہ حقیقۃ شرک ہوگی اور اسمیں اس قید کا نہ ہونا ایہام عموم کے سبب سد باب فتنہ کیلئے ہوگا اور یہ مثال ہمارے بیان اول کی مثال ہوگی اور اگر طیرہ سے مراد عام طیرہ ہے تو اسپر مطلقا شرک ہونے کا حکم تغلیظی ہوگا اور یہ ہمارے بیان ثانی کی مثال ہوگی جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جو علماء حکیم الامۃ ہیں وہ بھی اپنے بیان میں اس سنت کی پیروی کرتے ہیں اور بعض احکام کو جو کہ فی الواقع مقید ہوتے ہیں بصورت مطلق بیان کرتے ہیں اور بعض احکام کو بصورت تغلیظ اور مقصود ان کا سد باب فتنہ ہوتا ہے اور چونکہ مراد ان کی پہلی صورت میں تقیید اور دوسری صورت میں تغلیظ ہوتی ہے اسلئے اُن کا کلام فی الواقع صحیح ہوتا ہے مگر غیر محقق اور کوتاہ اندیش لوگ اُن کے ایسے کلاموں کو قابل اعتراض ٹھہراتے ہیں فتنبہ لہ فانہ ینفعك فی کثیر من المواضع۔

تحقیق نمبر (۱۶) متعلق بہ سعادت و نحوست ایام

بہشتی زیور میں اچھے بُرے دن اور تاریخوں کے پوچھنے کو شرک اور کفر کی باتوں میں شمار کیا ہے اسپر معترض نے یوں اعتراض کیا ہے۔ جہاں تک ہم اس جملہ کے الفاظ پر غور کرتے ہیں ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف صاحب کتاب دریافت کو بھی شرک و کفر خیال کرتے ہیں۔ ظاہر فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو) نص صریح ہے کہ عدم علم کی صورت میں علم حاصل کرنا ام از کم مباح ہے معلوم نہیں دریافت حالت میں کیونکر شرک آگیا اگر ہم یہ خیال کریں کہ اچھی اور بری تاریخ سمجھنا کفر ہے اسوجہ سے اس کا دریافت کرنا چونکہ امر شرک کا دریافت کرنا ہے تو یہ بھی شرک ہے اس صورت میں ہمکو اول اچھی اور بری تاریخ بشرعا نہ ہونا مسلم

ہے اور بالفرض اگر یہ شرک ہو بھی تو ہر امر شرک کا دریافت کرنا بھی شرک ہے یا نہیں اسکی دلیل ہونی چاہیے الی آخر ما قال۔

تنقید

اس اعتراض کا منشا معترض کی وہی کجروی یا کج فہمی ہے جس سے وہ ہمیشہ حضرت مولانا کے مقابلہ میں کام لیتا ہے کیونکہ بہشتی زیور کا مطلب یہ ہے کہ اچھی بری تاریخوں اور دنوں کا نجومیوں وغیرہ سے اعتقاداً اور بغرض تصدیق پوچھنا شرک و کفر کی باتوں میں سے ہے (رہی یہ بات کہ ایام واقع میں سعد اور نحس ہوتے ہیں یا نہیں بہشتی زیور اس سے ساکت ہے اور اس کا اسمیں کچھ بھی ذکر نہیں ہے) دلیل اسکی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من اتی کاھنا فصدقہ فیما یقول فقد برئ مما انزل علی محمد رواہ احمد و ابو داود انتہی ما فی المشکوۃ باختصار اسپر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ تقییدات جو بیان کیگئی ہیں بہشتی زیور میں نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تقییدات گو الفاظ میں مذکور نہیں ہیں مگر بقرائن حالیہ ضرور مفہوم ہیں کیونکہ مقصود اس سے اسی پوچھنے کو شرک و کفر کی باتوں میں شمار کرنا ہے جو کہ خلاف شریعت مصطفویہ ہے نہ کہ ہر پوچھنے کو اور قرائن حالیہ کا شارع علیہ السلام بھی اپنی عبارات میں لحاظ رکھتے تھے چنانچہ فرمایا ہے من اتی عرافا فسألہ عن شئ لم یقبل لہ صلوۃ اربعین لیلۃ اس حدیث میں بظاہر عراف سے کسی بات کے پوچھنے کو گناہ بتلایا گیا ہے حالانکہ بقرینہ حال اخبار غیب کا بغرض تصدیق پوچھنا مراد ہے پس معترض کا اعتراض ساقط ہو گیا اور ظاہر ہو گیا کہ اس قسم کے مناقشات لفظیہ کرنا درحقیقت اعتراض کرنا ہے خود شارع علیہ السلام پر۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب ہم معترض کے کلام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بچند وجہ مخدوش ہے اول اسلئے کہ اُس نے فاسئلوا اھل الذکر کے معنی میں تحریف کی ہے اور عدم علم کی صورت میں علم حاصل کرنے کو مطلقاً کم از کم مباح بتلایا ہے حالانکہ مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محل نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے ان تعلمہ و تعلیمہ حرام شدید التحریم لما فیہ من ایہام ان فاعلہ

یشأرك الله فی غیبه۔ دوم اسلیئے کہ معترض نے پوچھنے سے صرف پوچھنا مراد لیا ہے حالانکہ اس سے وہ پوچھنا مراد ہی جو بغرض تصدیق ہو جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مذکور میں مراد ہے۔ سوم اسلیئے کہ اُس نے اچھے برے دنوں سے وہ اچھے برے دن مراد لیے جو شرعًا اچھے یا برے ہیں۔ حالانکہ بہشتی زیور میں وہ اچھے اور برے دن مراد ہیں جو بقاعدہ اہل نجوم وغیرہ اچھے یا برے ہیں۔ چہارم اسلیئے کہ معترض نے جو دلائل دونوں کے اچھائی کے پیش کیے ہیں ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو فضائل ایام سے تعلق رکھتے ہیں حالانکہ اس عبارت میں فضائل ایام کی نفی نہیں ہے۔ پنجم اسلیئے کہ جن حدیثوں میں ۱۷۔ اور ۱۹۔ اور ۲۱۔ کو حجامت کیلیے منتخب کیا گیا ہے ان سے بر تقدیر صحت بعض ایام کی بعض تاثیرات کا ثبوت ہوتا ہے مگر ان سے اچھی بری تاریخوں اور دنوں کے اہل نجوم وغیرہ سے دریافت کرنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا پس یہ احادیث بہشتی زیور کی تردید نہ کریں گی۔ کیونکہ احادیث مذکورہ ایک ایسے امر کو ثابت کرتی ہیں جس سے بہشتی زیور ساکت ہے اور بہشتی زیور ایک ایسے امر کو ثابت کرتا ہے جس سے احادیث مذکورہ ساکت ہیں فلا تعارض بینہما۔ ششم اسلیئے کہ فی یوم نحس مستمر یا فی ایام نحسات سے اچھی بری تاریخوں اور دنوں کے پوچھنے کے جواز کا ثبوت [illegible] ان سے تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ایام [illegible] فی الواقع [illegible] تاثیر ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب کسی وقت میں کسی شخص پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو اسوقت کو عرفًا اسکے لئے منحوس کہا جاتا ہے خواہ اسوقت کو موثر مانا جاوے یا نہ مانا جاوے۔ پس بہشتی زیور اور آیات مذکور میں تعارض نہوگا ایسی حالتمیں ان کو بہشتی زیور کی تردید میں پیش کرنا فضول ہے۔ ہفتم اسلیئے کہ جو احادیث اس نے دربارہ نحوست پیش کی ہیں ان سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بعض ایام بعض کاموں کے لیے مناسب نہیں۔ پس اگر وہ صحیح ہوں تو ان سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ افعال معہودہ کو ایام معلومہ میں کرنا مناسب نہیں مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نجومیوں وغیرہ سے کاموں کے لئے تاریخیں پوچھنا جائز ہے کما سیاتی عنقریب۔ پس احادیث مذکورہ مسئلہ بہشتی زیور کی تردید نہ کریں گی۔ ہشتم اسلیئے کہ ملا علی قاری نے جو لکھا ہے فی بعض الازمان من الشھر والاسبوع خواص من اسباب التاثیر۔ اس سے معترض کو کچھ فائدہ نہیں پہونچتا کیونکہ بہشتی زیور میں بعض خواص

۱۳۲

(باقی آیندہ)

خریداران الامداد کی خدمت میں

ضروری اطلاع

آپکو معلوم ہے کہ آپکا الامداد اپنی پانچ سالہ مدت ختم کرچکا ہی رجب ۳۸ھ سے اسکا چھٹا سال شروع ہوگا جن حضرات کا سال ختم ہوگیا ہی ان کو رجب ۳۸ھ کا پرچہ بذریعہ ویلیو روانہ کیا جاویگا مجھکو امید نہیں کہ الامداد کی ناظرین میں سے ایسے بھی ہوں کہ جو دنیا کی ہزاروں کاموں میں رات دن مصروف رہنے کے باوجود ایک ماہ میں کسی ایک دینی پرچہ پر نظر ڈال لینا گوارا نکریں اور اسکی خریداری سے انکار کردیں تاہم بہ نظر احتیاط نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ جن صاحبوں کو اسکی خریداری منظور نہو وہ صرف اس نیت سے کہ ایک مذہبی رسالہ کو ذرا سے تساہل سے بہت سا نقصان نہ پہونچ جاوے ایک کارڈ کے ذریعے سے خاکسار کو مطلع فرما دیں تاکہ اُن کے نام رسالہ بذریعہ ویلیو روانہ نکیا جاوے اس صورت میں اُن کا صرف ایک پیسہ خرچ ہوگا اور الامداد اُس نقصان کے اضافہ سے بچیگا جسکا وہ ابتک باوجود کاغذ وغیرہ کی گرانی کو برداشت کرتا رہا ہی ہمکو یقین ہے کہ ہمارے معزز ناظرین الامداد اس مختصر مگر ضروری گذارش پر توجہ فرمادیں گے۔ اسسال چند مفید مضامین عام فہم کا اضافہ کیا جاویگا لیکن قیمت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا بدستور سابق ا ر کا ویلیو ہوگا۔

(خاکسار مدیر)

اُصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہلِ حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ سے کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔ امسال سے کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداءً یعنی رجب ۱۳۳۶ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم
رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

---

۵ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ